اُمّ البنین سلام اللہ علیہا

والدہ گرامی حضرت ابوالفضل العباس ابن علی علیہ السلام

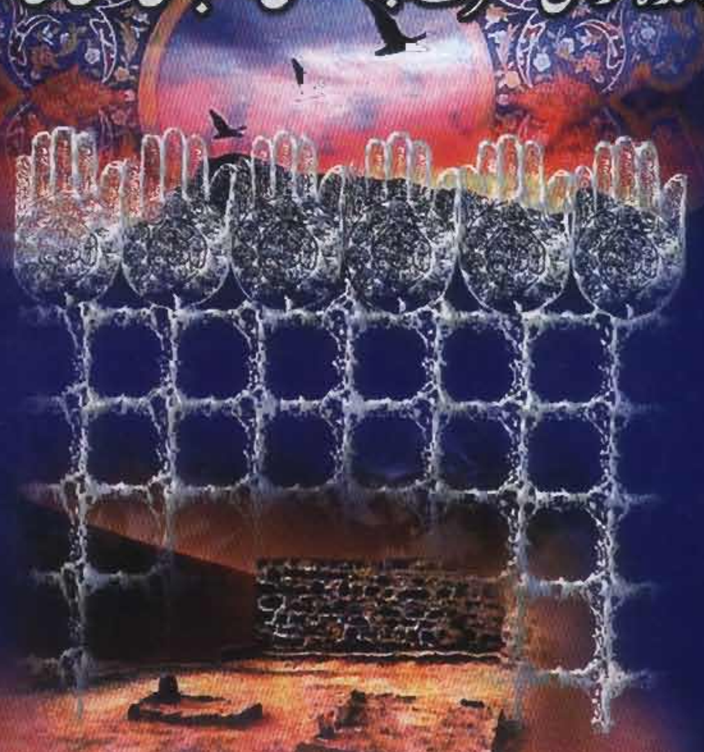

تالیف

علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہؑ

پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

یا عباس

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمُّ البنینؑ سا کوئی ہوگا نہ نیک نام
فرزند جس کے چار ہوئے فدیۂ امام
(انیس)

زندگانی

حضرت اُمُّ البنین سلام اللہ علیہا

والدۂ گرامی

حضرت ابوالفضل العباس

ابن علی علیہ السلام

تالیف

علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حضرت اُمُّ البنین سلام اللہ علیہا
تالیف	:	علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
ناشر	:	مرکزِ علومِ اسلامیہ
		I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11، کراچی
		فون: 4612868
مطبع	:	سیّد غلام اکبر 0300-2201665
تعدادِ اشاعت	:	ایک ہزار
سالِ اشاعت	:	2007ء (دوسرا ایڈیشن)
قیمت	:	Rs. 300/=

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11، کراچی

فون: 4612868

حجۃ الاسلام روح الملّت مولانا سیّد علی ناصر سعید عبقاتی (مولانا آغا روحی لکھنؤ)

آغا روحی عبقاتی ..... مدظلہ

تمنائے مشکل کشا، انتخاب حضرت عقیلؑ، رتبہ شناسِ سیدۂ عالمیان سلام اللہ علیہا جناب اُمّ البنین علیہا وعلیٰ آلہا کی سوانح نگاری کا شرف خدائے بے ہمتا نے محترم ضمیر اختر صاحب کو عطا فرمایا۔

ضمیر صاحب کے لیے علامہ، محقق اور ڈاکٹر کے علاوہ بھی کئی آداب و القاب کا استعمال اس موقع پر نہ کرنا تحریر عمد ہے کیونکہ اس وقت وہ غلام ابن کنیز (یعنی غلامِ حضرتِ عباسؑ علمدار ابنِ حضرت اُمّ البنین) کے عظیم ترین منصب پر فائز ہیں جو قسّام قلم نے انھیں عطا فرما کر علم کے سائے میں اس تخلیق کے توسط سے جو طول عمر کا اعزاز بخشا ہے وہی سب سے بڑا اعزاز ہے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

آمین ..... یارب العباسؑ

کفش بردار عزاداران شہدائے کربلا علیہم السلام

علی ناصر سعید عبقاتی (آغا روحی)

ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ غرۂ خمسہ ۲۰۰۵ء یکشنبہ

وارد شہر ھمہ بلا و کراچی

Presented by www.ziaraat.com

عباس نقوی:

حضرت اُمّ البنینؑ پر پہلی کتاب

زیرِنظر کتاب حضرت اُمّ البنینؑ کی شخصیت پر علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی ایک گراں قدر تحقیق ہے، جسے ۲۲ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جبکہ ۴۲۸ صفحات پر محیط موضوع میں علامہ صاحب نے والدۂ حضرتؑ ابوالفضل العباسؑ حضرت اُمّ البنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت کے اہم ترین گوشوں پر روشنی ڈالی ہے، جبکہ موضوع کی مزید وضاحت کے لئے علامہ صاحب نے ان تقاریر میں حضرت ابوالفضل العباس کی ذاتِ والا صفات پر تاریخ کے گوشوں سے، عربی، فارسی و دیگر زبانوں میں موجود معلومات اکٹھا فرمائی ہیں۔

مَیں پورے یقین کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ لاتعداد کتب و اخبار کے مطالعے کے باوجود مجھے نہ صرف حضرت اُمّ البنین بلکہ حضرت عباسؑ علمدار کی شخصیت پر مجموعی طور پر اس قدر علم حاصل نہ ہوسکا جتنا علامہ صاحب کی زیرِنظر تقاریر کے نتیجے میں چند روز... یعنی اس تحقیقی کتاب کے مطالعے کے دوران حاصل ہوا، حالانکہ ۵ یا ۷ روز کے مطالعے کا مطلب کسی بھی تحقیقی کاوش کی ضمن میں محض ظاہری اخذ و اکتساب قرار دیا جاسکتا ہے اصل و حقیقی فائدے کے لئے بار بار کے مطالعے سے ایسی گرانقدر تحقیقات نئے نکات و نئے جہات کی سیر کراتی ہیں۔

علامہ صاحب کی تقاریر اور تصانیف اس لحاظ سے دنیا بھر میں شہرت رکھتی ہیں کہ آپ زیرِنظر موطوع پر اس قدر مواد اکھٹا کر دیتے ہیں کہ آپ کے عہد کے ذاکرین،

مقررین، شعراً، ادباً، سامع و ناظر ان میں موجود اگر محض چند تحقیقی نکات Research Work بلکہ Research World سے استفادہ کرنا چاہیں تو لاتعداد مضامینِ نَو پیش کر سکتے ہیں...علامہ کمال حیدر، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی، جناب ظلِ صادق صاحب ہوں یا مَن عباس نقوی...! علامہ صاحب کے لُٹائے ہوئے جواہر سے اخذ و اکتساب کرتے ہوئے مختلف شعبوں میں اپنے مقام و منزلت کے لئے کوشاں ہیں۔

لیکن یہ تو محض چند وہ حضرات ہیں جو علی الاعلان علامہ صاحب سے اکتساب کا دعویٰ رکھتے ہیں ... ان سے کئی گُنا زیادہ بڑی تعداد وہ ہے جو علامہ صاحب کے جواہرات سے لاتعداد جواہر چوری چُھپے استعمال بھی کر رہے ہیں اور اقرارِ طالبِ علمی بھی نہیں کرتے... بلکہ بعض تو ایسے ایسے نمک خوار بھی ہیں کہ جو تمام تر مالی و علمی استفادے کے باوجود علامہ صاحب ہی کے منکر دکھائی دیتے ہیں... خدا ایسوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا عرض کیا گیا کہ علامہ صاحب کی تقاریر منفرد معلومات و دلچسپ واقعات کے ساتھ ساتھ لاتعداد فلسفیانہ نکات ونظریات کی حامل ہوتی ہیں، علامہ صاحب اپنی تقریر کے دوران اپنی برسوں کی تحقیق، مطالعے اور مشاہدے کے ماحصل نتائج کو ایک جملے میں اس قدر سلاست کے ساتھ سمیٹتے ہیں اور اتنی ہی سادگی کے ساتھ، بغیر کسی غرور و تکبر سامع کے حوالے فرماتے ہیں کہ عموی ذہنی سطح کا حامل سامع و ناظر ان کی خطابت سے نئی معلومات حاصل کرتا ہے تو نکتہ بیں احباب ان جملوں سے اپنے Phd کے مقالے کا انتخاب کرتے ہیں۔ البتہ علامہ صاحب کے علم کدہ کے چند اصول ہیں۔

علامہ صاحب کی زیرِ سرپرستی کسی بھی موضوع پر مقالے کی تیاری کے دوران مَیں نے

Presented by www.ziaraat.com

مشاہدہ کیا کہ ان کی تنقید سخت ترین ہوتی ہے، یعنی یہ چھوٹے سے چھوٹے جھول کو بھی پسند نہیں کرتے، لیکن Projection بے انتہا دیتے ہیں۔

علامہ صاحب سے ہم گدایانِ علم نے یہی سیکھا کہ کسی بھی موضوع کو نہایت سجاوٹ کے ساتھ پیش کیا جائے، اپنے اردگرد کے مشاہدہ اور مطالعے کو استعمال کیا جائے، اگر کسی کا ایک جملہ بھی کہیں سے اُٹھایا جائے تو اس کا حوالہ ضرور دیا جائے... اور بحث میں موضوع سے مربوط رہا جائے۔ زیرِنظر مقالے میں علامہ صاحب ہی کے دیئے ہوئے علم اور بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہوئے موضوع کو تکمیل تک پہنچانا چاہوں گا۔

دوسرے پارے میں سورۃ بقرۃ کی ۱۵۵ ویں آیت ہے جسے آیتِ ابتلا بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ آیتِ کریمہ ہے جو ہر مسلک و مذہب میں واقعہ کربلا کی طرف مربوط بتائی جاتی ہے... اللہ رب العزت فرماتا ہے...!

ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوفِ والجوعِ و نقصٍ مّن الاموال والانفس والثمرٰت بشّر الصّٰبرین۔

اور ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے خوف و بھوک پیاس میں اور مالوں کے لُٹنے میں اور جانوں اور بچوں کے نقصانات میں اور (اے رسولؐ) خوشخبری دے دو صابرین کو۔

اس آیت میں مفسرین کے مطابق اللہ نے پانچ مختلف امتحانوں کا اعلان کیا ہے اور پھر ان امتحانوں سے سرخرو گزرنے والوں کو خوشخبری بھی عطا فرمائی ہے۔ اس مقام پر ہمارے عمومی ذاکرین حضرات اس آیت کا اطلاق صرف کربلا میں موجود شخصیات تک ہی محدود رکھتے ہیں حالانکہ اگر بیرونِ کربلا بھی نگاہ رکھی جائے تو بعض محترم ہستیاں بشمول حضرت عبداللہ ابن جعفرِ طیارؓ، حضرت اُمّ البنین علیہ السلام اور شہزادی صغرا علیہ الصلوٰۃ

والسلام جیسی شخصیات آیت میں بتائے گئے پانچ امتحانوں میں سے اکثریتی امتحانوں میں سرخرو ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ چونکہ موضوع حضرت اُم البنینؑ سے متعلق ہے لہٰذا ان تک ہی بحث کو محدود رکھنا چاہتا ہوں۔

حضرت اُمّ البنینؑ واقعہ کربلا کے حوالے سے ایک منفرد جہت کا شکار دکھائی دیتی ہیں، اور وہ ہے خوفِ انتظار...! آپؑ نے مال قربان کیا، حضرت عباسؑ سمیت چار بیٹوں کی قربانی پیش فرمائی، جبکہ امام حسینؑ سے آپ کو حضرت عباسؑ سے کہیں زیادہ محبت تھی۔ اس طرح صرف بھوک و پیاس کے امتحان کے علاوہ تمام امتحانات سے سرخرو گزریں، جبکہ آپؑ کے دو منفرد مصائب وہ ہیں کہ جیسا ذکر کیا گیا کیا یعنی ایک جانب حضرت زینبؑ و اُمِ کلثوم کی طرح تمام تر مصائبِ کربلا سے باخبر تھیں اور ایسے میں امینِ رازِ کربلا ہوتے ہوئے ۱۰ محرم ۶۱ھ ہجری اور اس کے بعد ''غمِ فراق'' کے ساتھ ساتھ ''غمِ انتظار'' سے بھی صبر کے ساتھ گذریں۔

کہاوت مشہور ہے کہ... ''مر جانے والے پر صبر آجاتا ہے لیکن کھوئے ہوئے پر صبر نہیں آتا''... کیوں کہ ہر لحظہ، ہر لمحہ انتظار باقی رہتا ہے، کہاوت سے ہی ظاہر ہے کہ اس غمِ انتظار کی کیفیت عمومی غم کے مقابلے میں انفرادیت کی حامل ہے اور دوم سن رسیدگی میں اولاد کی شہادت کا سانحہ برداشت کیا... اور ساری عمر اسی غم میں گزار دی۔ ہم عموماً بعدِ کربلا یہ جملہ نہایت کثرت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں کہ... چند بیبیوں نے تمام عمر غمِ کربلا میں گزار دی لیکن دراصل ہم اس مفہوم کو مشاہدے میں ہونے کے باوجود درست طور پر نہیں سمجھ پاتے۔

مَیں نے اتفاقاً یہ مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھا... یعنی کسی سن رسیدہ ماں کا اولاد کے غم میں بقیہ زندگی گزار دینے کا مظاہرہ... اور یہ وہ منزل ہے کہ عرب میں عموماً کسی کو

Presented by www.ziaraat.com

نہایت برے وقت یا بری خبر و بددُعا دینی ہوتی تو کہا جاتا... تیری ماں تیرے غم میں روئے...!

اپنا مشاہدہ پیش کرتا ہو کہ میری نانی محترمہ تحسینہ خاتون جو ایک مومنہ تھیں، عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ہر وقت یا نماز تھی یا ذکرِ حسینؑ تھا۔ ان کی زندگی میں ہمارے ایک ماموں سید حسین نذر نقوی کا انتقال ہوا، جو نہایت مجلسی شخصیت اور عزادار تھے، انچولی سوسائٹی میں ۹محرم کے قدیمی جلوس کے بانی تھے، جس میں ایک سال کی مجلس علامہ صاحب نے بھی خطاب فرمائی۔ مَیں نے دیکھا کہ ہماری نانی نے اپنی زندگی میں اُن کی وفات کا اس قدر اثر لیا کہ اس کے بعد جب تک زندہ رہیں آنکھیں متورم رہیں...، بات بات پر روتی تھیں... کہتیں خدا نے مجھے یہ دن کیوں دکھایا...! اس دن سے پہلے مَیں کیوں نہ مر گئی اور پھر عین ۱۱محرم کے روز ان کا انتقال ہوا۔ یہ اور اس قسم کے مشاہدات ہم سب کی زندگیوں میں کارفرما رہتے ہیں بس احساس کی بات ہے۔ البتہ واقعہ کربلا میں شریک شخصیتوں کا جو مقام و منزلت ہے اس منزلت کو چھوٹا کرنا مقصد نہیں ہے لیکن ضروری ہے کہ کربلا سے متعلق دیگر منفرد شخصیات کا بھی ذکر اسی جوش و جذبے کے ساتھ کیا جائے۔ علامہ صاحب کہ ان نکات پر نہایت غور و خوض اور تحقیق فرماتے ہیں لہٰذا ان کی تقاریر و کتابیات میں نہ صرف واقعہ کربلا میں موجود شخصیات بلکہ بیرونِ کربلا شخصیات کی زندگیوں پر بھی گراں قدر معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔

حضرت جعفر طیارؑ کی شخصیت پر تو اب سے بہت قبل علامہ صاحب کی گراں قدر تحقیق منظرِ عام پر آچکی ہے۔ شہزادی صغرا سلام اللہ علیہا پر یقیناً اگلے وقتوں میں انشاءاللہ کوئی بھی شاہکار منظرِ عام پر آجائے گا۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں علامہ صاحب نے عورت کی عظمت سے موضوع کی ابتدا

فرمائی ہے اور پھر حضرت اُمّ البنین علیہ السلام کے خاندان، ولادت، شجرے، حضرت علی علیہ السلام کی دیگر ازواجِ مطہرہؑ سے موازنہ، شہزادی زہراؑ سے آپ کے اکتساب، تاریخی حیثیت، چاروں بیٹوں کی مختصر مگر جامع سوانح سمیت پوتوں کا ذکر شاملِ حال رکھا ہے اور بحث کے آخر میں حضرت اُمّ البنین علیہ السلام کی عزائی کیفیت بشمول عربی ادب و مراثی میں ان کے مرثیوں کے علاوہ میر انیسؔ، مرزا دبیرؔ، میر مونسؔ، جناب وحید الحسن ہاشمی، جناب مسعود رضا خاکی اور محترم ماجد رضا عابدی کے مرثیوں میں شہزادی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت فرمائی ہے۔

میرا اپنا تجزیہ ہے یا شائد جسارت کر رہا ہوں اس امید کے ساتھ کہ علامہ صاحب اس تصرفِ بے جا کو معاف فرمائیں گے کہ... علامہ صاحب یوں تو تمام انبیاؑ و ائمہ علیہم السلام کی تعلیمات سے استفادہ رکھتے ہیں لیکن لاشعوری طور پر امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے بہت زیادہ اکتساب کرتے ہیں اور نہ صرف علم بلکہ ان کے اصولوں پر بھی مکمل یقین رکھتے ہوئے، نہ صرف ایک علم بلکہ کئی علوم ...اور نہ صرف ایک شعبہ بلکہ لاتعداد شعبوں پر اپنے علم کدہ کو وسعت دیتے جا رہے ہیں اور اپنے علم، مشاہدے اور تجربے کی بدولت گزشتہ چودہ سو سال سے لکھے اور بولے جانے والے موضوعات پر جب قلم اٹھائیں یا گویا ہوں تو... ہمیشہ لاتعداد ان کہی... بے سُنی.. مگر انتہائی مستند روایات کو زندہ رکھنے کا علم آفریں فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ہم دُعا گو ہیں کہ اللہ علاّمہ صاحب کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین یا رب العالمین

علامہ ضمیر اختر نقوی کی دیگر تصنیفات

سوانح
حضرت علیؑ
۱۰۰۰ صفحات

سوانح
حضرت زینبِ کبراؑ
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت فاطمہ زہراؑ
۱۰۰۰ صفحات

تاریخِ ذوالجناح
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت شہربانوؑ
۵۰۰ صفحات

پوری دنیا کی
تاریخِ عزاداری
۲۰۰۰ صفحات

سوانح
حضرت اُمِّ کلثومؑ
۵۰۰ صفحات

سوانح
حضرت اُمِّ سلمیٰؑ
۵۰۰ صفحات

اپنے بزرگوں، اپنے ماں باپ، اپنے اجداد کا نام زندہ رکھنے کے لیے ان کتابوں کی اشاعت میں مالی امداد کیجیے

حضرت
اُمّ البنین
سلام اللہ علیہا

.....تالیف.....

(علامہ) سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

انتساب

ساداتِ گردیزی کی عظمتوں کے نام

جنابِ مخدوم سیّد محمد راجو شاہ گردیزی مدظلہ العالی

سجادہ نشین

حضرت شاہ یوسف گردیز رضوان مآب (ملتان)

جناب سیّد خورشید عباس گردیزی	جناب سیّد مصطفےٰ گردیزی
جناب سید ناصر زمان گردیزی	جناب سید جمیل عباس گردیزی
جناب سیّد سلطان گردیزی	جناب سیّد ہاشم رضا گردیزی
جناب سیّد زاہد گردیزی	جناب سیّد زمرّد گردیزی
جناب سیّد خضر گردیزی	جناب سیّد جاوید حیدر گردیزی
جناب سیّد آفتاب حیدر گردیزی	جناب سیّد حسین گردیزی
جناب سیّد حسنین گردیزی	جناب سیّد عمران حیدر گردیزی
جناب ڈاکٹر علی اصغر گردیزی	جناب سیّد روشن گردیزی
جناب سیّد قاسم گردیزی	جناب سیّد مجاہد رضا گردیزی

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

پیش لفظ

حضرت اُمّ البنینؑ صلواۃ اللہ علیہا حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی رفیقۂ زندگی، حضرت عباس علمدار جیسے عظیم فرزند کی والدۂ گرامی ہیں، حضرت ابوطالب علیہ السلام اور حضرت فاطمہ بنتِ اسدؑ کی بہو بن کر اس عظیم گھرانے میں آئیں جہاں شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی ثانوی حیثیت پائی، اس کے علاوہ ایک یہ بھی فخر حاصل ہے کہ سردار جوانانِ جنت امام حسنؑ اور امام حسینؑ و حضرت زینبؑ و حضرت اُمّ کلثوم کے دہنِ مبارک سے آپ ماں کہہ کر پکاری گئیں۔

حضرت اُم البنینؑ کے حالاتِ زندگی کتابوں میں نہ ہونے کے برابر ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی بے مثال زندگی پر کوئی کتاب نہیں لکھی جا سکی، عربی میں دو تین مختصر کتابچے چھپے ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں۔ ہم نے پہلی مرتبہ کوشش کی ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک تفصیلی خاکہ پیش کریں۔

حضرت اُمّ البنینؑ کا نام فاطمہ وحیدیہ کلابیہ تھا، آپ کے والد حزامؑ اشرافِ عرب میں عمدہ ترین انسان تھے، ان کی شخصیت کے جوہر اُن کی شہامت اور شجاعت تھی، آپ بہت مہمان نواز تھے، آپ عرب میں نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور عقل مندی، زیرکی، بہادری و دلیری، شجاعت اور خوبصورتی آپ کی پہچان تھی، آپ

Presented by www.ziaraat.com

صحابیٔ رسولؐ بھی ہیں اور صحابیٔ امیرالمومنین علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی والدہ ثمامہ خاتون بنتِ سہیل بن عامر تھیں۔ ثمامہ خاتون کو صحابیاتِ رسولؐ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کا شمار عرب کی صاحبِ دانش خواتین میں ہوتا تھا۔ آپ ادیبہ بھی تھیں اور اریبہ بھی، زیرک و دانا خاتون تھیں۔ اُمّ البنینؑ کو آدابِ دین و شریعت آپ نے ہی تعلیم کیئے تھے اور تربیت دی تھی، اس کے علاوہ ثمامہ خاتون نے اپنی بیٹی کو تمام اخلاقِ پسندیدہ اور آدابِ حمیدہ بھی تعلیم کیئے تھے۔ حضرت اُم البنینؑ کی نانی کے بھائی عامر بن طفیل تھے جو گھمسان کی لڑائیوں میں عرب کے بہادر شہسواروں میں نظر آتے تھے، آپ کا نام سُن کر عرب اور غیر عرب تھرّاتے تھے۔

علامہ شیخ نعمت الساعدی نے حضرت اُمّ البنینؑ کے القابات میں آپ کا ایک لقب ''باب الحوائج'' بھی لکھا ہے۔ حضرت عباس علمدار بھی ''باب الحوائج'' ہیں۔ اس طرح ماں اور بیٹے دونوں حاجتوں کو روا کرنے والے ہیں۔ حضرت اُم البنینؑ سے مومنین کو توسّل کرنا چاہیئے اور کسی بھی مشکل گھڑی پر یہ کہنا چاہیئے کہ ''اے اُمّ البنینؑ'' اپنی کرامت دکھایئے''۔ مومنین میں آپ کے نام پر دسترخوان اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا رواج ہے اور یہ یقیناً مقبول عمل ہے جو آلِ محمدؐ کے سرور کا سبب ہے۔ آپ کے دسترخوان پر مراد آتی ہے اور منّت پوری ہوتی ہے اور خصوصیت سے مرض میں شفا اور بے اولاد کے لیے اولاد، رزق کا عطیہ آپ کی عنایاتِ خاصہ میں سے ہے۔ یہ باتیں علامہ رضا عبدالامیر انصاری اور علامہ شیخ نعمت الساعدی نے اپنی کتابوں میں خصوصیت سے لکھی ہیں۔

ہماری جو کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ اُن میں ہماری کوشش یہ ہے کہ آئمہ معصومینؑ

اور اُن کے عظیم خاندان اُن کے فرزندوں کے بارے میں بدعقیدہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ نے جو باتیں جھوٹی لکھی ہیں جس سے اُن کی شان و وقار کو سُبک کیا جا سکے ہم اُن جھوٹی روایات کی قلعیٔ کھول دیں گے اور آلِ محمد کا دفاع ایک وکیل کی طرح کریں گے ہم نے یہ بات اپنے ایک نو تصنیف مرثیے میں بھی کہی ہے:-

بہتا ہے اشاروں پہ مرے علم کا دھارا — ہر جھوٹی روایت کو میں کرتا ہوں دو پارا
منکر کی فنا ہے مرے ابرو کا اشارا — معصوم کی عظمت میں کمی کب ہے گوارا
خطبات کو دھارے مرے لہجے سے ملے ہیں
کیا کیا سرِ گلزارِ ادب پھول کھلے ہیں

میں وہ ہوں ملا جس کو ہنر عشقِ علیؑ سے — کانٹوں کو بنایا گُلِ تر عشقِ علیؑ سے
اُبھرا ہے یہ الفت کا شجر عشقِ علیؑ سے — مربوط جو ہے قلب و نظر عشقِ علیؑ سے
محشر میں بھی بخشش کا سبب عشقِ علیؑ ہے
فردوس نہیں میری طلب عشقِ علیؑ ہے

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی اولادِ پاک کا دفاع میں تحریر و تقریر میں دمِ آخر تک کرتا رہوں گا یہ منصب مجھے کربلائے مُعلّٰی میں خواب میں آکر مولائے کائنات علی مرتضیٰ علیہ السلام نے خود عطا کیا ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ کسی امام کے فرزند سے بھی کوئی خطا نہیں ہوئی۔ حضرت زید شہید جو امام بیکس و مظلوم قیدیٔ شام و کوفہ حضرت امام زین العابدین کے عظیم فرزند ہیں اُن کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا میں نے اپنی دس تقریروں میں اس کے جوابات دیئے ہیں اور اُن پر میری ایک کتاب بھی عنقریب شائع ہوگی۔

اسی طرح حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے عظیم و پاکیزہ فرزند حضرت جعفر الذکی

Presented by www.ziaraat.com

ہیں جن کو دشمنانِ اہلِ بیتؑ "توّاب" کہتے ہیں۔ جب انھوں نے کوئی خطا کی ہی نہیں تو توبہ کیسی......؟ وہ تو "مرتضٰی" یعنی برگزیدہ تھے آیت اللہ آقائے مرعشی انھیں ہمیشہ جعفر مرتضٰی کے لقب سے اپنے فتوے میں یاد فرمایا کرتے تھے۔

کراچی اور لاہور میں بدعقیدہ مولویوں نے دین و شریعت کو تباہ کرنے کے لیے مسلسل کتابچے لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔

ابھی حال میں الحرمین پبلیشرز پاکستان کراچی سے ایک ۴۸ صفحات کا کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا نام ہے۔

"چالیس احادیث نمازِ جمعہ و جماعت کے بارے میں"

کسی ذوالفقار علی زیدی کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی ہے (اطلاع ملی ہے کہ بھکر گوٹ کا کتب فروش ہے)۔ اس کتابچے میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور اُن کے عظیم صادق و زاہد و عابد فرزند حضرت جعفر کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں وہ آپ بھی ملاحظہ کیجیے:-

"میں حیران رہ گیا کہ کیا کوئی جعفری بھی اس کتاب کو چھاپ سکتا ہے؟..... مگر اچانک مجھے یہ بھی یاد آیا کہ شیعوں کی تاریخ میں ایک جعفر کذّاب بھی تو تھا اس کا سلسلہ بھی آگے چلا ہوگا"

اس بے ادب شخص کو یہ تک نہیں معلوم کہ جعفر ابن امام علی نقی علیہ السلام کی نسل میں تمام نقوی سادات ہیں۔ انھیں جعفر کی اولاد میں حضرت غفرانمآب رحمت اللہ علیہ بھی تھے جو نمازِ جمعہ کے لکھنؤ میں بانی ہیں۔ اُنھیں جعفر کی اولاد میں مولانا سید علی حیدر کھجوے والے بھی ہیں۔ بڑے بڑے عظیم علماً کے جدِّ اعلیٰ کو "کذّاب" یعنی جھوٹا لکھنے والا بھی کیا سچا ہو سکتا ہے اور اس کی کتاب کو قابلِ اعتبار سمجھا جا سکتا ہے۔

ذوالفقار علی زیدی نے اسی کتابچے میں لکھنؤ کے علمائے کرام کے بارے میں صفحہ ۷ پر ہرزہ سرائی کی ہے۔ حضرت غفرانمآب اور آصف الدولہ کو ذوالفقار علی زیدی نے کاذب لکھا ہے۔

ذوالفقار علی زیدی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت نواب آصف الدولہ رحمت اللہ علیہ نے دنیا میں سب سے پہلی شیعوں کی نمازِ جمعہ کی بنیاد رکھی اور حضرت غفرانمآب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حکم سے یہ نماز پڑھائی تھی۔ نمازِ جمعہ لکھنؤ کی ایجاد ہے اس لیے اس کو ہم کبھی بند نہیں ہونے دیں گے۔

ذوالفقار علی زیدی جو کہ کسی مقامی مسجد میں نماز جمعہ بھی پڑھاتا ہے اور کتاب کی دوکان بھی لگاتا ہے اُس کو نواب آصف الدولہ کا احسان مند ہونا چاہیئے کہ اُن کی وجہ سے آج روزی سے لگا ہوا ہے۔ ہندوستان میں شیعہ پہلے سُنّی نماز جمعہ میں شرکت کرتے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے دنیا کی پہلی شیعہ جامع مسجد تیار کروائی اور حکومت کی طرف سے پہلی نمازِ جمعہ کروائی تھی۔ دشمنانِ اہلِ بیتؑ کی زبان شیعوں کو نہیں بولنا چاہیئے۔ اپنا دین اپنے ہاتھوں سے تباہ نہ کرو۔ آخرت میں حساب دینا ہوگا۔ جھوٹ نہ بولو، سچ پر عمل کرو، امام زادوں کی شان میں گستاخی کبھی راس نہیں آئے گی۔

حضرت جعفر الذکی وہ ہستی ہیں جنھوں نے حضرت امام عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت حجّت علیہ السلام کی حفاظت فرمائی۔ تفصیلات میری کتاب "سوانحِ جعفر الذکی" میں ملاحظہ کیجیے۔

ایران کے دورِ حاضر کے جیّد عالم اور اعلم الانساب حضرت آیت اللہ شہاب الدین مرعشی نجفی رضوان اللہ حضرت جعفر الذکی سے منسوب من گڑھت روایت کو غلط قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے کی خاطر دشمنانِ آلِ محمدؐ نے یہ

Presented by www.ziaraat.com

روایت پھیلائی ہے۔ آقائے آیت اللہ مرعشیؒ کی تحریر کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:-

''سیّد جعفر الذّکی سیّد جلیل نے کبھی بھی دعوئ امامت نہیں کیا تھا اور کچھ دشمنانِ آلِ رسولؐ نے تفرقہ و اختلاف کی غرض سے ضعیف الاعتقاد شیعوں میں یہ افواہیں پھیلا دی تھیں اور ناحیہ مقدسہ سے صادر ہونے والی توقیعات میں سے ایک توقیع میں خود حضرت ولی عصر علیہ السلام فرماتے ہیں، میرے چچا جعفر کے بارے میں اپنی زبانوں کو لگام دو کہ رعایا کو حق نہیں ہے کہ وہ معصومینؑ کے فرزندوں کے سلسلے میں جسارت کرے کیوں کہ رسولؐ اللہ اپنی اولاد کے سلسلے میں اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی مسلمان ان کی اولاد کی توہین کرے کیونکہ اُن کی اولاد کی توہین خود ان حضرات کی توہین ہے جس کی وہ اولاد ہیں''

ذوالفقار علی زیدی کو شرم آنی چاہیئے امام زمانہؑ کا یہ ارشاد پڑھ کر، میری اس تحریر کے بعد اُسے دعائے توبہ پڑھ کر استغفار کرنا چاہیئے کہ بغیر تصدیق کوئی روایت نہیں لکھے گا اور قرآن کی اس آیت پر ہمیشہ عمل کرے گا:-

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝ (سورہ ۴۹ سورۂ حجرات آیت ۶)

ترجمہ:- ''ایمان والو اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ اور اس کے

بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے''

ہم پاکستان و ہندوستان کے تمام علما اور خطیبوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ کسی بھی خبر کو سننے کے بعد کہ فلاں خطیب نے مجلس میں یہ پڑھا''۔ پہلے راوی کی تصدیق کریں کہ وہ فاسق تو نہیں ہے۔ فاسق کی خبر جھوٹی ہوتی ہے۔

اگر ہماری اس تنبیہ کے بعد آپ نے عمل نہ کیا تو ہمیشہ آپ بارگاہ معصومینؑ میں تو شرمندہ رہیں گے اور مومنین کے سامنے بھی شرمندگی اُٹھاتے رہیں گے۔ کتاب پڑھیے اور ثواب میں داخل ہو جایئے۔ بقیہ آئندہ کی کتاب میں پڑھیے۔

(علاّمہ) سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

علّامہ ضمیراختر نقوی کی دیگر تصنیفات

- سوانح عباس علمدارؑ — ۵۰۰صفحات
- سوانح حضرت عقیل ابن ابی طالب — ۵۰۰صفحات
- سوانح حضرت قاسم ابن حسنؑ — ۵۰۰صفحات
- سوانح حضرت علی اکبرؑ — ۵۰۰صفحات
- سوانح حضرت فاطمہ صغراؑ — ۵۰۰صفحات
- سوانح میثم تمار — ۵۰۰صفحات
- سوانح شہزادۂ علی اصغرؑ — ۵۰۰صفحات
- سوانح حضرت محمد حنفیہؑ — ۵۰۰صفحات

اپنے بزرگوں، اپنے ماں باپ، اپنے اجداد کا نام زندہ رکھنے کے لیے ان کتابوں کی اشاعت میں مالی امداد کیجیے

فہرستِ مضامین

باب ۱
عورت کی عظمت، قرآن و محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نظر میں ۳۵
- وہ گیارہ عورتیں جن کا ذکر قرآن میں ہے ۳۷
- زوجہ عفیفہ صالحہ سعادت عظیمہ ہے ۴۷

باب ۲
حضرت علی علیہ السلام کی ازدواجی زندگی ۴۹
- حضرت علیؑ کی بیویوں کے نام ۵۰
- اولاد حضرت علی علیہ السلام ۵۳
- حضرت علی علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام ۵۴
- حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے نام ۵۶
- حضرت علیؑ کے جو بیٹے کربلا میں شہید ہوئے ۵۸

باب ۳
حضرت اُمّ البنینؑ تاریخ کی نظر میں ۵۹
- خاندانی تربیت ۶۰

Presented by www.ziaraat.com

باب ۴

حضرت اُم البنینؑ کا نام اور کنیت ۶۲
- حضرت اُمّ البنینؑ کی ولادت ۶۳
- حضرت اُم البنینؑ کا نام ۶۳
- حضرت اُمّ البنینؑ کی کنیت کی شہرت ۶۵
- حضرت اُمّ البنینؑ نام رکھنے والی اُمھات ۶۸
- حضرت اُم البنینؑ کے القاب ۶۹

باب ۵

حضرت اُمّ البنینؑ کا خاندان ۷۰
- حضرت اُمّ البنینؑ کی والدہ ثُمامہ خاتون ۷۴
- حضرت اُمّ البنینؑ کے آبا ؤ اجداد ۷۴
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں
- حضرت اُمّ البنینؑ کا قبیلہ اور جنگِ حُنین ۷۵
- انصارِ حسینؑ میں خاندانِ اُمّ البنینؑ کے افراد ۷۶
- حضرت اُمّ البنینؑ کے والد حزام کلابی ۷۶
- لسانِ حزام پر مدح مولائے کائناتؑ ۷۷

باب ۶

حضرت اُمّ البنینؑ کا شجرۂ نسب ۷۸
- فضیلت نسب وعلم انساب ۷۸
- حضرت علیؑ اور اُمّ البنینؑ کا شجرہ ۸۵

- حضرت اُم البنینؑ کا باپ کی طرف سے نسب نامہ ۸۶
- حضرت اُم البنینؑ کا ماں کی طرف سے نسب نامہ ۸۶

باب ۷

حضرت اُم البنینؑ اور حضرت علی علیہ السلام کی شادی ۸۸
- حضرت اُم البنینؑ کا خواب ۸۸
- عقد حضرت اُمّ البنینؑ ۸۹
- شادی مرزا دبیر کے الہامی کلام میں ۹۳
- بنتِ رسولؐ کے بعد، حضرت علیؑ کے عقد ۱۰۹
- عقیل ابن ابی طالب سے حضرت علی کی فرمائش ۱۰۹
- حضرت علیؑ اور جناب عقیلؑ میں گفتگو ۱۱۰
- حضرت اُم البنینؑ کی خواستگاری کے لیے حضرت عقیل کا جانا ۱۱۲
- حضرت اُم البنینؑ اور حزام میں گفتگو ۱۱۳
- حضرت اُم البنینؑ خانۂ امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب میں ۱۱۳
- خطبۂ عقد ۱۲۰
- خانۂ امیر المومنینؑ میں آمد پر چند کلمات کی ادائیگی ۱۲۱

باب ۸

حضرت اُم البنینؑ بحیثیت زوجہ ۱۲۳
- حضرت اُم البنینؑ اور شہادت حضرت علی علیہ السلام (مرزا دبیر) ۱۲۳
- علی کی شہادت میں حکومتِ شام کا ہاتھ ۱۲۵
- حضرت علیؑ کا دستِ امام حسین میں علمدارِ کربلا کا ہاتھ دینا ۱۲۷

Presented by www.ziaraat.com

- حضرت علیؑ کا اپنی اولاد کو وصیت فرمانا ۱۲۷
- حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کے ہاتھ میں سب بیٹوں کے ہاتھ دیئے ۱۲۸
- جناب اُم البنینؑ کا اضطراب ۱۲۸
- حضرت علیؑ کا گریہ ۱۲۸
- دستِ حسینؑ میں علمدار کا ہاتھ ۱۲۹
- شہادت حضرت علیؑ پر جناب عباسؑ کا سر ٹکرانا ۱۲۹
- مرثیہ مرزا دبیر و میر انیس ۱۳۰

باب ۹

حضرت اُم البنینؑ بحیثیت ماں ۱۳۸

- حضرت عباسؑ کی ولادت ۱۴۲
- ولادتِ عباسؑ پر حضرت علیؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت اُم البنینؑ کی گفتگو ۱۴۲
- حضرت عباسؑ حسن اخلاق، پاک سیرت، روشن ضمیر اور دل کش شمائل کے مالک تھے ۱۴۴
- حضرت عباسؑ اپنی والدہ ماجدہ کی نظر میں ۱۴۸
- حضرت عباسؑ کے گلے میں تعویذ ۱۴۹
- حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی نظر میں ۱۵۰
- حضرت اُمّ البنینؑ کا صبر و استقلال ۱۵۱
- قبل از ولادت حضرت عباسؑ رسول اللہ کی پیشنگوئی ۱۵۲
- زہراؑ و علیؑ کی پُر حسرت گفتگو ۱۵۴

- علمدارِ حسینی کی صغر سنی میں جناب اُم البنینؑ کا خواب ۱۵۵
- حضرت عباسؑ کی ولادت (مرزا دبیر) ۱۵۷
- حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کی تحقیق ۱۷۱
- حضرت علیؑ کی پیشانی سجدۂ خالق میں ۱۷۳
- حضرت عباسؑ کی پہلی نظر چہرہ امام حسین علیہ السلام پر ۱۷۳
- زبان امام حسینؑ دہن عباسؑ میں ۱۷۳
- حضرت عباسؑ مسجد میں ۱۷۴
- حضرت عباسؑ کی شہادت کی خبر اور اُمّ البنینؑ کا گریہ ۱۷۵
- حضرت عباسؑ کی رسم عقیقہ اور آپ کا نام ۱۷۶
- حضرت عباسؑ کا اسم گرامی اور لغات ۱۷۷
- حضرت عباسؑ کا عہد طفلی اور معرفت باری ۱۷۸
- حضرت عباسؑ کا بچپن اور امام حسینؑ کی خدمت ۱۸۰
- حضرت اُم البنینؑ سے حضرت امام حسینؑ کی گفتگو (میر انیس) ۱۸۱
- میر انیس کے اشعار کی تفسیر ۱۸۷

باب ۱۰

حضرت اُم البنینؑ کا شجاع بیٹا عباسؑ علمدار ۱۹۲

- شجاعت عباسؑ ۱۹۲
- باپ کے زمانے میں شجاعت ۱۹۳
- صفین کا ایک واقعہ ۱۹۳
- ابن زیاد کی امان ۱۹۴
- جب پانی لینے گئے ۱۹۴

Presented by www.ziaraat.com

- فرات کے کنارے ۱۹۴
- ایک ہاتھ سے جنگ ۱۹۴
- بیس اصحاب ۱۹۵
- شجاعت کی حد ۱۹۵
- تعداد مقتولین ۱۹۵
- دربار یزید میں تقریر زینبؑ ۱۹۵
- اولاد عباسؑ کی شجاعت ۱۹۶
- شجاعتِ عباسؑ حضرت اُمّ البنینؑ کی نظر میں ۱۹۶

باب ۱۱

حضرت اُمّ البنینؑ کے چار شجاع بیٹے ۱۹۸

- برادران حضرتِ عباسؑ ۱۹۸
- حضرت عباسؑ کے بھائیوں کی پیدائش ۱۹۹
- عبداللہ کی وجہ تسمیہ ۱۹۹
- عمران کی وجہ تسمیہ ۲۰۰
- جعفر کی وجہ تسمیہ ۲۰۰
- کربلا میں حضرت اُمّ البنینؑ کے بیٹوں کی قربانیاں ۲۰۰
- حضرت اُمّ البنینؑ کے دوسرے فرزند عبداللہ ابنِ علیؑ ۲۰۴
- میدان جنگ کی طرف رہروی اور جانبازی ۲۰۵
- حضرت عبداللہ ابنِ علیؑ کی شہادت ۲۰۵
- حضرت عبداللہ پر امام معصوم حضرت حجتؑ کا سلام ۲۰۶
- حضرت اُمّ البنینؑ کے تیسرے فرزند عمران ابنِ علیؑ ۲۰۷

- میدان جنگ کی طرف رخصت اور جانبازی ۲۰۷
- حضرتِ عمران بن علیؑ کی شہادت ۲۰۸
- جناب عمران پر امام معصوم کا سلام ۲۰۹
- حضرت اُمّ البنینؑ کے چوتھے فرزند جعفر بن علی علیہ السلام ۲۰۹
- آپ کی میدان کی طرف رخصت اور جانبازی ۲۱۰
- جناب جعفر بن علیؑ کی شہادت ۲۱۱
- جناب جعفر پر امام معصوم حضرت حجتؑ کا سلام ۲۱۱
- مورخ طبری کی تنگ نظری ۲۱۱

باب ۱۲

حضرت اُمّ البنینؑ اور میر انیسؔ کے مرثیے ۲۱۷

باب ۱۳

حضرت اُمّ البنین کی بہو (زوجۂ حضرت عباسؑ) ۲۲۶

- حضرت عباسؑ کی شادی (مرزا دبیرؔ) ۲۲۶
- حضرت اُمّ البنینؑ کی بہو (زوجۂ حضرت عباسؑ) میر انیسؔ کی نظر میں ۲۴۷

باب ۱۴

حضرت اُمّ البنین اور اولاد فاطمہ زہراؑ کی محبت ۲۶۷

- مدینے سے امام حسینؑ کا سفر اور حضرت اُمّ البنینؑ کا اضطراب ۲۶۷
- ۲۸ رجب ۶۰ھ کو اولاد کو وصیت ۲۷۲

Presented by www.ziaraat.com

باب ۱۵......

حضرت اُم البنینؑ شمر کی رشتہ دار نہیں تھیں ۲۷۳
- شمر ذی الجوشن الضبابی ۲۷۳
- نسب ۲۷۴
- حلیہ ۲۷۴
- بشارت امام ہمام ۲۷۵
- شمر کا پیشہ ۲۷۵
- خباثت وشقاوت ۲۷۶
- شمر کی موت ۲۷۶
- امان نامے کی حقیقت ۲۷۸

باب ۱۶......

اولادِ حضرت اُمّ البنین (بیٹے اور پوتے) ۲۸۰
- سب سے بڑے فرزند عباسؑ ۲۸۰
- اُم البنینؑ کے دوسرے فرزند ۲۸۱
- اُم البنینؑ کے تیسرے فرزند ۲۸۲
- اُم البنینؑ کے چوتھے فرزند ۲۸۲
- حضرت اُمّ البنینؑ کی دختر خدیجہ بنتِ علیؑ ۲۸۲
- اُمّ البنینؑ کے پوتے اور پروتے ۲۸۳
- فدک اور اولادِ اُمّ البنینؑ ۲۸۴
- حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتے ۲۸۵

- شہزادہ محمد بن عباسؑ علمدار (شہید کربلا) ۲۸۶
- شہزادہ قاسمؑ ابن عباسؑ علمدار (شہید کربلا) ۲۹۱
- شہزادہ فضل ابن عباسؑ علمدار اور شہزادہ حسن ابن عباسؑ علمدار ۲۹۳
- حضرت عبیداللہ ابن عباسؑ علمدار ۲۹۵
- جناب حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار ۲۹۶
- فضل بن حسن بن عبیداللہ ابن عباس علمدارؑ ۲۹۷
- ابوالعباس فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبیداللہ بن عباس ۲۹۷
- جعفر ابن فضل ابن حسن ۲۹۸
- حمزہ اکبر ابن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار ۲۹۸
- علی بن حمزہ بن حسن ۲۹۹
- محمد بن علی بن حمزہ ۲۹۹
- ابوعبیداللہ بن محمد ۳۰۰
- ابومحمد القاسم ۳۰۲
- ابویعلی حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ ۳۰۲
- حلّے میں حمزہ کا روضہ ۳۰۶
- روضے کی زیارت ۳۰۸
- ابراہیم (جردقہ) بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار ۳۰۸
- علی بن ابراہیم ۳۰۹
- عبداللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ ۳۰۹
- عباسؑ (خطیب فصیح) بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار ۳۱۰
- عبداللہ ابن عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار ۳۱۰

Presented by www.ziaraat.com

- ابوطیّب محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن عباسؑ ۳۱۱
- بنو شہید بن ابوطیّب محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن عباس بن حسن ۳۱۱
- عبداللہ (امیر مکہ) بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار ۳۱۱
- ابراہیم بن محمد ۳۱۲
- علی بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار ۳۱۳
- حسن بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ ۳۱۳
- عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ ۳۱۳
- قاسم بن عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ ۳۱۳
- برٹش میوزیم (لندن) میں اولادِ حضرت اُمّ البنینؑ پر کتاب ۳۱۴

باب ۱۷

حضرت اُمّ البنینؑ، حضرت امام حسینؑ کی عزادار ۳۱۷

- مدینے میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچنا اور حضرت اُمّ البنینؑ کا قاصد سے واقعۂ کربلا سن کر گریہ فرمانا ۳۱۷
- امام حسین علیہ السلام سے حضرت اُمّ البنینؑ کی والہانہ عقیدت ۳۳۰
- حضرت اُمّ سلمیٰ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۳۱

باب ۱۸

حضرت اُمّ البنینؑ پر واقعۂ کربلا کے اثرات ۳۳۲

- شہادت کی خبر ۳۳۲
- مخدرات عصمت کا مدینے میں ورود اور حضرت اُمّ البنینؑ کا اضطراب ۳۳۴

- عبداللہ ابن عباسؑ کا حضرت عباسؑ کے بارے میں سوال ۳۳۸
- مدینے میں مجلسوں کا انعقاد ۳۳۹
- اُمّ البنینؑ اور حسینؑ کی مجالس ۳۴۰
- حضرت زینبؑ کا جناب اُمّ البنینؑ کے گھر عید کے دن جانا ۳۴۲
- دن کی دھوپ، رات کی اوس ۳۴۴

باب ۱۹

حضرت اُمّ البنینؑ کے مرثیے ۳۴۵

- عربی ادب میں مرثیہ ۳۴۵
- حضرت اُمّ البنینؑ جنت البقیع میں ۳۴۸
- حضرت عباسؑ کے متعلق اُمّ البنینؑ کے مرثیے ۳۵۱
- حضرت عباسؑ پر ان کے پرپوتے فضل بن حسن کا مرثیہ ۳۵۴
- حضرت اُمّ البنینؑ حضرت عباسؑ کے ماتم میں ۳۵۹

باب ۲۰

حضرت اُمّ البنینؑ کی وفات ۳۶۳

- وفات کا سن اور تاریخ ۳۶۳
- مدفن حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۵

باب ۲۱

بابِ اُمّ البنینؑ روضۂ عباسؑ میں ۳۶۶

- زیارتِ قبرِ حسینؑ اور اُمّ البنینؑ ۳۶۶

Presented by www.ziaraat.com

باب ۲۲

عظمتِ حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۷

- تاریخِ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۸
- حضرت آدمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۸
- حضرت نوحؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۸
- حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۹
- حضرت موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۹
- حضرت یعقوب اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۶۹
- حضرت یوسفؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۰
- ازواجِ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۱
- حضرت حواؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۱
- حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۱
- حضرت اُمّ موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۱
- حضرت آسیہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۲
- حضرت مریمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ ۳۷۲
- حضرت اُمّ البنینؑ کی کرامات ۳۷۴
- گمشدہ حقیقتیں ۳۷۶
- جناب امّ البنینؑ اور عہد جدید ۳۷۸

باب ۲۳

زیارتِ اُمّ البنینؑ ۳۷۹

- زیارتِ اُمّ البنینؑ اور اس کا اردو ترجمہ ۳۸۴

باب ۲۴

اردو مرثیہ اور حضرت اُمّ البنینؑ

- میر خلیق ۳۹۰
- میر انیس ۴۰۰
- مرزا دبیر ۴۳۵
- میر مونس ۴۵۸
- وحید الحسن ہاشمی ۴۸۴
- مسعود رضا خاکی ۴۹۸
- سردار نقوی ۵۰۴
- شاہد نقوی ۵۰۸
- سلام:—— ماجد رضا عابدی ۵۱۰

Presented by www.ziaraat.com

معراجِ خطابت

علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی

کی شاہکار مجالس کے مجموعے

معراجِ خطابت	جلد اوّل	عشرہ بعنوان	قرآن اور عظمت فاطمہ زہرؑا
//	جلد دوم	//	حضرت علیؑ اور تاریخ اسلام
//	جلد سوم	//	ولایتِ علیؑ
//	جلد چہارم	//	محسنینِ اسلام
//	جلد پنجم	//	قرآن اور فلسفۂ قسم
//	جلد ششم	//	عظمتِ صحابہ
//	جلد ہفتم	//	امامت اور اُمت
//	جلد ہشتم	//	کارنامۂ مختار
//	جلد نہم	//	احسان اور ایمان
//	جلد دہم	//	ظہورِ امام مہدیؑ

ملنے کا پتہ

مرکزِ علومِ اسلامیہ کراچی

باب ۱......

عورت کی عظمت

قرآن و محمدؐ و آلِ محمدؐ کی نظر میں

رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا ''علم حاصل کرو ماں کی گود سے قبر تک''۔ یعنی عرب کے غیر تہذیب یافتہ معاشرے میں صرف بنی ہاشم علم و ادراک کی ان اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے کہ جہاں یہ شعور موجود ہو کہ ماں کی آغوش بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ حدیث عورت کے صاحبِ علم اور صاحبِ نظر ہونے کی ضرورت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

قرآن نے بھی عورت کی اہمیت اور اس کے معاشرے میں کارگر ہونے کو ضروری جانا ہے۔ یعنی تقویٰ اور حسنِ عمل کی منزل میں جہاں کالے، گورے، جوان، بوڑھے برابر ہیں وہیں اللہ نے عورت اور مرد کا ذکر بھی برابری کے درجے پر کیا ہے۔ چنانچہ سورۃ احزاب میں ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ
وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ

Presented by www.ziaraat.com

وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِينَ وَالصَّٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيراً وَالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّاللّٰهُ لَهُم مَغْفِرَةً وَاجْراً عَظِيماً۔ (سورۂ احزاب ۳۵)

ترجمہ:- بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گذار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صابر مرد اور صابر عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی عفت کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں اور خدا کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔ اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ اللہ نے صاف اور واضح الفاظ میں بتا دیا کہ عزت و ذلت اور سربلندی و نگوں بختی کا معیار صلاح و تقویٰ اور سیرت و اخلاق ہے جو اس کسوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہوگا اتنا ہی خدا کی نگاہ میں قابلِ قدر اور مستحقِ اکرام ہوگا۔

مَنْ عَمِلَ صٰلِحاً مِن ذَكَرٍ اَو اُنثىٰ وَهُوَ مُؤمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيوٰةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُم بِاَحْسَنِ مَاكَانُوا يَعْمَلُونَ (النحل ۹۷)

ترجمہ:- جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحبِ ایمان ہو ہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے اور انھیں ان اعمال سے بہتر جزا دیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے

رہے تھے۔

قرآن نے تربیت کے معیارات بتائے ہیں اور چونکہ قرآن انسانوں کی رہنمائی کے لیے نازل ہوا اس لیے اللہ نے اپنے محبوب کو بشکلِ انسان قرآن کی تشریح کرنے کے لیے بھیجا کہ ہمارا نبیؐ آیتیں پڑھے گا اور اپنے عمل سے اس کی تشریح و تفسیر بھی کرے گا۔ اس لیے نبیؐ نے اپنے گھر میں ہی معاشرے کے سدھار کے لیے سیرتیں ترتیب دیں اور بتایا کہ اگر تم اچھی اولاد بننا چاہتے ہو تو حسنینؑ کو دیکھو اور اگر تم اچھے باپ بننا چاہتے ہو تو مجھے دیکھو، اگر تم اچھے شوہر بننا چاہتے ہو تو علیؑ کو دیکھو اگر تم میں سے کوئی عورت اچھی زوجہ، اچھی بیٹی اور اچھی ماں بننا چاہتی ہے تو میری بیٹی فاطمہؑ کی سیرت پر عمل کرے۔ ایک اور معیار بھی حضرت علیؑ نے عام انسانوں کے لیے قائم کر کے بتا دیا۔ کیا علیؑ خود نہیں جانتے تھے کہ عرب میں سب سے بہادر، شجاع قبیلہ کون سا ہے؟

لیکن علیؑ کا اپنے بھائی عقیلؑ کو مخاطب کرنا اور یہ کہنا کہ بھائی میں چاہتا ہوں کہ عرب کے کسی شجاع ترین قبیلے کی خاتون سے شادی کروں تا کہ وہ فرزند پیدا ہو جو کربلا میں حسینؑ کے کام آئے، علیؑ کا جملہ دراصل عام انسانوں کے لیے پیغام ہے کہ ہمیشہ اپنے گھر میں ایسی خاتون بیاہ کے لانا جو تمھارے بچوں کی پرورش ولایتِ علیؑ اور غمِ حسینؑ پر کرے۔ جب علیؑ جیسا امام اس بات کا اہتمام کر رہا ہے تو ہمارے لیے تو اس سیرت پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اس لیے قرآن نے جا بجا اچھی عورتوں کی سیرت کا ذکر کیا اور ذکر کر کے بتایا کہ کائنات کی عورتیں اِن اچھی عورتوں کی سیرت کو اپنائیں۔

وہ گیارہ عورتیں جن کا ذکر قرآن میں ہے:

پہلی عورت حواؑ ہیں جو تمام مردوں کی ماں ہیں سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے آدم سے

Presented by www.ziaraat.com

خطاب کرتے ہوئے فرمایا "آدم اسکن انت و زوجك الجنة ۔ اے آدم تم اور
تمہاری بیوی جنت میں رہائش اختیار کرو"۔

دوسری سارہ زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ
سورہ ذاریات میں فرماتا ہے۔

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ
عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۲۹
قَالُوا كَذَالِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۳۰

یہ سن کر ان کی زوجہ شور مچاتی ہوئی آئیں اور انھوں نے منہ پیٹ لیا
کہ میں بڑھیا بانجھ (یہ کیا بات ہے)۔۲۹
ان لوگوں نے کہا یہ ایسا ہی ہوگا یہ تمھارے پروردگار کا ارشاد ہے۔ وہ
بڑی حکمت والا اور ہر چیز کا جاننے والا ہے۔۳۰

"فرشتوں نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ کی بشارت دی۔ سارہ زوجۂ ابراہیمؑ چہرے پر تعجب سے طمانچے مارنے لگیں کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اولاد کیونکر پیدا کروں گی"۔ فرشتوں نے کہا "ایسا ہی ہوگا یہ تمہارے پروردگار کا ارشاد ہے۔ وہ حکیم و علیم ہے"۔

حسب وعدۂ الٰہی اگلے سال معینہ وقت پر جناب سارہؑ کے یہاں فرزند کی ولادت ہوئی، اُن کا نام اسحاقؑ رکھا گیا۔

تیسری ایشبع زوجۂ ذکریا علیہ السلام ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔

كهيعص ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ
نِدَاءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ
الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَإِنِّي خِفْتُ

الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ
لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ
رَضِيًّا (سورۂ مریم)

ترجمہ:- کہیعص یہ ذکریا کے ساتھ تمھارے پروردگار کی مہربانی کا ذکر ہے۔ جب انھوں نے اپنے پروردگار کو دھیمی آواز سے پکارا۔ کہا کہ پروردگار میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے اور میں تجھے پکارنے سے کبھی محروم نہیں رہا ہوں۔ اور مجھے اپنے بعد اپنے خاندان والوں سے خطرہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے تو اب مجھے ایک ایسا ولی اور وارث عطا فرمادے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور پروردگار اسے اپنا پسندیدہ بھی قرار دے۔

زوجۂ ذکریاؑ ایشبع اور جناب ذکریاؑ کافی بوڑھے ہو چکے تھے جب حضرت جبرئیلؑ آئے اور انھوں نے اعلان کیا کہ اللہ نے تمہاری عبادت اور دعاؤں کے صلے میں تمھیں ایک بیٹا دینے کا فیصلہ کیا ہے جس کا نام یحیٰؑ ہوگا۔

چوتھی بلقیس زوجہ سلیمان ہیں سورۂ نحل میں خدا فرماتا ہے۔

إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا
عَرْشٌ عَظِيمٌ۔ (سورۂ نمل آیت ۲۳)

ترجمہ:- ہدہد نے کہا میں نے ایک عورت کو ان لوگوں کی مالکہ دیکھا جس کو ہر چیز میسر ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔

پانچویں رحمہ بنت مزاحم بن یوسف بن یعقوب زوجہ ایوب خداوند تعالیٰ سورہ ص

Presented by www.ziaraat.com

میں فرماتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ۔ (سورۂ ص آیت ۴۳)

ترجمہ:- ہم نے اس کی اہلیہ اور اس کے ساتھیوں کو بخشش عطاء کی اور یہ صاحبان عقل کے لیے نصیحت ہے۔

چھٹی، صفوراء، زوجۂ موسیٰ بن عمران ہیں۔ سورۂ قصص میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ۔ (سورۂ القصص آیت ۲۶)

(حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا) میں چاہتا ہوں کہ تم سے اپنی ایک بیٹی کا عقد کردوں تا کہ میرے پاس آٹھ سال رہو اگر دس سال رہو گے تو یہ تمہاری مرضی پر موقوف ہوگا۔

ساتویں زلیخا زوجۂ یوسفؑ خداوند تعالیٰ سورہ یوسف میں فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا (سورۂ یوسف آیت ۲۱)

ترجمہ:- جس شخص نے مصر میں اپنی عورت کے لیے یوسف کو خریدا۔ کہا اس کی اچھی دیکھ بھال کرو ممکن ہے یہ ہمیں فائدہ دے اور ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں۔

اللہ تعالیٰ زلیخا کی زبانی حکایت نقل کرتا ہے۔ **الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ** (سورۂ یوسف آیت ۵۱) اب مجھ پر حق واضح ہوا۔

بحار الانوار جلد ۵ بحوالہ علل الشرائع امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے پاس جانے کی اجازت طلب کی۔ نوکروں نے کہا ہمیں ڈر لگتا ہے کہ تمہیں یوسف کے پاس لے جائیں زلیخا نے کہا مجھے اس شخص سے کوئی ڈر نہیں لگتا جو خدا سے ڈرتا ہے زلیخا یوسف کے پاس حاضر ہوئی۔

یوسفؑ:- تیرا رنگ کیوں بگڑ گیا ہے؟

زلیخا:- **الحمد للّٰه الذی جعل الملوك بمعصیتهم عبیداً وجعل العبید بطاعتهم ملوکا**. خدا کا شکر ہے جس نے گناہوں کی وجہ سے بادشاہوں کو غلام اور اطاعت کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔

یوسفؑ:- تم اس قدر فریفتہ کیوں ہوگئی تھیں؟

زلیخا:- **حسن وجهك** آپ کے خوبصورت چہرہ کی وجہ سے۔

یوسفؑ:- حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوتی اگر تم پیغمبر آخر زمان کو دیکھتیں جس کا نام محمدؐ ہے۔ آپؐ مجھ سے زیادہ خوبصورت زیادہ با اخلاق، زیادہ نیک اور زیادہ سخی ہیں؟

زلیخا:- آپ نے سچ فرمایا۔

یوسفؑ:- اس کا کیا ثبوت ہے کہ میں نے سچ کہا ہے؟

زلیخا:- جب آپ نے محمدؐ کا نام لیا ہے اس وقت آپؐ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے'' خدا نے یوسف کو وحی کی زلیخا سچ کہتی ہے چونکہ زلیخا محمدؐ کو دوست رکھتی ہے میں زلیخا کو دوست رکھتا ہوں۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ زلیخا سے شادی کرلو۔

آٹھویں آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ قصص میں فرماتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَاتَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَداً وهُمْ لَا يَشْعُرُونَ.

(سورۂ القصص آیت ۹)

ترجمہ :- فرعون کی عورت نے کہا موسیٰ کو قتل نہ کرو یہ میرے اور تمہارے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گے یا اس کو اپنا فرزند بنالیں گے اور وہ موسیٰ کو نہیں جانتے تھے۔

سورۂ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰہ مَثَلًا لِلَّذِينَ امَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِي مِن فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ وَ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ (سورۂ تحریم آیت ۱۱)

ترجمہ :- خدا نے ایمان والوں سے فرعون کی عورت کی مثال بیان کی جس نے کہا پالنے والے میرے لیے جنت میں گھر بنا مجھے فرعون اور اس کے افعال سے نجات دے اور ظالم قوم سے نجات دے“۔

خصال میں رسولؐ اللہ سے روایت درج ہے آپ نے فرمایا۔ تین اشخاص نے ایک لمحہ بھی کفر نہیں کیا۔ مومن آل یٰسین۔ علی بن ابی طالب۔ آسیہ زوجہ فرعون۔

بحار جلد ۱۰ میں ابن بابویہ قمی رسولؐ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا چار عورتوں کی بہشت مشتاق ہے جناب مریمؑ بنت عمران۔ جناب آسیہ زوجۂ فرعون۔ خدیجہ بنت خویلد اور حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ۔

نویں:- مریم بنت عمران والدہ حضرت عیسیٰؑ خداوند عالم نے آپ کا قرآن میں چند مقامات پر ذکر کیا ہے واضح طور پر جہاں آپ کی مدح کی گئی ہے وہ سورہ آل عمران

کی آیات ہیں۔

وَاِذْقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ (سورۂ آل عمران۔ آیت ۴۳)

فرشتوں نے مریمؑ سے کہا خدا نے آپ کو برگزیدہ کیا اور پاک کیا۔ کائنات کی عورتوں سے برگزیدہ کیا اے مریمؑ اپنے رب کے لیے سجدہ کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔

قرآن مجید میں صراحتاً مریم کے بعد کسی اور عورت کا نام نہیں لیا گیا۔

بحار میں طبرسی سے روایت درج ہے کہ ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا۔ **اصطفاك** کے معنی اولاد انبیاء سے برگزیدہ کرنا **طهرك** پاک رکھنا۔ **واصطفاك** بغیر شوہر کے عیسیٰؑ کو پیدا کرنا۔

دسویں:- خدیجہؑ بنت خویلد زوجہ خاتم النبیینؐ ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ ضحیٰ میں فرمایا ہے۔ **ووجدك عائلاً فاغنیٰ** تمہیں فقیر پایا غنی کردیا۔ معانی الاخبار میں ابن عباس سے وجدک عائلاً کی تفسیر یوں ہے تم اپنی قوم کے نزدیک فقیر تھے تمہارے پاس کوئی مال نہیں تھا خدا نے آپ کو خدیجہ کے مال سے تونگر بنادیا۔ آپ وہ مخدومہ ہیں جو سب سے پہلے رسولؐ اللہ پر ایمان لائیں“۔

امالی طوسی میں آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت علیؑ اور عورتوں میں خدیجہؑ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں۔

علامہ مجلسی ”بحارالانوار“ میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب شب معراج میں آسمان سے زمین کی

Presented by www.ziaraat.com

طرف آنے لگا تو جبرائیل سے پوچھا تجھے زمین پر کوئی کام ہے کہا خداوند تعالیٰ کا اور میرا خدیجہؑ کو سلام پہنچا دینا۔

گیارھویں:- حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ ہیں چند مقامات پر خداوند عالم نے آپ کی مدح فرمائی ہے۔ سورۂ رحمان، سورۂ قدر، سورۂ کوثر اور سورۂ ھل اتی میں آپ کی تعریف ہے۔

بحار جلد ۱۰ میں مناقب سے منقول ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ سورہ ھل اتی میں بہشت کی تمام نعمتوں کا ذکر ہے مگر حوروں کا ذکر نہیں ہے فرمایا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے اجلال اور بزرگی کی خاطر۔ سورہ لیلۃ القدر کی تفسیر بھی آپ کی شان میں ہے چنانچہ بحار جلد ۱۰ تفسیر فرات بن ابراہیم (اس تفسیر کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے) سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا **انا انزلناه فی لیلة القدر** ۔لیل (رات) سے مراد فاطمہؑ۔ القدر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے **فمن عرف فاطمة حق معرفتها فقد ادرك ليلة القدر** جس نے فاطمہؑ کو پہچان لیا اس نے شب قدر کو پالیا۔ شاید اس روایت سے یہ مطلب اخذ ہو کہ فاطمہؑ شب قدر کی مانند ہیں۔'' جس طرح کسی شخص کو معلوم نہیں کہ شب قدر کی رات کون سی ہے اسی طرح فاطمہ کی جلالت القدر کو کوئی شخص کما حقہ نہیں سمجھ سکتا۔ شب مبارکہ کی تفسیر بھی سیدہ کونین سلام اللہ علیہا ہیں۔

بحار الانوار کی گیارہویں جلد میں تحریر ہے کہ ایک یہودی نے حضرت موسیٰؑ بن جعفر سے سوال کیا کہ **حم والکتاب المبین انا انزلناه فی لیلة االمبارکة** کی باطنی تفسیر کیا ہے فرمایا حم سے مراد محمدؐ۔ کتاب مبین سے مراد امیر المومنینؑ اور لیلۃ المبارکہ سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں۔

وفیھا یفرق کل امر حکیم فرمایا اس سے خیر کثیر جاری ہوگا۔ فرجل حکیم، رجل حکیم رجل حکیم یعنی فاطمہؑ سے دانا آدمی پیدا ہوں گے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

"اللہ آسمانوں کو اور زمین کو روشن کرنے والا ہے، اس کے نور کی مثال اس روشندان کی ہے، جس میں ایک زبردست چراغ ہو وہ چراغ ایسے شیشے کی قندیل میں ہو۔ وہ قندیل ایسی ہو جیسے ایک چمکتا ہوا تارا زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے روشن ہو، جو شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے، گو آگ اس کو نہ چھوئے، وہ نور بالائے نور ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی راہ بتلا دیتا ہے"۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا **مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ** ۔ خدا کے نور کی مثال اس طرح ہے، جس طرح چراغ فانوس میں ہو فرمایا فانوس سے مراد علم ہے جو نبیؐ کے سینہ میں ہے **فِيْ زُجَاجَةٍ** شیشے میں ہے، شیشے سے نبیؐ کا سینہ مراد ہے، نبیؐ کے سینے سے علم علیؑ کے سینہ میں رسولؐ کی تعلیم سے منتقل ہوا۔

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ

وہ قندیل ایسی ہو جیسا چمکتا ہوا تارا۔ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہو۔

Presented by www.ziaraat.com

اس سے نورالعلم مراد ہے، جو نہ شرقی ہے اور نہ ہی غربی، یعنی نہ نصرانیت ہے اور نہ ہی یہودیت۔

يُكَادُ زَيْتُهَا يُضِئُ وَلَوْ لَمْ تَمسهُ نَار" نُور" عَلىٰ نُورٍ

قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے، آگ اس کو نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے۔ فرمایا آلِ محمدؐ کا علم سوال کرنے سے پہلے بولنے لگ جاتا ہے۔

صادق آلِ محمد علیہ السلام نے اس آیت کی یوں تفسیر فرمائی.........

اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ سے مراد امام حسنؑ ہیں، **فِی زجاجة** سے حسینؑ **کَاَنَّهَا کَوکَب" دُرِّیّ"** فاطمہؑ ہیں، جو کائنات کی عورتوں میں کوکب دری ہیں۔ **یوقد من شجرة مبارکة** سے مراد ابراہیمؑ **لَاشَرقیةٌ وَّلَا غَربِیَةٍ** سے مراد یہودیت اور نصرانیت کی نفی ہے، **یُکَادُ زَیتُها لفِئیٔ** سے مراد ہے کہ درخت مبارکہ سے علم کا چشمہ پھوٹتا ہے۔

اِنَّهَا لَاِحْدَىٰ الْكُبَر (سورۂ مدثر آیت ۳۵) کی تفسیر میں مراد فاطمہؑ ہیں۔

تفسیر فرات بن ابراہیم کوفی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے **اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ** (سورۂ مدثر ۳۵) وہ فاطمہؑ بڑوں میں ایک ہیں اور بشر کو ڈرانے والی ہیں۔ ابن عباس سے روایت منقول ہے۔ خدا نے یہ آیت نازل کی **مرج البحرین یلتقیان** دو موجیں مارتے ہوئے سمندر، خدا نے کہا میں نے دو سمندروں کو بھیجا ایک علیؑ ہیں جو علم کا سمندر ہیں دوسری فاطمہؑ ہیں جو نبوت کا سمندر ہیں آپس میں متصل ہوتے ہیں۔ میں خدا ہوں ان کے درمیان میں نے وصلت قرار دی ہے۔ اے گروہ جن وانس اللہ تعالیٰ کی کونسی نعمت کی تکذیب کرتے ہو ولایت علیؑ کی یا حبِّ فاطمہ زہراؑ کی۔ لُولُو سے مراد حسنؑ ہیں مرجان سے حسینؑ مراد ہیں۔ لُولُو بڑا ہوتا ہے اور

مرجان چھوٹا ہوتا ہے۔

آیت مباہلہ میں نسائنا سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں۔

صاحب بحار طبرسی سے روایت نقل کرتے ہیں باتفاق نسائنا سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں۔ میدان مباہلہ میں علیؑ فاطمہ اور حسنینؑ کے سوا کوئی شخص رسولؐ اللہ کے ساتھ نہیں گیا تھا انفسنا سے مراد امیر المومنینؑ ہیں جو نفس پیغمبرؐ ہیں۔

زوجہ عفیفہ صالحہ سعادت عظیمہ ہے:

فروع کافی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے کہ خداوند عالم حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں اپنے بندے کے درمیان دنیا اور آخرت کی بھلائی کو جمع کروں تو میں اس کے دل کو خشوع کرنے والا۔ زبان کو خدا کی یاد کرنے والی اور اس کے بدن کو مصیبت پر صبر کرنے والا اس کو زوجہ صالحہ عطا کرتا ہوں جب اس کی طرف نظر کرے تو خوش ہو جائے جب وہ شخص گھر سے باہر چلا جائے تو اس کی جان اور مال کی حفاظت کرے عفت اور صلاحیت کے لحاظ سے عورتوں کے کئی درجے ہیں۔ اعلیٰ درجات کی وہ بیویاں ہیں جو عالمہ، عارفہ اور عفیفہ ہوں۔ یہ سعادت اہل بیت عصمت اور طہارت کو ملی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

شرف ازل سے جو ازواجِ مرتضیٰؑ کو ملا

شرف ازل سے جو ازواجِ مرتضیٰؑ کو ملا — کہاں یہ مرتبہ ناموس اوصیا کو ملا
جو کچھ شرف تھا وہ سب اشرف النسا کو ملا — نہ ہاجرہؑ کو ملا اور نہ آسیاؑ کو ملا
مگر یہ درجہ بھی حصے میں کس کے آیا ہے
جو بعدِ فاطمہؑ اُمّ البنین نے پایا ہے
نہ کیوں بتولؑ کی ہو ہم نشیں وہ عرش وقار — وہ ماں حسینؑ کی یہ مادرِ علمبردارؑ
کیا حسینؑ کو اُمت پہ فاطمہؑ نے نثار — حسینؑ پہ کیے قربان اُس نے بیٹے چار
امامؑ فاطمہؑ کے نورِ عین کو سمجھی
حسنؑ کو پیشوا ، آقا حسینؑ کو سمجھی
دمِ اخیر علیؑ نے یہ اس کو دی تھی خبر — کہ ہوں گے فدیۂ شبیرؑ تیرے چار پسر
یہ اپنے بیٹوں کی تعظیم کرتی تھیں اکثر — پسر جو پوچھتے کہتی تھیں ہوں فدا تم پر
نہ کیوں میں فخر کروں فخر والدین ہو تم
غلامِ فاطمہؑ ہو فدیۂ حسینؑ ہو تم

(مرزا دبیر)

باب ۲

حضرت علی علیہ السلام کی ازدواجی زندگی

عرب کے تاریخ نویسوں میں یہ رسم نہ تھی کہ پیدائش و حیات اور ازدواجی زندگی کے خصوصیات اور زندگانی کی دیگر ضروریات کے متعلق بحث کریں اسی وجہ سے اب تک تاریخ میں بہت سی مشکلات ہیں جو حل نہیں ہوئیں ان میں سے رسالت مآبؐ کی قبل از بعثت والی روز مرّہ کی زندگی کے حالات یا قبل از بعثت حضرت علیؑ کی زندگانی کے تمام واقعات نہیں ملتے۔

مختلف روایتوں کے پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک حضرت فاطمہ علیہا السلام زندہ رہیں حضرت علیؑ نے کسی دوسری زوجہ کا انتخاب نہیں فرمایا۔

لیکن جناب فاطمہؑ کی رحلت کے بعد بموجب وصیت حضرت سیّدہؑ حضرت علیؑ نے اُمامہ دختر زینبؑ بنت ابی العاص سے جو حضرات حسنینؑ اور جناب زینبؑ و اُمِ کلثومؑ سے حد درجہ محبت کرتی تھیں شادی کر لی اور ان کے بعد دس اور عورتوں سے امیر المومنینؑ نے نکاح کیا جن کی تعداد گیارہ'' ہوتی ہے۔ روایتوں کے مطابق ان سب سے کم سے کم ۲۷،

Presented by www.ziaraat.com

اورزائد سے زائد ۳۶ تک اولاد ہوئیں۔اٹھارہ بیٹے اوراٹھارہ بیٹیاں۔

حضرت علیؑ کی بیویوں کے نام:

۱۔ حضرت فاطمہ زہرؐادختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۔ اُمامہ بنت ابی العاص دختر زینب بنت ہالہ (لے پالک حضرت خدیجہؑ)

۳۔ خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ۔

۴۔ اسماء بنت عمیس خثعمیہ۔

۵۔ حضرت اُمّ البنین بنت حزام ابن خالد کلابی۔

۶۔ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تمیمیہ نہشلیہ

۷۔ اُمّ سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی۔(حضرت اُمّ لیلیٰ مادر حضرت علی اکبرؑ کی سگی پھوپھی)

۸۔ اُمّ شعیب مخزومیہ۔

۹۔ محیاۃ دختر امراء القیس۔

۱۰۔ صہبا (سبیہ) بنتِ عباد بن ربیعہ تغلبیہ (کنیت :- اُمّ حبیب)

حضرت فاطمہ زہرؐا کا نکاح یکم ذی الحجہ ۲ہجری کو ہوا تھا۔

حضرت فاطمہ زہرؐا کی شہادت کے چھ۶ مہینے کے بعد حضرت علیؑ نے اُمامہ بنتِ ابی العاص سے نکاح کیا۔(مناقب ابن شہرآشوب)

دس خواتین کُل آپ کی زوجیت میں آئیں۔(مناقب ابن شہرآشوب)

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد چار ازواج زندہ رہیں اور انھوں نے عقد ثانی نہیں کیا۔حضرت علیؑ نے فرمایا کسی پیغمبرِ خدا یا وصی رسولؐ کی ازواج کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان کے بعد کسی اور سے شادی کریں"۔(مناقب ابن شہرآشوب)

۲۔ اُمامہ سے عقد کا سال

حضرت فاطمہ زہرؐا کی شہادت کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے چند مہینے کے بعد ۱۱ھ میں اُمامہ بنتِ ابی العاص سے عقد کیا۔اُمامہ سے ایک فرزند محمد اوسط ابن علی پیدا ہوئے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

۳۔ خولہ سے عقد کا سال

۱۲ھ میں صحابیٔ رسولؐ مالک بن نویرہ کو خالد بن ولید نے شہید کر دیا۔اور قبیلے کی عورتوں کو مدینے اسیر بنا کر لایا۔خولہ بنتِ جعفر بن قیس حنفیہ بھی قید ہو کر قبرِ نبیؐ پر آئیں، حضرت علی علیہ السلام نے ۱۲ھ میں خولہ سے عقد کر لیا۔جن سے حضرت محمد حنفیہ کی ولادت ہوئی۔۱۵ھ میں محمد حنفیہ پیدا ہوئے اور محرم ۸۱ھ میں تقریباً ۶۵ سال میں وفات ہوئی۔

۴۔ اسماء بنتِ عمیس سے عقد کا سال

حضرت اسماء بنتِ عمیس ۲۲ رجمادی الثانی ۱۳ھ کو دوبارہ بیوہ ہوگئیں۔چونکہ اسماء بنتِ عمیس کے بچوں کی پرورش حضرت علی علیہ السلام کے ذمے تھی اس لیے بعد عدت تقریباً ۱۴ھ میں حضرت علیؑ نے اسماء بنتِ عمیس سے عقد کر لیا۔

اسماء بنتِ عمیس کے دو کمسن بچوں محمد ابن ابی بکر اور بیٹی اُم کلثوم کی پرورش حضرت علیؑ کے گھر میں ہوئی۔

حضرت علیؑ سے اسماء بنتِ عمیس کے یہاں دو بیٹے، یحیٰی اور عون پیدا ہوئے۔یحیٰی نے بچپن میں وفات پائی۔عون بن علیؑ ۱۳ رشوال ۱۵ھ میں پیدا ہوئے ۴۶ برس کے سن میں روزِ عاشور کربلا میں شہادت پائی۔

۳۸ھ میں محمد ابن ابی بکر بمقام مصر شہید کر دیئے گئے۔محمد ابن ابی بکر کا سر اُمّ حبیبہ

Presented by www.ziaraat.com

بنتِ ابوسفیان نے تحفتاً اسماء بنتِ عمیس کو بھجوایا۔ اس وقت وہ جائے نماز پر تھیں خبر سنتے ہی اسماء بنتِ عمیس کا سینہ پھٹ گیا اور خون جاری ہوگیا۔ جوان فرزند کی موت کے صدمے سے وفات ہوگئی۔

۵۔ صہبا (اُمّ حبیب) کے عقد کا سال

صہبا بنتِ عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن علقمہ تغلبیہ۔ صہبا خاتون کی کنیت اُمّ حبیب یا اُمّ حبیبہ تھی۔ حضرت علیؑ نے جنگِ یمامہ یا عین التمر کے اسیروں میں سے آپ کو خرید فرمایا تھا۔ آپ ۱۲ ہجری میں فتح عین التمر کے بعد عقد میں آئیں۔ صہبا خاتون عرف اُمّ حبیبؑ کے بطن سے عمیر الاطرف اور جناب رقیّہ جڑواں پیدا ہوئے۔

عُمیر الاطرف نے پچاسی برس کے سن میں وفات پائی اور رقیّہ کبریٰ حضرت مسلمؑ بن عقیل کی زوجیت میں تھیں۔ (تاریخِ کامل از ابن اثیر۔ تاریخ طبری از علامہ ابن جریر طبری۔ تاریخ ابن خلدون)

۶۔ حضرت اُم البنین سے عقد کا سال

شب جمعہ ۱۷ر رجب ۲۱ھ میں حضرت علیؑ نے حضرت اُم البنین سے عقد فرمایا۔ ایک سال کے بعد ۴ر شعبان ۲۲ھ میں حضرت عباسؑ کی ولادت ہوئی وقت شہادت حضرت عباسؑ کا سن ۳۸ برس تھا۔

اکثر شیعہ وسنّی مورّخین نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی بیویوں میں دس منکوحہ اور چند کنیزیں تھیں اور ان سے ۳۶، اولاد پیدا ہوئیں۔ (مروج الذہب مسعودی، جنات الخلود، منتخب التواریخ، کامل ابن اثیر، عمدۃ المطالب فی انساب آل ابی طالب، ناسخ التواریخ، روضۃ الصفا حبیب السیر، تاریخ طبری وسائر کتب انساب)۔

ابن شہر آشوب کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد چار بیویاں باقی

رہیں یعنی اُمامہ بنت ابی العاص، اُم البنین، لیلیٰ بنت مسعود اور خولہ بنت جعفر (والدۂ حضرت محمد حنفیہ) زندہ رہیں۔

شیخ شرف الدّین نسّاب نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی چھ اولاد ان کی زندگی میں وفات پا گئیں اور تیرہ اولادیں باقی رہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مورّخ کی نظر اولاد ذکور پر ہے جو بعد رحلت حضرت علیؑ زندہ تھیں۔

محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی نو بیویاں اور اٹھارہ کنیزیں تھیں جن سے اٹھارہ لڑکے اور اٹھارہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

اولاد حضرت علی علیہ السلام:

حضرت فاطمہ زہراؑ کے بطن سے پانچ اولادیں تھیں۔ حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ، اُم کلثومؑ، محسنؑ۔

اُمّ البنین کے بطن سے چار اولادیں تھیں۔ عباسِ اکبر، جعفر، عبداللہ، عمران۔

لیلیٰ کے بطن سے دو اولادیں:- محمد اصغر، عبیداللہ۔

اسماء کے بطن سے دو اولادیں:- یحییٰ، عون۔

اُم سعید کے بطن سے دو اولادیں:- اُم الحسن، رملہ۔

صہبا (اُم حبیب) کے بطن سے دو اولادیں:- رقیہ، عُمیر اطرف جو جڑواں تھے۔

اُم ولد کے بطن سے دو اولادیں:- محمد، ابراہیم (نصر بن مزاحم کے عقیدہ کے مطابق)

خولہ کے بطن سے جناب محمد اکبر (محمد حنفیہ)۔

اُم شعیب کے بطن سے دو اولادیں۔

ان سب اولادوں کی تعداد ۲۴ ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بارہ اولادیں اور بیان کی جاتی ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:-

Presented by www.ziaraat.com

(۱) نفیسہ (۲) فاطمہ صغریٰ (۳) اُمِ ہانی (۴) اُمِ کرام (۵) جمانہ
(۶) امامہ (۷) اُمِ سلمہ (۸) میمونہ (۹) خدیجہ (۱۰) تقیہ
(۱۱) عبداللہ اوسط (۱۲) محمد اوسط۔ ان بارہ اولاد کی ماؤں کے نام معلوم نہیں ہیں، یہ بات مسلّم ہے کہ سات اولادیں قبل از شہادت حضرت علیؑ وفات پاگئیں تھیں۔

حضرت امام حسنؑ سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور عُمیر اصغر سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے مگر انھوں نے سب سے زیادہ زندگی پائی اور ۸۵ سال زندہ رہے ان کی ماں صہبا تھیں۔

لڑکیوں میں فاطمہؑ بنتِ علیؑ نے سب سے زیادہ عمر پائی اور اُن کو حضرت امام جعفر صادقؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے صاحبزادوں کے نام:

۱۔ حضرت حسنؑ مجتبیٰ ۲۔ حضرت حسینؑ سیدالشہدا ۳۔ حضرت محسنؑ شہید	از حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام
۴۔ حضرت محمد حنفیہ	از جناب خولہ بنت جعفر بن قیس
۵۔ یحییٰ ۶۔ عون	از اسماء بنتِ عمیس
۷۔ حضرت عباسؑ اکبر قمر بنی ہاشم ۸۔ حضرت عبداللہؑ ۹۔ حضرت عمرانؑ ۱۰۔ حضرت جعفرؑ	از جناب اُم البنینؑ

۱۱۔ محمد اصغر ۱۲۔ عبداللہ	از جناب لیلیٰ بنتِ مسعود دارمیہ
۱۳۔ عُمیر اطرف ۱۴۔ عباس اصغر ۱۵۔ محمد اصغر ۱۶۔ ابراہیم	از صہبا تغلبیہ (اُمِ حبیب)
۱۷۔ عبداللہ اوسط	از اُمِ شعیب
۱۸۔ محمد اوسط	از اُمامہ بنت ابی العاص
۱۹۔ احمد	محیاۃ بنتِ امراء القیس

روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان ۱۹ صاحبزادوں سے چھ[۶] اپنے پدر بزرگوار کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔
(۱) حضرت محسن (۲) محمد اصغر از اُمِ ولد (۳) محمد اصغر از لیلیٰ دارمیہ
(۴) ابراہیم از اُمّ ولد (ان کا نام بجز نصر بن مزاحم کے کسی مورّخ نے نہیں لکھا)۔
(۵) عبداللہ اوسط (۶) محمد اوسط

حضرت علی کی نسل پانچ صاحبزادوں سے چلی۔

حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت محمد حنفیہؒ، حضرت [illegible]مدار، حضرت عمیر اطرف (ان کا نام، زید بن علیؑ بھی لکھا ہے)۔

حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ نے اپنے بیٹوں کے نام۔ ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، کبھی نہیں رکھے۔ یہ نام عقیل، سَہَل، عمار، زید، سالم، عمران سے تبدیل کئے گئے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کے علاوہ بارہ[۱۲] صاحبزادے کربلا میں شہید ہوئے یعنی قمر بنی ہاشم

Presented by www.ziaraat.com

حضرت عباسؑ، جناب عبداللہ، جناب عمران اور جناب جعفر پسران حضرت اُمّ البنینؑ
عونؑ پسر اسماء اور عباس اصغر پسر صہباء۔
دختران حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام میں سب سے افضل حضرت زینبؑ کبریٰؑ اور
حضرت اُم کلثومؑ تھیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی صاحبزادیوں کے نام:

صاحبزادیاں	شوہر کا نام	اولاد
۱۔ حضرت زینبؑ کبریٰ	حضرت عبداللہ بن جعفر طیار	عون و محمد عبداللہ و عباس
۲۔ حضرت اُمِّ کلثوم	حضرت عون بن جعفر طیار (شہید کربلا)	قاسم بن عون
۳۔ حضرت فاطمہ بنتِ علی	حضرت محمد بن ابوسعید بن عقیل	سعید
۴۔ حضرت زینبؑ صغریٰ	حضرت محمد بن عقیل	عبدالرحمٰن و عبداللہ
۵۔ حضرت رقیہ (اُم کلثوم صغریٰ)	حضرت مسلم بن عقیل	عبداللہ، محمد اصغر محمد اکبر، ابراہیم
۶۔ اُمّ ہانی (فقیہہ)	حضرت عبداللہ اکبر بن عقیل	
۷۔ حضرت اُمّ سلمٰی (امینہ)	حضرت صلت ابن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب	
۸۔ حضرت اُمّ کرام (رحمایہ)	بچپن میں انتقال ہوا	
۹۔ جُمانہ (اُمّ جعفر)	بچپن میں انتقال ہوا	
۱۰۔ حضرت میمونہ	حضرت عبداللہ اصغر بن عقیل	(عقیل بن عبداللہ بن عقیل)
۱۱۔ حضرت خدیجہ	حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل	قاسم بن عبدالرحمٰن

صاحبزادیاں	شوہر کا نام	اولاد
۱۲۔ حضرت نفیسہ (اُم کلثوم اوسط)	حضرت کثیر بن عباسؓ بن عبدالمطلب	
۱۳۔ اُمّ الحسن	حضرت جعدہ بن ھُبیرہ (گورنر خراسان)	علی بن جعدہ
۱۴۔ رملہ کبریٰ	حضرت ابوالھیاج بن عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب	
۱۵۔ سکینہ	بچپن میں انتقال ہوا	
۱۶۔ رُقیہ صغرا	بچپن میں انتقال ہوا	
۱۷۔ تقیہ	بچپن میں انتقال ہوا	
۱۸۔ رملہ صغریٰ	حضرت جعفر بن عقیل	

حضرت علیؑ کی بیٹیوں کی شادی حضرت علیؑ کے سگے بھائی حضرت عقیل اور جعفر طیار کے فرزندوں سے ہوئی۔ اور پھر حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن عباس، عبیداللہ بن حارث بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹوں سے ہوئی، ایک بیٹی کی شادی حضرت علیؑ کے بھانجے جعدہ ابن ھبیرہ سے ہوئی یہ حضرت علی کی بہن اُمّ ہانی کے فرزند ہیں۔

بحار الانوار میں تحریر ہے کہ رسول اللہؐ نے اولادِ علیؑ اور جعفرؑ طیّار کے فرزندوں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے لیے ہیں''۔ اس حدیث کی روشنی میں اولادِ فاطمہؑ و علیؑ کا غیر سے نکاح ناجائز تصور ہوگا۔

حضرت اُمّ کلثومؑ کی شادی خطّاب کے بیٹے سے ایک من گھڑت قصہ ہے۔ خطّاب کا شجرہ بہت خراب تھا جو تاریخوں میں درج ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علیؑ کے جو بیٹے کربلا میں شہید ہوئے:

کربلا میں حضرت علیؑ کے بارہ فرزند شہید ہوئے۔ اِن میں چار اُمّ البنینؑ کے سگے بیٹے تھے۔

۱۔ حضرت امام حسینؑ	۵۷ برس	حضرت فاطمہ زہرؑا	مقاتل وتاریخ
۲۔ حضرت عباسؑ	۳۸ برس	اُم البنینؑ	اعیان الشیعہ
۳۔ حضرت عبداللہ	۳۰ برس	اُمّ البنینؑ	اعیان الشیعہ
۴۔ حضرت عمران	۲۸ برس	اُمّ البنینؑ	اعیان الشیعہ
۵۔ حضرت جعفر	۲۶ برس	اُمّ البنینؑ	اعیان الشیعہ
۶۔ محمد بن علیؑ		لیلٰی بنتِ مسعود	بحار الانوار
۷۔ عبیداللہ بن علیؑ		لیلٰی بنتِ مسعود	بحار الانوار
۸۔ ابراہیم بن علی		صہبا (اُمِ حبیب)	مقاتل الطالبین
۹۔ عباسؑ اصغر		صہبا (اُمِ حبیب)	تذکرۃ الخواص
۱۰۔ محمد اوسط بن علیؑ		اُمامہ بنتِ ابی العاص	زیارتِ ناحیہ
۱۱۔ عون بن علیؑ		اسماء بنتِ عمیس	ابومخنف
۱۲۔ عُمیر بن علیؑ		صہبا (اُمِ حبیب)	ابن شہر آشوب

باب ۳

حضرت اُمّ البنینؑ

تاریخ کی نظر میں

یہ بات مسلّم ہے کہ اُمامہ اور خولہ اور اسما بنتِ عُمیس اور صہبا (اُمِ حبیب) کے بعد حضرت علیؑ نے حضرت اُم البنینؑ سے شادی کی۔ آپ کا نام فاطمہ وحیدیہ کلابیہ تھا اور کنیت اُم البنینؑ تھی۔ آپ وحید بن کعب اور کلاب بن ربیعہ کے خاندان سے تھیں جو عرب کے مشہور بہادروں میں تھے۔

اکثر سنّی و شیعہ مورخین نے لکھا ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عقیل کو جو عرب کے علم الانساب میں سب سے زیادہ ماہر تھے بلایا اور آپ نے ان سے فرمایا کہ بھائی میرے لیے ایک ایسی بیوی کا انتخاب کیجئے جس سے ایک بہادر اور شہسوار فرزند پیدا ہو۔ حضرت عقیلؑ نے اُم البنینؑ کا نام پیش کیا اور کہا کہ تمام عرب میں کوئی شخص ان کے باپ اور دادا سے زیادہ شجاع اور دلیر نہیں ہے۔ (الاصابہ صفحہ ۳۷۵ جلد ۱، معارف ابن قتیبہ صفحہ ۹۲ جلد ۳، آغانی صفحہ ۵۰ جلد ۱۵)

یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ حضرت اُم البنینؑ کی شادی ۲۰ ھ میں ہوئی اور اکثر مورخین

Presented by www.ziaraat.com

کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؑ کی عمر جنگ صفین کے وقت پندرہ اور سترہ برس کے درمیان تھی اور کربلا کے واقعہ کے وقت آپ کا سن مبارک ۳۲ اور ۳۸ سال کے درمیان تھا۔ حضرت عباسؑ کی ولادت ۲۲ھ میں ہوئی۔

جنگ صفین حضرت علیؑ کی خلافت ظاہری کے دوسرے یا تیسرے سال واقع ہوئی جو مطابق ۳۷و۳۸ ہجری ہوتی ہے حضرت عباسؑ کا سن اس جنگ کے وقت کسی مورخ نے ۱۵؍سال سے کم اور ۱۷ سال سے زائد نہیں لکھا ہے، اس لیے آپ کا سن اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے وقت ۱۸ سال اور کربلا میں ۳۸ سال ہوتا ہے۔ ہماری اس تحقیق کی تائید احادیث اور روایات سے ہوتی ہے۔

خاندانی تربیت:

حضرت عباسؑ کی والدہ ماجدہ حضرت اُم البنینؑ کی تربیت بہت اچھی تھی، آپ علمی واخلاقی اوصاف میں ممتاز تھیں اکثر علمائے شیعہ نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے پدر بزرگوار، مادر گرامی، بھائیوں اور بہنوں سے بہت سے علوم حاصل کیے۔ باپ، بھائیوں، بہنوں (حضرت زینبؑ وحضرت کلثومؑ) کی علمیت کا مقام اظہر من الشمس ہے لیکن اس خبر سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ بھی جو دنیا کے عقلمند ترین بزرگ کی رفیقہ حیات تھیں۔ علمی، اخلاقی، اور تربیتی امور میں کافی ملکہ رکھتی تھیں۔ حجۃ السعادۃ اور روضۃ الشہداء میں روایت ہے کہ شمر نے جب وہ عبیداللہ ابن زیاد سے کوفہ میں حضرت امام حسینؑ کے قتل کرنے کی سازش کر رہا تھا اس قرابت کی بنا پر جو اس کو قبیلۂ بنی کلاب سے تھی (شمر کا شجرہ بنی کلاب میں نہیں تھا وہ شجرۂ خبیثہ سے تعلق رکھتا تھا) اُس نے حضرت اُم البنینؑ کو رشتہ دار ثابت کرنے کے لیے ان کے چاروں بیٹوں کے لیے جن کو وہ اپنا بھانجا بتاتا تھا امان حاصل کی اور شب عاشور ان کے خیموں کے پیچھے آیا اور امان

کی خبر سنائی۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی امان ابن سمیہ کی امان سے بہتر ہے۔ (تاریخ طبری صفحہ ۲۳۹ جلد ۶)

ابن اثیر کی روایت ہے کہ جُریر ابن عبداللہ بن ابی المخلہ کلابی نے جو حضرت اُم البنینؑ کا دور پار کا بھتیجا تھا اور اس وقت جب عبیداللہ ابن زیاد نے پسر پیغمبرؐ کے قتل کا حکم صادر کیا اس کے دربار میں حاضر تھا اس سے حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان کا پروانہ حاصل کیا اور شمر کو جو اُسی گروہ سے تھا دے دیا۔

شجرے سے رشتے داری واضح ہو جاتی ہے:-

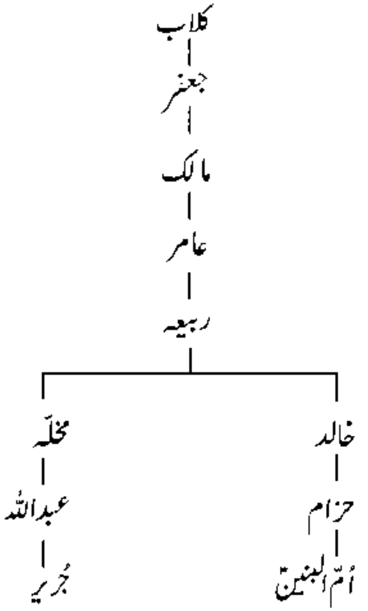

حضرت اُمّ البنینؑ کے والد حزام کا چچازاد بھائی عبداللہ تھا، عبداللہ کا بیٹا جُریر بن عبداللہ تھا۔ ایک دور پار کے رشتے سے وہ حضرت اُمّ البنینؑ کا چچازاد بھائی ہوتا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

باب ۔۔۔۔۔۴

حضرت اُمُّ البنین

کا نام اور کُنیت

حضرت اُمّ البنینؑ فاطمہ دختر حزام کلابیہ کی ولادت ہجرت کے بعد ۵ ہجری میں واقع ہوئی۔

ان کی وفات ۱۳ جمادی الثانی روز جمعہ ۶۴ ہجری حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے تین سال بعد ہوئی۔ اور جنت البقیع میں حضرت زہراؑ سلام اللہ علیہا کی خوابگاہ اقدس کے نزدیک ان کا مدفن ہے۔ آپ کے شوہر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ان کے بطن مبارک سے چار بیٹے پیدا ہوئے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت عباس فرزند گرامی علی بن ابی طالب علیہ السلام۔ روز ولادت ۴ شعبان ۲۴ ہجری اس حساب سے روز عاشورا ۶۱ھ آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔

۲۔ عبداللہ ابن علی بن ابی طالب علیہما السلام۔ واقعہ کربلا کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال تھی۔

۳۔ عمران ابن علی بن ابی طالبؑ واقعہ کربلا کے دوران ان کی عمر ۲۸ سال تھی۔

۴۔ جعفر بن علی ابن ابی طالبؑ ان کی عمر شہادت کے وقت ۲۶ سال تھی۔

حضرت اُمّ البنین کی ولادت:

پرانی اور نئی تاریخی کتابوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ جناب فاطمہ اُمّ البنین کلابیہ حسب ونسب اور طہارت وعفت اور خاندانی اوصاف کے لحاظ سے اپنوں کے درمیان منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ کی ولادت تقریباً ۵ ہجری ہجرت کے بعد واقع ہوئی۔

کتب تواریخ میں انتہائی جستجو کے بعد اس کے سوا کوئی مستند تاریخ ولادت اور تضاد نظر نہیں آتا۔ (حیدر المرجانی)

حضرت اُمّ البنینؑ کا نام:

مرزا دبیر نے کسی مقتل کے حوالے سے نام ''حمیدہ'' لکھا ہے۔

عمدۃ الطالب میں آپ کا اسم گرامی فاطمہ درج کیا گیا ہے۔ تاریخ الخمیس نے ''دالیسی'' لکھا ہے۔ صفحہ ۳۱۷۔ لیکن آپ نے اُم البنینؑ کے لقب سے اس قدر شہرت حاصل کرلی ہے کہ اکثر مورخین کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہی نہیں ہوسکا یا اُن لوگوں نے اس کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ چنانچہ حسب ذیل کتب تاریخ میں آپ کا تذکرہ اُم البنینؑ ہی کے نام سے کیا گیا ہے: کامل ۳ صفحہ ۲۰۰، مروج الذہب ۳ صفحہ ۶۲، الامامۃ والسیاسۃ ۲ صفحہ ۷، مقتل خوارزمی ۲ صفحہ ۲۹، سبائک الذہب صفحہ ۷۰، طبری ۶ صفحہ ۳۶۹، الاخبار الطوال صفحہ ۲۶۹۔

واضح ہو کہ عربوں کے درمیان خواتین کے لیے فاطمہ کا نام بہترین اور پُر برکت سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فخر کرتے ہوئے فرماتے تھے **اَنَا ابْنُ الْفُوَاطِمِ** میں فواطم (لفظ فاطمہ کی جمع) کا بیٹا ہوں۔ جب حضرت اُمّ البنینؑ کا نام

Presented by www.ziaraat.com

فاطمہ رکھا گیا اس زمانے میں فاطمہ نام کی تین خواتین موجود تھیں۔

۱۔ فاطمہ بنت اسد۔ والدۂ گرامی حضرت علی علیہ السلام

۲۔ فاطمہ دختر حمزہ یا فاطمہ دختر ربیعہ

۳۔ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا دختر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (زوجۂ حضرت علی علیہ السلام)

علامہ فیروز آبادی نے اپنے قاموس نامی کتاب میں بیس نفر خواتین صحابیہ کا ذکر کیا ہے۔ جن کے نام فاطمہ تھے۔

مذکورہ فواطم حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں صحابیہ میں شمار تھیں مختلف مقامات اور خدمات انجام دینے میں شریک رہی ہیں۔ ان میں سے ایک جناب فاطمہ اُمّ البنینؑ تھیں۔ ان کو صحابیت کا شرف حاصل ہوا تھا اور عصرِ رسالت مآبؐ میں موجود تھیں۔ اور دروس قرآن سے استفادہ کیا تھا اور احکام دین سے باخبر تھیں۔ اس لیے حضرت علی علیہ السلام نے ان کو اپنی زوجیت کے لیے انتخاب کیا ورنہ اور بھی خواتین اور صحابیہ موجود تھیں۔ ان کی تربیت وتعلیم حضرت علیؑ جیسے مدینۃ العلم کے گھرانے میں ہوئی۔ فاطمہ اُمّ البنینؑ کا دل نور علم ومعرفت سے روشن ہوا۔ یہی وجہ ہے جو کوئی مادر حضرت عباس علیہ السلام سے متوسّل ہوا تو اس کی حاجت پوری ہوئی اور کامیاب ہوا اور بیماریاں دور ہوئیں۔

اُمّ البنینؑ کے لیے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ہمسری اور مادر حضرت عباسؑ ہونے کا شرف وفضیلت ہی کافی ہے۔ ایسا دلاور فدا کار فرزند عباسؑ جن کو کٹے ہوئے دو بازوؤں کے بدلے دو پر عطا کیے گئے وہ یوم آخرت کو جنت کی فضا میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کریں گے اور اولین وآخرین ان کا یہ رتبہ ودرجہ دیکھ کر رشک کریں گے۔

تاریخ کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کے درمیان اُمّ البنین کی کنیت سے بہت سی عورتیں مشہور تھیں۔ عرب کے درمیان رواج تھا کہ جس عورت کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے ہوں اُس عورت کو اُمّ البنین کی کنیت سے پکارتے تھے۔ ایام جاہلیت اور اسلام کے بعد بھی عربوں کے درمیان یہی رسم ورواج رہا۔

بعض عرب نیک شگونی کے طور پر بچی کو بچپنے میں اُمّ البنین کی کنیت سے اس لیے پکارتے تھے کہ یہ کسی دن صاحب اولاد ہوگی۔ اسی طرح اُمّ الخیر اور اُم المکارمہ کی کنیت رکھتے تھے تاکہ خیر وبرکت اور اچھے اخلاق کی مالک بنیں۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ مرد اور خواتین کے اصل نام سے ان کے اسم علم غالب آئے جیسے اُمّ ایمن، اُمّ سلمہ، اُمّ کلثوم ابوالحسن وغیرہ۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی کنیت کی شہرت:

کتب انساب وتواریخ، عورتوں کے دائرۃ المعارف، مشہور خواتین اور مردوں کے سوانح عمری میں اور گذشتہ بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہر دور میں اُمّ البنین کنیت رکھنے والی عورتیں بے شمار گزر چکی ہیں۔ جن کو اُمھات البنین کی فہرست میں تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ان اُمھات میں سب سے زیادہ معروف فاطمہ اُمّ البنین مادر گرامی حضرت عباس علیہ السلام ہیں۔

اگر شرافت وفضیلت کا کوئی آخر ہے تو زوجۂ علی بن ابی طالبؑ اور مادر عباسؑ کا خطاب ہے یہ شرافت وکرامت کا آخری نقطہ ہے۔

اگر خاندانی شرافت کو ملحوظ نظر رکھنا چاہیے تو اُمّ البنین کے والد حزام ابن خالد ابن ربیعہ ابن کعب ابن عامر الوحید ابن کلاب ہیں۔ عربوں کے درمیان خاندان کلاب بہت مشہور ومعروف تھا۔ اس زمانے میں قبائل عرب کے درمیان دو قبیلوں کا نام کلاب

Presented by www.ziaraat.com

تھا۔اور یہ دونوں قبیلے عرب میں بہت مشہور تھے۔

۱۔ کلاب ابن رؤا ابن کعب

۲۔ کلاب اُمُّ البنینؑ کے دادا (جد)

اُمُّ البنینؑ کی والدہ ثُمامہ دختر سُہیل بن عامر ابن مالک ابن جعفر ابن کلاب تھیں۔ اس زمانے میں بنی کلاب بادشاہوں کی طرح جاہ و جلال کے مالک تھے۔اور قبائل عرب کے سردار تھے۔

مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عباسؑ کی مادر گرامی کا نام فاطمہ کلابیہ تھا۔اور کنیت اُم البنینؑ تھی۔لیکن اس امر میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ آپ کی کنیت اُم البنین (بیٹوں کی ماں) کب سے قرار پائی۔اکثر مورخین کا بیان ہے کہ جب حضرت عباسؑ اور عبداللہ و جعفر پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت اُم البنینؑ قرار دی گئی علامہ کنتوری کہتے ہیں کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ اُمّ البنینؑ کنیت مادرِ جنابِ عباسؑ کی ہے کہ اُن کے ماں باپ نے بطور فالِ نیک کے اس سے نام نہاد کیا تھا۔اُن کا مطلب یہ تھا کہ خدا اس دختر کو صاحبِ اولاد پسری کرے۔ایسا ہی ہوا کہ چار بیٹے ہوئے اور چاروں اپنے امام پر نثار ہوگئے یعنی اُم البنین کی ماں لیلیٰ بنت شہید (ثُمامہ خاتون) اور باپ حزام بن خالد نے پہلے ہی آپ کی کنیت اُم البنینؑ قرار دی تھی۔یعنی شگون کے طور پر آپ کو بیٹوں کی ماں کہا تھا۔تاکہ اس سے اس بات کا مظاہرہ ہو کہ ہم لوگوں کے دل میں تمنائیں ہیں کہ خدا اسے صاحب اولاد اور بیٹوں کی ماں قرار دے۔(مائتین کنتوری صفحہ ۴۴۰) میرے خیال میں دونوں صورتیں قرین قیاس ہیں۔

وہ وقت کتنا حسین اور سہانا تھا جب مطلعِ وفا پر بنی ہاشم کا چاند طلوع ہو رہا تھا...... دنیائے ایثار جگمگا رہی تھی۔کائناتِ محبت کی رونق دوبالا ہو رہی تھی۔اُمّ البنین کی گود

رشکِ وادی ایمن بنی ہوئی تھی اور مولائے کائنات کا گھر منزل چراغِ طور تھا۔

آپ کی عمر مبارک بیس سے انتالیس سال تک لکھی گئی ہے، جنگ صفین میں آپ کی عمر پندرہ سے سترہ سال کے درمیان تھی اور حضرت زینبؑ آپ سے بیس سال بڑی تھیں۔اس حساب سے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ حضرت عباسؑ کی عمر پینتیس سال سے کم اور اڑتیس سال سے زیادہ نہ تھی اور آپ کی مادر گرامی کا حضرت علیؑ سے رشتہ ازدواج ۲۲ ہجری سے قبل قائم نہیں ہوا تھا۔

اس بنا پر والد گرامی کی شہادت کے وقت آپ اٹھارہ سال کے تھے اور کربلا میں سینتیس[۳۷] سال کے تھے۔روایت سے بھی ہماری اس تحقیق کی تائید ہوتی ہے۔
(قمر بنی ہاشم صفحہ ۴۹، سردار کربلا صفحہ ۴۷۹ از علامہ عباس اسماعیلی یزدی)

بہرحال آپ کی ولادت کا سال ۲۲ ھجری تسلیم کرنا پڑے گا۔

علامہ عبدالرزاق مقرم نے علامہ السید محمد عبدالحسین بن السید محمد عبدالہادی الجعفری کی ''انیس الشیعہ'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی ولادتِ باسعادت کی تاریخ ۴ر شعبان ہے۔

مولانا نجم الحسن کراروی نے مختلف حوالوں سے مختلف تاریخیں درج کی ہیں۔

۱۔ ۱۹ر جمادی الاول یا ۱۸ر رجب بحوالۂ جواہر زواہر قلمی

۲۔ ۲۶ جمادی الثانیہ مولانا سلیم جرولی بحوالۂ محرق الفواد۔

۳۔ ۱۸ر رجب بحوالۂ آئینہ تصوف طبع رام پور ۱۳۱۱ھ۔

۴ر شعبان کی روایت انیس الشیعہ کی ہے جسے اُس کے مؤلف نے یکم شعبان ۱۲۴۴ھ کو سلطان فتح علی شاہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔یعنی اُس کا زمانہ تالیف تیرھویں صدی ہجری کے نصف سے پہلے کا ہے اس لیے ان مآخذ میں اس

Presented by www.ziaraat.com

کتاب کو اولیت کا درجہ حاصل ہے اور وہ نسبتاً زیادہ معتبر کہی جاسکتی ہے۔

اس کے علاوہ قدیم مآخذ میں ذکر نہ ہونے کی بناء پر یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ ان میں سے کسی بزرگ نے بھی کوئی قول کسی کتاب سے اخذ کیا ہوگا۔

زیادہ احتمال یہی ہے کہ یہ سب امور بطور علمِ سینہ منتقل ہوئے تھے۔ اور علم سینہ میں ان روایات کی قدر و قیمت زیادہ ہے جن کا تعلق اس مقدس سرزمین سے ہو جہاں یہ ماہتابِ وفا روشن و تابندہ ہوا تھا۔

نجف اشرف وغیرہ میں ولادت کی تاریخ ۴/ شعبان ہی مانی جاتی ہے اس لیے احتمال قریب یہی ہے کہ یہ قول مطابق واقع ہو۔ اس کی ایک معنوی مناسبت بھی ہے جو اہتمامِ قدرت کے لحاظ سے زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے ..... کہ تیسری شعبان کو امام حسینؑ کی ولادت ہوئی ہے تو بہت ممکن ہے کہ چوتھی شعبان کو حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کے لیے منتخب کیا گیا ہو۔ تاکہ میرِ کاروان آگے آگے رہے اور وفا شعار ''تاریخی اعتبار سے'' اس کے نقشِ قدم پر چلتا رہے۔

اُمّ البنینؑ نام رکھنے والی اُمہات:

گذشتہ تفصیلی بیان کے علاوہ کتب تواریخ میں سات اُمّ البنینؑ مزید پائی جاتی ہیں۔

۱۔ اُمّ البنینؑ والدۂ گرامی حضرت عباسؑ علیہ اسلام

۲۔ اُمّ البنینؑ والدۂ گرامی حضرت امام رضا علیہ السلام، ان کا اصلی نام تکتم (نجمہ) تھا۔ ان کی جلالت، عصمت اور شرافت کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ ان کے نام پر کنیت غالب آنے کی وجہ سے اُمّ البنین کہہ کر پکارتے تھے۔ چنانچہ علامہ مجلسی بحارالانوار کی بارھویں جلد میں۔ علامہ طبری نے اعلام الوریٰ میں اور اردبیلی نے کشف الغمہ میں اور حر العاملی نے اعیان میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اُمّ البنین لیلیٰ کلابیہ دختر عمرو ابن عامر ابن فارس الصعید۔

۴۔ وہ اُمّ البنین جو صہبا الکلابیہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کا نام بھی فاطمہ تھا۔ یہ جناب عقیل ابن ابی طالب کی زوجہ تھیں چنانچہ بطل العلقمی میں علامہ مظفری نے ذکر کیا ہے اور ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اُمّ البنین کلابیہ (زوجہ حضرت عقیلؑ) کے بطن سے چار فرزند ہوئے۔

۱۔ ابو سعید (یزید) مشہور بہ متکلم (آپ کی شادی فاطمہ بنتِ علی علیہ السلام ہوئی)

۲۔ عبدالرحمٰن بن عقیل

۳۔ حمزہ بن عقیل

۴۔ جعفر بن عقیل (شوہر اُمّ الحسن دختر گرامی حضرت علی علیہ السلام)۔

ابو سعید متکلم اور جعفر بن عقیل ابن ابی طالب حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام کے سامنے کربلا میں روز عاشورا شہید ہوگئے۔

۵۔ اُمّ البنین عابدہ دختر محمد ابن عبداللہ یہ خاتون بہت عبادت گزار تھیں۔ ۱۱ ذی القعدہ وفات پائی۔

۶۔ اُمّ البنینؑ بنتِ مالک بن خالد بن ربیع بن عامر بن صعصعہ بن بکر بن ہوازن۔ (یہ زوجہ حضرت عقیل اُمّ البنین صہبا کلابیہ کی نانی تھیں)

۷۔ اُمّ البنین الخنساء۔ اس کا نام سیدہ تماضر الخنساء تھا وہ عمرو بن شرید سلیمی کی بیٹی اور مشہور ترین شاعروں میں شمار ہوتی تھی۔ دوران حکومت معاویہ دنیا سے چل بسی۔

حضرت اُمّ البنینؑ کے القاب:

آپ کا ایک لقب "ام الکرامات" ہے۔

"باب الحوائج" بھی ہے آپ کا لقب۔ اور امّ الشهداء اربعه بھی۔

Presented by www.ziaraat.com

باب ﴿......۵

حضرت اُمّ البنینؑ

کا خاندان

انسانی زندگی کے امتیازات میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ مالک کائنات نے فطرتِ بشر میں کچھ ایسے جذبات بھی ودیعت کر دیے ہیں جن سے انسان سلسلۂ نسل کو صرف وقتی جذبات کی تسکین نہیں سمجھتا......بلکہ اس کی پشت پر بے پناہ احساسات و رجحانات کی کارفرمائی کا بھی تصور رکھتا ہے۔

خواہش اولاد......جذبۂ اخوت......احترام نسب یہ وہ جذبات ہیں جو ایک انسان کو سلسلۂ نسب کی ترتیب پر مجبور کرتے ہیں اور اُن کے نتیجہ میں انسان اپنے کو ایک رشتے کی زنجیر میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔

حیوانی نسل میں حلال و حرام کا گزر نہیں ہوتا......اُس کے جنسی رابطہ میں شعور و ادراک کا دخل نہیں ہے۔ اس لیے وہ تسکینِ جذبات کے لیے حسنِ انتخاب کا بھی قائل نہیں ہے۔

اُس کی زندگی ''رزقِ سرِراہ'' پر گزرتی ہے۔ وہ نہ کسبِ معاش کا قائل ہے نہ تسکینِ

جذبات کا......سرِراہ اُفتادہ غذائیں اُس کے معاشیات کا حل ہیں۔ اور غیر شعوری تسکین اُس کے جذبات باطن کا علاج۔

انسانی زندگی اس سے بالکل مختلف ہے۔ اُس کے یہاں جذبات واحساسات بھی ہیں اور رشتہ و قرابت کے خیالات بھی۔ وہ نسل و نسب کا بھی قائل ہے اور سماجی جکڑ بند کا بھی۔

وہ زندگی کے راہ و چاہ سے بھی باخبر ہے......اور نسلی اثرات کی کارفرمائی سے بھی......اسی لیے ہر حسن و قبح کے پس منظر میں اُس کی جڑیں تلاش کرنے کا عادی ہے اور ظاہر سے باطن کا سراغ لگانا اُس کا طُرۂ امتیاز ہے۔ شجرۂ نسب کی اہمیت بھی انھیں انسانی جذبات کا نتیجہ ہے۔ انسانی ذہن میں ''نسلی اثرات'' اس حد تک راسخ ہیں کہ ایک زمانہ میں انسان جانوروں تک کا شجرہ مرتب کیا کرتا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ اس نسل کا جانور اصیل ہوتا ہے اور اس نسل کا غیر اصیل۔

ظاہر ہے کہ جب حیوانی زندگی میں نسلی اثرات ظاہر ہو سکتے ہیں......تو انسانی حیات تو بہر حال ان نتائج کی پابند ہے اور اُس میں ان حالات کا پیدا ہو جانا بہر صورت ناگزیر ہے۔

مولائے کائناتؑ نے جناب عقیلؑ سے گفتگو کے دوران انھیں ''نسلی اثرات'' کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک بہادر خاندان کی عورت سے عقد کرنا چاہتا ہوں اور جناب عقیلؑ نے اسی نکتہ کی تائید کی تھی کہ عرب میں اُم البنین کے بزرگوں سے زیادہ بہادر اور مردِ میدان کوئی قبیلہ نہیں ہے۔

اُمّ البنینؑ......فاطمہ بنتِ حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر معروف بہ الوحید بن کعب بن عامر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن زید بن جعفر بن ہوازن، جن کا آبائی سلسلہ حزام سے شروع ہو کر ہوازن تک پہنچتا ہے اور مادری سلسلہ میں

Presented by www.ziaraat.com

حسبِ ذیل نام آتے ہیں۔ آپ کی والدہ.....ثمامہ بنتِ سہیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ.....عمرہ بنت الطفیل (فارس قرزل) بن مالک الاخزام (رئیس ہوازن) بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ.....کبشہ بنت عروہ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ.....اُم الخشف بنت ابی اسد فارس الہرار (شہسوار ہوازن) بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔

اُن کی والدہ.....فاطمہ بنت جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ.....عاتکہ بنت عبدالشمس بن عبدمناف بن قصی۔

اُن کی والدہ.....آمنہ بنت وہب بن عمیر بن نُصیر بن قعین بن الحرث بن ثعلبہ بن ذودان بن اسد بن خزیمہ۔

ان کی والدہ.....بنتِ جحدر بن ضبیعہ الاغر بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ ابن صعب بن زید بن بکر بن وائل بن ربیعہ بن نزار۔

اُن کی والدہ.....بنتِ ملک بن قیس بن ثعلبہ۔

اُن کی وللدہ.....بنتِ ذی الراسین خشین بن ابی عصم بن سمح بن فزارہ۔

اُن کی والدہ: بنت عُمیر بن حرمہ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن الریث بن غطفان۔

آپ کے ننہالی بزرگوں میں عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب..... ''ملاعب الاسنہ'' کے لقب سے مشہور تھے اور اُن کی شجاعت کی وہ دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ اُن کو ''نیزوں سے کھیلنے والا'' کہا جاتا تھا۔ آپ کی نانی کے بھائی عامر بن الطفیل بن مالک

بھی ''اشجع عرب'' تھے۔ ان کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ قیصرِ روم کے پاس جب بھی کوئی عرب آتا تھا تو وہ پہلا سوال یہ کرتا تھا کہ تمھارا عامر سے کیا رشتہ ہے؟

اگر کوئی رشتہ نکل آتا تھا تو بے حد احترام کرتا تھا۔ ورنہ قابلِ توجہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔

آپ کے بزرگوں میں ایک نام ''عروہ رحال'' کا بھی آتا ہے۔ جنھیں رحال اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ اکثر و بیشتر اُن کی آمد و رفت سلاطین اور امراء کے پاس رہا کرتی تھی اور بادشاہان وقت اُن کا کافی احترام کیا کرتے تھے۔

انھیں بزرگوں میں طفیل کا نام بھی ہے جو ''ملاعب الاسنہ'' کے بھائی اور شجاعت و جوانمردی میں شہرۂ آفاق تھے۔

لبید شاعر نے انھیں بزرگوں کی مدح میں وہ اشعار کہے ہیں جن کو سن کر نعمان کو خاموش ہونا پڑا اور دنیائے عرب میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہ ہو سکی۔

(مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی، ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷)

حضرت اُمّ البنین کے والد کا نام حِزام یا حُزام ہے، حزام کے معنی لغت میں ''چوڑے سینے والا''۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۵۰)

حضرت اُمّ البنینؑ کی والدہ کا نام بعض مورخین نے ثُمامہ لکھا ہے۔ لغت میں اس لفظ کے معنی خوبصورت خودرو پھول یا خوبصورت گھاس جو لانبی نہیں ہوتی ہے''۔

(مصباح اللغات صفحہ ۹۶)

بعض مورخین نے حضرت اُمّ البنین کی والدہ کا نام ثُمالہ لکھا ہے جس کے معنی لغت میں تالاب کا پانی یا شربت کا جھاگ ہیں''۔ (مصباح اللغات صفحہ ۹۶)

کامل السقیفہ میں آپ کا اسمِ گرامی لیلیٰ درج کیا گیا ہے۔ جو عمدۃ الطالب کے نقل کی بناء پر آپ کی والدہ کا اسمِ گرامی تھا۔ آپ کے پدرِ بزرگوار کے نام کے بارے میں بھی مورخین میں ایک طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کامل ابن اثیر۔ الامامۃ والسیاسۃ

Presented by www.ziaraat.com

حسبِ ذیل نام آتے ہیں۔ آپ کی والدہ..... ثمامہ بنتِ سہیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... عمرہ بنت الطفیل (فارس قرزل) بن مالک الاخزام (رئیس ہوازن) بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... کبشہ بنت عروہ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... اُم الخشف بنت ابی اسد فارس الہرار (شہسوار ہوازن) بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔

اُن کی والدہ..... فاطمہ بنت جعفر بن کلاب۔

اُن کی والدہ..... عاتکہ بنت عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی۔

اُن کی والدہ..... آمنہ بنت وہب بن عمیر بن نُصیر بن قعین بن الحرث بن ثعلبہ بن ذودان بن اسد بن خزیمہ۔

ان کی والدہ..... بنتِ جحدر بن ضبیعہ الاغر بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ ابن صعب بن زید بن بکر بن وائل بن وبعیہ بن نزار۔

اُن کی والدہ..... بنتِ ملک بن قیس بن ثعلبہ۔

اُن کی والدہ..... بنتِ ذی الراسین خشین بن ابی عصم بن سمح بن فزارہ۔

اُن کی والدہ: بنت عُمیر بن حرمہ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن الریث بن غطفان۔

آپ کے نانہالی بزرگوں میں عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب..... ''ملاعب الاسنہ'' کے لقب سے مشہور تھے اور اُن کی شجاعت کی وہ دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ اُن کو ''نیزوں سے کھیلنے والا'' کہا جاتا تھا۔ آپ کی نانی کے بھائی عامر بن الطفیل بن مالک

بھی ''اشجع عرب'' تھے۔ ان کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ قیصرِ روم کے پاس جب بھی کوئی عرب آتا تھا تو وہ پہلا سوال یہ کرتا تھا کہ تمھارا عامر سے کیا رشتہ ہے؟

اگر کوئی رشتہ نکل آتا تھا تو بے حد احترام کرتا تھا۔ ورنہ قابلِ توجہ بھی نہیں سمجھتا تھا۔

آپ کے بزرگوں میں ایک نام ''عروہ رحال'' کا بھی آتا ہے۔ جنھیں رحال اسی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ اکثر و بیشتر اُن کی آمد و رفت سلاطین اور امراء کے پاس رہا کرتی تھی اور بادشاہان وقت اُن کا کافی احترام کیا کرتے تھے۔

انھیں بزرگوں میں طفیل کا نام بھی ہے جو ''ملاعب الاسنہ'' کے بھائی اور شجاعت و جوانمردی میں شہرۂ آفاق تھے۔

لَبید شاعر نے انھیں بزرگوں کی مدح میں وہ اشعار کہے ہیں جن کو سن کر نعمان کو خاموش ہونا پڑا اور دنیائے عرب میں کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہ ہوسکی۔

(مقاتل الطالبین ابوالفرج اصفہانی، ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷)

حضرت اُمّ البنین کے والد کا نام حِزام یا حُزام ہے، حزام کے معنی لغت میں ''چوڑے سینے والا''۔ (مصباح اللغات صفحہ ۱۵۰)

حضرت اُمّ البنینؑ کی والدہ کا نام بعض مورخین نے ثُمامہ لکھا ہے۔ لغت میں اس لفظ کے معنی خوبصورت خودرو پھول یا خوبصورت گھاس جولانبی نہیں ہوتی ہے''۔

(مصباح اللغات صفحہ ۹۶)

بعض موّرخین نے حضرت اُمّ البنین کی والدہ کا نام ثُمالہ لکھا ہے جس کے معنی لغت میں تالاب کا پانی یا شربت کا جھاگ ہیں''۔ (مصباح اللغات صفحہ ۹۶)

کامل السقیفہ میں آپ کا اسم گرامی لیلیٰ درج کیا گیا ہے۔ جو عمدۃ الطالب کے نقل کی بناء پر آپ کی والدہ کا اسم گرامی تھا۔ آپ کے پدرِ بزرگوار کے نام کے بارے میں بھی مورخین میں ایک طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کامل ابن اثیر۔ الامامۃ والسیاسۃ

Presented by www.ziaraat.com

اور مروج الذہب نے حرام ''ز'' سے نقل کیا ہے۔ (لیکن علامہ مقرم نے کامل کو حزام کے حوالہ نقل کیا ہے۔ میں نے طبع بیروت میں بھی یونہی دیکھا ہے۔ باقی مورخین نے حزام ''ز'' سے نقل کیا ہے۔ عمدۃ الطالب کے قلمی نسخہ میں ''خزام'' ''خ'' سے درج کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ خدابخش لائبریری میں موجود ہے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی والدہ ثمامہ خاتون:

حضرت اُمّ البنینؑ اپنی والدہ ثُمامہ اور والد حزام کی طرف سے خاندانی وقار اور اچھے نسب کی مالک تھیں، دو طرفہ اچھے خاندان سے تعلق نے اُمّ البنینؑ کو نہ صرف شجاعت کا مالک بنایا تھا بلکہ ادب اور فضیلت، صبر و شکر بھی آپ کو وراثت میں ملے تھے۔ اُمّ البنینؑ علم و اخلاق، زُہد و تقویٰ کے بلند ترین مقام پر فائز تھیں۔ اپنی ان ہی فضیلتوں کے سبب شادی سے قبل بھی شہرت و وقار کی مالک تھیں۔

کلباسی نجفی نے **الخصائص العباسیه** میں لکھا ہے کہ اُم البنینؑ کی والدہ کا نام ثمامہ بنتِ سہیل بن عامر تھا۔ ثمامہ خاتون کا شمار عرب کی صاحبِ دانش خواتین میں ہوتا تھا۔ ثماشہ خاتون ادیبہ بھی تھیں اور اریبہ بھی۔ زیرک و دانا خاتون تھیں۔ اُمّ البنینؑ کو آدابِ عرب آپ نے ہی تعلیم کیے تھے۔ اور وہ تربیت دی تھی جس کی ایک مودّب اور مہذّب دختر سزاوار اور اہل تھیں۔ اور ثمامہ خاتون ہی نے اُمّ البنینؑ کو تمام اخلاق پسندیدہ اور آدابِ حمیدہ تعلیم کیے تھے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کے آباؤ اجداد

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں:

ابو براء عامر بن مالک کلابی کو استسقا کا مرض تھا انہوں نے لبید بن ربیعہ کو ہدایاء اور تحائف کے ساتھ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا آپ نے ان کے

ہدیے تو قبول نہیں کیے لیکن آپؐ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اس میں اپنا لعاب گرا کر لبید سے کہا اسے پانی میں ملا کر ابو براء کو پلا دو انہیں تعجب بھی ہوا مگر پیتے ہی شفاء ہوگئی۔ (اُم البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۸۱ بحوالہ الکنی والالقاب۔ شیخ عباس قمی۔ ج ۱، ص ۱۵ اور ادب الطف۔ شبر۔ ج ۱، ص ۲۷)

عامر بن طفیل کی ملاقات بصورت وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی انہوں نے آپؐ سے عرض کی میں ایک شرط پر اسلام لاؤں گا اگر آپؐ مجھے اپنے بعد اسلام اور امت کا امیر مقرر کر دیں آپ مسکرائے اور فرمایا ''یہ امر میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے''

(اُم البنین علیہا السلام سیدۃ النساء العرب۔۔ سید مہدی سویج الخطیب۔ ص ۷۳)

حضرت اُمّ البنینؑ کا قبیلہ اور جنگِ حُنین:

حضرت اُمّ البنینؑ کا قبیلہ کسی جنگ میں شریک ہوتا تھا تو اُسے فتح مندی اور اقبال مندی کی ضمانت سمجھا جاتا تھا قدرت کا انتظام دیکھیے کہ حضرت عباسؑ کا ننھیال رسول اکرمؐ سے جنگ کرنے نہیں آیا۔ یہ بھی حضرت عباسؑ اور اُن کی مادرِ گرامی اُمّ البنینؑ کے لیے باعثِ فخر ثابت ہوا۔ (حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۷۰۶)

جنگِ حُنین میں حضرت اُم البنینؑ کا قبیلہ بنی کلاب اور بنی کعب دونوں شریک نہیں ہوئے تھے۔ درید بن الصمہ جشمی جو جشم کا سردار اور رئیس تھا وہ بوڑھا اور نابینا ہو گیا تھا اس نے جب سُنا کہ قبیلۂ بنی کلاب ہوازن کے ساتھ شریک نہیں ہے تو اس نے کہا کہ:-

''خوش نصیبی اور فتح مندی اس لشکر سے دور ہو چکی۔ اگر سعادت و سازگی ہوتی تو یہ دونوں قبیلے ان سے علیحدہ نہ رہتے۔ اور بنی ہوازن یہ جنگ رسول اللہ سے ہار گئے۔ (حیات القلوب صفحہ ۷۰۶)

Presented by www.ziaraat.com

انصارِ حسینؑ میں خاندانِ اُمّ البنینؑ کے افراد:

انصار حسین علیہ السلام میں شبیب بن جراد بن طھیہ بن ربعہ بن وحید جناب اُم البنین علیہا السلام کے ننھیالی خاندان کے تھے۔

(اُم البنین علیہا السلام سیدۃ النساء العرب۔۔سید مہدی سویج الخطیب۔ص ۴۶)

حضرت اُمّ البنینؑ کے والد حزام کلابی:

آپ کے والد حزام بن خالد بن ربیعہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ایک جگہ شب کے قیام میں خواب دیکھا کہ آپ ایک سرسبز زمین پر بیٹھے ہیں کہ ایک جانب سے ایک قطرہ ہاتھ پر گرا اور دُرّ بن گیا اور وہ اس کی صفا اور چمک پر متعجب ہوئے کہ ایسے میں ایک سوار آیا اور اس نے بعد تحیہ وسلام کے اس دُرّ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کیا آپ اسے فروخت کریں گے؟ تو حزام نے کہا میں اس کی قیمت نہیں جانتا لیکن کیا آپ اسے خریدیں گے۔ سوار نے کہا کہ میں بھی اسکے حقیقی مول کی معرفت نہیں رکھتا لیکن میں آپ سے یہ خواہش کرتا ہوں کہ آپ یہ دُرّ اس کو ہدیہ کردیں جو اسکا اہل ہے اور اسکا حقدار ہے کہ یہ اس کو تحفہ میں دیا جائے۔ اور میں آپ کو یہ ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے پاس آپ کے لئے جو ہے وہ درہم و دینار سے کہیں اعلیٰ ہے۔

حزام۔ وہ کیا شئے ہے جو درہم و دینار سے اعلیٰ ہے؟

سوار۔ میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے اہل کے پاس جو ہے آپ کے لئے ایک مرتبہ اور درجہ خاص اسکی طرف سے اور ابدالآباد کے لئے شرف اور بزرگی کبھی نہ ختم ہونے والی۔

حزام۔ کیا آپ ضمانت لیتے ہیں۔

سوار۔ یقیناً میں اسکی ضمانت لیتا ہوں۔

حزام۔ اور آپ اسکے لئے واسطہ اور کفیل بھی بنتے ہیں؟

سوار۔ بالکل، تمام عزم کے ساتھ میں اس کا کفیل اور واسطہ ہونے کو تیار ہوں اگر؟ آپ یہ معاملہ مجھے تفویض کرتے ہیں۔

تو حزام نے یہ معاملہ انکے سپرد کردیا۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے ہم نشینوں کو یہ خواب سنایا جس پر ایک صاحب نظر نے یہ تعبیر دی کہ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہارے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوگی۔ اور کائنات کے عظیم لوگوں میں سے ایک اسکی خواستگاری کرے گا اور اسی کے سبب سے تم وہ شرف پاؤ گے جو ابدی ہے۔ پھر جب سفر سے واپسی پر آپ کے یہاں ولادت کے آثار پیدا ہوئے تو آپ نے کہا کہ میں اپنے خواب کو سچ پایا۔ (الخصائص العباسیہ۔ الحاج محمد ابراہیم الکلباسی نجفی۔ ص ۲۶،۲۷)

لسانِ حزام پر مدح مولائے کائناتؑ:

جب جناب عقیلؑ کی آمد پر حزام اپنی زوجہ کے پاس یہ خبر لے کر گئے کہ اُم البنینؑ کے لئے رشتہ آیا ہے۔

زوجہ: کس کا رشتہ؟

حزام۔ **"لفلّال الکتائب، و مظہر العجائب، فارس المشارق و المغارب، اسد اللہ الغالب، علی ابن ابیطالب (علیہ السلام)"**

''تلواروں کو کند کر دینے والے، عجائبات کے مظہر، مشارق و مغارب کا یکتا شہ سوار، غالب آجانے والا اللہ کا شیر علی ابن ابیطالب (علیہ السلام)''

Presented by www.ziaraat.com

باب ۶

حضرت اُمّ البنین

کا شجرۂ نسب

فضیلت نسب وعلم انساب:

روئے ارض پر مختلف قوموں نے متنوع علوم کے حصول پر ناز کیا ہے۔ اہلِ روم کے پاس علم طب تھا، اہلِ یونان نے حکمت ومنطق پر فخر کیا اہلِ ہند نجوم وشماریات کے علم پر ناز کرتے تھے فارس والے آداب واخلاق ونفس کے علم میں آگے بڑھ گئے اہلِ چین صنائع یعنی صنعتوں کے علم سے پہچانے گئے اور اہل عرب کو علم الامثال اور علم الانساب میں اہمیت حاصل تھی اور اسے وہ اپنے لیے شرف کا باعث سمجھتے تھے۔

روم ویونان وفارس وترک وہند میں نہیں تھا کہ وہ اپنے شجروں کی حفاظت کرتے اور ایک دوسرے کے نسب سے واقف ہوتے مگر عرب اپنے شجرے محفوظ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت آدم تک عربوں کے شجرے محفوظ تھے۔ اور ان شجروں کو بڑی جانچ پرکھ کے ساتھ اور نوک پلک سنوار کر رکھتے اور جس کا نسب مکرم ومحترم ہوتا اُس شخصیت کے احترام کو اپنا فرض سمجھتے۔

جب اسلام آیا تو رعایت علم نسب اور اس کی معرفت کی تاکید کی گئی اور اسلام نے اپنی شریعت میں کئی احکامات کی بنیاد علم الانساب پر رکھی۔ اگر علم انساب نہ ہوتا تو میراث اور عاقلہ کے احکام کی کوئی حیثیت نہ ہوتی اسی طرح اگر نسب کی معرفت نہ ہوتو خمس وزکوٰۃ کے احکامات۔ بھی قابلِ عمل نہیں رہتے۔

جب عرب مناسک حج وعمرہ سے فارغ ہوتے تو عکاظ کے بازار میں اپنے اپنے شجرے اور فضیلت نسب حاضرین پر پیش کرتے اور اسے (یعنی اس رسم کو) تمام رسوم حج وعمرہ پر فوقیت حاصل تھی۔

جب قرآن نازل ہوا تو آیت آئی۔

سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۰۔

''پس جب تم مناسک حج بجالا چکو تو ذکر خدا کرو اس طرح جیسے تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرو بلکہ اُس سے زیادہ''۔

گویا جہاں ایک طرف اسلام نے فضیلت نسب کے اظہار کی مروجہ رسم پر پابندی نہیں لگائی وہیں دوسری طرف اسے پسند بھی کیا کہ ہاں یہ اچھا طریقہ ہے اسی طرح ذکر خدا بھی کرو۔

ھوازن کا ایک وفد رسول اکرمؐ کے پاس آیا دوران گفتگو آپؐ نے سوال کیا کہ تم مال کو اختیار کرتے ہو یا اولاد کو، انہوں نے (اہل ھوازن نے) کہا یارسول اللہ اگر ہمیں مال اور نسب میں اختیار دیا جائے تو ہم نسب کو اختیار کریں گے اور پسند کریں گے۔

رسولؐ اکرم نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا۔

حضرت ختمی مرتبتؐ کی حدیث ہے۔

"اعرفو أنسابكم تصلو به ارحامكم"

Presented by www.ziaraat.com

اپنے نسب اور شجروں کو پہچانوں اور معرفت حاصل کرو تا کہ اس طرح تم صلہ رحم کر سکو۔

ایک اور حدیث میں رسولؐ اکرم فرماتے ہیں۔

"تعلّمو مِن انسابكم ما تصلون به ارحامكم فانّ صلة الرحم محبتہ فی الاھل، مثراۃ فی المال، نساۃ فی الاثر"۔

''اپنے شجروں کی تعلیم دو اور حاصل کرو تا کہ صلہ رحم کر سکو کیونکہ صلہ رحم خاندان میں محبت کا باعث ہے اور مال کی زیادتی اور اپنے آثار اور سنت کی حفاظت کا سبب ہے''۔
(المشجر الوافی فی سلسلۃ الموسویہ، جلد ا، سیّد علی ابو سعید)

محقق سید مہدی رجائی کتاب شجرۃ المبارکہ ''فخر الرازی'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ''ارشاد پروردگار ہے سورۂ انساء کی پہلی آیت میں۔

''اے انسانوں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اُس سے اس کی زوجہ کو خلق کیا اور ان دونوں سے بہت مردوں کو اور عورتوں کو، اور اُس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم سوال کرتے ہو اور صلہ رحمی کرو، اس آیت کی تفسیر علم انساب کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں''۔

اس کے بعد سید مہدی رجائی کہتے ہیں کہ اسی طرح آیت مودت

قل لا اسئلکم ....

کہو اے حبیب کہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا مگر صرف قربیٰ کی مودت اجر رسالت میں چاہتا ہوں''۔

کی رو سے رسولؐ اکرم کے شجرے کی معرفت حاصل کرنا واجب نہیں اوجب ہے اس لیے کہ جب شجرہ رسالت کی معرفت ہی نہ ہوگی تو مودت کیونکر کی جائے اور کس

سے کی جائے کہ قُربٰی کون ہیں۔

امیر المومنینؑ نے نہج البلاغہ خطبہ ۹۳ میں رسولؐ اکرم کی مدح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

'' کہ آپ کا قبیلہ بہترین قبیلہ، آپ کی عترت بہترین عترت، اور آپؐ کا شجرہ بہترین شجرہ ہے (کیا کہنے اس شجرے کے) جو صحن حرم میں پھولا پھلا اور کرمِ الٰہی کے سائے میں پروان چڑھا''۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح میں اس خطبہ کی پیغمبرؐ اسلام کی متعدد احادیث جو بنی ہاشمؑ کی شان میں ہیں درج کی ہیں۔

ان احادیث میں سے چند یہ ہیں۔

اس حدیث کو ذخائر عقبیٰ میں محب الدین طبری نے عائشہ کی روایت سے لکھا اس کو بیہقی نے دلائل میں، طبرانی نے اوسط میں اور ابن حجر نے امالی میں اس فرق سے لکھا ہے کہ (آپؐ کے آبا میں ہاشم سے کسی کو افضل نہیں پایا)''

رسولؐ اکرم فرماتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا اے محمدؐ میں نے روئے ارض پر آپ سے زیادہ مکرم کسی کو نہیں پایا اور نہ کسی خاندان کو مکرم پایا سوائے بنی ہاشم کے نہ شرق میں نہ غرب میں''۔

فرمایا رسولؐ اکرم نے ''اہل محشر کے سیّد و سردار بھی وہی ہونگے جو دنیا میں سیّد و سردار ہیں اور وہ میں ہوں، علیؑ ہیں، حسنؑ و حسینؑ ہیں، حمزہؑ ہیں اور جعفرؑ ہیں''۔

رسولؐ اللہ فرمایا کرتے تھے۔

انا النبی لاکذب ‏ ‏ ‏ ‏ انا ابن عبدالمطلبؑ

میں نبیؐ ہوں کہ سچ یہی ہے ‏ ‏ ‏ ‏ اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

Presented by www.ziaraat.com

اورآپؐ ہی نے فرمایا کہ "**انا ابن الاکرمین**"

میں کریم اشخاص (کی اولاد ہوں) کا بیٹا ہوں

ایک اور حدیث یہ ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی)

''اے بنی ہاشم نہیں بغض رکھتا تم سے کوئی مگر یہ کہ میں اُسے جہنم کی پستی میں اوندھے منہ پھینک دوں گا''۔

رسولؐ اکرم فرماتے ہیں۔

گھٹیا لوگ ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت فائدہ نہیں دیتی، یقیناً میری قرابت نفع بخش ہے اور بالتحقیق میرے اہل سے کوئی بغض نہیں رکھے گا مگر یہ کہ اس پر اللہ نے جنت کو حرام کردیا''۔

یہ وہ احادیث تھیں جنھیں ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ خطبہ ۹۳ کے ضمن میں صفحہ ۱۸۱ پر تحریر کیا ہے جلد۲۔

اسی طرح رسولؐ اکرم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ آپؐ نے فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

"**انا ابن الذبیحین**"

میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک ذبیح اللہ اسماعیلؑ اور دوسرے ذبیح اللہ عبداللہ)

حدیث:- "**انا ابن العواتك والفواطم**"

میں عاتکاؤں کا بیٹا ہوں میں فاطماؤں کا بیٹا ہوں۔

"**کلھُن طاھرات سیّدات**"

اور وہ سب کی سب پاک و پاکیزہ اور سیدانیاں ہیں۔

یہ رسولؐ اکرم کا اپنے نسب پر فخر اور ناز تھا۔

جناب ہاشم کی والدہ کا اسم گرامی عاتکہ، جناب وھب کی والدہ عاتکہ، جناب

عبدمناف کی والدہ عاتکہ اسی طرح رسولؐ اکرم کی جدہ گرامی یعنی جناب عبداللہ اور ابوطالبؑ کی والدہ کا اسم گرامی، فاطمہ تھا جناب قصیؑ کی والدہ فاطمہ تھیں، جناب آمنہ کی والدہ فاطمہ تھیں، جناب خدیجہ کی والدہ کا نام فاطمہؑ تھا، جناب حمزہؑ کی بیٹی فاطمہ تھیں رسولؐ اکرم کی دختر فاطمہؑ تھیں، جناب امیرؑ کی والدہ فاطمہؑ تھیں، امام حسینؑ اور امام حسنؑ کی بیٹیوں کے نام فاطمہؑ تھے اور پھر بعد تک ہر امام کی بیٹی کا نام فاطمہؑ۔

ماؤں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے یہ رسولؐ کا شجرہ سب سے بلند اور ارفع واعلیٰ شجرہ نسب ہے اسی لیے آپؐ نے فرمایا:-

"**کلُ حسبٍ و نسبٍ یَنقطِعُ فی القیامهِ اِلّا حسبي و نسبي**"

''ہر حسب و نسب قیامت میں منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب و نسب کے''

حسب و نسب کی یہ بلندی نہ کسی اور گھرانے نے پائی اور نہ اللہ نے کسی کو عطا کی کہ صرف رسولؐ کی نسبت اور نسب کا یہ احترام اور عظمت ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ جس نے اولاد عبدالمطلبؑ میں سے کسی پر احسان کیا اور روز محشر اگر اس کے پاس پروانہ جنت نہ ہوا تو میں اُسے پروانہ جنت عطا کروں گا''۔

(صاحب وسیلۃ النجاۃ فرنگی محلی صفحہ ۵۵ لکھنو)

اسی نسبی احترام اور عظمت کے سلسلے میں ایک اور حدیث رسولؐ ہے کہ جو میری اولاد میں قیامت تک گناہگار رہیں ان کا احترام میری وجہ سے کرو اور جو متقی ہیں ان کا احترام خدا کی وجہ سے کرو''

نہ صرف یہ کہ احترام اور تعظیم بلکہ اپنی معاشرت میں خاندان رسولؐ اور افراد بنی ہاشم کو مقدم کرنا اور ترجیح دینا بھی حکم رسولؐ ہے۔

محبّ الدین طبری نے ذخائر عقبیٰ صفحہ ۲۵ پر زید بن اسلم سے اس نے اپنے باپ

Presented by www.ziaraat.com

سے اس نے عمر ابن خطاب سے کہ:-

ابن خطاب نے کہا زبیر سے (زبیر بن عوام) کہ حسنؑ ابن علی علیل ہیں کیا تم نے عیادت کی زبیر نے عذر ظاہر کیا تو عمر ابن خطاب نے کہا کہ:- بنی ہاشم کی عیادت فریضہ ہے اور زیارت نافلہ یعنی مستحب یا سنت ہے۔

قرآن مجید نے آل رسولؐ کو خواہ معصوم یا غیر معصوم سب کو مصطفیٰ کہا ہے اور آئمہ علیہم السلام سے خصوصاً امام رضا علیہ السلام سے، امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے سورۃ فاطر کی آیت ۳۲ کی تفسیر میں تیس ۳۰ احادیث ہم تک پہنچی ہیں جن میں آپ نے فرمایا اس آیت کا مصداق سادات ہیں آل رسولؐ ہیں۔ آیت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سورۂ فاطر آیت ۳۲

"پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان بندوں کو بنایا ہے جنھیں ہم نے مصطفیٰ کیا ہے ان میں سے بعض ظالم النفسہ ہیں، بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے یہ لوگ جنت عدن میں جائیں گے۔ الاخر۔

امام نے فرمایا ظالم النفسہ (یعنی اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہونگے) سے مراد گنہ گار ہیں، میانہ رو سے مراد متقی ہیں اور سابقٌ بالخیرات سے مراد آئمہ معصومین ہیں۔

یہ سب اولاد رسولؐ اور سادات ہیں۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا:-

"جس نے قیامت تک میری اولاد کے کسی فرد سیّد کے ہاتھ کو بوسہ دیا گویا اُس نے میرے ہاتھ پر بوسا دیا"۔

حضرت علیؑ اور اُمّ البنین کا شجرہ:

حضرت ابراہیمؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ قیدار۔ نبت۔ سلامان۔ ہمیسع۔

الیسع۔ عود۔ عدنان معد۔ نزار۔ مضر

۱۔ الیاس
۲۔ مدرکہ
۳۔ خزیمہ
۴۔ کنانہ
۵۔ نضر
۶۔ مالک
۷۔ فہر
۸۔ غالب
۹۔ لوی
۱۰۔ کعب
۱۱۔ عدی
۱۲۔ مرّہ
۱۳۔ کلاب
۱۴۔ قصیٰ
۱۵۔ عبدمناف
۱۶۔ ہاشم

قیس
غیلان
عکرمہ
منصور
ہوازن
جعفر
زید
صعصعہ
عامر
ربیعہ
عامر
کلاب
عامر
کعب
عامر معروف بہ الوحید
ربیعہ

Presented by www.ziaraat.com

۱۷۔ عبدالمطلب — خالد
۱۸۔ ابوطالب — حزام
۱۹۔ علیؑ — اُم البنینؑ

حضرت عباس علمدار

جناب اُمّ البنین کا باپ کی طرف سے نسب نامہ:

مورخین کا بیان ہے کہ اُم البنین یعنی فاطمہ کلابیہ کا نسب نامہ یوں ہے:۔ فاطمہ بنت حزام ابن خالد ابنِ ربیعہ بن عامر المعروف۔ بالوحید بن کعب ابن عامر بن کلاب بن عامر بن ربیعہ ابن عامر بن صعصعہ بن زید بن بکر بن ہوازن (تحفہ حسینیہ جلد ا صفحہ ۱۷۸۔ مقتل عوالم صفحہ ۹۳ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۸۷۔ عمدۃ المطالب صفحہ ۳۴۴۔ ابصار العین صفحہ ۲۶۔ مطالب السئول صفحہ ۲۱۵۔ ابن ابی الحدید جلد ا۔ صفحہ ۵۰۶ تنقیح المقال طبع ایران ۱۲۶۷ھ)

جناب اُمُ البنینؑ کا ماں کی طرف سے نسب نامہ:

صاحب ''ابصار العین'' لکھتے ہیں کہ اُمّ البنین کی ماں ثمامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک ابن جعفر بن کلاب تھیں۔ اور ثمامہ کی ماں عمرہ بنت طفیل (فارس قرزل) ابن مالک الاخزم بن جعفر ابن کلاب (رئیس الہوازن) تھیں۔ اور عمرہ کی ماں کبشہ بنت عروۃ الرجال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب تھیں۔ اور کبشہ کی ماں اُم الخشف بنتِ فارسِ ہوازن بن عبادہ بن عقیل بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصہ تھیں۔ اور اُم الخشف کی ماں فاطمہ بنت جعفر بن کلاب تھیں اور فاطمہ کی ماں عاتکہ بنت عبدشمس بن عبد

مناف ابن قصی ابن کلاب تھیں۔ اور عاتکہ کی ماں آمنہ بنت وہب بن عُمیر بن نُصیر بن قعین بن حرث بن ثعلبہ بن ذودان بن اسد بن حزیمہ تھیں۔ اور آمنہ کی ماں دختر حجدر بن ضبیعہ الاغر بن قیس بن ثعلبہ بن عکاشہ بن صعصعہ بن زید بن بکر بن وائل بن ربیعہ بن نزار تھیں اور ان کی والدہ دختر مالک بن قیس بن ثعلبہ تھیں۔ اور ان کی ماں دختر ذوالراسین۔ خشین بن ابی عصم ابن شمخ بن فزارہ تھیں اور ان کی ماں دختر عمرو بن حرمہ بن عوف بن سعد بن زیبان بن بغیض بن الریث ابن غطفان تھیں (ناسخ التواریخ جز ۳ صفحہ ۲۰۷۔ طبع ایران) علامہ کنتوری لکھتے ہیں۔

''حضرت اُمّ البنینؑ کا نسب نہایت ہی عمدہ اور آپ نہایت ہی شریف خانوادے سے ایک شریف النفس اور انتہائی پاک و پاکیزہ خاتون تھیں'' (مائتین صفحہ ۴۴۰)

Presented by www.ziaraat.com

باب ۷

اُمُّ البنین اور حضرت علی علیہ السلام

کی شادی

حضرت اُمّ البنینؑ کا خواب:

فاطمہ اُمّ البنین صلواۃ اللہ علیہا کسی دن صبح سویرے اپنی ماں ثُمامہ دختر سہیل کلابی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی میں نے رات خواب میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا ہے۔ والدہ نے کہا تمہارے لیے خیر ہو۔ یہ اچھا خواب ہے۔ فاطمہ نے مزید عرض کی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آسمان سے چاند اور تین ستارے میری گود میں نازل ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا۔ جس سے مجھے خوشی محسوس ہو رہی تھی ایسے میں خواب سے اچانک بیدار ہوئی تو دامن میں کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں غمگین ہوئی۔

میری ماں نے فرمایا چلو میرے ساتھ تاکہ کسی سے اس کی تعبیر دریافت کر لیں۔ اپنے قبیلے کے کسی بزرگ سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے اس نے جواب

تیرے لیے اور بیٹی کے لیے خوشخبری ہے کہ اس لڑکی کا ایک شریف و عظیم ذات سے لد رشتہ ہوگا۔ اس کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہونگے۔ سب سے بڑا بیٹا تیرے قبیلے کے درمیان ایسا نمایاں اور ممتاز ہوگا جیسے کہ ستاروں کے درمیان چمکنے والا قمر ہوتا ہے۔ جب تعبیر کرنے والے سے یہ خوشخبری سنی تو والدہ ثمامہ کلابی نے اپنی بیٹی کو غور سے دیکھا اور فاطمہ کلابیہ نے شرم و حیاء سے سر نیچے جھکا دیا۔ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئیں ب ماں اور بیٹی گھر پہنچے اور ابھی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، کھا تو جناب عقیل ہیں کہ حضرت علیؑ کی طرف سے منگنی کے لیے تشریف لائے ہیں۔

حالانکہ اس وقت بڑے بڑے خاندان اور قبیلے کے سرداروں کے گھروں میں ت عورتیں رشتے کے قابل موجود تھیں۔ جیسے قبیلہ ربیع۔ بنی تمیم بنی غطفان اور بنی ازن وغیرہ۔ اور عقیل خود انساب عرب کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے رشتے کا تاب بنی کلاب سے کیا۔ (حیدر المرجانی)

قد جناب اُمّ البنینؑ:

افسوس کی بات ہے کہ قدیم ترین مورخین نے بہت سے اہم تاریخی واقعات کے اتھ اس عقد کے تذکرہ کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کی ''انفرادی'' نوعیت کا ضا تھا کہ اُس کے حالات نقل کئے جاتے اور یہ بتایا جاتا کہ امیر المومنینؑ نے ایک مخصوص'' فرزند کی تمنا میں جس عقد کا اہتمام کیا تھا اُس کا انداز کیا تھا..... اور اُس عقد کے کیفیات کیا تھے؟۔

بعض فارسی مقاتل نے کسی قدر تفصیل بیان کی ہے۔ صاحبِ بصیرت انسان لات و مقدمات کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جناب امیرؑ نے اس قد کے لیے کیا اہتمام کیا ہوگا اور جناب اُمّ البنینؑ کا اس مقدس گھر میں کیا کردار رہا ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

باب ۷

اُمُّ البنین اور حضرت علی علیہ السلام

کی شادی

حضرت اُمّ البنینؑ کا خواب:

فاطمہ اُمّ البنین صلواۃ اللہ علیہا کسی دن صبح سویرے اپنی ماں ثُمامہ دختر سہیل کلابی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی میں نے رات خواب میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا ہے۔ والدہ نے کہا تمہارے لیے خیر ہو۔ یہ اچھا خواب ہے۔ فاطمہ نے مزید عرض کی۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ آسمان سے چاند اور تین ستارے میری گود میں نازل ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو اپنے سینے سے لگایا۔ جس سے مجھے خوشی محسوس ہو رہی تھی ایسے میں خواب سے اچانک بیدار ہوئی تو دامن میں کوئی چیز نہیں پائی جس سے میں غمگین ہوئی۔

میری ماں نے فرمایا چلو میرے ساتھ تا کہ کسی سے اس کی تعبیر دریافت کرلیں۔ اپنے قبیلے کے کسی بزرگ سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہوسکتی ہے اس نے جواب

تیرے لیے اور بیٹی کے لیے خوشخبری ہے کہ اس لڑکی کا ایک شریف وعظیم ذات سے اور رشتہ ہوگا۔ اس کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہونگے۔ سب سے بڑا بیٹا تیرے قبیلے کے درمیان ایسا نمایاں اور ممتاز ہوگا جیسے کہ ستاروں کے درمیان چمکنے والا قمر ہوتا ہے۔
جب تعبیر کرنے والے سے یہ خوشخبری سنی تو والدہ ثمامہ کلابی نے اپنی بیٹی کو غور سے دیکھا اور فاطمہ کلابیہ نے شرم وحیاء سے سر نیچے جھکا دیا۔ اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئیں جب ماں اور بیٹی گھر پہنچے اور ابھی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی، دیکھا تو جناب عقیل ہیں کہ حضرت علی کی طرف سے منگنی کے لیے تشریف لائے ہیں۔

حالانکہ اس وقت بڑے بڑے خاندان اور قبیلے کے سرداروں کے گھروں میں عورتیں رشتے کے قابل موجود تھیں۔ جیسے قبیلہ ربیع۔ بنی تمیم بنی غطفان اور بنی مازن وغیرہ۔ اور عقیل خود انساب عرب کو اچھی طرح جانتے تھے اس لیے رشتے کا انتخاب بنی کلاب سے کیا۔ (حیدر المرجانی)

عقد جناب اُمّ البنینؑ:

افسوس کی بات ہے کہ قدیم ترین مورخین نے بہت سے اہم تاریخی واقعات کے ساتھ اس عقد کے تذکرہ کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کی ''انفرادی'' نوعیت کا تقاضا تھا کہ اُس کے حالات نقل کیے جاتے اور یہ بتایا جاتا کہ امیر المومنینؑ نے ایک مخصوص ''فرزند کی تمنا میں جس عقد کا اہتمام کیا تھا اُس کا انداز کیا تھا......اور اُس عقد کی کیفیات کیا تھے؟۔

بعض فارسی مقاتل نے کسی قدر تفصیل بیان کی ہے۔ صاحب بصیرت انسان حالات و مقدمات کو پیش نظر رکھنے کے بعد یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ جناب امیرؑ نے اس عقد کے لیے کیا اہتمام کیا ہوگا اور جناب اُم البنینؑ کا اس مقدس گھر میں کیا کردار رہا ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

حالات و کیفیات پر نظر رکھنے والا انسان اس واقعہ کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ''جناب اُمّ البنینؑ نے مولائے کائناتؑ کے بیت الشرف میں قدم رکھتے ہی آستانِ مبارک کو بوسہ دیا اور شہزادوں کی خدمت میں عرض کی ''میں تمھاری ماں بن کر نہیں آئی ہوں بلکہ ایک خادمہ کی حیثیت سے آئی ہوں''۔

اس واقعہ کا عرفانی ثبوت یہ ہے کہ جناب اُمّ البنینؑ مولائے کائنات کے علاوہ صدیقہ طاہرہؑ کی عظمت سے بھی باخبر تھیں۔ اُنھیں یہ معلوم تھا کہ فاطمہ زہراؑ اسی جلیل القدر خاتون کا نام ہے جس کے عقد کا اہتمام خالقِ کائنات نے بالائے عرش کیا تھا اور جس سے شادی کی ہر خواہش کو سرکارِ دو عالمؐ نے رد کرتے ہوئے وحی کا یہ فیصلہ سنایا تھا کہ ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

ایسے مقدس گھرانے میں قدم رکھتے ہوئے حضرت اُمّ البنینؑ کو یہ احساس ہونا ناممکن ہے کہ میں فاطمہ زہراؑ ہی کی طرح علیؑ کی ایک زوجہ ہوں۔ یا مجھے واقعاً مادرِ سبطینؑ کہے جانے کا حق حاصل ہے...... حاشا وکلا۔

جناب اُم البنین کی بلندیِ نفس کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ اُن کے ذہن میں صرف یہی احساس رہا ہوگا کہ اسلام کو ایک مجاہدِ راہِ خدا کی ضرورت ہے اور اس ضرورت نے مجھے اس آستانۂ مقدس تک پہنچا دیا ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں بیتِ زہراؑ؟

حضرت اُمّ البنینؑ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مالکِ کائنات نے شہزادیٔ کونینؑ کو یہ بھی شرف عطا کیا ہے کہ اُن کی موجودگی میں مولائے کائناتؑ نے دوسرا عقد نہیں فرمایا اور یہ شرف تاریخ میں صرف دو ہی خواتین کو عطا ہوا ہے ایک جناب فاطمہؑ اور ایک اُن کی والدۂ گرامی جناب خدیجہؑ۔

...سرورِ کائنات نے جناب خدیجہؑ کی حیات تک کسی خاتون سے عقد نہیں فرمایا۔ اور ...لائے کائنات نے صدیقۂ طاہرہؑ کی زندگی بھر عقدِ ثانی نہیں فرمایا۔ الٰہی مصالح کے ...علاوہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اسلام نے عقدِ ثانی کو ''عدالت'' سے مشروط کیا ...ہے اور یہ قانون بنا دیا ہے کہ جب تک تمام ازدواج میں عدالت و انصاف ممکن نہ ہو ...ایک عقد کے بعد دوسرا عقد کرنا جائز نہیں ہے۔

...عدالت کے حدود کے بارے میں روایات میں جو اشارے ملتے ہیں اُن سے ...معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری سلوک کی برابری تو بہرحال ضروری ہے۔ حتیٰ الامکان یہ سعی ...ہونی چاہیئے کہ قلبی رجحان میں بھی فرق نہ آنے پائے...... یہ بات صرف اُن حدود ...معاف کی جاسکتی ہے جہاں تک اسلام کے احترامِ فضائل و کمالات کے قوانین ...اجازت دیتے ہوں۔ اس کے بعد زوجیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ ...گھر کا سہانا ماحول ''وحشت کدہ'' میں تبدیل ہوجائے گا۔

...کھلی ہوئی بات ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ کسی بھی قیمت پر دیگر ازواج کو جناب خدیجہؑ ...کے برابر نہیں قرار دے سکتے تھے۔ خدیجہ صرف زوجۂ رسولؐ نہیں تھیں کہ انھیں دیگر ...ازواج کے برابر قرار دے دیا جائے۔ اُن کو کچھ الگ امتیازات حاصل تھے۔ اُن کے ...اندر کی ایک انفرادی شان تھی جس کے بعد یہ ناممکن تھا کہ اُن کے ساتھ عام خواتین ...جیسا برتاؤ کیا جائے۔ یہ عدمِ مساوات کا اندیشہ معاذ اللہ نفسِ رسولؐ کی کمزوری کی بناء پر ...نہیں تھا کہ اُس کے مقابلے میں عصمت کو لایا جاسکے۔ اُس کی بنیاد فضائل و کمالات کا ...امتیاز تھا جسے کسی منزل پر نہیں مٹایا جاسکتا تھا۔

...خود سرورِ کائناتؐ نے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ جب حضرت عائشہ نے ...کہا کہ آپ ایک ضعیف عورت کو برابر یاد کئے جارہے ہیں، مالک نے آپ کو اُس سے

Presented by www.ziaraat.com

حالات و کیفیات پر نظر رکھنے والا انسان اس واقعہ کی تصدیق کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ''جناب اُمّ البنینؑ نے مولائے کائناتؑ کے بیت الشرف میں قدم رکھتے ہی آستانِ مبارک کو بوسہ دیا اور شہزادوں کی خدمت میں عرض کی ''میں تمھاری ماں بن کر نہیں آئی ہوں بلکہ ایک خادمہ کی حیثیت سے آئی ہوں''۔

اس واقعہ کا عرفانی ثبوت یہ ہے کہ جناب اُمّ البنینؑ مولائے کائنات کے علاوہ صدیقہ طاہرہ کی عظمت سے بھی باخبر تھیں۔ اُنھیں یہ معلوم تھا کہ فاطمہ زہراؑ اسی جلیل القدر خاتون کا نام ہے جس کے عقد کا اہتمام خالقِ کائنات نے بالائے عرش کیا تھا اور جس سے شادی کی ہر خواہش کو سرکارِ دو عالمؐ نے رد کرتے ہوئے وحی کا یہ فیصلہ سنایا تھا کہ ''اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا۔

ایسے مقدس گھرانے میں قدم رکھتے ہوئے حضرت اُمّ البنینؑ کو یہ احساس ہونا ناممکن ہے کہ میں فاطمہؑ زہرا ہی کی طرح علیؑ کی ایک زوجہ ہوں۔ یا مجھے واقعاً مادرِ سبطینؑ کہے جانے کا حق حاصل ہے... حاشا وکلا۔

جناب اُم البنین کی بلندیِ نفس کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ اُن کے ذہن میں صرف یہی احساس رہا ہوگا کہ اسلام کو ایک مجاہدِ راہِ خدا کی ضرورت ہے اور اس ضرورت نے مجھے اس آستانہ مقدس تک پہنچا دیا ہے۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں بیتِ زہراؑ؟

حضرت اُمّ البنینؑ کو یہ بھی معلوم تھا کہ مالکِ کائنات نے شہزادیٔ کونین کو یہ بھی شرف عطا کیا ہے کہ اُن کی موجودگی میں مولائے کائناتؑ نے دوسرا عقد نہیں فرمایا اور یہ شرف تاریخ میں صرف دو ہی خواتین کو عطا ہوا ہے ایک جناب فاطمہؑ اور ایک اُن کی والدۂ گرامی جناب خدیجہؑ۔

رورِ کائنات نے جناب خدیجہؑ کی حیات تک کسی خاتون سے عقد نہیں فرمایا۔ اور لائے کائنات نے صدیقۂ طاہرہؑ کی زندگی بھر عقدِ ثانی نہیں فرمایا۔ الٰہی مصالح کے وہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسلام نے عقدِ ثانی کو ''عدالت'' سے مشروط کیا ہے اور یہ قانون بنا دیا ہے کہ جب تک تمام ازدواج میں عدالت و انصاف ممکن نہ ہو ک عقد کے بعد دوسرا عقد کرنا جائز نہیں ہے۔

عدالت کے حدود کے بارے میں روایات میں جو اشارے ملتے ہیں اُن سے م ہوتا ہے کہ ظاہری سلوک کی برابری تو بہر حال ضروری ہے۔ حتیٰ الامکان یہ سعی ہونی چاہیئے کہ قلبی رجحان میں بھی فرق نہ آنے پائے...... یہ بات صرف اُن حدود معاف کی جا سکتی ہے جہاں تک اسلام کے احترامِ فضائل و کمالات کے قوانین ت دیتے ہوں۔ اس کے بعد زوجیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ ھر کا سہانا ماحول ''وحشت کدہ'' میں تبدیل ہو جائے گا۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ سرکارِ دو عالمؐ کسی بھی قیمت پر دیگر ازواج کو جناب خدیجہؑ برابر نہیں قرار دے سکتے تھے۔ خدیجہ صرف زوجۂ رسولؐ نہیں تھیں کہ انھیں دیگر واج کے برابر قرار دے دیا جائے۔ اُن کو کچھ الگ امتیازات حاصل تھے۔ اُن کے ذ کی ایک انفرادی شان تھی جس کے بعد یہ ناممکن تھا کہ اُن کے ساتھ عام خواتین سا برتاؤ کیا جائے۔ یہ عدم مساوات کا اندیشہ معاذ اللہ نفسِ رسولؐ کی کمزوری کی بناء پر ں تھا کہ اُس کے مقابلے میں عصمت کو لایا جا سکے۔ اُس کی بنیاد فضائل و کمالات کا د تھا جسے کسی منزل پر نہیں مٹایا جا سکتا تھا۔

خود سرورِ کائناتؐ نے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ جب حضرت عائشہ نے کہ آپ ایک ضعیف عورت کو برابر یاد کئے جا رہے ہیں، مالک نے آپ کو اُس سے

Presented by www.ziaraat.com

بہتر ازواج عطا کردی ہیں...... تو آپ نے غضبناک ہوکر فرمایا۔ خدیجہؑ کے برابر کون ہوسکتا ہے۔ وہ اُس وقت ایمان لائیں جب کوئی ایمان لانے والا نہ تھا......اُنھوں نے اُس وقت میری تصدیق کی اور اپنے اموال سے میری مدد کی جب کوئی سہارا دینے والا نہ تھا......اُن کے ذریعہ مالک نے مجھے اُس وقت صاحبِ اولاد بنایا۔ جب لوگ ابتر کے طعنے دے رہے تھے، کسی اور خاتون کو یہ شرف حاصل نہیں ہے''۔

خدیجہ بنیادِ کوثر ہیں۔ خدیجہؑ جوابِ طعنۂ ابتر ہیں......خدیجہؑ کے ازدواج میں کسی مصلحت و سیاست کا امکان نہیں ہے۔ خدیجہؑ کی زندگی پر کسی حرص و طمع کا الزام نہیں ہے......خدیجہؑ نے سماجی بندھنوں کو توڑ کر عقد کیا ہے......خدیجہؑ نے رسم و رواج پر ضربِ کاری لگا کر پیغمبری مشن کو تقویت پہنچائی ہے، خدیجہؑ نے دولت کو فضائل کا احترام سکھایا ہے۔ خدیجہؑ نے مال و علم کی قدر و قیمت کو واضح کیا ہے۔

خدیجہؑ کے علاوہ کسی خاتون کے عقد کو یہ امتیازات حاصل نہیں ہیں۔ قدرت نے بھی نہیں چاہا کہ خدیجہؑ کی انفرادی شخصیت پر حرف آنے پائے اس لیے اُس وقت تک اپنے حبیب کو دوسرے عقد کی اجازت نہیں دی جب تک خدیجہؑ کو اس دنیا سے اُٹھا نہیں لیا۔

جناب فاطمہ زہراؑ کے عقد کی مصلحت اور بھی زیادہ واضح ہے کہ جب قدرت خدیجہؑ جیسی غیر معصومہ ہستی کی صحبت میں دوسری خاتون کو شریک نہیں بنا سکتی اور اُس کے مراتب و مناقب کا اس انداز سے تحفظ کرنا چاہتی ہے تو فاطمہؑ تو بہر حال معصومہ ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں کسی دوسری خاتون کے آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔

یہ کائنات کا اول و آخر عقد ہے جو اس نوعیت سے واقع ہوا ہے......ورنہ ہر عقد میں ایک ہی فریق معصوم ہوا ہے اور دوسرے فریق کو درجۂ عصمت حاصل نہیں رہا ہے۔ یہ صرف عقدِ زہراؑ و علیؑ کا امتیاز ہے کہ شوہر بھی معصوم ہے اور زوجہ بھی معصومہ۔

اور شائد یہی وجہ ہے کہ کائنات کا ہر عقد روئے زمین پر ہوا ہے لیکن عقدِ زہراؑ عرشِ اعظم پر کیا گیا ہے......کہ غیر معصوم کا عقد زمین پر ہوگا تو جب طرفین معصوم ہوں گے تو عقد کا اہتمام بھی مالکِ کائنات کی طرف سے کیا جائے گا۔

ایسے حالات کو پیشِ نظر رکھنے کے بعد جناب اُم البنینؑ کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے کو ''زوجیت'' کے اعتبار سے جناب فاطمہؑ کے برابر سمجھتی ہوں......اور زہراؑ مرضیہ کے بیت الشرف کو اپنا ''خانۂ زوجیت'' تصور کرتی ہوں...... یا اُن کے شہزادوں کے لیے اپنے کو ماں کا درجہ دیتی ہوں۔

اُمّ البنینؑ عرفانِ کامل کی منزل پر فائز تھیں۔ اُن سے عقد ایک اہم مصلحت کے تحت ہوا تھا۔ اُن کے بارے میں اعزاز و احترامِ بیت رسالت کا جو تصور بھی قائم کیا جائے وہ کم ہے۔ تاریخ کے واقعات ان واقعات کی شہادت دیں یا خاموش رہ جائیں۔ حقیقت خود اپنی ایک زبان رکھتی ہے۔ (قمر بنی ہاشم از علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی)

حضرت علیؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ کی شادی

مرزا دبیرؔ کے الہامی کلام میں:

مرزا دبیرؔ کی زندگی کا آخری مرثیہ ہے:-

انجیلِ مسیحِ لب شبیرؑ ہیں عباسؑ

یہ مرثیہ ابھی ۸۱ بند تک پہنچا تھا کہ مرزا دبیرؔ کا انتقال ہوگیا۔ مرثیے کے ابتدائی ۲۴ بند حضرت عباسؑ کے مناقب و فضائل میں ہیں پچیسویں بند سے مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے حضرت اُمّ البنین کے عقد کی روایت نظم کی ہے۔ تیس بند شادی کی تفصیلات و منظر نگاری کو بیان کرتے ہیں۔ مرزا دبیرؔ نے اس عقد کی تاریخ ۱۷ رجب لکھی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(۱)

القصہ عزیزوں میں ہوا شوق یہ سب کو
شادی ہو شبِ ہفتدہم ماہ رجب کو
پیغام تقرر کا گیا شاہ عرب کو
زوجہ نے کیا یاں طلب اُس خیر طلب کو
پوچھا مرا داماد پیمبرؐ کا وصی ہے
یہ بولا کہ ہاں نام خدا نام علیؑ ہے

(۲)

اورنگ نشین. ہل اتیٰ اور خواجۂ قنبر
معراج گزین فلک دوش پیمبرؐ
سب اُن کے ہیں محکوم چہ خاقان چہ قیصر
سب زیر نگیں ہیں چہ سلیمان چہ سکندر
ہے یہ برکت نامِ مبارک میں اُسی کے
گرتے ہوئے تھم جاتے ہیں کہنے سے علیؑ کے

(۳)

بولی وہ عفیفہ میں ہوئی شاد خوشا حال
اے شکر یہ شادی ہے خداداد خوشا حال
کی فاطمہؑ کی روح نے امداد خوشا حال
دامادِ خدیجہ میرا داماد خوشا حال
دھیان اُن کو ہے لونڈی کی غریبی کا جناں میں
لونڈی یہی تو دم بھرتی ہے بی بی کا جہاں میں

(۴)

تھی دختر پاک اُس کی مسمےٰ بحمیدہ
بسم اللہ مجموعۂ اوصاف حمیدہ
تقویٰ و طہارت کے جریدے میں جریدہ
دل روزِ ازل سے تھا مگر درد رسیدہ
سقائے سکینہؑ کی وہ مظلومہ جو ماں تھی
اک نہر فرات آنکھوں سے ہر وقت رواں تھی

(۵)

ہاجر ادب و سارا نسب آمنۂ ایمان
حور ارم و زہد و ورع مریم دوران
پوشاک بدن پردۂ ستاری یزدان
دامان تھا سجادۂ بلقیس سلیمان
رُخ اپنے ہی پرتو کا جو برقع میں نہاں تھا
خورشید صفت کنبہ میں مخفی وعیاں تھا

(۶)

حجرے میں حمیدہ کے جو ماں اُس کی در آئی
فانوس میں اک شمع درخشاں نظر آئی
لینے کو بلائیں جو وہ نزدیک تر آئی
چپکے سے کہا لے مری امید بر آئی
اب فخر عرب قوم ہماری ہوئی بیٹا
نسبت شہِ مرداں سے تمہاری ہوئی بیٹا

Presented by www.ziaraat.com

﴿۷﴾

ناگاہ وہ شام آئی کہ جو صبح سے لے باج
غازہ رخ عیدین کا نوروز کی سرتاج
حُسنِ شبِ قدر و شبِ بدر و شبِ معراج
تھی رات بھی نازاں کہ علیؑ کی ہے برات آج
کثرت وہ ستاروں کی شب جلوہ فگن پر
مشاطوں کا جھرمٹ تھا شب عقد دولہن پر

﴿۸﴾

سج دھج تھی عروس شب شادی کی نرالی
پھولی شفق شام کے لالے کی جو لالی
ہلکی سی لبِ بام فلک اُس نے جمالی
پازیب بھی اور کان کے بندے بھی ہلالی
موباف زری نظم کیا کاہ کشاں کو
مضمون بھی چوٹی کا ملا اہلِ زباں کو

﴿۹﴾

ایوان مبارک سے برآمد ہوئے حیدرؑ
جس طرح محل سے شب معراج پیمبرؐ
عرشی فلکی فوج پہ فوج آئی زمیں پر
ملبوس بدن عطر سے جنت کے معطر
تھا ساتھ ہر اک وقت خدا اپنے ولی کے
آتی تھی ندا ہم بھی براتی ہیں علیؑ کے

﴿۱۰﴾

دارم کے قبائل میں گیا نور کا آیا
اس قبلہ کے لینے کو قبیلہ وہ سب آیا
ایک ایک نے آنکھوں کو سر راہ بچھایا
یوں دوڑ کے قدموں پہ گرے جیسے کہ سایا
جتنے تھے براتی وہ رہے راہ گذر میں
تنہا یہ درِ علم گیا بیاہ کے گھر میں

﴿۱۱﴾

حجلے میں حضور آئے کہ داخل ہوئی رحمت
پردے میں دلہن دولہا پہ نازل ہوئی رحمت
سب ہٹ گئے رحمت کے مقابل ہوئی رحمت
ہرحال حمیدہ کے یہ شامل ہوئی رحمت
حجلے میں عجب نور کی کشتی نظر آئی
آراستہ پوشاکِ بہشتی نظر آئی

﴿۱۲﴾

وہ تافتہ و سندس و استبرق جنت
تھا بافتۂ رشتۂ نور ید قدرت
سنجاف کی جا گردِ رقم آیۂ رحمت
دیکھا جو حمیدہ نے سراپا ہوئی حیرت
فرمان خدا سے یہ منادی نے ندا کی
لے زوجۂ حیدر یہ عنایت ہے خدا کی

Presented by www.ziaraat.com

﴿۱۳﴾

لکھتا ہوں میں ایجاب و قبول طرفین اب
رو رو کے ہوئے نعرۂ زناں اسدِ رب
واللہ کہ اس عقد میں عمدہ ہے یہ مطلب
ہو دفترِ افواجِ خدا جلد مرتب
شبیرؑ ہے عباسؑ خوش اطوار نہیں ہے
سردار ہے دنیا میں علمدار نہیں ہے

﴿۱۴﴾

اک دن میرے شبیرؑ سے پھر جائیں گے سب ہائے
دوپہر میں لٹ جائے گا گھر ہائے غضب ہائے
زینبؑ پہ رہے گا چھ مہینے یہ تعب ہائے
دربار میں دن گذرے گا زندان میں شب ہائے
ہم ماتمِ شبیرؑ پہ امداد کریں گے
زہراؑ بھی اسی غم میں موئیں ہم بھی مریں گے

﴿۱۵﴾

اس عقد میں یہ عہد یہ پیماں ہیں ہمارے
بخشے گا تجھے ربّ عُلا چار ستارے
یہ ہوئیں گے پیارے کہ بنی فاطمہ پیارے
یہ فرش کے تارے ہیں وہ ہیں عرش کے تارے
چاہے گی زیادہ کسے بیٹوں میں علیؑ کے
عباسؑ کو اپنے کہ نواسوں کو نبیؐ کے

﴿۱۶﴾

اُجڑا میرا گھر مر گئیں خاتونِ خوش اطوار
دو بیٹیاں بن ماں کی ہیں دو بیٹے دل فگار
ہوگا میرا شبیرؑ مصیبت میں گرفتار
یثرب میں نہ کعبہ میں اماں دیں گے جفاکار
پر ماریہ کی صبح غضب شام غضب ہے
عاشور کی ظہرین کا انجام غضب ہے

﴿۱۷﴾

اُس روز میرے کہنے کا دھیان کرے گی
پوتوں کے تو سہرے کا نہ ارمان کرے گی
مجھ پر میرے اللہ پر احسان کرے گی
فرزندوں کو شبیرؑ پہ قربان کرے گی
پہلے تیرے بیٹوں پہ رواں تیغِ ستم ہو
پھر بوسہ گہہ احمدِ مختار قلم ہو

﴿۱۸﴾

یہ سنتے ہی حجلہ میں ہوا شیون و ماتم
وہ بیاہ کا گھر تعزیہ خانوں سے نہ تھا کم
گھونگھٹ میں حمیدہ کو ہوا سکتے کا عالم
گوندھا ہوا سر کھول کے زانو پہ کیا خم
ایمان پکارا یہ نہیں وقت حیا کا
اقرار کرو شاہ شہیداں کی ولا کا

Presented by www.ziaraat.com

۱۹

چلائی حضور آپ جو فرمائیں میں راضی
بیٹے میرے شبیرؑ کے کام آئیں میں راضی
بابا سے میرے آپ یہ لکھوائیں میں راضی
سب کنبے کی مہریں ابھی ہوجائیں میں راضی
طاعت نہ کروں میں جو حسینؑ ابنِ علیؑ کی
لونڈی نہ خدا کی نہ تمھاری نہ نبیؐ کی

۲۰

حضرت نے کہا اجر و جزا دے تجھے غفار
بی بی ترے ممنون ہوئے احمدِ مختار
شبیرؑ پہ تھے فاطمہ زہراؑ کے یوں ہی پیار
حاجت نہیں لکھنے کی تو ہے صادق الاقرار
جنت سے پیمبرؐ کی ندا آئی میں شاہد
اور عرش سے آواز خدا آئی میں شاہد

۲۱

لکھتا ہوں باب آیات اور اخبار سے یہ عقد
باندھا گیا اس رشتۂ اقرار سے یہ عقد
خالق نے پڑھا عرش پہ کس پیار سے یہ عقد
قدسی پہ کُھلا عالم اسرار سے یہ عقد
کونین میں دولت تھی جو تسلیم و رضا کی
اسباب جہیزیؑ میں انہیں حق نے عطا کی

۲۲

انجم کی چراغاں ابھی باقی تھی جہاں میں
جو نوبتِ رخصت کا ہوا شور مکاں میں
بے رنگ ہوا حجلہ چمن جیسے خزاں میں
ماں باپ دولہن کے ہوئے مشغول فغاں میں
باہر سے محافہ جو گیا بیاہ کے گھر میں
سیاروں نے پھر گشت نہ کی راہ گذر میں

۲۳

نازل جو محافہ میں ہوئی آیت رحمت
پھر بخت کنیزوں کے کُھلے رحل کی صورت
ہاتھ آئی محافہ کے اُٹھانے کی جو دولت
کاندھوں پہ فرشتوں کے ملا پایۂ رفعت
رتبے میں ملائک کے مقابل تھیں کنیزیں
بالائے زمیں عرش کی حامل تھیں کنیزیں

۲۴

القصہ بدلتی ہوئیں کاندھا دم رفتار
پہنچیں عقبِ در جو کنیزانِ خوش اطوار
چلائی محلدار خبردار خبردار
پردہ میں اُٹھاتی ہوں اُدھر کون ہے ہشیار
باہر سے ندا دی ملک و حور نے ہم ہیں
سب حلقہ بگوشاں شہنشاہ امم ہیں

Presented by www.ziaraat.com

﴿۲۵﴾

ہم تابع فرمانِ علیؑ ہیں دل و جاں سے
آئے ہیں محافے کو اُٹھانے کو جناں سے
یہ کہہ کے پڑھا سورۂ اخلاص زباں سے
کاندھے پہ محافے کو لیا شوکت و شاں سے
اندھیر تھا مشعل کا دھواں چشمِ ملک میں
روشن تھے چراغ آنکھوں کے فانوسِ پلک میں

﴿۲۶﴾

تھی شب کو محافے میں وہ بلقیس زمانی
یا سورۂ والیل میں خورشید معانی
یاں خواہش تقدیر پہ دل ہوتا ہے پانی
آئی تھی جو یثرب میں بہترؑ کی سنانی
دروازے پہ نعلین بھی چادر بھی پڑی تھی
انبوہ میں سر ننگے یہی بی بی کھڑی تھی

﴿۲۷﴾

القصہ کنیزوں نے حمیدہ کی سواری
بیت الشرف شاہ ولایت میں اُتاری
ویران محل دیکھ کے رقت ہوئی طاری
زینبؑ کو کلیجے سے لگایا کئی باری
کیا دونوں کی آداب شناسی کا بیاں ہو
یہ کہتی تھیں لونڈی ہوں وہ فرماتی تھیں ماں ہو

﴿۲۸﴾

ناگاہ ہوا خانۂ خورشید ضو افگن
لوح فلک سبز پہ لکھا خط روشن
کیا دیکھتے ہیں شاہ نجف نایب ذوالمنن
بازوئے حمیدہ پہ ہے اک لوح مزیّن
نقش اُس پہ ہے باریک مگر خط سے جلی ہے
یہ دستخطِ خاص قدیر ازلی ہے

﴿۲۹﴾

پوچھا جو علیؑ نے تو یہ بولی وہ خوش ایماں
اے نقطۂ بائے سر بسم اللہ قرآں
پیدا ہوئی جس شب یہ کنیز شہ مرداں
اماں کو ندا آئی کہ ہشیار و نگہباں
ایں بدر شبستانِ شہِ بدر و حنین است
ایں مادرِ عباسؑ علمدار حسینؑ است

﴿۳۰﴾

فرمایا علیؑ نے کہ ہماری تھی وہ آواز
کی عرض سنا آج یہ اے قبلۂ اعجاز
خالق نے کیا عہد ولادت سے سرافراز
بالیں کے تلے مل گئی یہ لوح خدا ساز
اللہ کرے لوح جبیں پر یہ لکھا ہو
شبیرؑ پہ لونڈی مع اولاد فدا ہو

...... (مرزا دبیر)

Presented by www.ziaraat.com

مرزا دبیر کہتے ہیں:-

حضرت اُمّ البنینؑ کے والدگرامی حزام کلابی کے یہاں جب حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچا، حضرت اُمّ البنین کی والدہ ثمامہ کلابیہ نے خوشی کے عالم میں اپنے شوہر سے پوچھا کیا رسول اللہؐ کا داماد اور وصی میرا داماد بنے گا۔

حزام نے کہا:- مبارک ہو، ہاں علیؑ اب ہمارے داماد ہوں گے۔

وہ علیؑ جو شاہِ ہل اتیٰ ہیں، خواجہ قنبر ہیں، دوشِ پیمبرؐ پہ جن کو معراج ہوئی ہے، دنیا کے عظیم شہنشاہ سلیمان، سکندر، خاقان و قیصر اُن کے محکوم ہیں۔

نام علیؑ میں ایسی برکت ہے کہ گرتے ہوئے انسان بھی سنبھل جاتے ہیں۔

۱۷ رجب عقد اُمّ البنین کی تاریخ طے پائی۔

ثمامہ کلابیہ نے عالم مسرت میں کہا:-

میری بیٹی ایک عظیم گھرانے میں بیاہ کر جائے گی یہ حضرت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی امداد ہے۔

حضرت بی بی خدیجہؑ کا داماد میرا داماد ہوگا۔ جناب سیدۃ النساء نے جنت میں مجھے اور میرے گھر کو یاد رکھا۔ اِسی لیے میں شہزادی کی مودّت کا دم بھرتی ہوں۔

حضرت اُمّ البنینؑ کا نام حمیدہ تھا۔ وہ مجموعۂ اوصافِ حمیدہ تھیں۔ تقویٰ و طہارت میں انتخاب تھیں۔ مگر دل میں درد بھرا ہوا تھا۔ اللہ نے اُن کو ہاجرہ بی بی جیسا دل عطا کیا تھا جس میں صبر ہی صبر تھا۔ اُن کا نسب بی بی سارہ کے نسب کی طرح پاکیزہ تھا۔ دل میں جناب آمنہ کے ایمان کی طرح ایمان کا چراغ روشن تھا۔ زُہد و خوفِ الٰہی حضرت مریم کی طرح تھا۔ سر کی چادر کا آنچل ایسا تھا کہ جناب بلقیس کے سجدے کا سجادہ تھا۔

جناب اُمّ البنین پردے کی پابند تھیں گھر کے افراد کے علاوہ کسی نے انھیں بغیر برقع

دیکھے کے نہیں دیکھا تھا۔

مولائے کائنات کا رشتہ کیا آیا ثمامہ کلابیہ مادرِ اُمّ البنینؑ پھولے نہیں سما رہی تھیں، حضرت اُمّ البنینؑ کے حجرے میں آ کر بیٹی کی بلائیں لے کر چپکے سے کہا بیٹی تیری نسبت فاتح خیبر سے ہوگئی آج ہماری قوم ہمارا قبیلہ فخر عرب ہوگیا، ملکِ عرب میں ہم عزت دارین پا گئے۔

عقد کی شام آئی

وہ شام کہ جو دو عیدوں کی سُرخی لیے ہوئے آئی، وہ شام جس نے صبح سے خراج وصول کیا، وہ شام جس میں شبِ قدر کا جلوہ تھا، چودھویں کے چاند والی رات کا پرتو تھا، شبِ معراج کا حسن تھا۔ علیؑ کی برات چلی شام سے رات ہوگئی۔

اُمّ البنینؑ کے گھر پر مہمانوں کا ہجوم ستاروں کا جھرمٹ معلوم ہوتا تھا، دولھن کو سجانے کے لیے سہیلیوں نے دولھن کو اپنے حلقے میں لے لیا تھا۔

شادی کی شب کی رنگا رنگی نرالی تھی آسمان نے شفق کا سرخ جوڑا پہنا، اور مہِ نو آسمان کے کانوں کا گوشوارہ اور پاؤں کی پازیب بنا ہوا تھا، اور کہکشاں یوں معلوم ہو رہی تھی کہ جیسے آسمانوں کے بالوں کی چوٹی گندھی ہو۔

حضرت علیؑ دولت کدے سے برآمد ہوئے اور اس شان سے برآمد ہوئے جیسے شبِ معراج اپنے گھر سے پیغمبرؐ برآمد ہوئے تھے اور عرش کی تمام مخلوقات جنت کے عطر کپڑوں میں لگا کر زمین کی طرف اترنے لگے اور اللہ بھی یہ کہتا ہوا اپنے ولی کے ساتھ تھا کہ ہم بھی علیؑ کے براتی ہیں۔

وہ علیؑ جو اللہ کے نور کی آیت ہے قبیلۂ بنی دارم کی طرف برات لے کر گئے جیسے ہی، برات کو دیکھا قبیلۂ بنی دارم نے آنکھیں فرشِ راہ کیں اور اس طرح قدم بوسی کی جیسے

Presented by www.ziaraat.com

سایہ قدموں سے جڑا رہتا ہے۔تمام براتی رُکے اور علیؑ جو بابِ شہرِ علم ہیں وہ جناب اُمّ البنین کے گھر میں تنہا داخل ہوئے۔

حضرت علیؑ شادی کے گھر میں رحمت کی طرح داخل ہوئے اور دولہا دلہن رحمتوں کے سائے میں آ گئے چاروں طرف رحمت ہی رحمت تھی اور حجلۂ عروسی میں چاروں طرف نور برستا دکھائی دیا حضرت علیؑ کا لباس جنت کے دھاگوں سے بنا ہوا تھا۔تافتہ سندس اور استبرق کے کپڑوں کا لباس حضرت علیؑ کے زیب بدن تھا اور اس لباس کا ہر تار دستِ قدرت نے بُنا تھا اور کپڑوں پر آیاتِ قرآنی کی بیلیں تھیں یہ لباس دیکھ کر حضرت حمیدہ خاتون کو حیرت ہوئی اور اسی عالم حیرت میں صدائے قدرت آئی کہ اے علیؑ کی زوجہ یہ تم پر خدا کی عنایت وکرم ہے۔

دونوں طرف سے ایجاب وقبول ہوا اور علیؑ نے اس عقد کا سبب بیان کیا اور یہ سبب بیان کرتے ہوئے علیؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے علیؑ نے کہا کہ اس عقد کا سبب یہ ہے کہ اللہ کی فوج مکمل ہو جائے کیونکہ اللہ کی فوج کا سردار حسینؑ کی شکل میں تو موجود ہے لیکن عباسؑ جیسا علمدار نہیں ہے۔ایک دن وہ آئے گا کہ میرے حسینؑ سے زمانہ برگشتہ ہو جائے گا،ایک دن میں سارا گھر لٹ جائے گا اور میری بیٹی زینبؑ چھ مہینے مصائب و آلام میں اس طرح دن گذارے گی کہ کبھی ظالم کے دربار میں جانا ہوگا کبھی زندان کو بسانا ہوگا۔

حضرت علیؑ جنابِ حمیدہ سے فرما رہے ہیں کہ تمھیں اللہ چار بیٹے عطا کرے گا، فاطمہ کے بیٹے عرش کے تارے ہیں اور تمھارے بیٹے فرش کے تارے یہ بتاؤ کہ تم نبیؐ کے نواسوں کو زیادہ چاہو گی یا اپنے بیٹے عباسؑ کو زیادہ چاہو گی۔

فاطمہ زہرؑا کی شہادت کیا ہوئی میرا گھر ہی اجڑ گیا میرے گھر میں دو بیٹے حسنؑ اور

حسینؑ اور دو بیٹیاں زینبؑ واُمّ کلثوم بن ماں کے بچے ہیں۔

میرا حسینؑ بلا اور مصیبت میں گرفتار ہوگا،اس کو لوگ نہ تو کعبے میں رہنے دیں گے نہ مدینے میں چین لینے دیں گے کربلا میں عاشور کی ظہر کو میرے حسینؑ پر قیامت گذر جائے گی۔

اے حمیدہ!اس دن تم مجھ پر یہ احسان کرنا کہ اپنے پوتوں کی خوشیوں کو فراموش کر کے میرے حسینؑ پر اپنے بیٹوں کو قربان کر دینا اور یہ اہتمام رہے کہ پہلے تمھارے بیٹوں کے سر جدا ہوں بعد میں حسینؑ کا سر تن سے جدا ہو۔

علیؑ کے ان جملوں سے دلہن کے حجرے میں شیون و ماتم شروع ہو گیا اور وہ شادی کا گھر تعزیہ خانہ بن گیا، جنابِ حمیدہ کو یہ سن کر سکتہ ہو گیا اور پھر سر کے بال کھول کے سر کو جھکا لیا اور کہا اے میرے والی جو بھی آپ فرمائیں میں اس پر راضی ہوں، میرے بیٹے حسینؑ پر سے قربان، میں کیا میرے بابا اور میرے تمام گھر والے راضی ہیں اور خادمہ کا کام ہی ہے کہ مالک کے ہر حکم کو بجا لائے۔آپ میرے مالک ہیں اور میں آپ کی اور آپ کے بچوں کی خادمہ ہوں۔

مولا علیؑ نے جنابِ حمیدہ کو دعائیں دیں کہ اس قربانی کا اجر تمھیں خدا دے گا اور اے حمیدہ جنت میں رسولؐ اللہ تمھارے شکر گذار ہیں اور فاطمہ زہراؑ بھی اسی طرح حسینؑ کو ہر شے سے عزیز سمجھتی تھیں، مجھے معلوم ہے کہ جو وعدہ تم نے کیا ہے اس کو پورا کرو گی علیؑ کی اس بات پر جنت سے رسولؐ اللہ کی آواز آئی کہ اے علیؑ میں اُمّ البنین کے وعدے کا گواہ ہوں اور عرش سے اللہ نے کہا میں بھی اس عہد کا شاہد ہوں۔

اللہ نے عرش سے علیؑ واُمّ البنین کا عقد پڑھا، تمام قدسی اس عقد میں موجود تھے اور معبود نے زمین وآسمان کی دولت۔اُمّ البنینؑ کو جہیز میں عطا کر دی۔

Presented by www.ziaraat.com

ابھی شب تمام نہیں ہوئی تھی کہ جناب حمیدہ کی رخصت کا وقت آ گیا اور وہی حجلہ جو ابھی بقعۂ نور بنا ہوا تھا خزاں رسیدہ چمن کی طرح ہو گیا اور دلہن کے ماں باپ بیٹی کی جدائی پر رونے لگے۔ دلہن کو لینے کے لیے پالکی گھر میں بھیجی گئی، اس محافے میں دلہن آیتِ رحمت کی طرح نازل ہوئی، جس طرح قرآن کے لیے رحل کھلتی ہے اسی طرح کنیزوں کی قسمت بھی کھلی، اور کنیزوں نے دلہن کی پالکی کو کاندھے پر اٹھایا تو اس وقت فرشتوں کے مرتبے کنیزوں کو حاصل ہوئے اس لیے کہ یہ پالکی نہیں تھی گویا فرش پر کنیزوں نے عرش کو اٹھایا ہوا تھا۔

غرض کہ کاندھا بدلتے ہوئے کنیزیں دلہن کے محافے کو در تک لائیں ایک مرتبہ ایک کنیز پکاری کہ دوسری طرف کون ہے ہٹ جائے اس لیے کہ دلہن کے محافے کا پردہ ہٹایا جا رہا ہے تا کہ دولہن سوار ہو تو دوسری طرف سے آواز آئی کہ ہم جنت کے ملائکہ اور حوریں ہیں اور ہم سب علیؑ کے حلقہ بگوشوں میں ہیں۔ ہم علیؑ کے حکم کے غلام ہیں اور ہم جنت سے اس پالکی کے اٹھانے کو آئے ہیں اور سورۂ قل ھو اللہ پڑھ کے حوروں نے اور ملائکہ نے پالکی کو کاندھے پر اٹھا لیا راستے میں مشعل کی نہیں بلکہ حور و ملائکہ کی آنکھوں کی روشنی تھی۔

جناب حمیدہ محافے میں رات کو حضرت بلقیس کی صورت جلوہ گر تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے قرآن کے سورۂ واللیل میں آفتاب چمک رہا ہو۔ ایک یہ وقت تھا اور ایک وہ وقت کہ جب مدینے میں حسینؑ بن علیؑ کے قتل کی خبر پہنچی تو یہی بی بی یعنی جناب حمیدہ بغیر نعلین اور چادر کے دوڑتی ہوئی اس مجمع میں پہنچیں۔ جہاں حسینؑ ابنِ علیؑ کے قتل کی خبر سنائی جا رہی تھی۔

الغرض کنیزوں نے جنابِ حمیدہ کی سواری کو علیؑ شاہِ ولایت کے دولت کدے میں

اتارا۔ بی بی حمیدہ نے گھر کی ویرانی دیکھی بڑھ کے جناب زینبؑ کو کلیجے سے لگایا۔ اور اِس وقت جنابِ زینبؑ اور جناب حمیدہ کی گفتگو کیا بیان کی جائے کہ جناب حمیدہ اپنے کو جناب زینبؑ کی کنیز کہتی تھیں اور جناب زینبؑ جنابِ حمیدہ کو ماں کہتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت علیؑ کی نظر جنابِ حمیدہ کے بازو پر پڑی تو دیکھا ایک نورانی لوح جنابِ حمیدہ کے بازو پر بندھی ہے اور اس پر باریک اور واضح نقش سے قدرت کے دستخط تحریر تھے۔ حضرت علیؑ نے جناب حمیدہ سے پوچھا تمھیں معلوم ہے یہ کیا ہے۔ جناب حمیدہ نے فرمایا کہ مولا جس شب یہ آپ کی کنیز پیدا ہوئی اسی شب میری ماں کو یہ آواز آئی کہ ہاں خبردار ہو جاؤ کہ تمھاری یہ بیٹی علیؑ کے گھر کا چاند بنے گی یہ بیٹی حسینؑ کے علمدار کی ماں بنے گی۔

تو حضرت علیؑ نے کہا کہ وہ ہماری آواز تھی۔ جناب حمیدہ نے خوش ہو کے کہا کہ یہ راز آج مجھ پر کُھلا کہ وہ آپ کی آواز تھی۔ اللہ نے ولادت کے وقت ہی ایک وعدے سے ممتاز فرمایا اور یہ لوح میرے سرہانے سے دستیاب ہوئی۔ اور اب میری یہ دعا ہے کہ میری پیشانی پر یہ تحریر بھی لکھی ہو کہ یہ کنیز حسینؑ ابنِ علیؑ پر اپنی اولاد کے ساتھ قربان ہو جائے۔

بنتِ رسولؐ کے بعد، حضرت علیؑ کے عقد:

اُمامہ کے بعد خولہ بنتِ جعفر پھر اسما بنتِ عمیس اور ایک روایت کے مطابق اُمّ حبیب بنتِ عباد بن ربیعہ بن یحییٰ بن علقمہ تغلبیہ سے جنگ یمامہ یا عین التمر کے بعد عقد ہوا، یہ بی بی عمیر اطرف اور رقیہ بنتِ علیؑ کی والدہ ہیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ سے حضرت علیؑ کا پانچواں یا چھٹا عقد تھا۔

عقیل ابن ابی طالبؑ سے حضرت علیؑ کی فرمائش:

حضرت علی علیہ السلام نے عقیل سے فرمایا اِخْتَرْ لِیْ اِمْرَاَۃً مِنْ ذَوِی الْبُیُوْتِ

Presented by www.ziaraat.com

وَالشُّجَاعَةِ لَا تَزَوَّجْهَا لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّرْزُقَنِی مِنْهَا وَلَدًا

میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کرو جو اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو۔ اور اس گھرانے کے افراد شجاعت اور دلیری میں انتخاب ہوں۔ میں ایسے خاندان کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ اس سے مجھے ایک شجاع فرزند عطا کرے۔

اس میں شک نہیں کہ جناب عقیلؑ اس زمانے میں انساب عرب کے عالم تھے اور حالات سے باخبر تھے۔ رشتہ کی تلاش کے لیے جناب عقیلؑ جیسی شخصیت کا انتخاب دو طرح کی حکمت عملی پر مبنی تھا۔

۱۔ جناب اُمّ البنین کی فضیلت کا اظہار ہو۔

۲۔ لوگوں کو یہ بات بتانے کے لیے کہ رشتہ کا انتخاب صالحہ عورت اور صالح مرد ہونا چاہیئے۔

تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے جانتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دُعا اور تمنا سے حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے (قرآن مجید سورۂ مریم والنفس المہموم صفحہ ۲۳ طبع نجف اشرف وتوضیح المقاصد بہائی صفحہ ا طبع بمبئی ۱۳۵۱ھ) اور حضرت فاطمہ بنت اسد کی دعا اور تمنا سے حضرت علیؑ متولد ہوئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ا طبع بمبئی) اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کی دعا اور تمنا سے علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔

حضرت علیؑ اور جناب عقیلؑ میں گفتگو:

یہ ظاہر ہے کہ فرزند رسول الثقلین امام حسینؑ پر حتمی واقع ہونے والے حادثہ کربلا سے حضرت علی علیہ السلام بخوبی واقف تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اس نازک دور میں میرا وجود نہ رہے گا کہ میں اپنے نور نظر کی امداد کرسکوں۔ آپ کو اس موقع پر نہ ہونے کا

افسوس اور اپنے فرزند کی مصیبت میں ظاہراً بھی شریک نہ ہونے کا رنج تھا۔ متفکر تھے ہی کہ دل کی گہرائی میں اِک جوش تمنا پیدا ہوا۔ منہ سے نکلا۔ اے کاش! میری کوئی ایسی اولاد ہوتی جو حسینؑ کے آڑے وقت میں کام آتی۔

دِل میں تمنا کا پیدا ہونا تھا کہ آپ نے اپنے بھائی حضرت عقیلؑ کو طلب فرمایا اور ان سے کہا کہ اے بھائی مجھے واقعہ کربلا کی تفصیلات معلوم ہیں۔ میرا دل بے چین ہے میں چاہتا ہوں کہ:

"انظر الی اِمراۃٍ قد ولدتها الفحولة من العرب لا تزوجها فتلدلی غلاماً فارساً یکون عونا ولدی الحسین فی کربلا تنقیح المقال مامقانی باب العباس صفحہ ۲۸ طبع ایران: اسرار الشہادۃ صفحہ ۳۱۹ طبع ایران ۱۲۷۹ھ وشرح شافیہ لابی نواس و عمدۃ المطالب صفحہ ۳۵۲۔ ومعتہ ساکبہ صفحہ ۳۳۷ و ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۵۳

"آپ عرب کی کسی ایسی عورت کو تلاش کیجیے کہ جو بہادروں کی نسل سے ہو تا کہ میں اس سے عقد کروں اور اس کے بطن سے ایسا بہادر لڑکا پیدا ہو، جو رزمگاہ کربلا میں میرے فرزند حسینؑ کی کمال انہماک اور توجہ و جانفشانی سے مدد کرے۔

حضرت عقیلؑ جو انساب عرب سے واقف تھے۔ حضرت علیؑ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے بولے: **بام البنین الکلابیه** اے علی آپ اُمّ البنینؑ کلابیہ کے ساتھ عقد کرلیں **لیس فی العرب اشجع من آباء ها ولا افوس** اس لیے کہ اس کے آباؤ اجداد سے زیادہ شجاع اور بہادر کوئی نہیں **لقد کان لبید یقول فیھم** سنئے لبید شاعر نے ان کے خاندان کی نسبی بلندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

"**نحن خیر عامر بن صعصعه**" ہم ہی خاندان عامر بن صعصعہ ہیں۔ بڑی عزت ومنزلت کے مالک ہیں۔ جس سے کوئی عرب کا باشندہ انکار نہیں کر سکتا اور اے بھائی علی سنو! **من قومها ملاعب الاسنة ابوبراء** ۔ اُم البنین کے خاندان ہی سے ابوالبراء بھی تھے۔ جن کو ملاعب الاسنۃ یعنی نیزوں سے کھیلنے والا کہا جاتا تھا۔ **الذی لم یعرف فی العرب مثله فی الشجاعة** ۔ جس سے بڑا شجاع سرزمین عرب نے آج تک پیدا نہیں کیا۔ (تنقیح المقال صفحہ ۱۲۸ طبع ایران)

جناب اُم البنینؑ کی خواستگاری کے لیے حضرت عقیل کا جانا:

حضرت عقیل نے حضرت علیؑ سے جناب اُم البنینؑ کی کمال مدح وثنا کرنے کے بعد کہا۔ اگر اجازت دیں تو میں خواستگاری کے لیے جاؤں۔ حضرت عقیل کو وکیل بنا کر کثیر مہر دے کر قبیلہ کلاب کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت عقیل خانہ حزام میں جا پہنچے۔ آپ کو صدر مجلس میں جگہ دی گئی۔ ادائے مراسم کے بعد جناب اُم البنینؑ کے والد حزام سے اُم البنینؑ کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ حزام نے پوچھا میری لخت جگر کس کے لیے چاہتے ہو"۔ فرمایا:

از جہت خورشید سپہر امامت، جمشید سریر کرامت۔ واقف معارج لاہوت۔ عارف مدارج ناسوت ناشرِ ناموس ہدایۃ۔ کاسر ناقوس۔ غوایۃ۔ خطیب منبرِ سلونی۔ وارثِ رتبہ ہارونی، نورِ جمالی ازلی شعاع بے مثال لم یزلی۔ حضرت علی ولی علیہ السلام برادر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی میں تاجدار مملکت کمالات حضرت علیؑ برادر پیغمبر اسلام علیہ السلام کے لیے خواستگاری کی خاطر آیا ہوں یہ سن کر حزام فرط مسرت سے بیخود ہوگئے اور فوراً یہ کہتے ہوئے داخل خانہ ہوئے کہ میں ابھی ابھی عرض کرتا ہوں۔

جناب اُمّ البنینؑ اور حزام میں گفتگو:

حزام نے گھر میں جا کر جناب اُمّ البنینؑ سے کہا کہ عقیل بن ابی طالب آئے ہیں اور علی بن ابی طالب تیرے خواستگار ہیں۔ بیٹی! تیری کیا رائے ہے؟ اُم البنینؑ نے جب یہ سنا۔ بے انتہا خوش ہوئیں اور کہا۔ بابا جان آپ کو اختیار ہے البتہ اتنا عرض کیے دیتی ہوں کہ میرے دل میں پہلے سے تمنا تھی کہ میرا شوہر بے مثل و بے نظیر اور یکتا و بے ہمتا ہو۔ خوشا نصیب کہ دلی مراد بر آنے کے اسباب پیدا ہوگئے۔ میں بالکل راضی ہوں اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔

حزام گھر سے باہر آئے۔ حضرت عقیل نے پوچھا۔ "حزام کیا کہتے ہو" عرض کیا "**جَعِلْتُ فَدَاكَ**" میں آپ کے قربان، کہنا کیا ہے علیؑ سے رشتہ قائم کرنا عین سعادت ہے۔ اس سلسلہ میں علیؑ کو فروغ نہ ہوگا بلکہ "شرف وافتخار ما باشد" میری خوش قسمتی کا باعث ہے۔ عقیل! جب دن تاریخ درست سمجھو میری نور نظر لخت جگر کو علیؑ کی خدمت گزاری کے لیے لے جاؤ"۔ جناب عقیل نے واپس آکر صورت حال حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت علیؑ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ **فتزوجها امیر المومنین** ۔ اور اُمّ البنین کے ساتھ عقد کر لیا۔ پھر چند عورتوں کو خانہ حزام میں بھیجا گیا۔ کہ وہاں سے اُم البنین کو لے آئیں۔

جناب اُمّ البنینؑ خانہ امیر المومنینؑ میں:

عورتیں گئیں اور جناب اُم البنینؑ کو آراستہ و پیراستہ کر کے لے آئیں اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اُم البنینؑ فرماتی ہیں کہ میں ساری دنیا کی عورتوں پر اس بارے میں فخر کیا کرتی تھی کہ:- "کنیز حضرت زہراؑ و زوجہ شاہم" میں فاطمہ زہراؑ کی کنیز اور تاجدار عالم کی زوجہ ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

علامہ قزوینی رقمطراز ہیں:-

''کہ حضرت اُم البنین نے حضرت علی کے گھر میں داخل ہوتے ہی ڈیوڑھی کو بوسہ دیا اور داخل حجرہ ہو کر سب سے پہلے حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو جو بیمار تھے اٹھا کر بٹھایا۔ اور دونوں کے گرد تین دفعہ قربان ہوئیں پھر منہ چوما۔ (زلفیں سونگھیں) اور رو کر عرض کی، اے میرے آقا اور میرے آقا زادو۔ مجھے اپنی کنیزی میں قبول کرو میں تم پر نثار۔ میں تمہاری خدمت کے لیے آئیں ہوں تمہارے کپڑے دھوؤں گی اور بدل و جان تمہاری خدمت کروں گی۔ تم مجھے اپنی خدمت کے لیے قبول کرو۔ (ریاض القدس جلد۲)

ناظرین کرام! جناب اُم البنینؑ کے اس طرز عمل سے حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ روح فاطمہ زہراؑ بھی مسرور ہوگئی اس لیے کہ ان کی دلی تمنا یہی تھی کہ میرے بعد علیؑ جو بھی عورت لائیں وہ میرے بچوں کی صحیح نگراں ہو۔

مولانا اظہر حسن زیدی سرحوم نے شادی کا منظر اس طرح پیش کیا ہے:-

ایک دن امیرالمومنینؑ نے اپنے بڑے بھائی حضرت عقیلؑ کو بلایا...... عقیل آئے...... علیؑ تعظیم کو اُٹھے...... اور عقیل کہتے ہیں۔

''یا علیؑ! تم امامِ زمانہ ہو...... تم میری تعظیم نہ کرو......'' مولا نے فرمایا۔ ''عقیل بھائی! میں نے بحیثیت امام نہیں بلایا...... بلکہ بھائی کی حیثیت سے آپ کو بلایا ہے...... آپ بڑے بھائی ہیں...... اور بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے...... میں آج آپ سے خاص بات کہنا چاہتا ہوں......''۔ عقیل نے پوچھا ''یا علیؑ! کون سی بات؟'' مولا نے فرمایا۔ ''عقیل بھائی: میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ عرب کے تمام خاندانوں سے

واقف ہیں...... کسی ایسے خاندان میں میرا عقد کرا دیں جو عرب بھر میں بہادری میں مانا ہوا خاندان ہو...... میں ایک بہادر خاندان کی بہادر لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہوں تاکہ اُس لڑکی کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو...... وہ میری شجاعت کا وارث ہو......'' عقیلؑ نے کہا۔ ''ٹھیک ہے...... میں رات بھر غور کروں گا۔ کل صبح بتاؤں گا''۔ اگلے دن صبح عقیل تشریف لائے اور کہنے لگے۔ ''یا علیؑ! میں نے وہ خاندان ڈھونڈ لیا ہے...... جہاں تمہاری شادی کرانا ہے......'' مولاؑ نے پوچھا ''کون سا خاندان......؟ تو جنابِ عقیلؑ نے فرمایا ''بنی کلاب''...... عرب کا مانا ہوا بہادر خاندان ہے...... لوگ اُس خاندان کے آدمیوں کے نام اپنی تلواروں پر ''کندہ'' کرا لیتے ہیں...... علیؑ اس خاندان میں تمہارا عقد ہوگا......''۔

خاندان ''بنی کلاب'' خیموں میں رہتا تھا...... اتفاق سے (بنی کلاب) مدینے سے دس، بارہ میل کے فاصلے پر خیمے ڈالے ہوئے تھے...... آپ نے کہا ''علیؑ! وہ آئے ہوئے ہیں...... میں ابھی وہاں تمہاری خواستگاری کے لیے جاتا ہوں......''۔

چنانچہ عقیل خود چل کے قبیلہ ''بنی کلاب'' کے پاس پہنچے...... اور قبیلہ کے سردار سے ملے۔ جس کا نام تھا ''حزام'' قبیلہ کے سردار نے پوچھا آپ کون ہیں؟، جناب عقیل نے جواب دیا ''میں عقیل ہوں''، ''کون عقیل......؟'' ''ابوطالبؑ کا بڑا بیٹا......''

اب جو سردار نے یہ سنا کہ ابوطالبؑ کا بڑا بیٹا میرے سامنے کھڑا ہے تو اُس نے عقیل کے پیروں پر اپنا سر رکھ دیا اور کہنے لگا ''اے بیضۃ البلدؑ کے بیٹے! سیّد العربؑ کے بیٹے! امیرالقومؑ کے بیٹے! ابوطالبؑ کے بڑے فرزند! آپ یہاں کہاں ٹھہر گئے...... ہم خادموں کے گھر جو موجود ہیں......''

چنانچہ تمام قبیلہ استقبال کر کے عقیل کو اپنے قبیلے میں لے گیا...... ایک بہترین خیمے

Presented by www.ziaraat.com

میں ٹھہرایا..... تین دن تک جب فرائض مہمانی ختم ہوگئے..... تو سردار قبیلہ عرض کرتا ہے۔

''اے امیر العربؑ کے بیٹے! آپ نے کیوں زحمت فرمائی..... آپ حکم فرمائیں.... ہمارے لیے کیا حکم ہے.....؟''

جناب عقیلؑ کہتے ہیں'' شیخ! تو ہمارے خاندان کو جانتا ہے .....؟''

''سبحان اللہ..... وہ کون ہوگا۔ جو تیرے خاندان کو نہیں جانتا..... وہ تو کوئی نابینا ہی ہوگا..... جس نے تیرے خاندان کی عظمت نہ دیکھی ہو..... بنی ہاشم کا خاندان آفتاب ومہتاب کی طرح روشن ہے..... اور ابوطالبؑ کی اولاد ساری دنیا سے زیادہ معزز ومحترم ہے..... حضور حکم فرمائیں''۔

''سردار! میں چاہتا ہوں کہ میرے خاندان کا ''رشتہ'' تیرے خاندان میں ہوجائے''۔ شیخ پوچھتا ہے۔''حضور! اس سے بڑھ کے ہماری عزت اور کیا ہوگی..... آپ حکم فرمائیں کس کا رشتہ چاہتے ہیں.....؟''

تو آپ نے فرمایا'' میں اپنے چھوٹے بھائی علیؑ کا رشتہ تیرے خاندان میں چاہتا ہوں.....'' بس اُدھر عقیل نے ''علیؑ'' کا نام لیا..... اِدھر قبیلے کا شیخ جھوم اٹھا'' قبلہ! کس کا رشتہ.....؟'' ''علیؑ کا.....''۔ پھر اُس نے پوچھا..... حضور ایک دفعہ پھر کہیں..... کس کا رشتہ؟۔'' علیؑ کا.....''۔ بار بار پوچھتا ہے وہ..... ہاتھ اٹھاتا ہے.....'' خدایا! کس کا نام آیا..... علیؑ کا رشتہ اور ہمارے گھر..... ہمارے خاندان میں!''۔

''حضور! میری بچی موجود ہے..... جب حکم دیں.....''

جناب عقیل نے کہا'' سردار! مجھے یہی توقع تھی..... تم یہی جواب دو گے..... جاؤ ذرا لڑکی سے دریافت کرلو.....''۔

''قبلہ..... لڑکی سے کیا پوچھنا ہے..... میں جو لڑکی کا باپ کہہ رہا ہوں.....'' تو

جناب عقیل نے کہا'' سردار! یہ اسلامی قانون ہے..... لڑکی سے پوچھنا چاہیے..... پھر رشتہ طے ہوجائے گا.....''۔

بہرنوع'' حزام'' سردار بنی کلاب..... گھر آیا..... آ کے بیوی سے کہا..... ''سنتی بھی ہو..... قسمت یاور ہوگئی..... نصیب جاگ گیا..... بیٹی کا رشتہ آیا ہے.....''

چونکہ حزام کی ایک ہی اکلوتی لڑکی تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا..... بیوی نے سمجھا کہ کسی بادشاہ کا رشتہ آیا ہوگا..... آخر بیوی نے پوچھا'' بتاؤ تو سہی..... کس کا رشتہ آیا ہے.....''

حزام نے جواب دیا'' پہلے شکریہ کی دو رکعت نماز پڑھ لو..... پھر بتاؤں گا.....''

جب اُس مومنہ کو پوری طرح متوجہ کرلیا..... تو کہنے لگا'' ہمارے گھر..... ہماری لڑکی کے لیے..... علیؑ کا رشتہ آیا ہے.....'' وہ خاتون کہتی ہے'' کیوں تم ایسی باتیں کرتے ہو..... علیؑ کا رشتہ اور ہمارے گھر..... محمدؐ کا داماد..... اور ہمارا داماد بنے..... ہمیں خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ ہماری اتنی عزت ہو.....''۔

حزام بولا!

واقعاً..... علیؑ کا رشتہ آیا ہے.....''

تو خاتون نے جواب دیا

''سبحان اللہ..... پھر دیر کیا ہے.....''

''ذرا لڑکی سے پوچھنا ہے.....''

''کیوں..... اُس سے کیا پوچھنا ہے.....''

''وہ کہتے ہیں کہ اُس سے پوچھ لو.....'' چنانچہ سہیلیاں بلوائی گئیں..... سہیلیوں کے ذریعے پوچھوایا گیا..... تو انہوں نے فرمایا۔

''میرے رشتے کا اختیار ماں، باپ کو ہے..... مگر رات میں نے ایک خواب دیکھا

Presented by www.ziaraat.com

ہے.....وہ میری اماں کو جا کے بتادیں.....

’’میں نے خواب میں دیکھا ہے.....کوئی محترم خاتون ہیں.....جنہوں نے مجھے دلہن بنایا ہے.....دلہن بنا کے مجھے پیار کیا ہے.....اور پیار کر کے یہ فرمایا.....’’تجھے مبارک ہو.....تو میرے بیٹے عباسؑ کی ماں بنی ہے.....‘‘

بہرنوع۔ سہیلیوں نے آ کے کہہ دیا.....رشتہ طے ہوگیا.....اور چند دن بعد۔ خاندان بنی ہاشم برات لے کر گیا.....علیؑ کا عقد ہوا.....’’فاطمہ کلابیہ‘‘.....جو بعد میں ’’اُم البنینؑ‘‘ کہلائیں.....رخصت ہو کر علیؑ کے گھر آئیں.....دروازے پہ محمل بٹھائی گئی.....تمام بنی ہاشم ننگی تلواریں لیے ہوئے محلے کا پہرہ دے رہے تھے۔

لوگو! خبردار.....کوئی سواری پر سوار ہو کے نہ گذرے.....کوئی مکان کی چھت پر نہ چڑھنے پائے.....علیؑ کی ’’ناموس‘‘ آئی ہے.....علیؑ کی حرم آئی ہے.....‘‘

چنانچہ بی بیؑ محمل سے اُتریں.....دروازے پہ آئیں.....چوکھٹ کو چوما.....شکر کا سجدہ کیا.....دروازے کے اندر قدم رکھا.....اور وہیں زمین پہ بیٹھ گئیں.....جناب زینبؑ نے آ کے کہا ’’اماں! اندر آؤ.....‘‘ بی بی کہنے لگیں ’’فاطمہؑ کی بیٹیو! مجھے اماں نہ کہو.....میں تمہاری خدمت کے لیے آئی ہوں.....میں تمہاری خادمہ ہوں.....‘‘

حسنینؑ آئے ’’اماں! چلو اندر.....‘‘

بی بی نے کہا ’’شہزادو! میں تمہاری خدمت کے لیے آئی ہوں.....تمہارے باورچی خانے میں کام کرنے کے لیے.....تمہارے نعلین صاف کرنے کے لیے.....یہ گھر سیدہؑ کا گھر ہے.....تم سیدہؑ کی اولاد ہو.....میں تمہاری کنیز بن کے رہوں گی.....‘‘

بہرنوع۔ بی بی نے عقیدت کی انتہا کر دی.....اور حسنینؑ نے محبت کی انتہا کر دی.....

پورا ایک سال گذرا اس شادی کو.....تو خداوند عالم نے وہ بیٹا عطا فرمایا۔ جس کی

علیؑ کو تمنا تھی.....علیؑ مسجد میں بیٹھے تھے.....اطلاع دی گئی۔ ’’یا علیؑ! مبارک ہو.....خدا نے بیٹا عطا فرمایا ہے.....‘‘ علیؑ گھر میں آئے.....ماں کی گود میں بچہ کو دیکھا.....دیکھ کے کہتے ہیں۔ ’’ماشاءاللہ.....وہی ہے جس کی مجھے تمنا تھی.....‘‘ علیؑ۔ اُم البنینؑ سے کہتے ہیں۔ ’’اُم البنینؑ! مبارک ہو.....تو اس بیٹے کی ماں بنی.....‘‘ اُم البنینؑ فرماتی ہیں۔ ’’یا علیؑ! اس نے آنکھ نہیں کھولی.....‘‘ علیؑ جواب میں فرماتے ہیں۔ ’’ہاں..... مجھے پتہ ہے..... یہ آنکھ نہیں کھولے گا.....آخر میرا بیٹا ہے نا.....‘‘ پھر مولاؑ فرماتے ہیں۔ ’’حسینؑ کو بلاؤ‘‘ حسینؑ آ گئے..... ’’حسینؑ! ذرا بھائی کو گود میں لینا.....‘‘ اب جو حسینؑ نے ہاتھ پھیلائے تو بچے نے آنکھ بعد میں کھولی..... ہاتھ دونوں پہلے پھیلا دیئے، غالباً ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ تھا۔ ’’حسینؑ! آنکھ تو کھلتی ہی رہے گی..... پہلے میرے دونوں ہاتھوں کا نذرانہ قبول فرما.....

آقا! میں دونوں ہاتھ ابھی سے تیری نذر کرتا ہوں.....‘‘ چنانچہ حسینؑ نے گود میں لے لیا.....بھائی کا منہ چوما.....بچے نے آنکھیں کھولیں.....اور سب سے پہلے حسینؑ کا چہرہ دیکھا.....پھر علیؑ نے گود میں لے کر ایک کان میں اذان کہی.....ایک کان میں اقامت کہی.....اور فرمایا۔

’’مجھے رسولؐ نے وصیت کی تھی۔ کہ اس بچے کا نام ’’عباسؑ‘‘ رکھنا..... چنانچہ ’’عباسؑ‘‘ نام رکھا گیا.....

اب جناب زینبؑ فرماتی ہیں۔ ’’اسے میری گود میں دو.....‘‘

بہن نے گود میں لے لیا.....اور کان پہ منہ رکھ کے کچھ بات کہی.....تو امیر المومنینؑ پوچھتے ہیں۔ ’’زینبؑ! کیا بات کہی ہے.....‘‘ ’’بابا جان! اماں کی ایک وصیت تھی۔ وہ سنائی ہے.....‘‘ مولاؑ نے پوچھا ’’زینبؑ! کونسی وصیت.....؟ بی بیؑ نے فرمایا ’’اماں نے

Presented by www.ziaraat.com

وقتِ رحلت فرمایا تھا......کہ ایک بچہ پیدا ہوگا......عباسؑ اُس کا نام ہوگا......جب وہ پیدا ہو تو گود میں لے کے اس کے کان میں یہ کہہ دینا۔''اماں سلام کہتی تھیں......

(خطیب آلِ محمدؐ صفحہ ۱۷۱ تا ۱۸۰)

خطبہ عقد:

امیرالمومنینؑ کی طرف سے خطبۂ عقد جناب عقیلؑ نے پڑھا۔

خطبۂ عقد کا ترجمہ

''تمام حمد پروردگار کے لئے اور درود اسکے رسولؐ اور انکے اہلِ بیت طاہرینؑ پر۔اے بنی کلاب اور اے بنی عامر بن صعصعہ اللہ نے یقیناً ہم پر احسان کیا کہ ہم ہی میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو رسول مبعوث کیا اور وہ ہماری طرف آئے اللہ کے اُستوار اور پائیدار دین کے ساتھ جسے اللہ نے ہمارے لئے پسند کرلیا جب یہ فرمایا''اللہ کے پاس دین فقط اسلام ہے۔'' (القرآن) اور یہ بھی کہ''جو اسلام کے علاوہ کوئی دین لے کر آئے گا اس قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ انجام کار میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔'' (القرآن) اور ہمیں حکم دیا بغض و کینہ سے قلعہ بند رہنے کا۔اور ایک دوسرے کی پہچان اور صلہ رحم کو ہمارے لئے سزاوار قرار دیا جب یہ فرمایا''اے بنی نوع انسان یقیناً ہم نے تمہیں ایک مرد و ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے لئے قوم اور قبیلے قرار دیئے تا کہ تم ایک دوسرے سے پہچوائے جاؤ۔بتحقیق تم میں وہ اتنا ہی مکرم ہے جو جتنا زیادہ صاحبِ تقوی ہے بتحقیق اللہ خوب جاننے والا اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔'' (القرآن) اور زنا اور سفاح کو ہم پر حرام قرار دیا اور ہمارے لئے زواج اور نکاح کو حلال کیا جب یہ فرمایا''اللہ کی آیتوں میں سے ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے تا کہ تم اس میں تسکین پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت قرار دی بتحقیق اسمیں فکر

کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔'' (القرآن) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا''نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ یقیناً میں امتوں پر اسکے سبب مباہات کرنے والا ہوں'' (الحدیث) اور یہ علی ابن ابیطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی اور تمہارے نبی کے چچازاد ہیں۔امام ہیں۔مومنین کے امیر ہیں۔یقیناً یہ تمہارے لئے بہترین سمدھیانہ ہے اور انہوں نے خواستگاری کی ہے تم میں سے کریمہ بی بی

فاطمہ امّ البنین بنت حزام بن خالد بن ربیعہ کے لئے کتاب الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقیناً اللہ نے فرمایا ہے کہ''وہ زمین اور آسمانوں کی ایجاد کرنے والا ہے اسی نے تمہارے لئے تمہی میں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں میں بھی جوڑے بنائے اور اس میں

تمہاری نسل کی بڑھوتی رکھی، کوئی شئے اسکے جیسی نہیں اور وہ خوب سنتا اور کیا خوب نگراں ہے'' (القرآن)۔(خصائص العباسیہ۔محمد ابراہیم الکلباسی نجفی۔ص ۳۴،۳۵)

خانہ امیرالمومنینؑ میں آمد پر چند کلمات کی ادائیگی:

جب جناب امّ البنینؑ رخصت ہو کر آئیں اور ڈیوڑھی کے قریب پہنچیں جبکہ وہاں سارے بنی ہاشم موجود ہیں تو فرمایا۔

''مجھے ٹھہراؤ۔یہاں تک کہ میں خانۂ سید و سردار امیرالمومنینؑ اور اپنی پیش رو اور سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اذن لے لوں اپنے شہزادوں حسن و حسین (علیہما السلام) اور شہزادیوں زینب وام کلثوم (علیہما السلام) سے'' اور پھر داخل ہوئیں اور شہزادوں اور شہزادیوں کے قریب آکر فرمایا۔''اے سبز... اے مصطفیٰؐ کے خانہ داروں اور اے فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کے پارۂ قلب...

Presented by www.ziaraat.com

تمہاری خادمہ بن کر آئی ہوں کیا آپ مجھے اپنی خادمہ کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں'

پس شہزادوں اور شہزادیوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کا استقبال کیا۔

پھر آپ نے گھر میں آنے کے بعد امیر المومنینؑ سے عرض کی۔

''یا ابالحسن میری آپ سے ایک استدعا ہے''

مولائے کائناتؑ۔ ''کہیے! انشاءاللہ میں پورا کرونگا''

جناب ام البنینؑ۔ مجھے فاطمہ (جو میرا نام ہے) کہہ کر نہ پکاریں اس لئے کہ یہ شہزادوں اور شہزادیوں کے حزن کا سبب ہوگا۔ یہ انکی والدہ کا اسم گرامی ہے اور اس طرح انہیں انکی یاد تڑپائے گی۔ آپ مجھے امّ البنین پکاریئے گا''

(اُمّ البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص ۳۶،۳۷)

باب ۸......

حضرت اُمّ البنینؑ

بحیثیت زوجہ

حضرت اُم البنینؑ اور شہادت حضرت علی علیہ السلام:

۲۱ رمضان ۴۰ھ کی وہ حشر انگیز اور قیامت خیز تاریخ ہے۔ جس میں اسلام کے مالک دین وایمان کے سردار رسولؐ کے حقیقی جاں نثار و جانشین نے مسجد کوفہ میں زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے شہادت پائی۔ آپ کی شہادت واقع ہونے میں کس کا ہاتھ تھا۔ اور کون آپؑ کی شہادت کا سبب اعظم تھا۔ اس میں اختلاف ہے۔ علامہ حسین واعظ کاشفی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی کا ایک دن کوفہ کی گلیوں سے گذر ہوا۔ اس نے ایک مکان میں کثیر مہ رخان عالم کو آتے جاتے دیکھا اور عمدہ باجوں کی آوازیں سنی۔ اس مکان کے قریب گیا، جس میں سے عورتوں کا ایک گروہ نکلا۔ اس کی نظر قطامہ نامی عورت پر پڑی۔ اس کے حسن نے اس کمینہ کے دل میں جگہ کر لی۔ اس نے بڑھ کر پوچھا کیا تو شوہر رکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا چونکہ میری پسند کا شوہر مجھے نصیب نہیں

Presented by www.ziaraat.com

ہوا۔ اس لیے میں نے ابھی تک شادی نہیں کی۔ ابن ملجم نے کہا۔ ''کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ تو مجھے قبول کر لے''۔ اُس نے کہا۔ میرے عزیزوں سے کہو''۔ عزیزوں سے جب تذکرہ کیا گیا، تو انہوں نے قطامہ کی مرضی پر چھوڑا۔ قطامہ جو بہت آراستہ غرفہ بیت (کھڑکی) میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے کہا اگر تم تین قسم کے مہر ادا کر سکتے ہو تو مجھے تم سے ہمکنار ہونے میں عذر نہیں ہے۔ (۱) تین ہزار درہم نقد ادا کرو۔ (۲) ایک اچھی گانے بجانے والی کنیز خدمت کے لیے لاؤ۔ (۳) حضرت علیؑ کا سر کاٹ کر لاؤ۔ یہ سن کر ابن ملجم نے کہا اول کی دو شرطیں تو منظور اور ممکن ہیں مگر تیسری شرط سے میں عاجز ہوں علیؑ وہ ہے جس کی شمشیر کا لوہا مشرق و مغرب کے بہادروں کے قلوب مانے ہوئے ہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کیوں کر ہو سکے گا کہ ایسے بہادر کا سر کاٹ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو دراصل سرِ علیؑ ہی درکار ہے میں نے پہلی دو شرطیں تجھ سے اٹھا لیں۔ اب مہر میں صرف علیؑ کا سر چاہتی ہوں۔

اگر مجھ سے لطف حیات اٹھانا چاہتا ہے تو علیؑ کا سر لا ورنہ تو میری صورت بھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس بد بخت مرادی نے اس زن نامراد کی شرط قبول کر لی۔ اور مہر میں علیؑ کا سر دینے کا وعدہ کر لیا۔ قطامہ کی مدد سے چند آدمیوں کو لے کر ردئے بخدمت امیر نہاد۔ حضرت علیؑ کے قتل کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا (روضۃ الشہدا باب ۵ صفحہ ۱۹۸)

صاحب تاریخ آئمہ بحوالہ تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں کہ واقعہ نہروان کے واقعہ کے بعد تین خارجیوں نے رائے دی کہ تین شخصوں۔ معاویہ، عمرو ابن العاص اور حضرت علیؑ کی وجہ سے یہ انتشار بڑھ رہا ہے۔ اِن کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے لیے ۱۹ ر رمضان مقرر ہوئی۔ چنانچہ تینوں خارجی اپنی اپنی تلواریں زہر میں بجھا کر روانہ ہوئے۔ ایک دمشق میں معاویہ کے لیے، دوسرا فسطاط مصر میں عمرو بن العاص کے

لیے۔ تیسرا ابن ملجم حضرت علیؑ کے لیے۔ معاویہ اور عمرو ابن العاص تو بچ گئے مگر ابن ملجم جب اس ارادے سے کوفہ پہنچا تو مسجد کوفہ میں چھپ رہا۔ حضرت علیؑ ایک شب حضرت امام حسنؑ کے پاس اور ایک شب حضرت امام حسینؑ کے پاس افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ جب ۱۹ ر رمضان ۴۰ھ کو حضرت نماز صبح کے لیے گھر سے جانے لگے تو گھر کی بطخیں چیخنے لگیں۔ حضرت پر اس کا اثر ہوا اور مسجد میں تشریف لائے۔ اذان دی۔ جب نماز میں مشغول ہوئے تو سجدہ کی حالت میں ابن ملجم نے سر پر تلوار ماری۔ جس سے مغز تک شگافتہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "فزت برب الکعبۃ" بخدا میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ (تاریخ آئمہ صفحہ ۲۷۴) ان حضرات کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی شہادت یا تو قطامہ کی حرکت سے عمل میں آئی یا ان خارجیوں کی سازش اس کا سبب قرار پائی ہے۔ لیکن جب آپ کی شہادت کے متعلق محققانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو واقعہ اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

علیؑ کی شہادت میں حکومت شام کا ہاتھ:

معاویہ اور عمرو بن العاص جنگ جمل اور صفین کی حشر انگیز اور قیامت خیز جنگ دیکھ ہی نہیں بلکہ بھگت چکے تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ علیؑ کی زندگی میں ہمیں چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا کسی نہ کسی صورت سے انہیں راہیٔ جنت کر دیا جائے تا کہ اطمینان کی سانس لینا ممکن ہو سکے اسی فکر میں لگے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور کامیاب کیوں نہ ہوتے۔ جب کہ سازش کرنا ان کا ''طبیعت ثانیہ'' بن گیا۔ معاویہ نے ابن ملجم مرادی کو قتل امیر المومنین کے لیے تیار کیا۔ چونکہ وہ خوارج میں سے تھا۔ اس لیے فوراً قتل امیر المومنین پر راضی ہو گیا۔ اور اس نے مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ کو شہید کر دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

صاحب مناقب مرتضوی نے لکھا ہے کہ قدوۃ المحققین حکیم ثنائی کہتے ہیں:-

یعنی ملجم کا بیٹا وہ بے دین کتا جو لعنت ونفرین کا سزاوار ہے۔ایک عورت پر عاشق ہوگیا اور اس بد بخت کے لیے کہا جائے راہب روم سے بھی زیادہ کمینہ تھا وہ عورت معاویہ کے عزیزوں میں سے تھی اور خوشحال و مالدار اور خوبصورت و جوان تھی۔معاویہ کو ابن ملجم کی عاشقی کا راز معلوم ہوگیا اسی وجہ سے وہ تباہ ہوگیا، معاویہ نے اس سے کہا۔ اے ابن ملجم اگر تو چاہتا ہے کہ در مقصود ہاتھ آئے اور قطامہ جیسی حسین عورت تیرے لیے حلال ہو جائے تو سُن۔ایک ذرا بہادری تو کرنا پڑے گی اور حضرت علیؑ کا سر لانا پڑے گا۔اس لیے کہ اس کا مہر ''خونِ علیؑ'' ہے چنانچہ اس نے حضرت کے سر اقدس پر ضرب لگا دی۔جب اس سے لوگوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں کیا تو اس نے جواب میں کہا:-

''میں نے معاویہ کے کہنے سے ایسا فعل کیا۔مگر افسوس کہ کوئی فائدہ برآمد نہ ہوا''

(مناقب مرتضوی صفحہ ۱۲۷)

الغرض سر اقدس پر ضرب لگی۔منادی فلک نے **"الا قتل امیر المومنین"** کی ندا دی۔آپ کی اولاد اور اصحاب مسجد کوفہ میں جا پہنچے۔اپنے آقا کو خون میں غلطاں دیکھ کر فریاد و فغاں کی آوازیں بلند کیں۔پھر حسب الحکم مکان لے چلنے کا سامان کیا ایک گلیم میں لٹا کر آپ کو اس صورت سے لے چلے کہ سرہانے امام حسن۔پائنتی امام حسینؑ اور وسط میں حضرت عباسؑ گلیم اُٹھائے ہوئے تھے۔گھر پہنچنے کے بعد آپ نے صبح کو مخاطب کر کے فرمایا۔''اے صبح تجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے حکم سے تو برآمد ہوئی ہے مجھے بتا تو نے کبھی مجھے سوتا ہوا پایا ہے؟ یعنی تو گواہی دینا کہ رسولؐ اللہ کے ساتھ ابتدائے جوانی سے یعنی جب سے نماز پڑھنی شروع کی ہے۔تو نے مجھے کبھی سوتا نہ پایا۔

جب تو برآمد ہوئی جاگتا ہوا پایا۔بارالہا تو گواہ رہنا کہ میں تیرا حکم بجا لایا۔تُو نے جس چیز سے روکا اس سے باز رہا۔جس کا حکم دیا اس پر عمل کیا۔تیرے پیغمبرؐ کے خلاف کوئی بات دل میں نہ لایا۔(الکرار صفحہ ۲۰۴ طبع بنارس ۱۳۲۷ھ) اس کے بعد آپ کو غش آ گیا''

جب غش سے افاقہ ہوا حضرت امام حسنؑ نے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔تھوڑا سا پی کر آپ نے منہ ہٹا لیا اور فرمایا اسے اپنے اسیر ابن ملجم کو دے آؤ۔

(اخبار ماتم صفحہ ۱۴۴۔وکتب تواریخ)

حضرت علیؑ کا دست امام حسینؑ میں علمدارؑ کربلا کا ہاتھ دینا:

اب حضرت علی علیہ السلام کی عمر کے آخری لمحات گذر رہے ہیں۔آپ نے اپنے بیٹوں کا انتظام شروع فرمایا اور ہر ایک کو مناسب امور و احکام سے باخبر کیا۔سب سے پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی کہ ''تم لوگ فرزند رسولؐ الثقلین حسنؑ و حسینؑ کی نصرت و اطاعت سے منہ نہ موڑنا پھر امام حسنؑ کے ہاتھوں میں تمام اولاد کا ہاتھ دیا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں میں دست حضرت عباسؑ دیا۔

حضرت علیؑ کا اپنی اولاد کو وصیت فرمانا:

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حضرت عباسؑ اور دیگر اولاد کو جو بطن فاطمہؑ سے نہ تھی طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ ''وصیت میکنم شمار آباں کہ مخالفت نہ کیند حسن و حسین را خدا اشمارا صبر دہد در مصیبت من'' میں تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم لوگ فرزندان رسول الثقلین صلعم حسن حسینؑ کی ہمیشہ نصرت کرنا اور کبھی ان کی مخالفت وعصیان میں بھی نہ لانا۔میں تم سے رخصت ہوتا ہوں خدا تمہیں صبر عطا کرے۔

(کشف الانوار ترجمہ بحار۔جلد ۹۔صفحہ ۲۱۷)

علامہ کلینی چھ سندوں سے ایک روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے

Presented by www.ziaraat.com

اپنے بارہ بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا: "دیکھو یہ میرے دونوں نورِ نظر حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ ان کے فرمان کو بگوشِ دل سننا اور ان کی پوری پوری اطاعت کرنا اور ہر قسم کی امداد میں سینہ سپر رہنا۔ (اصول کافی صفحہ ۱۴۱ طبع ایران ۱۲۸۱ھ)

حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کے ہاتھ میں سب بیٹوں کے ہاتھ دے دیئے:

وصیت فرمانے کے بعد آپ نے حضرت عباسؑ کے علاوہ اپنے تمام فرزندوں کے ہاتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیئے۔ یعنی آپ نے سب کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ (کتب تواریخ و مقاتل)

جناب اُم البنینؑ کا اضطراب:

جناب اُم البنینؑ مادر گرامی حضرت عباسؑ نے جب یہ دیکھا کہ اپنے سب فرزندوں کو حضرت امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرمایا ہے۔ مگر میرے نورِ نظر عباسؑ کو کسی کے حوالے نہیں کیا تو آپ بے انتہا پریشان ہوئیں اور کمال اضطراب میں گھبرا کر عرض کرنے لگیں۔ میرے سرتاج! میرے آقا! میرے مالک! کیا اس ناچیز کنیز سے کوئی خطا سرزد ہوگئی ہے۔ یا حسنینؑ کے خادمِ عباسؑ سے کوئی قصور ہوگیا ہے؟ سردار دو عالم جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کیوں اُم البنینؑ کیا بات ہے۔ عرض کی مولا! آپ نے سب بیٹوں کو امام حسن علیہ السلام کے سپرد فرمایا اور خادمہ زادہ "عباسؑ" کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔

حضرت علی کا گریہ:

جناب اُم البنینؑ کے اِس مضطربانہ سوال پر حضرت علیؑ رو پڑے، اور فرمایا اے اُم

البنینؑ اگر تم اس راز سے آگاہ ہوتیں تو ایسا سوال نہ کرتیں۔ عرض کی، مولا آگا فرمایئے۔ میں تو یہی چاہتی ہوں کہ میرے فرزند کا ہاتھ بھی حسنؑ کے دستِ مبارک میں دے دیا جائے۔

دست حسینؑ میں علمدارؑ کا ہاتھ:

حضرت علیؑ نے تاجدار کربلا امام حسین علیہ السلام کو قریب بلایا اور عباسؑ علمدار کو بھی طلب فرمایا اور امام حسینؑ کے دستِ مبارک میں اُن کے قوت بازو علمبردار کربلا عباسؑ بن مرتضیٰؑ کا ہاتھ دے کر ارشاد فرمایا۔ "بیٹا! یہ تمہارے سپرد ہے۔ میں اسے تمہاری غلامی میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت عباسؑ سے فرمایا۔ "بیٹا! یہ تمہارے آقا ہیں۔ ان کی رفاقت اور ان کی امداد تمہارا عین فریضہ ہے جب یہ کربلا کے میدان میں دشمنوں کے نرغہ میں گھر جائیں تو ان کی مدد کرنا۔ (ریاض القدس۔ صفحہ ۶۹ خلاصۃ المصائب صفحہ ۱۰۰ طبع نولکشور ۱۲۹۳ھ فضائل الشہداء باب ۲ ف ۹ صفحہ ۱۱۱)

علامہ کنتوری لکھتے ہیں۔ "حضرت علیؑ نے جناب عباسؑ کو امام حسین علیہ السلام کے سپرد کیا اور کسی کے حوالہ نہیں کیا۔ (مائتین صفحہ ۴۴۱۔ مرقات الایقان جلد ۱ صفحہ ۴۰) جناب اُم البنینؑ اس خصوصی اعزاز کو ملاحظہ کر کے مطمئن ہوگئیں۔

شہادتِ حضرت علیؑ پر جناب عباسؑ کا سر ٹکرانا:

حضرت امیر المومنین وصیت سے فارغ ہو چکے۔ اور تمام ضروری امور سے فرصت کے بعد خالقِ کائنات کی طرف روانگی سے حالات ظاہر فرمانے لگے اور ۶۳ سال کی عمر میں شب جمعہ ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو نصف شب گذرنے کے بعد تمام اعزا و اقربا احباب، خادم اور اولاد کو ہاتھ ملتا چھوڑ کر راہیٔ جنت ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

Presented by www.ziaraat.com

آپ کا انتقال فرمانا تھا کہ اہل بیت کرام نے فلک شگاف نالے شروع کر دیئے۔ کوفہ کی ہر گلی و کوچہ سے صدائے گریہ بلند ہوگئی۔ تمام بیبیاں بے حال تھیں۔ غرضیکہ کائنات کا ذرہ ذرہ محو نالہ تھا۔ ہر ایک اپنے احساس کے موافق رونے میں مشغول تھا۔

مُلّا محمد حسین واعظ لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت عباس فرط غم کی وجہ سے اپنے سر کر بار بار دیوار خانہ سے ٹکرا رہے تھے۔ (اخبار ماتم صفحہ ۱۵۲ طبع رامپور ۱۲۸۵ھ)

مرزا دبیر نے اس منظر کو نہایت پُر اثر اسلوب سے نظم کیا ہے:-

﴿۱﴾

شیعوں میں اس بیان سے ہوا اور شور و شین
لائے پسر گلیم پہ شاہ مشرقین
یوں لے چلے گلیم میں حیدر کے نور عین
کاندھا دیئے سرہانے حسنؑ پائتی حسینؑ
آکر جلو میں روح امیں ننگے سر چلا
لاشہ کنندۂ در خیبر کا گھر چلا

﴿۲﴾

پہنچا جو لاشۂ شہ مرداں قریب در
بے ساختہ نکل پڑی زینبؑ برہنہ سر
بعد اس کے یوں ہی آئیں تھیں اکبرؑ کی لاش پر
یہ واقعہ تھا باپ کا وہ ماتم پسر
رکھ رکھ کے ہاتھ آنکھوں پہ سب خلق ہٹ گئی
پھیلا کے ہاتھ لاش سے زینبؑ لپٹ گئی

﴿۳﴾

لاشے کی پیشوائی کو سب اہلِ بیت آئے
سر کو سنبھالے ہاتھوں پہ بیت الشرف میں لائے
اُم البنین زمین پر تڑپ کر پکاری ہائے
عباسؑ ہے کہاں ارے جرّاح کو بلائے
جلد آئے زخم سینے کو مرہم لگانے کو
بولا کوئی حسینؑ گئے ہیں بلانے کو

﴿۴﴾

اُم البنینؑ کو پایا جو صدمہ میں مبتلا
باہیں گلے میں ڈال کے عباسؑ نے کہا
اے اماں صدقہ دینے سے رد ہوتی ہے بلا
بھائی حسنؑ حسینؑ ہیں زہراؑ کے دلربا
روشن کرو جہان میں تم اپنے نام کو
صدقہ اُتارو شاہ نجف پر غلام کو

﴿۵﴾

یہ سن کے اُس ہراس میں سنبھلی وہ بیقرار
لے کر بلائیں بولی چلو میرے گلعذار
بابا پہ تم نثار ہو تم پر یہ ماں نثار
چلائی بڑھ کے مجمع ماتم میں ایکبار
سیدانیو رنڈاپے کی غم سے پناہ دو
صدقہ اُتارنے کو میں آتی ہوں راہ دو

Presented by www.ziaraat.com

﴿٦﴾

آگے سے ہٹ کے بیبیاں سب پوچھنے لگیں
کیا لائی ہے علی کے تصدق کو اے حزیں
بولی وہ باوفا کہ یہ فرزند مہ جبیں
اب مانگ پر بنی ہے خبر کوکھ کی نہیں
اس لعل بے بہا کو میں والی پہ واروں گی
شاہِ نجف پہ دُرِ نجف کو اوتاروں گی

﴿٧﴾

بھاری زمینؑ مجھ پہ رنڈاپے کے غم سے ہے
اس یاس میں امید خدا کے کرم سے ہے
مطلب نہ بیٹوں سے ہے نہ مال و درم سے ہے
میری تو سلطنت مرے صاحب کے دم سے ہے
خیرالنسؑا سی بیبیاں جنت میں سوتی ہیں
ہم سی جو بے نصیب ہیں وہ بیوہ ہوتی ہیں

﴿٨﴾

بولے علی تو ہوش میں اے نوحہ گر نہیں
عباسؑ کے وقار کی تجھ کو خبر نہیں
یہ فاطمہؑ کا بیٹا ہے تیرا پسر نہیں
شبیرؑ کے لیے کوئی ایسی سپر نہیں
صدقے میں لاکھ جان سے اس نورعین پر
یہ کربلا میں ہوئیگا قرباں حسینؑ پر
(مرزا دبیر)

...ں رمضان کی شب امام علی علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:-
...علیؑ! موت پر کمرِ ہمت کو کس لو، وہ رات آ گئی جس رات کی خبر رسولِؐ خدا مخبرِ
...نے دی تھی۔ یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ مجھ سے کیا گیا تھا۔
...م البنینؑ امیر المومنینؑ کو مضطرب دیکھ کر پوچھتی ہیں کہ اے امیر المومنینؑ آج شب
...ہے؟
...سویں رمضان کی سحر جب امام علیؑ یہ شعر پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے:-

اشـدد حيـازيمك للموت فان الموت لاقيك

...ت کے لیے اپنی کمر مضبوطی سے باندھ لو کہ موت تیرے پاس آ رہی ہے۔
...وقت اُمّ البنینؑ نے یہ احساس کیا کہ یہ وداع کی رات ہے اور اشک آلود
...سے الوداع کہا۔
...رکار جبرئیلؑ نے زمین و آسمان کے درمیان سے آواز دی جسے ہر بیدار شخص سن
...: خدا کی قسم، ہدایت کے ستون ویران ہوئے، علی مرتضیٰؑ گئے۔ اس وقت اُم
...نے پکار کر کہا: اے رسول اللہؐ کے وارث! آپ ہمیں تنہا چھوڑ گئے۔
...ضرت علیؑ کی شہادت کے موقع پر حضرت اُم البنینؑ کے اضطراب کو میر انیس نے
...م کیا ہے:-

﴿١﴾

روتے ہوئے وداع ہوئے شہ کے دوست دار
زینبؑ بلائیں لینے لگی رو کے زار زار
بیٹوں سے تب یہ کہنے لگے شاہ ذوالفقار
آؤ مرے قریب کہ ہے وقت احتضار

Presented by www.ziaraat.com

یہ سن کے روتے روتے دم اُن کے الٹ گئے
بارہ پسر علیؑ کے قدم سے لپٹ گئے

﴿۲﴾

روئے علیؑ حسنؑ کو گلے سے لگا لگا
اور ہاتھ اُن کے ہاتھ میں نو بیٹوں کا دیا
عباسؑ نامدار کے حق میں نہ کچھ کہا
چپکے کھڑے تھے سامنے اور رنگ زرد تھا
پاس ادب سے باپ سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے
ماں اُن کو دیکھتی تھی وہ منہ ماں کا تکتے تھے

﴿۳﴾

اُمّ البنینؑ قدم پہ گری کھولے سر کے بال
کی عرض یا علیؑ ولی شیر ذوالجلال
عباسؑ سے ہے خاطر اقدس پہ کچھ ملال
لونڈی ہوں میں غلام ہے حضرت کا میرا لال
رہتا یہ خدمت حسنؑ خوش صفات میں
ہاتھ اس غلام کا نہ دیا اُن کے ہات میں

﴿۴﴾

اُم البنینؑ سے رو کے علیؑ نے کہی یہ بات
دیتا حسنؑ کے ہاتھ میں کیوں کر میں اُس کا ہات
شیدا ترے پسر کا ہے شبیرؑ خوش صفات
اور عاشقِ حسینؑ ہے عباسؑ نیک ذات

شانِ بہادری ہے ترے نورعین میں
اس کا ازل سے ہاتھ ہے دستِ حسینؑ میں

﴿۵﴾

عباسؑ کو بلا کے گلے سے لگا لیا
ہاتھ اُس کا دے کے ہاتھ میں شبیرؑ کے کہا
اے لال یہ غلام تمہارا ہے با وفا
میری طرح سے پیار اسے کیجیو صدا
آفت کا دن جو تجھ کو مقدر دکھائے گا
اُس روز یہ غلام بہت کام آئے گا

﴿۶﴾

عباسؑ سے کہا کہ سُن اے میرے نونہال
تو ہے علیؑ کا لال وہ ہے مصطفےٰؐ کا لال
رکھیو ہمیشہ خاطر شبیرؑ کا خیال
اس کا ملال احمدؐ مرسل کا ہے ملال
پیش خدا بزرگ ہے رتبہ حسینؑ کا
مجھ کو بھی پاس رہتا ہے اس نور عین کا

﴿۷﴾

خدمت سے کیجیو نہ کسی حال میں قصور
تو ایک مشت خاک ہے یہ ہے خدا کا نور
دلبند فاطمہؑ کا ہے پاس ادب ضرور
جواس کے دل سے دور ہے وہ ہے خدا سے دور

Presented by www.ziaraat.com

آقا کا ساتھ تا دم مردن نہ چھوڑیو
سب چھوٹیں پر حسینؑ کا دامن نہ چھوڑیو

﴿۸﴾

بچوں سمیت جب یہ وطن سے کرے سفر
پہلے مرے حسینؑ سے تو باندھیو کمر
پہنچے جو کربلا میں یہ سلطان بحر و بر
خیمے کی چوکی شام سے تو دیجو تا سحر
روز نبرد معرکہ آرائی کیجیو
پانی ہو اس پہ بند تو سقائی کیجیو

﴿۹﴾

یہ سن کے ساری بیبیاں روتی تھیں زار زار
اور لوٹتے تھے خاک پہ زہرؑا کے گلعذار
دو دن تک علیؑ رہے بستر پہ بے قرار
فرزندوں کو گلے سے لگاتے تھے بار بار
آنسو کبھی رواں تھے کبھی لب پہ آہ تھی
اکیسویں شب آئی تو حالت تباہ تھی

﴿۱۰﴾

اک بار غش سے چونک کے بیٹوں سے یہ کہا
بغلوں میں ہاتھ دے کے اُٹھاؤ مجھے ذرا
آئے ہیں میرے لینے کو جنت سے مصطفےؐ
یہ بات کہہ کے غش ہوئے پھر شاہ لافتا
کچھ رات باقی تھی کہ جہاں سے گزر گئے

غل پڑ گیا کہ حیدرؑ کرار مر گئے

﴿۱۱﴾

فوج ملک میں شور قیامت ہوا عیاں
تھرا گئی زمین ۔ لگا ہلنے آسماں
جنّات پیٹنے لگے با نالہؑ و فغاں
مابین آسماں و زمیں تھا یہی بیاں
وا حسرتا کہ تخت امامت اُلٹ گیا
بس آج زور آلِ محمدؐ کا گھٹ گیا

حضرت علیؑ سے حضرت اُمّ البنینؑ کا عقد ۱۷ رجب ۲۱ھ میں ہوا تھا۔ ۲۱ رمضان ھ میں حضرت علیؑ کی شہادت ہوگئی۔ تقریباً بیسؑ برس دونوں کا ساتھ رہا۔ بحیثیت جہ اُمّ البنینؑ نے تن من دھن سے شوہر اور شوہر کی اولاد کی خدمات سرانجام دیں۔ ضرت اُمّ البنینؑ شادی کے بعد کبھی گھر سے نہیں نکلیں۔ چاروں بیٹوں اور ایک بیٹی کی ورش میں انہماک تھا۔ بیسؑ برس تک خاندان اہلِ بیتؑ میں اُن کو مرکزیت حاصل ی۔ عیدین پر خاندان حضرت علیؑ کے پاس آتا تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ ایک باوفا اور وقار بزرگِ خاندان خاتون تھیں، حضرت علیؑ کی زوجہ ہونے کے سبب سبھی انھیں سلام کرتے تھے۔ وہ بھی پورے خاندان کی سلامتی کی دعائیں کرتی رہتی تھیں۔

حضرت امام حسینؑ جب ۲۸ رجب ۶۰ھ کو کربلا (عراق) جا رہے تھے تو حضرت مّ البنینؑ کو اِسی احترام کے سبب اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔

حضرت اُمّ البنینؑ مدینے میں رہ گئیں اور وہ حضرت فاطمہ صغراؑ کی تنہائی و پریشانی میں اُن کی غمگسار تھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

باب ۔۔۔۔۔۔۹

حضرت اُمّ البنینؑ

بحیثیت ماں

مولانا سیّد آغا مہدی مرحوم لکھتے ہیں:-

شہزادہ عباس کی ماں کا نام فاطمہ اور کنیت اُم البنین (بچوں کی ماں) ہے، عرب میں فاطمہ نامی جناب معصومہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا کے پہلے اور بعد جو عورتیں گذری ہیں اُن میں یہ خاتون بڑی خوش بخت تھیں، فاطمہ بنت اسد کی بہو ہونا، علیؑ کی رفیقۂ زندگی قرار پانا غیر فانی عزت ہے جس کی قبائل عرب کے دل میں آرزو تھی اور خصوصی شرف خاتون کو یہ تھا کہ خود مشکلکشا طلبگار ہوئے، عقیل ایسا دانشمند واسطہ ہوا اُس گھر میں آئیں جہاں فاطمہ زہراؑ کی ثانوی حیثیت پائی، سب سے بڑا فخر یہ تھا کہ سردار جوانان جناں اور ثانیٔ زہراؑ کی ماں کہلائیں۔ دونوں فرزند حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ درجۂ عظمیٰ امامت پر فائز اور گوشوارہ عرش تھے مگر اُم البنینؑ ان کی بھی ماں تھی۔ ان حضرات کا قاعدہ یہ تھا کہ پرورش کرنے والی عورت اور (کِھلائی) پر کھانے میں سبقت نہ کرتے تھے چہ جائیکہ باپ کی رفیقِ زندگی، اور وہ خاتون جس کا انتخاب بڑے گھرے مقاصد کے تحت میں ہوا یہ شادی عیش کے لیے نہ تھی ایک نسل کا منبع سمجھ کر تزویج ہوئی۔

دستور اسلامی کے تحت میں وہ عورت قابل عزت نہیں جو بانجھ ہو اُس عورت کو ...ب سر آنکھوں پر جگہ دیتا ہے جو صاحب اولاد ہو۔ پیغمبرؐ کی حدیث جو فریقین روایت کرتے ہیں..... کہ نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ میں روز قیامت اکثریت امت پر فخر کروں

... (۱) جامع الاخبار (۲) مفاتیح الغیب تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۰۲

حضور سرور دو عالمؐ کا ارشاد ہے کہ ایسی عورت سے شادی کرو جو زیادہ بچے پیدا ...رنے والی ہو (جامع الاخبار) اُم البنینؑ کا خاندان کثرت نسل کے لحاظ سے مشہور تھا ...روہ بھرے گھر میں رہنے والی لڑکی تھیں عرب کیا بلکہ اسلام میں بھی یہ نظریہ عام تھا کہ ...ب باپ کی طرف سے ہے اور ماں ایک ودیعت گاہ ہے جو مدت حمل کے بعد بچہ کو ...ورش کے لیے باپ کو سپرد کر دیتی ہے لیکن اُم البنینؑ کے صرف آبائی سلسلہ کا علم ...ساب میں تحفظ نہیں ہوا بلکہ ان کے ننھیال اور پھر نانی کے ننھیال کا سلسلہ بارہ طرح ...سے ضبط تدوین میں آیا جو تاریخ عرب میں ایک حیرتناک بات ہے آج کل کے لوگوں ...نے جو دور ارتقاء کہا جاتا ہے اس مبحث زندگی کو کالعدم کر رکھا ہے حالانکہ اس کی بڑی ...میت ہے اور علوم وفنون میں یہ علم بہت ممتاز ہے بعض محققین علم الآثار علم الامثال علم الاوائل کے بعد لکھتے ہیں۔

علم الانساب وہ علم ہے جس سے لوگوں کے نسب اور قواعد کلیہ و جزئیہ نسبت تعلقات وشرافت نسبی معلوم ہوتے ہیں اس علم سے تمدنی فوائد بہت کچھ حاصل ہوتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ **رجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا** اور گردانا ہم نے تم کو گروہ وقبیلہ تا کہ باہم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور شارع علیہ السلام نے حکم دیا ہے..... **تعلموانسابکم تعلوا ارحامکم** یعنی اپنے انساب کو جانو تا کہ صلہ رحم یعنی نیکی کر سکو اُن کے ساتھ جو کہ اقرباء نسبی ہیں اور دوسری حدیث میں ہے اپنے نسب

Presented by www.ziaraat.com

کوصلۂ رحم کے لیے گزشتہ ستر پشت تک شمار فرمایا ہے۔عرب میں تحقیق نسب کا ہمیشہ سے بہت لحاظ تھا مجہول النسب کو اُس کے مسکن و حرفہ سے منسوب کر کے نام لیتے تھے۔

(فلسفۃ الاسلام جلد اوّل صفحہ ۴۶ معیار پریس رستم نگر لکھنؤ)

اس جذبہ کو عرب نے ایسا حد سے فزوں کیا تھا کہ تلوار کے نسب، گھوڑوں کا پشت نامہ بھی اُن کی زبان پر تھا اور آج تک موجودہ متمدن دنیا میں اشرف مخلوق انسان اپنے باپ، دادا، نانا کے اسماء کو بھول جائے مگر شوق کے جانوروں کے نام اوپر تک اُن کو یاد ہیں اور یہ لہر کہاں نہیں دوڑی۔

اسلام نام ہے صراط مستقیم کا اُس نے ہر اچھائی کا اپنے حدود میں حکم دیا اور گھٹنے اور بڑھنے سے روکا۔کوتاہی اور تجاوز کو عصیاں بتایا ہے۔

کیا حضرت امیرؑ کی نظر امامت جو بالائے منبر جبرئیلؑ کو پہچان لیتی ہے بہادر خانوادہ ڈھونڈ نہ سکتی تھی۔اُم البنین کا گھر اُن کی نگاہ عصمت سے چھپا ہوا تھا ایسا نہیں ہے عقیل نے علم الانساب میں جو معلومات بہم پہنچائے تھے اُس سے رجوع ایک پیکرِ علم کے لیے صحیح قدر دانی اور ہمت افزائی تھی وہ سن و سال میں دس برس بڑے تھے اُن سے رجوع کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ آنے والے نوجوان اپنے شادی بیاہ کے مسرت افزا اوقات میں اپنے بزرگ کو بھول نہ جائیں اور خدا جانے کتنے بھید ہونگے جس کو ہماری ناقص عقل دریافت نہیں کر سکتی اور ثواب تو اس مقصد خیر کا کہیں نہیں گیا پیغمبرؐ خدا صلعم کی حدیث ہے جو تزویج (شادی) میں کوشش کرے اور مرد و عورت کو ایک جگہ جمع کر دے خدا اس کی حوروں سے شادی کرے گا اور ان تمام مساعی کے عوض میں ایک ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔(جامع الاخبار)

بغیر مشورہ ذاتی تجویز پر نہ عقیل کار ثواب کے حقدار ہوتے نہ اس خاندان کا ویسا

...رف ہوتا جیسا کہ عقیل کے درمیان میں ہونے سے ہوا عقیل کی شخصیت ادبی دنیا میں ...ی ممتاز تھی دو بھائیوں کی اس سلسلہ میں بات چیت پر ملاحظہ ہو۔مولا ایک ایسے ...رانے کی لڑکی بتایئے جو بہادران عرب کی نسل سے ہو میں اس سے نکاح کروں ...لاد جو ہو وہ بڑی بہادر اور دلیر جنگ آزما ہو۔

عقیل اُم البنینؑ کلابیہ سے نکاح کیجئے جس کے باپ دادا سے زیادہ شجاع اور بہادر ...زمین عرب میں کوئی نہیں۔حضرت امیرؑ کو بھائی کی تحقیق پر اعتماد تھا اب پوچھ گچھ کی ...ورت نہیں اور لڑکی والے بھی اگر مسلمان ہیں تو شوہر بتول کا نام سنتے ہی جبینِ نیاز خم ...ریں گے عقیل کی بات رد نہیں ہو سکتی اُم البنینؑ دوشیزہ ہیں اُن کا ابھی تک کوئی پیام عملی ...مہ پہن نہ سکا تھا حافظ حقیقی نے اُن کو عام رشتے سے منسلک ہونے نہیں دیا۔ان کے ...ہ میں وہ فردیں تھیں جو نیزہ و سنان میں کھیل کر بڑے ہوئے اُن کے نام شجاعانِ ...ب کی فہرست میں ثبت رہیں گے۔اسی خاندان کا لبید بن ربیعہ عامری وہ شاعر ہے ...ں کا کلام سبعہ معلقہ میں آج تک موجود ہے اور یہ واقعہ ہے کہ زوجہ امیر المومنین سے ...ے بھی اس نسل میں اُم البنینؑ نامی ایک خاتون گزریں اُن کے بھی چار ہی بہادر فرزند ...ے شجرہ اُم البنین کی ماں اور ان کی ماں کے کئی سلسلوں تک نام محفوظ ہیں شجرہ میں ستر ...ّوں سے زیادہ محفوظ ہیں (العبد الصالح)

محترمہ اُم البنینؑ اور مولا کا ساتھ کم و بیش بیس۲۰ برس رہا ۲۱ ماہ رمضان ۴۰ھ کو بیوہ ...نے کے بعد ۲۱ برس امام حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ رہیں اور کربلا کے بعد گریہ و زاری ...ں اُن کی عمر ختم ہوئی شہادت حسینؑ کے بعد حکومت بنی اُمیہ کی کالی گھٹائیں بڑی مدت ...ک مدینہ پر چھائی رہیں ۶۴ھ میں شمع حیات گل ہوگئی۔واقعۂ کربلا کے بعد تقریباً تین ...ں حضرت اُمّ البنینؑ حیات رہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

حضرت عباسؑ کی ولادت:

انساب کی کتابوں اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عباسؑ اپنی پیدائش کے لحاظ سے حضرت علیؑ کے پانچویں صاحبزادے تھے۔

(۱)۔ حضرت حسن مجتبیٰ سال پیدائش ۳ھ سال شہادت ۵۰ ہجری۔

(۲)۔ حضرت حسینؑ سال پیدائش ۴ ہجری، شہادت ۱۰ محرم ۶۱ ہجری۔

(۳)۔ حضرت محسنؑ جن کی شہادت ۱۱ ہجری میں ہوئی۔

(۴)۔ حضرت محمد حنفیہ سال پیدائش ۱۵ ہجری، سال شہادت ۸۱ ہجری۔

(۵)۔ حضرت عباسؑ اکبر سال پیدائش ۲۲ ہجری زیادہ معتبر ہے۔

یہ بات مسلّم ہے کہ خولہ والدہ محمد حنفیہ کا عقد نکاح حضرت اُم البنینؑ سے پہلے ہوا تھا۔

جس دن حضرت عباسؑ کی ولادت ہوئی حضرت علیؑ نے ان کو اپنے پاس منگایا اور دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور ان کا نام عباسؑ بروزن فعال رکھا اور ان کا لقب ابوالفضل اور کنیت ابوالقربہ رکھی، (قربہ کے معنی ہیں مشک پانی سے بھری ہوئی)، حضرت علیؑ اکثر عباسؑ کو اپنے زانو پر بٹھاتے تھے اور شیر خوار کے کرتے کی آستین اونچی کرتے تھے اور دونوں بازو چومتے تھے اور روتے تھے۔ ایک روز حضرت اُم البنینؑ نے رونے کا سبب پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ ایک دن اس بچہ کے ہاتھ اس کے بھائی کی نصرت میں قطع ہو جائیں گے، میں اس وجہ سے روتا ہوں۔

ولادتِ عباسؑ پر حضرت علیؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت اُم البنینؑ کی گفتگو:

جب عباسؑ پیدا ہوئے تو عقیلۂ بنی ہاشم، ربیبۂ وحی و عصمت جناب زینب کبریٰ

لام اللہ علیہا نے امیر المومنینؑ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔

"بابا! آپ نے مولود کا نام کیا رکھا اور کنیت اور لقب کیا قرار دیا؟"

مولائے کائناتؑ نے بصد عاطفیت و شفقت کے فرمایا۔

"ہاں بیٹا! ہم نے انکا نام بھی رکھ دیا ہے اور کنیت و لقب بھی قرار دے دیا"

جناب زینب علیہا السلام۔

"بابا! وہ کیا؟"

امیر المومنین علیہ السلام۔

"بیٹا! نام۔ تو پس ان کا نام "عباس" ہے۔

اور کنیت۔ تو وہ ہے "ابوالفضل" اور لقب۔ تو وہ ہیں "قمر بنی ہاشم" و "مہ دودمان الت" اور "سقاء"۔"

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے بصد تعجب کے عرض کیا۔

"بابا! بے شک یہ جو نام ہے "عباسؑ"۔ یہ شجاعت اور دلیری کی علامت ہے ر یہ جو کنیت ہے "ابوالفضل"۔ یہ زکاوت قلب و نجابت کا نشان ہے اور یہ جو لقب ہیں "قمر بنی ہاشم" اور "مہ دودمان رسالت"۔ یہ جمال و کمال اور ہیبت و جلال کا پتہ دیتے لیکن بابا! یہ "سقاء" لقب قرار دینے کا کیا سبب ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا۔

"بیٹا! میرا یہ لال کربلا کے پیاسوں کی سقائی کرے گا۔" یہ کہہ کر گریہ کیا آپ کے ریہ اور بیان کربلا سے جناب زینبؑ پر رقت طاری ہوئی اور مادر گرامیؑ کے بتائے وئے واقعات کے یاد آنے پر چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ کیفیت قلب دگرگوں ہوئی۔ ریہ گلوگیر ہوا۔ امیر المومنینؑ نے حدیث ام ایمن بیان کی۔ بی بی کے گریہ کی صدا بلند

Presented by www.ziaraat.com

ہوئی۔

مولاؑ نے فرمایا۔

"اے بیٹا! صبر کے ساتھ اپنے دل کو قوی رکھو۔ اپنے آنسوؤں کو روک لو۔ اور اپنے بھائی کو اسکی ماں کے پاس لے جاؤ یقیناً اس مولود کے لئے تمہاری معیت میں اعلیٰ شرف اور شانِ عظیم ہے۔" تو آپ مولودِ نبیل دبطلِ جلیل کو لے کر جناب امّ البنینؑ کے پاس آ گئیں اور انکے اس استفسار پر کہ "میرے والی وسیّد وسردارؑ نے اس مولود کا نام کیا رکھا؟"۔

سارا واقعہ بیان کیا۔ جسے سن کر جنابِ امّ البنینؑ نے فرمایا۔

"ساری تعریف اس پروردگار کے لئے کہ جس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور میرے لئے اپنے وعدے کو پورا کیا۔"

یہ سن کر جناب زینب سلام اللہ علیہا نے استفسار کیا کہ۔ "وہ خواب کیا تھا"

جناب امّ البنین علیہا السلام نے وہ خواب بیان کیا جس میں آپ نے اپنی آغوش میں چاند کا اترنا دیکھا تھا۔ (الخصائص العباسیہ۔ محمد ابراہیم الکلباسی نجفی۔ ص ۶۹ تا ۷۱)

حضرت عباسؑ، حسن اخلاق، پاک سیرت، روشن ضمیر، اور دل کش شمائل کے مالک تھے:

مقاتل الطالبین میں روایت ہے کہ "**بین عینیہ اثر السجود**" (ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا)

ابن جوزی نے ہشام بن محمد سے اور انھوں نے قاسم بن اصبغ مجاشعی سے روایت کی ہے کہ جب شہیدوں کے سر کوفہ لائے گئے تو میں نے ایک سر کو دیکھا کہ نہایت خوب صورت اور وجیہ تھا اور اس کی صورت مثل چاند کے چمکتی تھی اور سجدہ کا نشان اس

کی پیشانی پر تھا، میں نے دریافت کیا کہ یہ سر کس کا ہے؟۔ ایک شخص نے کہا کہ عباسؑ بن علیؑ کا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا میں حرملہ بن کاہل الاسدی ہوں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں نے حرملہ کو پھر دیکھا اُس وقت اس کی صورت مثل کوئلہ کے سیاہ ہوگئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تمھاری صورت مسخ ہوگئی، اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سر کو نیزہ پر رکھا اور جگہ جگہ پھرایا میری صورت سیاہ ہوگئی جیسی کہ تم اب دیکھتے ہو۔

ان روایتوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؑ اس قدر عبادت فرماتے تھے کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان پڑ گیا تھا اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ وہ اس مقدس باپ کے بیٹے اور اس بزرگ کے بھائی تھے جو ایک رات میں ہزار ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور یہ قول امیر المومنینؑ اور سیّد الشہدا کے بارے میں ہے جس کو فریقین کے سب آدمی مانتے ہیں۔

حضرت عباسؑ کی اہل بیتؑ سے غمخواری اور نگہبانی اور سقایت کا ہر شخص معترف ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا عباس بصیرت نافذ، دور بینی اور محکم ایمان کے حامل تھے۔ انھوں نے راہ خدا میں اپنے بھائی کے ساتھ جہاد کیا اور امتحان میں پورے اترے یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے ایک دن عبید اللہ بن حضرت عباسؑ کو دیکھا اور رو کر فرمایا:-

رسولؐ خدا پر احد، کے دن سے زیادہ سخت دن نہیں پڑا جس دن کہ ان کے چچا حمزہ بن عبد المطلب اسد اللہ واسدِ رسولؐ اللہ شہید ہوئے، اور میرے بابا حسینؑ پر روز عاشورہ

Presented by www.ziaraat.com

سے زیادہ سخت دن نہیں پڑا جس دن ان کو تیس ہزار آدمیوں نے گھیر لیا تھا اور وہ سب یہ جانتے تھے کہ امام علیہ السلام پیغمبرؐ کے لختِ جگر ہیں لیکن ان کا قتل کرنا باعث خوشنودی خدا سمجھتے تھے اور باوجود اس کے کہ حضرت ان کو رسالت مآبؐ سے اپنی قرابت یاد دلاتے تھے لیکن وہ کچھ نہ سنتے تھے یہاں تک کہ ظلم وستم سے ان کو شہید کر دیا۔

پھر حضرت زین العابدینؑ نے فرمایا کہ اللہ پاک میرے چچا عباسؑ پر رحمت نازل فرمائے کیونکہ انھوں نے اپنے بھائی کی نصرت میں اپنی جان قربان کر دی اور بہت اچھا امتحان دیا۔ اپنے دونوں ہاتھ کٹوا دیے جس کے عوض خداوند عالم نے ان کو بھی دو پر مثل حضرت جعفر طیارؑ کے عطا فرمائے۔ جن کے ذریعہ سے وہ ملائکہ کے ساتھ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ میرے چچا عباسؑ کا خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک کریں گے۔

شیخ صدوق نے ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے ایک روز رسالت مآبؐ کو غمگین دیکھا انھوں نے سبب پوچھا حضورؐ نے فرمایا:-

"ھاة شوقی ان اخوانی من بعدی"

میرے دل کو اپنے بھائیوں کے دیکھنے کا جو میرے بعد آئیں گے اشتیاق پیدا ہوا۔ ابوذر غفاری نے کہا کہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم میرے اصحاب ہو اور وہ لوگ وہ ہوں گے جو رضائے الٰہی کے لیے اپنے ماں باپ، بھائیوں، بہنوں اور عزیزوں کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تاکہ میرے حسینؑ کی نصرت کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے ابوذر اُن کی شہادت کا ثواب شہدائے بدر کے ثواب سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ حضرت ابوالفضل العباسؑ کے بلند مقام کے لیے یہ کہنا کافی ہے کہ تمام شہداء مقام عباسؑ پر رشک کریں گے، ابن شہر آشوب نے مناقب میں، سمعانی نے "

رسالۃ القوامہ" زعفرانی نے "فضائل الصحابہ" میں، عکبری نے "ابانہ" میں، ابن مؤذن نے "اربعین" میں ابن بابویہ قمی نے "عیون اخبار الرضا" میں، مجلسی نے بحار میں اور تمام مورخین نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ روزِ قیامت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا محشر کے میدان میں وارد ہوں گی اور دادخواہی کے لیے بارگاہِ الٰہی میں فریاد کریں گی۔

حضرت رسالت مآبؐ فرمائیں گے کہ اے میری پیاری فاطمہ آج شفاعت کا دن ہے نہ کہ دادخواہی کا۔ یہ روایت بہت مفصل ہے خبر کے آخر میں درج ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ فرماتی ہیں کہ میری شفاعت کا سامان لاؤ اس کے بعد فرمایا۔ **"کفانا الشفاعة یدان مقطوعتان ولدی العباس"**۔

اس روایت سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اولاً حضرت زہراؑ نے عباسؑ کو مانند حسینؑ اپنی اولاد کہا اور اس کے بعد فرمایا کہ شفاعت کے لیے عباسؑ کے دو دست بریدہ کافی ہیں۔ اس روایت سے حضرت ابوالفضل العباس کا مقام اس درجہ کو پہنچتا ہے جو مقام امامت کے پہلو بہ پہلو ہے۔

ہاں! انھیں فضائل کی وجہ سے اللہ پاک نے عباس علیہ السلام کی بارگاہ کو لاکھوں اہلِ دل وادب کی جائے طواف قرار دیا اور ان کو حاجت مندوں کا باب الحوائج بنایا۔

میر انیسؔ نے حضرت عباسؑ کے بلند مرتبہ کی کیا خوب تصویر کشی کی ہے:-

اللہ رے نسب واہ ری توقیر زہے جاہ — دادا تو ابوطالبؑ غازی سا شہنشاہ
عمّ جعفر طیار ہژبر صفِ جنگ گاہ — اور والدِ ماجد کو جو پوچھو اسد اللہ
فخر ان کو غلامی کا حسین ابن علیؑ کی
مادر کو کنیزی کا شرف بنتِ نبیؐ کی

Presented by www.ziaraat.com

حضرت عباس اپنی والدہ ماجدہ کی نظر میں:

خلقت کے دائرۂ محبت کو پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ محبت نزولی جو ماں باپ کو اولاد سے ہوتی ہے۔

۲۔ محبت صعودی، جو اولاد کو اپنے ماں باپ سے ہوتی ہے۔

۳۔ محبت عرضی، جو زن وشوہر اور بھائی بہن میں ہوتی ہے۔

۴۔ محبت فطری، جو درمیان منعم وشاکر ہوتی ہے۔ یہی محبت حقیقی ہے۔

۵۔ محبت خیالی، وہ مجازی محبت جو انسانوں کے درمیان ہوتی ہے۔

ماں باپ کی محبت اپنی اولاد سے محبت نزولی ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ چونکہ آدم ابوالبشر خاک سے پیدا کیے گئے، خلقت کا سبب محبت بنی، اس پہلو سے تخلیق آدم نے حرکت نزولی اولاد میں کی، اسی وجہ سے ہر باپ اور ماں اپنی اولاد کو مجبوراً دوست رکھتے ہیں اور یہ دوستی حیوانات میں بھی بدیہی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ فلاسفہ نباتات اور جمادات میں بھی دوستی کے قائل ہیں۔

چونکہ اولاد رشتہ جگر سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اولاد کو پارہ جگر کہا جاتا ہے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کی نگہبانی میں خلاف معمول دلیری دکھلاتی ہیں اور ہر درندہ کے مقابل بچہ کو بچانے کے لیے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہیں۔

جو عورتیں تربیت یافتہ اور خاندانی ہوتی ہیں شوہر کا ہر حکم بسر وچشم مانتی ہیں اور اپنے شوہروں کی خواہش کے مطابق اولاد کی پرورش اور تربیت کرتی ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت علیؑ نے حضرت اُم البنین کا انتخاب اپنی زوجیت کے لیے کیا تاکہ بہادر اور صاحب غلبہ لڑکا پیدا ہو۔ حضرت اُم البنین نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا تھا اور اپنے شوہر کی اطاعت وفرماں برداری میں، خانگی امور کے انتظام اور اولاد کی

پرورش میں بالخصوص عباسؑ کی تربیت میں انتہائی دلچسپی لیتی تھیں۔

عباسؑ سے حضرت علیؑ کو بے حد محبت تھی، جب اُم البنینؑ نے یہ دیکھا تو خود بھی بوجہ اس کے کہ عباسؑ حضرت علیؑ کی اولاد ارشد میں سے تھے ان کی تربیت نہایت محبت سے فرمائی۔ جس قدر حضرت عباسؑ اپنی تربیت وادب میں ترقی کرتے جاتے تھے اتنا ہی حضرت علیؑ کی محبت بڑھتی جاتی تھی یہ دیکھ کر حضرت اُم البنینؑ کی محبت بھی دو چند ہوتی جاتی تھی، وہ حضرت عباسؑ کی کسی تکلیف کو گوارا نہ کرتی تھیں اور ایک لمحہ کے لیے یہ نہیں چاہتی تھیں کہ کسی قسم کا رنج یا صدمہ ان کو پہنچے۔

ایک روز حضرت علیؑ نے عباسؑ کو اپنے زانو پر بٹھایا اور اُن کی آستینیں اونچی کیں اور ان کے بازوؤں کو بوسہ دیا۔ اور گریہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُم البنینؑ کو بہت تکلیف ہوئی اور انھوں نے امیرالمومنینؑ سے رونے کا سبب دریافت کیا، حضرت نے جواب دیا کہ اس کے ہاتھ اپنے بھائی حسینؑ کی نصرت میں قطع کیے جائیں گے، آپ بوجہ محبت مادری بیتاب ہوگئیں، لیکن جب حضرت علیؑ نے عباسؑ کا مقام ومرتبہ بیان فرمایا اور یہ بتایا کہ دونوں ہاتھ جدا ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ ان کو دو پر عطا فرمائے گا جن کے ذریعہ سے وہ بہشت میں پرواز کریں گے تو یہ سن کر آپ خاموش ہوگئیں۔

جناب اُمّ البنینؑ نے حمدِ خدا کے تعویذ فرزندوں کے گلے میں پہنائے تھے:-

باقر شریف قرشی نے اپنی کتاب **العباسؑ بن علیؑ** میں **المنمق فی اخبار قریش** ۔ص ۴۳۷ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ۔

اُعیذہ بالواحد   من عین کلّ حاسد
قائمهم والقاعد   مسلمهم والجاحد
صادرهم والوارد   مولدهم والوالد

Presented by www.ziaraat.com

تعویذ کا ترجمہ:-

"میں نے اپنے فرزند کو خدائے واحد کی پناہ میں دیا، میرے فرزند کو ہر حاسد کی نظر سے تو ہی محفوظ رکھنے والا ہے۔ انہی، انسانوں میں اُسے تسلیم کرنے والے بھی ہیں اور رب کا انکار کرنے والے بھی ہیں، وہی مالکِ کائنات ہے جو وجود میں لاتا ہے اور واپس بُلانے والا ہے، وہی ربّ کائنات پیدا کرنے والا ہے، میرے فرزند کو اور اِن کے آباؤاجداد کو بھی"۔

حضرت عباسؑ اپنے بھائی کی نظر میں:

حضرت عباسؑ نے حضرت علیؑ کے زیرسایہ تربیت پائی، حسنین علیہم السلام کے بعد حضرت علیؑ کی توجہ و شفقت سب سے زیادہ عباسؑ پر تھی، یعنی جس طرح پیغمبرؐ نے حسنینؑ کی خاص طور سے تربیت فرمائی، اپنی زبان وانگشت مبارک سے شکم سیر کیا اپنے زانو پر بٹھلا کر پروان چڑھایا اور تمام مسلمانوں سے ان کی ہر موقع پر ظاہری و باطنی سفارش فرمائی اور ان کی عظمت کا تعارف کرایا، اسی طرح حضرت علیؑ نے عباسؑ کی تربیت اس مقصد سے کی کہ وہ اپنے بھائی حسینؑ کی مدد اس وقت کریں جب وہ میدان میں تنہا رہ جاویں اور برابر ان کی فرماں برداری کرتے رہیں۔

عباسؑ اپنے فرض کو اچھی طرح جانتے تھے اور کبھی بھول کر بھی ادب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

عباسؑ کے متعلق نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا کہ کبھی بھی اپنے باپ کے زمانہ میں جب ان کا سن سترہ برس کا تھا اور اپنی شہادت کے وقت تک کوئی بھی قدم ادب کے دائرہ کے باہر اٹھایا ہو اور وہ ہمیشہ بھائیوں کے احکام کی تعمیل جان و دل سے کرتے تھے اور نہایت

خندہ پیشانی اور فروتنی سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ صاحب غلبہ اپنے بازو کی قوت کے بھروسہ پر خود پسند اور جابر ہوجاتے ہیں لیکن عباسؑ باوجود اپنی قوت وطاقت کے نہ صرف اپنے بزرگوں کا ادب کرتے تھے بلکہ کمزوروں اور بچوں تک کی خاطرداری اور دلجوئی فرماتے تھے۔ ہاں جس نے حسنؑ جیسے بردبار بزرگ اور حسینؑ جیسے شجاع اور سخی کے سایہ میں تربیت پائی ہو اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے عباسؑ کے بھائی ان سے غیر معمولی محبت فرماتے تھے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کا صبر واستقلال:

عرب ممالک کی تاریخ میں کچھ عورتیں ایسی ہیں جو امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہماری زندگی کے لیے مشعل راہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ اور اس وسیع وعریض دنیا میں بسنے والی عورتوں کے واسطے انقلابی رہنما ہوسکتی ہیں۔

جب جزیرۃ العرب میں اسلام کا نور چمکنے لگا۔ تو مکہ و مدینہ آئین اسلام اور تربیت و تعلیم نوع انسان کے لیے مضبوط مرکز قائم ہوا۔

اس مرکز کی تقویت کی خاطر عرب کے مردوں کے ساتھ ساتھ جنگوں میں عورتیں بھی برابر شرکت کرتی رہیں۔

ان کی شرکت کے لیے مخصوص حالات وکیفیت مقرر تھے چنانچہ تاریخ عرب سے باخبر مورخین کے لیے یہ بات مخفی نہیں کہ مردوں کے ساتھ خواتین بھی دشمن کے مقابلے کے لیے شرکت کرتی رہی ہیں۔ ان میں سے بعض خواتین مخصوص بنیادی اسباب وعلل کی بنا پر شریک ہوچکی ہیں۔

ان میں سے بعض خواتین نے اپنے شوہروں کو اور اولاد کو اپنے رہنما کے سامنے فدا

Presented by www.ziaraat.com

کاری کے لیے پیش کیا تھا۔ اور اپنی اس پیشکش پر فخر کرتی تھیں کہ دین اسلام پر اپنا بہترین سرمایۂ حیات قربان کردیا۔

ان اوصاف کی حامل خواتین میں اُمّ البنین ۔ حضرت اُمِ رباب اور حضرت زینب کبریٰ ہیں جنھوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب کرام کی قتل گاہ میں کھڑے ہوکر بارگاہ خداوندی میں عرض کی **اَللّٰھُمَّ مِنَّا ھٰذَالْقُربان** یعنی خدایا ہماری طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔ اس قدر صبر واستقامت اور روحانی قوت کا کمال یہ سب شرافت نفس کی انتہا ہے۔ اس جملے سے اُن کی شخصیت اور معرفت خدا کی کمالیت عیاں ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت اُمّ البنینؑ کا صبر و استقامت جلالت و عنایت نمایاں ہے۔ ۰

حضرت اُمّ البنینؑ نے جب یہ خبر پائی کہ عباسؑ کے بازو قلم ہوئے۔ اور جب یہ خبر سنی تو فرمایا۔

"الحمد للّٰہ الذی جعل ولدی فداء اَلِابن بنت رسول اللّٰہ صلّیٰ اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم"

''ساری تعریف اس پروردگار کے لیے جس نے میرے بیٹے کو دلبندِ بتولؑ کا فدیہ قرار دیا'' (اُم البنین علیہا السلام...شیخ نعمۃ الساعدی۔ ص۲۹)

قبل از ولادت حضرت عباسؑ رسول اللہؐ کی پیشینگوئی:

جب حضرت جعفر طیار کی خبر شہادت محبوب خدا کی زبانی جناب امیر علیہ السلام نے سنی تو آپ پر ایک غم والم کا پہاڑ پھٹ پڑا اور فرمانے لگے کہ بھائی جعفر طیار کی شہادت سے علیؑ کی کمر ٹوٹ گئی مگر جب مخبر صادق سے یہ سنا کہ اُس ہدیہ الٰہی کو کٹے ہوئے ہاتھوں کے عوض اُس منعم حقیقی نے دو پر زمردِ سبز کے عطا فرمائے ہیں تو درگاہ رب العزت میں

بے حد شکر گزار ہوئے اور فرمانے لگے کاش یہ مرتبہ مجھے حاصل ہوجاتا۔

مرزا دبیر فرماتے ہیں:-

سن کر یہ تمنا شہہ لولاک پکارے — بس بس کہ یہ حصہ ہے بھتیجے کا ہمارے
جو عاشق شبیرؑ ہے بیٹوں میں تمہارے — شانوں کو کٹائے گا جو دریا کے کنارے
رتبہ کی بلندی میں فلک پست ملیں گے
یاقوت کے پر ان کو سر دست ملیں گے

زہرؑا کوئی دو تین برس اور ہے مہماں — اک صالحہ سے ہوگا ترے عقد کا ساماں
اُس بی بی کے فرزند گرامی کے میں قرباں — سمجھے گا نواسے کو مری جان اور ایماں
قربان وہ رہے گا پسر خیرالنساء پر
جس طرح سے تم مجھ پہ فدا اور میں خدا پر

سجدہ کیا حیدرؑ نے کہ ہے اوج پہ تقدیر — کی عرض پیمبرؐ سے کہ اے صاحب تطہیر
سبطین کو تو حق نے کیا شبرؑ و شبیرؑ — تم نام مرے بیٹے کا رکھو تو ہو توقیر
پر نام میں دو طرح کی تاثیر ہو پیدا
میرا ہو جلال الفت شبیرؑ ہو پیدا

جناب امیر علیہ السلام کی یہ خواہش سن کر درگاہ سمیع البصیر سے یہ آواز آئی کہ اے علیؑ مطمئن رہو ہم نے تمہاری خواہش کے بموجب ابھی سے اُس مولود مسعود کا نام عباسؑ تجویز کرلیا ہے۔

ہے عین سراسر کہ ہوئے گا علمدار — بے سے ہے بشارت کہ وہ ہے بازوئے سالار
ایمان کا آغاز الف سے ہے نمودار — ہے سین سے سقائے سکینہؑ وہ خوش اطوار
ہے عین کے سر پر جو زبر خواہش رب ہے

Presented by www.ziaraat.com

وہ بازوئے شبیرؑ زبردست ہے سب سے

زہرؑا و علیؑ کی پُرحسرت گفتگو:

جناب امیر علیہ السلام یہ شادی وغم کی خبر سن کر جب مدینہ تشریف لائے اور جناب سیدہؑ سے یہ ماجرا بیان کیا تو جناب معصومہ نے روکر فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ میں آپ کو بہ رضا ورغبت اجازت دیتی ہوں کہ آپ مادر عباس سے عقد کرلیں تاکہ میں حسینؑ کے فدائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔

مرزا دبیر فرماتے ہیں:-

حسرت ہے کہ عباسؑ جو پیدا ہو میں پالوں　　جو ناز کرے فخر سمجھ کر میں اٹھالوں
شبیرؑ کے فدیہ پہ سب ارمان نکالوں　　بس دودھ چھڑاتے ہی میں نوشاہ بنالوں
ننھی سی سپر پشت پہ ہو تیغ کمر میں
کاندھے پہ علم رکھ کے پھراؤں اسے گھر میں
حیدرؑ نے کہا سب یہ حشم ہوئینگے زہرؑا　　بھائی کے وہ مختار علم ہوئیں گے زہرؑا
سقائے یتیمان حرم ہوئینگے زہرؑا　　پر کب کہ تم ہوگی نہ ہم ہوئینگے زہرؑا
نو سال تلک بس وہ ہمیں بابا کہیں گے
پھر شاہ شہیداں کی غلامی میں رہیں گے

یہ سن کے جب سیدۂ کونینؑ جناب عباسؑ کی دید سے مایوس ہوگئیں تو جناب زینبؑ کو بلا کر ارشاد فرمانے لگیں کہ اے پارۂ جگر جب تمہارا چھوٹا بھائی عباسؑ پیدا ہوا تو میری جانب سے تم اُسے پالنا۔ اس کی شادی کرنا اور اُس کی بلائیں لے کر اُس کے دونوں بازوؤں کے میری طرف سے بوسے لینا جو میرے فرزند حسینؑ کی حمایت میں قطع کئے جائیں گے جناب زینبؑ نے فرمایا بہت خوب۔ اور ماں کی وصیت کے بموجب تاعمر

ب عباس علیہ السلام کو مثل امام حسین علیہ السلام کے اپنا بھائی ہی سمجھتی رہیں۔

جناب عباس علیہ السلام کی خبر ولادت سن کر جناب امام حسین علیہ السلام کے دولت لدہ میں تشریف لانے اور اپنے چھوٹے بھائی کو گود میں لینے کی جناب مرزا دبیر احب مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ نے اپنی زبان معجز بیان سے ایسی بے مثل ونظیر لفظی تصویر ھینچی ہے جس کو دیکھ کے روح مانی و بہزاد بھی آئینہ کی طرح حیران اور ساکت و ت ہے۔

مرزا دبیر فرماتے ہیں:-

و شہدا آئے جو منہ دیکھنے کو پاس　　نعلین کے بوسہ کو ہمکنے لگے عباس
روز تولد یہ لحاظ و ادب و پاس　　آغوش میں آنا تھا کہ پوری ہوئی سب آس
نے دودھ کی پروا تھی نہ مادر کی خبر تھی
قلقاریاں تھیں اور رخ مولا پہ نظر تھی

مدار حسینی کی صغر سنی میں جناب اُم البنینؑ کا خواب:

ازمرزا دبیر:-

یا دیکھتی ہیں خواب میں عباسؑ کی مادر　　اک باغ میں پھرتا ہے وہ حیدر کا صنوبر
ک دوش پہ طوبیٰ ہے تو اک دوش پہ کوثر　　گویا کہ تر و خشک ہیں قبضہ میں برابر
حیرت زدہ نیرنگی دنیا سے ہیں عباسؑ
چشمہ تو ہے کاندھے پہ مگر پیاسے ہیں عباسؑ
دیکھ کے گھبرا گئی آنکھوں کو کیا وا　　سوتے میں پھری گرد پسر حق کی وہ شیدا
اندھے پہ لگی ڈھونڈنے پھر کوثر وطوبیٰ　　چونکایا اسے چوم کے منھ اور یہ پوچھا
خوشنود ہو اس وقت کہ مغموم و حزیں ہو

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ میں صدقے گئی پیاسے تو نہیں ہو

حضرت عباسؑ نے فرمایا جی نہیں میں بالکل سیر و سیراب ہوں۔ بیٹے کی زبان سے یہ مطمئن کلمہ سن کر آپ نے دوبارہ آرام فرمانے کی اجازت تو دے دی لیکن پوری رات اُلجھن میں بسر ہوئی صبح ہوتے ہی آپ نے شیر خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا اور تعبیر دریافت فرمائی جناب امیر علیہ السلام یہ خواب سن کر پہلے تو متبسم ہوئے پھر بے اختیار رونے لگے اور ارشاد فرمایا اپنے خواب کی تعبیر حسینؑ سے پوچھو کیونکہ یہ خواب انہیں کی ذات سے تعلق رکھتا ہے جناب اُم البنینؑ نے یہ ارشاد سن کر فوراً شہزادۂ کونین جناب امام حسین علیہ السلام کو بلا کر اپنا خواب سنایا۔ آپ خواب سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ارشاد فرمایا۔ مادر گرامی یہ خواب نہیں بلکہ قدرت نے ایک آنے والے حادثہ کی پیشینگوئی کی ہے۔ جس باغ میں آپ نے میرے قوت بازو کو سیر کرتے دیکھا ہے وہ گلزار جنت ہے اور طوبیٰ سے مراد علم رسولؐ ہے جو بروز عاشورا میرے علمدار کے کاندھے پر ہوگا۔ اور کوثر سے مراد میری پیاسی بیٹی سکینہ کی پُر آب مشک ہے جسے بھرنے کے لیے میرا فدائی نہر فرات پر جائے گا اور تین دن کا بھوکا اور پیاسا راہ خدا اور میری وفاداری میں دونوں شانے کٹا کر شہید کر ڈالا جائے گا۔ جناب اُم البنینؑ نے:-

یہ سن کے کئی شکر کے سجدے کیے پیہم　　اور دوڑ کے عباسؑ کے صدقے ہوئی پُر غم
ماتھے کے عوض شانوں کے بوسے لیے اس دم　　اور بولیں یہ فرزند سے صدقے ہوں ترے ہم
یہ میری محبت نہ بھلا دیجیو بیٹا
جو کہتے ہیں یہ اُس سے سوا کیجیو بیٹا
لو ہاتھوں کو اماں کی طرف اپنے بڑھا دو　　خوشبوئے علمداری و سقائی سنگھا دو

بھ روز علمدار بنو گے یہ سنا دو　　اور دودھ کے بدلے نہیں کیا دو گے بتا دو
محشر میں علم کے تلے بٹھلائیو ہم کو
تم فاطمہؑ کے سامنے لیجائیو ہم کو

حضرت عباسؑ کی ولادت (مرزا دبیر):

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کی تمنا کے مطابق ایک فرزند اُم البنینؑ سے عطا فرمایا۔ ولادت کے ساتویں دن حضرت علی علیہ السلام نے "عباس" نام رکھا اور ایک بھیڑ عقیقہ کے ذبح کیا۔ سر منڈوایا بالوں کے برابر چاندی تول کر راہ خدا میں صدقہ دیا۔

حضرت عباسؑ کی ولادت سال ۲۶ ہجری میں واقع ہوئی اور یہ بابرکت مولود اپنے تمام خاندان بلکہ اس زمانے کے تمام لوگوں میں علم و فضل اور شجاعت و استقامت میں امتیازی شان رکھتا تھا۔ اور اس کا کوئی نظیر نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ واقعاً حضرت علی علیہ السلام کی تمنا مجسم ہو کر شکلِ عباسؑ میں سامنے آئی ہے۔ اس میں شک نہیں مومن کی آرزو جو دل میں رکھتا ہے کسی دن وہ مجسم ہو کر سامنے آتی ہے اور جب کُلِ ایمان کی آرزو ہو تو وہ عباسؑ کی شکل میں نور بن کر آجاتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی آرزو یہ تھی کہ کربلا کے میدان میں جب میرا بیٹا حسین یکہ و تنہا رہ جائے تو اس وقت عباسؑ جیسا قدآور شیر دلاور کام آئے گا۔

اور اُم البنینؑ بھی اپنے خواب کی تعبیر جلد ظاہر ہونے کی توقع رکھتی تھیں تاکہ ستاروں کے درمیان ایک ہاشمی قمر کے چمکنے کا منظر دیکھ لیں۔

علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت اُم البنینؑ خانہ امیر المومنین میں مقیم رہیں۔ اور بصد مستعدی ہر خدمت کو فرض عین سمجھتی رہیں۔ امیر المومنین کی دُعا اور تمنا بے اثر نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا وہ وقت آیا کہ۔ عقد کے بعد تقریباً ایک سال گزرتے ہی ایک چاند سا

Presented by www.ziaraat.com

بچہ آغوش مادر میں آ گیا۔ (حدائق الانس جلد۲ صفحہ ۷۶ طبع ایران) علامہ مامقانی رقمطراز ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے یہاں آنے کے بعد حضرت اُم البنین کی گود بھر گئی و **اول ما ولدت العباس** اور سب سے پہلا جو بچہ پیدا ہوا وہ حضرت علیؑ کی تمناؤں کا مجموعہ تھا۔ جس کا نام عباس بن علی رکھا گیا۔ (تنقیح المقال صفحہ ۱۲۸ باب العباس من ابواب العین طبع ایران)

مرزا دبیر کے کلام میں حضرت اُم البنینؑ کے حالات شادی کے بعد اور حضرت عباسؑ کی ولادت :-

﴿۱﴾

اب شام رقم میں قمر کلک ہے تاباں
اعمال ادا کر کے شب نیمۂ شعباں
جاگے جو نصیب اس کے تو سوئی یہ خوش ایماں
رویا میں ملی دولت بیدار فراواں
خوش ہو کے اُنھیں بخشش معبود کو ڈھونڈھا
داماں میں بر میں دُر مقصود کو ڈھونڈھا

﴿۲﴾

ہو کر متبسم شہ مرداں یہ پکارے
کیا ڈھونڈھتی ہو اُس نے کہا عرش کے تارے
کیا خواب میں بیدار ہوئے بخت ہمارے
اک چاند ابھی گود میں تھا تین ستارے
فرمایا مقدر میں ترے چار پسر ہیں
پر تین خلف تارے ہیں عباسؑ قمر ہیں

﴿۳﴾

خاتم کے نواسہ پہ جو ہوئیں گے یہ قرباں
بخشے گا خدا ان کو عجائب سر و ساماں
ہر مرسل و ہر امت و ہر جن و سلیماں
عباس ابوالفضل پہ سب ہوئیں گے گریاں
بھیجیں گے درود اور صلوٰۃ ارض و سما بھی
جنات بھی انساں بھی ملائک بھی خدا بھی

﴿۴﴾

ناگہہ صدف نسل میں دُرِ نجف آیا
اور وجد میں فوراً فلک نہُ صدف آیا
دورِ قمر و برج جلال و شرف آیا
اور آیۂ الہام خدا ہر طرف آیا
تعبیر مجسم نظر آئے گی جہاں کو
رویا میں اسی چاند کی رویت ہوئی ماں کو

﴿۵﴾

جس چاند سے معلوم ہوئے حمل کے آثار
اعجاز و کرامات کے کھلنے لگے اسرار
ماں راتوں کو سوتی تھی یہ تھے بطن میں بیدار
پچھلے سے جگاتے تھے پئے طاعت غفار
یہ عشق کسی طفل شکم کو ہے کسی کا
ہر وقت لیا نام حسینؑ ابن علیؑ کا

Presented by www.ziaraat.com

(۶)

حجرے کو حمیدہ کے حسینؑ آتے تھے جس دم
اُٹھ اُٹھ کے یہ گرد اُن کے پھرا کرتی تھی پیہم
کہتے تھے یہ شبیرؑ کہ ثانیٔ مریم
اس خُرد نوازی سے تو ہوتے ہیں خجل ہم
ہم آپ کے فرزند ہیں تعظیم یہ کیسی
کیوں گرد مرے پھرتی ہو تکریم یہ کیسی

(۷)

وہ کہتی تھی واری گئی پوچھو تو یہ ہم سے
پلتے ہیں مرے بطن میں جو ناز و نعم سے
کان ان کے لگے رہتے ہیں آواز قدم سے
آتے ہو جو تم حکم یہ دیتے ہیں شکم سے
کونین کی مختار کی تعظیم کو اُٹھو
اماں مرے سردار کی تعظیم کو اُٹھو

(۸)

تعظیم میں ہو دیر تو اے عاشقِ باری
یہ زور دکھاتے ہیں غلامی کا تمھاری
اُٹھتی ہوں تو پھر بیٹھ نہیں سکتی ہوں واری
کہتے ہیں پھرو گرد قسم تم کو ہماری
ہے ترک ادب بیٹھ نہ جایا کرو اماں
عباسؑ کو گرد ان کے پھرایا کرو اماں

(۹)

دنیا میں پھرے دن سحر و شام کے ناگاہ
طے ماہ یداللہ نے کی منزل نہ ماہ
نو روز کی شب ساعت تحویل سحر گاہ
طالع ہوا یہ ماہ بنی ہاشم ذیجاہ
اس چاند نے جو وقت سحر جلوہ گری کی
سورج میں اُداسی تھی چراغ سحری کی

(۱۰)

وارد ہوئیں حوران جناں غرقِ جواہر
کشتی میں لیے ننھا سا اک خلعت فاخر
پانی کی ہوئی چاہ جو نہلانے کی خاطر
کوثر سے سبو بھر کے ملائک ہوئے حاضر
اک دن تھی یہ پانی کی کمی ظلم عدو سے
میت کا ہوا غسل جراحت کے لہو سے

(۱۱)

خود ساقیٔ کوثر نے دیا غسل ولادت
کانوں میں کہی آپ اذاں اور اقامت
پھر دامن شبیرؑ میں دی اپنی وہ دولت
فرمایا کہ راضی ہوئے اے فدیہ امت
ہر روز تقاضا تھا علمدار کا ہم سے
لو آج خدا نے یہ دیا اپنے کرم سے

Presented by www.ziaraat.com

﴿۱۲﴾

جس چاند میں ایماں کے چمن کو یہ ملا پھل
کہتے ہیں کہ وہ ماہ جمادی تھا پہ اوّل
تاریخ دوم اور سوم درج ہے مجمل
اُنتیس تھے سن ہجرت اقدس کے مفصل
تاریخ کی تاکید ہوئی کلکِ قدر پر
اُنتیس کا چاند اُن کو لکھا لوح قمر پر

﴿۱۳﴾

جب والدہ کے دودھ سے دھوئے لب ذیشاں
تسبیح پڑھی شکر کی بے سجۂ دنداں
ہر بات میں تھی پیروی شاہِ شہیداں
واں صبح ولادت کو ہوا پیاس کا ساماں
یاں تیسرے دن دودھ حمیدہ کا ہوا خشک
عباسؑ کا منھ خشک تھا لب خشک گلا خشک

﴿۱۴﴾

کہتی تھی حمیدہ ارے لوگو میں کروں کیا
مہمان کو سرے گھر میں نہیں دودھ مہیا
بچے کا اشارہ تھا یہ منصب کا ہے تمغا
پیاسے کا علمدار ہوں پیاسے کا ہوں سقا
اونتیس برس شوق شہادت میں جئیں گے
ہم تیسرے دن پیاس میں پانی نہ پئیں گے

﴿۱۵﴾

یہ دیکھ کے شبیرؑ نے کی آہ و فغاں ہائے
گہوارے میں عباسؑ تھے بے شیر طپاں ہائے
لعل لب شیریں تھے اُودا ہٹ تھی عیاں ہائے
اور سوکھ کے قرآں کی نشانی تھی زباں ہائے
تھی دودھ کی فکر اُن کے لیے جو شہِ دیں کو
اغلب تھا کہ لے آئے فلک گاوِ زمیں کو

﴿۱۶﴾

کلمہ یہ لب نہر لبن سے ہوا جاری
جھولے کے پھروں گرد جو مرضی ہو تمہاری
پر دایۂ تقدیر دعا دے کے پکاری
حیدر کی زباں میں ہے ہر اک نعمت باری
ہے اُس کی تری بازوئے شبیرؑ کے قابل
قابل ہے وہ شیران کے یہ اس شیر کے قابل

﴿۱۷﴾

زینبؑ نے کہا بھائی سے مسجد میں چلے جاؤ
حلّالِ مہمات دو عالم کو بُلا لاؤ
حاجت ہو روا قبلۂ حاجات کو لے آؤ
عباسؑ کو غش آتے ہیں تاخیر نہ فرماؤ
شبیرؑ جو حیدرؑ کو بلا لائے محل میں
دو آئے تسلّی کے بہم آئے محل میں

Presented by www.ziaraat.com

﴿۱۸﴾

دلبر کو لیے بر میں حمیدہ ہوئی حاضر
حیدرؑ نے لیا گود میں چومے لب طاہر
فرمایا کہ تم تو ہو بڑے صابر و شاکر
یہ غصہ یہ رونا یہ غشی دودھ کی خاطر
مشکل ہے رفاقت خلف الصدق نبیؐ کی
عباسؑ بہت مشق کرو تشنہ لبی کی

﴿۱۹﴾

پھر اپنی زبان آپ نے دی اُن کو دہن میں
اک نہر لبن جاری و ساری ہوئی تن میں
افسوس نہ عاشور کو حیدر ہوئے رن میں
پیاس ایک طرف زخم تھے اسدرجہ بدن میں
کس منھ سے کوئی آہ یہ تقریر نکالے
اک آنکھ سے شبیرؑ نے دس تیر نکالے

﴿۲۰﴾

القصہ یوں ہی طے ہوئے ایام رضاعت
گہہ دودھ پہ گہہ آب زباں پر تھی قناعت
اس آب سے رگ رگ میں بڑھا خونِ شجاعت
عرفان خدا نور بصر حُسنِ سماعت
ہر عضوِ بدن بازوئے شاہِ دو جہاں کا
جوہر تھا یداللہ کی شمشیرِ زباں کا

﴿۲۱﴾

ہاتھوں کی لکیروں میں ہے مضمون شفاعت
لکھی ہے یہ راوی نے قیامت کی روایت
حیدرؑ کی تولآئیوں سے روز قیامت
آئیں گے کئی غول گرفتار عقوبت
پرچار وہ معصوم رہا اُن کو کریں گے
بالکل حسنات اپنے عطا اُن کو کریں گے

﴿۲۲﴾

اے صلِّ علیٰ پرورش چاردہ معصوم
ناز اِس کرم و جود پہ فرمائے گا قیوم
ناگاہ صفِ حشر سے اُٹھے گی بڑی دھوم
پوچھیں گے پیمبرؐ تو خبر ہوگی یہ معلوم
اِک غول کو یاں لاتے ہیں دوزخ کے فرشتے
دوزخ میں لیے جاتے ہیں دوزخ کے فرشتے

﴿۲۳﴾

بیٹی سے کہیں گے یہ رسولِ ملک و ناس
کچھ ان کی شفاعت کا ذخیرہ ہے ترے پاس
وہ بولیں گی ہاں اے مرے بابا نہ ہو بے آس
دامن میں ہے یہ غرق بخوں شانۂ عباسؑ
عباسؑ نے شانے رہِ خالق میں دیے ہیں
حضرت کے نواسے پہ یہ قربان کیے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

﴿۲۴﴾

اس فرقۂ ناجی میں ہیں سب محسنِ زہراؑ
عباسؑ کے عاشق مرے شبیرؑ کے شیدا
بچوں کو محرّم میں بناتے تھے یہ سقّا
عاشور کو تھا وردِ زباں ہائے حسینا
یہ ہاتھ کٹے پلۂ میزاں میں دھرو تم
اس غول پہ تقسیم ثواب ان کا کرو تم

﴿۲۵﴾

کیا ان کے گنہ میری مصیبت سے سوا ہیں
گنتی میں شہیدوں کی جراحت سے سوا ہیں
شبیرؑ کے کیا بار شہادت سے سوا ہیں
سب اک طرف اللہ کی رحمت سے سوا ہیں
ہم ساتھ انہیں خلد میں لیجائیں گے بابا
بخشائیں گے بخشائیں گے بخشائیں گے بابا

﴿۲۶﴾

یہ شانہ ترازو میں دھریں گے جو پیمبرؐ
آئے گا تلاطم میں یمِ رحمت داور
فرمان یہ پہنچے گا کہ اے شافعِ محشر
اس غول کو بھی ہم نے جناں دی مع کوثر
کہہ دو یہ دلاور بھی مرا خاص ولی ہے
بندو یہ فقط خاطر عباسؑ علی ہے

مرزا دبیرؔ کے اشعار کی شرح نثر میں درج ہے:-

چودھویں شعبان کا چاند آسمان کی وسعتوں میں تاباں تھا۔

حضرت اُمّ البنین نے شبِ نیمہ شعبان کے اعمال ادا کئے اس کے بعد سو گئیں، نیند کے عالم میں خواب دیکھ کر بیدار ہوئیں اور پہلو میں کچھ تلاش کرنے لگیں، شیرِ خدا شہ مرداںؑ نے مسکرا کر کہا کہ تمہیں کس چیز کی تلاش ہے۔

حضرت اُمّ البنینؑ نے فرمایا ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند اور تین ستارے میری آغوش میں تھے۔

مولا علیؑ نے فرمایا:-

تمہاری تقدیر میں چار بیٹے ہیں، عباسؑ مثل چاند کے اور تین بیٹے عبداللہ، عمران اور جعفر تین روشن ستارے ہیں۔

یہ چاروں فرزند کربلا میں نواسۂ رسولؐ حسینؑ ابن علیؑ پر قربان ہوں گے، تمام ملائکہ، مرسلین، ہر اُمّت، جنّات قومِ سلیمان، ابوالفضل عباسؑ کا ماتم کریں گے۔ ارض و سما جنّات و ملائکہ اور مالکِ کائنات اُن پر درود پڑھیں گے۔

پھر وہ ساعت آئی کہ دُرِّ نجف نسلِ صدف میں چمکنے لگا، نو آسمان وجد میں آ گئے، قمر برجِ شرف میں روشن ہوا، آیتِ الہام کا نزول ہوا، ماں کو اس چاند کی زیارت ہوئی۔

معجزات و کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ اُمّ البنین کے بطن مبارک سے حسینؑ ابن علیؑ کے نام کی تسبیح کی صدا آتی تھی۔

حضرت اُمّ البنینؑ (حمیدہ بی بی) کے پاس جب امام حسینؑ تشریف لاتے تو حضرت اُمّ البنینؑ امام حسینؑ کا طواف فرماتی تھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

امام حسینؑ کہتے تھے۔

اے مادرگرامی میں آپ کا فرزند ہوں آپ اس قدر تعظیم وتکریم کیوں کرتی ہیں۔

حضرت اُمّ البنین فرماتی تھیں۔

بیٹا یہ طفل جو میرے بطن میں ہے تمہاری آمد پر یہ مجھ سے کہتے ہیں مختار کائنات اور میرے سردار کی تعظیم کو اُٹھیے۔

یہ کہتے ہیں:۔

اماں میں غلام ہوں، یہ میرے آقا ہیں عباسؑ کو اُن کے گرد طواف کے لیے پھراؤ یہ مجھے اپنی قسم دے کر مجھے اٹھاتے ہیں۔

دنیا کے شام وسحر گذرے

ماہِ بنی ہاشم کا طلوع ہوا، نوروز کی شب تھی، قریبِ صبح چاند کی جلوہ گری ہوئی، سورج کی روشنی پھیکی ہوگئی چاند کچھ ایسا روشن ہوا۔

حورانِ جنت، ایک کشتی میں چھوٹا سا خلعتِ فاخرہ لے کر اُم البنینؑ کے حجرے میں آئیں، کوثر کے جام لیے فرشتے بھی آگئے کہاں تو عباسؑ کو کوثر کے پانی سے غسل دیا گیا اور کہاں کربلا میں زخموں کے خون سے عباسؑ کا آخری غسل ہوا۔

ساقیٔ کوثر حضرت علیؑ نے آبِ کوثر سے عباسؑ کو غسل دیا۔ ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں اقامت کہی۔

پھر بچے کو حسینؑ کی گود میں دے کر علیؑ نے کہا لو حسینؑ تم کو علمدار مبارک ہو، عباسؑ جس مہینے میں پیدا ہوئے وہ ماہِ جمادی الاوّل تھا اور تاریخ ۲۳ تھی ہجرت کے انیس برس گذر چکے تھے۔ عباسؑ انتیس کے چاند بن کر طلوع ہوئے تھے۔

حضرت اُمّ البنینؑ (حمیدہ بی بی) نے تین دن عباسؑ کو دودھ پلایا، تیسرے دن

دودھ خشک ہوگیا، عباسؑ کا منہ، لب اور گلا خشک ہوگیا۔

گویا یہ اشارہ تھا عباسؑ کی پیاس کی طرف کہ یہ کربلا میں تین دن پیاسے رہیں گے۔

جھولے میں عباسؑ کی پیاس دیکھ کر امام حسینؑ جھولے کے گرد مضطرب الحال پھرنے لگے۔

حضرت زینبؑ نے حضرت عباسؑ کی پیاس کا عالم دیکھ کر مسجد سے حضرت علیؑ کو بلوالیا۔

حضرت اُمّ البنینؑ حضرت عباسؑ کو گود میں لے کر مولا علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مولا علیؑ نے عباسؑ کو گود میں لے کر بچے سے فرمایا، عباسؑ مجھے کربلا میں تمہاری پیاس یاد آرہی ہے، یہ کہہ کر آپ نے عباسؑ کے دہن میں اپنی زبان مبارک رکھ دی زبانِ علیؑ سے نہرِ لبن جاری وساری ہوئی، عباسؑ کی پیاس ختم ہوگئی۔

ہائے کربلا میں عاشور کو علیؑ کہاں تھے عباسؑ تین دن کے پیاسے تھے، فرات کے کنارے خاک وخون میں تڑپ رہے تھے، حسینؑ نے عباسؑ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر حسینؑ کی آنکھ سے تیر نکالا تھا۔

القصہ عباسؑ ماں کا دودھ اور علیؑ کی زبان چوس کر بڑے ہونے لگے عباسؑ میں خون شجاعت بڑھنے لگا، اللہ کی معرفت، آنکھوں کا نور، حسنِ ساعت میں اضافہ ہوتا گیا، ایامِ رضاعت طے ہورہے تھے عباسؑ مثل علیؑ شجاع نظر آنے لگے۔ عباسؑ کے بازو مثل یداللہ کے شانوں کے بھرے بھرے نظر آنے لگے۔

مجھے اس وقت ایک روایت یاد آرہی کہ قیامت کے دن شفاعت کا روز ہوگا۔ راوی نے ایک قیامت کی روایت تحریر کی ہے۔

کچھ انسانوں کے غول گرفتارِ مصیبت محشر میں نمودار ہوں گے، فرشتے انھیں دوزخ کی طرف لے جانے لگیں گے کہ چودہ معصوم انھیں اپنی نیکیاں عطا کردیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

اس وقت رسولؐ اللہ اپنی بیٹی فاطمہ زہراؑ سے فرمائیں گے۔

بیٹی تمہارے پاس کچھ سامان شفاعت میں سے ہے۔

خاتونِ قیامت کہیں گی۔

ہاں یہ میری آغوش میں عباسؑ کے دو کٹے ہوئے شانے غرق بہ خوں ہیں یہ عباسؑ نے راہِ خدا میں آپ کے نواسے حسینؑ پر عاشور کو قربان کیے تھے۔

سیدہؑ فرماتی ہیں:-

یہ تمام لوگ فاطمہ زہراؑ کے محسن ہیں یہ عباسؑ کے عاشق اور حسینؑ کے شیدا ہیں، یہ وہ ہیں جو محرم میں اپنے بچوں کو سقہ بناتے تھے، عاشور کو ہائے حسینا کی صدا بلند کرتے تھے۔

اے بابا عباسؑ کے کٹے ہوئے ہاتھ پلۂ میزان میں رکھ دو اور اس کا ثواب عزاداروں میں تقسیم کر دو۔

کیا ان کے گناہ میری مصیبت سے زیادہ ہیں کیا گنتی میں شہیدوں کے زخموں سے زیادہ ہیں۔ کیا حسینؑ کی شہادت کے وزن سے زیادہ ہیں۔ کیا اللہ کی رحمت سے بھی زیادہ ہیں۔

نہیں ایسا نہیں ہے ہم ان کو جنت میں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔

بابا......

ہم ان کی شفاعت کرتے ہیں، شفاعت کرتے ہیں، شفاعت کرتے ہیں۔

رسولؐ اللہ پلۂ میزان میں عباسؑ کے بازو رکھ دیں گے، اللہ کی رحمت کا سمندر تلاطم میں آئے گا، اللہ کا فرمان اس وقت نازل ہوگا۔

اے شافعِ محشر اے میرے حبیبؐ میں نے ان عزاداروں کو جنت اور کوثر عطا کر دیا۔ عباسؑ مرا خاص ولی ہے، اے مرے بندوں یہ عباسؑ کی خاطر میں نے تمہیں

بخش دیا ہے۔

حضرت عباسؑ کی تاریخ ولادت کی تحقیق:

علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام کا ۲۲ھ میں پیدا ہونا مستند سمجھنا چاہئے۔ بعض معتبر مورخین نے سن ولادت میں اختلاف کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں **ولد سنة ست و عشرین من الهجرت**۔ آپ ۲۶ ہجری میں پیدا ہوئے۔ (ابصار العین صفحہ ۲۵ طبع نجف اشرف ۱۳۴۱ھ تنقیح المقال صفحہ ۱۳۸ طبع ایران) سنِ ولادت کی طرح تاریخ ولادت میں بھی سخت اختلاف ہے۔

(۱) مرزا دبیر نے ۲۳ جمادی الاوّل ۲۹ ہجری تاریخ و سنِ ولادت بتایا ہے۔

(۲) جناب مولوی سید محمد ضامن صاحب کراروی ضلع الٰہ آباد نے اپنے رسالے جواہر زواہر قلمی کے صفحہ ۱۰۹ پر آپ کی تاریخ ولادت ۱۹ر جمادی الاول اور صفحہ ۱۱۱ پر بقولے ۱۸ر رجب المرجب تحریر فرمائی ہے۔

(۳) جناب مولانا سید اکبر مہدی صاحب سلیم جرولی نے اپنی کتاب جواہر البیان کے صفحہ ۳۷ پر بحوالہ محرق الفواد ۲۶ر جمادی الثانی تحریر فرمایا ہے۔

(۴) جناب شاہ محمد حسن صاحب صابری چشتی (صوفی) نے اپنی کتاب آئینہ تصوف کے صفحہ ۲۴۴ طبع رامپور ۱۳۱۱ھ پر ۱۸ر رجب تحریر کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ بتاریخ ۱۸ر رجب المرجب بروز پنجشنبہ بوقت صبح مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

(۵) اہلِ ایران کے نزدیک آپ کی تاریخ ولادت ۴ر شعبان المعظم ہے۔ مشہد مقدس کے علمی مجلّے "ندائے ترقی" ماہ شعبان ۱۳۵۰ھ کے صفحہ ۲۲۷ پر مرقوم ہے "ولادت با سعادت باب الحوائج قمر بنی ہاشم حضرت ابوالفضل العباس را آقایان نجف

Presented by www.ziaraat.com

لیلہ چہارم ماہ شعبان از اسناد معتبرہ موثقہ بدست آوردہ اند .....الخ

جناب مولوی محمد ظفریاب صاحب زائر نے اخبار اثنا عشری دہلی ۸ر مئی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۱۱ کالم ۳ پر ۲ر جمادی الاول تحریر فرمایا ہے۔

تحقیق: مذکورہ بالا اقوال پر جب تحقیقی نظر ڈالی جاتی ہے تو ۴ر شعبان والے قول کو ترجیح نکلتی ہے یعنی اس کے علاوہ دیگر مستندۃ ہونے کی وجہ سے نا قابلِ التفات ہیں۔ اس لیے کہ اس مجلّہ علمیہ میں علمائے نجف کی تحقیق کا حوالہ دیا گیا ہے یہ ظاہر ہے کہ ان کے مقابلہ میں غیر موثق اقوال قابلِ اعتنا نہیں ہو سکتے۔

غرضیکہ بوقت شہادت آپ کی عمر ۳۸ سال ماننے بغیر چارہ نہیں۔

اب ۴ر شعبان ۲۲ھ کو تاریخ ولادت قرار دے کر ۱۰ر محرم الحرام ۶۱ھ تک آپ کی عمر کا حساب کیا جاتا ہے تو غالباً ۳۸ سال ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت عباس ۴ر شعبان المعظم ۲۲ھ مطابق ۲۸ر جون ۶۴۳ء یوم یکشنبہ (اتوار) کو پیدا ہوئے۔

ایران، عراق، ہندوستان و پاکستان میں حضرت عباسؑ کی ولادت کی محافل و میلاد ۴ر شعبان کو منعقد ہوتے ہیں۔ لکھنؤ (درگاہِ حضرت عباسؑ) کی محفل ۱۷ر شعبان کو منعقد ہوتی ہے۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ تاجدار کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام ۳ر شعبان المعظم اور علمدار کربلا حضرت عباس علیہ السلام ۴ر شعبان المعظم کو پیدا ہوئے۔

وَالشَّمسِ وَضُحٰھَا وَالقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا

آفتاب اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم جب وہ اس کے پیچھے آئے۔ حسینؑ آفتاب تھے اور عباسؑ چاند تھے۔ آفتاب ۳ر شعبان کو طلوع ہوا ۲۵ برس کے بعد چاند ۴ر شعبان کو طلوع ہوا۔ میر انیسؔ کہتے ہیں:-

آئینۂ تصویرِ یداللہ ہے عباسؑ
شبیرؑ تو خورشید ہے اور ماہ ہے عباسؑ

حضرت علیؑ کی پیشانی سجدۂ خالق میں:

بطن جناب اُم البنینؑ سے چاند سا بچہ پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو مژدہ مسرت سنایا کہ اُم البنینؑ کے شکم مبارک سے ایک ماہ پیکر بچہ پیدا ہوا ہے۔ حضرت علیؑ نے خبر مسرت اثر پاتے ہی اپنی پیشانیٔ مبارک سجدۂ خالق میں رکھ دی۔ مطلب یہ تھا کہ خالق! میری دلی تمنا بر آئی۔ اب میرے حسینؑ کی امداد ہو سکے گی۔

(ریاض القدس صفحہ ۶۷)

حضرت عباسؑ کی پہلی نظر چہرۂ امام حسین علیہ السلام پر:

تاریخ کے چہرے پر نظر ڈالنے والے جانتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اپنی آنکھوں کو اس وقت تک بند رکھا جب تک کہ پیغمبر اسلام تشریف نہ لائے تھے۔ جب آپ تشریف لائے اور اپنی آغوش میں تاجدار اسلام کو لیا تو آپ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اور چہرہ رسالت پر پہلی نظر ڈالی تھی۔

شارح زیارت ناحیہ کی تحقیق ہے کہ جب حضرت امام حسین کو خبر ملی اور آپ تشریف لائے اپنے بھائی کو آغوش امامت میں لیا۔ کان میں اذان و اقامت کہی۔ آپ نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ اور سب سے پہلے چہرۂ امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔

زبانِ امام حسینؑ دہن عباسؑ میں.

تاریخ شاہد ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے پیغمبر اسلام نے زبان مبارک دہن اقدس میں دے کر بزبان حال اقرار جانبازی لے لیا تھا۔ یہی وجہ

Presented by www.ziaraat.com

تھی کہ حضرت علیؑ شمعِ رسالت پر ہر وقت پروانہ وار نثار ہونے کو تیار رہا کرتے تھے۔ کسی وقت آنحضرتؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ جب نبرد آزمائی کا موقعہ آیا۔ نہایت ہی بے جگری سے لڑے۔ جاں نثاری کا وقت آیا تو آنحضرتؐ کے پسینے پر اپنا خون بہا دیا۔ ہجرت کے موقع پر تلواروں کے سایہ میں میٹھی نیند سو کر دکھلا دیا۔ کہ حمایت اس کا نام ہے۔ حضرت امام حسینؑ بہ نص قرآنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ وآلہ وسلم کے فرزند اور حضرت عباسؑ حضرت علیؑ کے نور نظر تھے۔ آنحضرت کا جو برتاؤ حضرت علیؑ کے ساتھ اور حضرت علیؑ کا جو سلوک حضرت محمد مصطفےٰؐ کے ساتھ تھا۔ وہی برتاؤ حضرت امام حسین علیہ السلام کا حضرت عباسؑ کے ساتھ اور حضرت عباسؑ کا امام حسینؑ کے ساتھ ہونا چاہیے۔

شارح زیارت ناحیہ لکھتے ہیں کہ: حضرت عباسؑ نے بھی پیدا ہونے کے بعد نہ ماں کا دودھ پیا اور نہ ہی دائی کا۔ جب حضرت امام حسینؑ تشریف لائے اور آغوش مبارک میں لے کر دہن اقدس میں زبان اطہر دی تو حضرت عباسؑ نے اُسے چوسنا شروع کر دیا۔ گویا امام حسینؑ نے اسی طرح اقرار جانبازی لے لیا۔ جس طرح سرورِ کائنات نے لعاب دہن چسا کر حضرت علیؑ سے عہد وفاداری لیا تھا۔ چنانچہ آپ تاعمر "**انا عبد من عبید محمد**" فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عباسؑ مسجد میں:

حضرت امام حسینؑ لعاب دہن سے میراب کرنے کے بعد حضرت عباسؑ کو لے کر عبا سے سایہ کئے ہوئے داخل مسجد ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام سے عرض کی۔ ''بابا جان! یہ بچہ مجھے بہت ہی پیارا ہے۔ اس کی پرورش اور پرداخت میں کروں گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ بیٹا بڑی خوشی کی بات ہے۔

امام حسین علیہ السلام مسجد سے واپس ہوتے ہوئے پھر عرض کرتے ہیں۔ بابا جان! کیا وجہ ہے کہ جب اس کی محبت جوش مارتی ہے تو ساتھ ہی ساتھ میرا دل بھی بھر آتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بیٹا خاصانِ حدا کے لیے خوشی اور غم توام ہیں۔ آج یہ بچہ تمھیں مسرور کر رہا ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے کہ تم **الان انکسر ظهری** کہہ کر روتے ہوگے۔ امام حسینؑ نے اشارہ کی تفصیل چاہی۔ آپ نے فرمایا:

بیٹا! جبریل امین تیری شہادت کا محضر نامہ لیے تھے۔ اس میں مرقوم تھا "**الحسین سیّد الشهداء**" **والعباس حامل اللّواء**" ۔ حضرت حسینؑ شہدا کے سردار عباس علمبردار کربلا شہید ہوں گے۔ علما کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے رسولؐ اللہ کو بار بار کہتے ہوئے سنا ہے کہ حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے صحرائے کربلا میں شہید ہوں گے۔ (ینابیع المودۃ صفحہ ۳۱۸، تحریر الشہادتین شرح الشہادتین صفحہ ۸۳ طبع لکھنؤ) اور عباس نہر فرات پر جا کر اپنے شانے قلم کرا دے گا۔ اے حسینؑ! ذرا عباس کے شانے کھولو۔ شانے کھولے گئے۔ حضرت نے اس پر دو نشان دکھلائے۔ فرمایا۔ ایک علم کا اور دوسرا سکینہ کی سوکھی مشک کا نشان ہے۔ واللہ اعلم (ریاض الشہداء صفحہ ۲۵۹ طبع دہلی ۱۳۵۲ھ)

حضرت عباسؑ کی شہادت کی خبر اور اُمّ البنینؑ کا گریہ:

علامہ صدرالدین قزوینی لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ایک دن واردِ خانۂ عصمت ہوئے۔ فرمایا میرے نور نظر کو میرے پاس لاؤ سفید پارچہ میں لپیٹ کر حضرت عباسؑ آپ کی آغوش میں دے دیئے گئے۔ آپ نے چہرۂ عباسؑ سے کپڑے کو ہٹایا۔ چہرۂ قمر بنی ہاشم پر نظر ڈالی۔ اور فوراً پیشانی فرزند کا بوسہ دیا اس کے بعد اس پارچہ سے حضرت عباسؑ کے ننھے ننھے ہاتھوں کو نکالا اور دست و بازو، کلائی و سرپنجہ کو بغور دیکھا۔ چشم مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگے۔ اور آپ نے رونا شروع کیا۔ آپ کا

Presented by www.ziaraat.com

رونا تھا کہ چاہنے والی ماں کے منہ کو جگر آنے لگا۔ دست بستہ عرض کی۔ میرے مولا! آپ نے میرے اس فرزند دلبند کے ہاتھوں اور انگلیوں میں کیا دیکھا کہ اس قدر گریہ کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اُم البنینؑ یہ مت پوچھو۔ اُم البنینؑ نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اندر وہ راز ہے کہ اس کو معلوم کر کے تم تاب ضبط نہ لاسکو گی۔ لیکن ماں کے مضطرب دل کو کب سکون ہوسکتا تھا۔ اصرار پر اصرار کرتی گئیں اور آپ یہی فرماتے رہے کہ اے اُم البنینؑ! تم سن نہ سکوں گی۔ الغرض آپ نے فرمایا اے اُم البنینؑ!:-

یہ عاشقِ شبیرؑ ہے بیٹوں میں تمھارے
شانوں کو کٹائے گا یہ دریا کے کنارے

ارے آج وہ دن یاد آ گیا۔ جس دن ہمارے اس فرزند کے دونوں ہاتھ جفا جو اور ستم پرور مسلمانوں کی تلواروں سے کاٹے جائیں گے اس کے سر پر گرز آہنی اور سینے پر نیزہ لگے گا۔ اور یہ تین دن کا بھوکا پیاسا زمین کربلا پر شہید کیا جائے گا۔ (ریاض القدس جلد۲ صفحہ ۶۷) یہ سن کر حضرت اُم البنینؑ بے چین ہو کر رونے لگیں۔

حضرت عباسؑ کی رسم عقیقہ اور آپ کا نام:

عقیقہ اسلامی نقطہ نظر سے سنت موکدہ ہے (مفاتیح الشرائع قلمی ۱۲۴۷ء) آپ کی ولادت کے ساتویں دن یہ رسم عمل میں لائی گئی اور عباسؑ نام رکھا گیا۔

ناظرین کرام! اس بہادر فرزند کا نام عباسؑ رکھنا نہایت ہی مناسب تھا۔ اس لیے کہ شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے۔ علی علیہ السلام کا نام حیدر بھی تھا۔ عمدۃ المطالب میں ہے کہ **یسمی امیرالمومنین علی۔ حیدر لانہ حیدرہ من اسماء الاسد -** امیرالمومنین علی کو حیدر اس لیے کہتے ہیں کہ آپ بڑے بہادر تھے اور حیدر شیر کے

موں میں سے ایک نام ہے۔ تو جس طرح شیر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسی رح عباس بھی ہے۔ **العباس من الاسماء الاسد** ۔ شیر کے ناموں میں سے یک نام عباسؑ بھی ہے۔ میر انیسؔ کہتے ہیں:-

ودشیر ہے، جد شیر، چچا شیر، پدر شیر — نعرے ہیں جدا شیر کے دل شیر، جگر شیر
لیں ہیں اگر شیر کا پنجہ تو نظر شیر — کیوں نہ ہو اس طرح کے شیروں کا پسر شیر
یوں غیظ سے شیروں کو بھی تکتے نہیں دیکھا
پلکوں کو بہادر کی جھپکتے نہیں دیکھا

ضرت عباسؑ کا اسم گرامی اور لغات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نام نامی کے متعلق ارباب لغات کے بیانات ش کیے جائیں۔ تا کہ اس کے نام کی وقعت کچھ اور بلند ہوسکے۔ ملاحظہ ہو:

۱۔ مسٹر یو۔ ایس مسیحی المنجد صفحہ ۵۰۳ میں لکھتا ہے کہ عباس کے معنی زیادہ ترش رو کے ہیں اور یہ شیروں کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

۲۔ راجہ راجیشور ا ابن راجہ امایت راؤ اپنی کتاب افسر اللغات طبع حیدر آباد دکن ۱۳۲۳ء کے صفحہ ۴۷۶ پر لکھتے ہیں کہ عباسؑ اسم فرزند علیؑ مرتضی بمعنی شیر درندہ اور مرد پہلوان۔

۳۔ ملا عبدالعزیز بن محمد سعید اپنی کتاب لغات سعیدی طبع کانپور ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۳۵ پر تحریر کرتے ہیں۔ عباسؑ شیر۔ ترش رُو۔ نام حضور سرور کائناتؐ کے چچا اور ضرت علیؑ کے ایک بیٹے کا۔

۴۔ مصنف غیاث اللغات فصل عین مع الباء طبع لکھنؤ کے صفحہ ۲۸۰ پر لکھتے ہیں۔ باسؑ کے معنی شیر درندہ کے ہیں۔ یہ نام آنحضرتؐ کے ایک چچا کا تھا۔ جن کی طرف فائے عباسیہ منسوب ہیں اور یہ نام حضرت علیؑ کے ایک بیٹے کا تھا۔ جو حضرت کی اس

Presented by www.ziaraat.com

بیوی سے پیدا ہوا تھا جس سے آپ نے جناب سیدہؑ کی وفات کے بعد عقد فرمایا تھا۔

۵۔ صاحب لغات سرور، طبع لکھنؤ ۱۸۷۷ء کے صفحہ ۲۸۶ پر لکھتے ہیں: عباس نام عم آنحضرتؐ و فرزند علی مرتضیٰ و درندہ شیر و مرد پہلوان۔

۶۔ نوراللغات جلد ۳۔ صفحہ ۵۳۷ طبع لکھنؤ ۱۳۴۷ھ میں ہے کہ ''عباس بمعنی شیر درندہ۔

۷۔ جامع اللغات محمد رفیع طبع الہ آباد ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۱۷۴ پر ہے: ''عباس آنحضرتؐ کے چچا کا نام جن کی اولاد سے خلفائے عباسیہ ہیں۔ حضرت علی کے ایک صاحبزادے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام شجاع تھے۔ علامہ شہیر تحریر فرماتے ہیں کہ کمال شجاعت کی وجہ سے آپ کا اسم گرامی عباس رکھا گیا۔ (کبریت احمر جز ۳۔ صفحہ ۲۴) اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عباس علیہ السلام شجاعت علویہ کے ورثہ دار تھے:-

بیٹا وہی قدم بہ قدم ہو جو باپ کے

حضرت علی علیہ السلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

میر انیس کہتے ہیں:-

صورت میں سراپا اسداللہ کی تصویر

میر نفیس کہتے ہیں:-

غازی بڑا ہے سب سے زیادہ دلیر ہے
عباسؑ جس کا نام ہے شیروں کا شیر ہے

حضرت عباسؑ کا عہد طفلی اور معرفت باری:

غیاث اللغات صفحہ ۳۴۵ میں ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں (۱) علم الیقین

(۲) عین الیقین۔ (۳) حق الیقین۔ یہ ظاہر ہے کہ جو مدارج یقین میں سے جتنے درجے حاصل کر سکے گا۔ وہ اسی قدر معرفت باری کی منزلوں پر بھی فائز ہوگا۔ (انجیل یوحنا کے باب ۱۴۔ آیت ۲۶ طبع لاہور میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے...... الخ

پیغمبر اسلام ارشاد فرماتے ہیں ''**لو ازداد یقیناً لمشی علی الھوی**'' اگر عیسیٰؑ کا یقین اور زیادہ کمال پر ہوتا تو وہ یقیناً ہوا پر اڑتے۔ اب ذرا حدیث بساط کے ماننے والے اور خیبر میں ہوا کے دوش پر علیؑ کے قدم دیکھنے والے، علیؑ کے مدارج یقین کا اندازہ لگائیں۔ اور اگر انسانی طاقت اس کے اندازہ سے قاصر ہو تو علیؑ ہی سے پوچھیں کہ حضرت آپ کا یقین کس حد کا ہے تو وہ فرمائیں گے میں معرفت الٰہی کے بارے میں اتنا بڑھا ہوا ہوں کہ **لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً** اب اگر پردے ہٹا دیئے جائیں تو بھی میرے حد یقین میں اضافہ ناممکن ہے۔

باپ کا اثر بیٹے میں ضرور ہوتا ہے۔ اب علیؑ جیسے عارف باللہ کے صلب مبارک سے جو بچہ پیدا ہوا اس میں بھی علوی کمال کی جھلک ضرور ہونی چاہیئے۔ علامہ برغانی لکھتے ہیں کہ:- مروی ہے کہ حضرت عباسؑ نہایت کم سنی کے عالم میں حضرت علیؑ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے امیر المومنین نے دستور زمانہ کے مطابق تعلیم کے سلسلہ میں حضرت عباسؑ سے فرمایا نور نظر یوں گنتی گنو۔ کہو ایک۔ عباسؑ نے کہا ایک۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہو دو۔ عرض کی گستاخی معاف:-

میں ایک کا قائل ہوں کبھی دو نہ کہوں گا

اے بابا جان! مجھے شرم آتی ہے کہ جس زبان سے ایک کہہ کر وحدت باری کا اقرار کر چکا ہوں اب اسی زبان سے دو کیوں کر کہوں۔ حضرت علیؑ نے اس معرفت میں ڈوبے ہوئے جواب کو سن کر عباسؑ کے لبوں کا بوسہ لے لیا۔ (مجلس المتقین صفحہ ۷ طبع

Presented by www.ziaraat.com

ایران۱۲۶۲ھ)

دیکھئے یہ ہے معرفت باری اور اس کو کہتے ہیں یقین خداوندی۔ گودیوں میں کھیلنے والا بچہ کس طرح قرآن کی آیت " **لاتتخذوا الهين اثنين** " (دو خدا قرار نہ دو) پر عمل کر کے اپنے کمال عقیدہ اور اپنی معرفت کا ثبوت دیتا ہے۔ دراصل اسی آغاز کا انجام ہے کہ حضرت صادق آل محمدؐ حضرت عباسؑ کو خطاب نافذ البصیرت صلب الایمان دینے پر مجبور ہوئے۔ (عمدۃ المطالب صفحہ ۳۲۲)

حضرت عباسؑ کا بچپن اور حضرت سیّد الشہداؑ کی خدمت:

حضرت امام حسینؑ محضر نامہ دیکھ چکے تھے۔ پیغمبر اسلام سے سن چکے تھے اور حضرت علیؑ سے معلوم کر چکے تھے وہ جانتے تھے کہ واقعہ کربلا ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ (ذخیرۃ المال علامہ عجیلی و مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۸۵) اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہی برادر عزیز میرا پورا قوت بازو ہوگا۔ اسی بنا پر آپ حضرت عباس سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بھی اپنے اوپر تمام احسانات کو جو سیّد الشہداؑ کی طرف سے ان کے متعلق تھے۔ دیکھا کرتے تھے۔ اور شمع امامت کے بچپنے ہی سے پروانہ بنے ہوئے تھے۔ سنا جاتا ہے کہ حضرت عباسؑ فرط محبت سے امام حسین علیہ السلام کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں سے لگا لیا کرتے تھے۔

حضرت عباسؑ کو یہ گوارا نہ تھا کہ حسینؑ کی کوئی خدمت ایسی ہو جو ان کے علاوہ دوسرا بجالائے مسجد کوفہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف فرما تھے آپ کے پہلوئے مبارک میں آپ کے فرزند دلبند فرد کش تھے۔ بادشاہ کربلا کو پیاس محسوس ہوئی۔ قنبر سے جو آپ کے خاندانی غلام تھے۔ فرمایا **اسقني من الماء** قنبر ذرا پانی تو پلانا۔ حکم پاتے ہی قنبر اُٹھے حضرت عباسؑ نے جو اس وقت نہایت ہی

کمسن تھے۔ قنبر سے فرمایا۔ ٹھہرو۔ اپنے آقا کے لیے میں پانی لاؤں گا۔

حضرت عباسؑ پانی کے لیے گئے اور آب سرد کا ایک جام بھرا۔ بچپنے کا عالم تھا۔ حسینی جام کو سر اقدس پر رکھا۔ اور چلتے گئے۔ پانی چھلکا اور آپ تر ہو گئے۔ حسینؑ کے پاس پہنچے۔ بدن مبارک پر چھلکا ہوا پانی دیکھا۔ واقعہ کربلا یاد آ گیا۔ اور آپ اشکبار ہو گئے۔ (چہل مجلس صفحہ ۳۱۲ طبع لکھنو)

اس واقعہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کم سنی کی وجہ سے آپ نے سر پر پانی کا جام رکھا تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ عباسؑ کو یہ دکھلانا تھا کہ میں اپنے آقا کے کاموں کو سر آنکھوں سے کرتا ہوں۔

حضرت اُمّ البنینؑ سے حضرت امام حسینؑ کی گفتگو:

میر انیسؔ فرماتے ہیں:-

﴿۱﴾

لکھے کوئی کیا اُلفتِ سردار و علمدار
دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زنہار
قمری بھی نہیں سرو کی اس طرح طلبگار
اِک آن فراق اِن میں شب و روز نہیں ہے
پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے

﴿۲﴾

فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھانا
معراج تھی رومال کھڑے ہو کے ہلانا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا

Presented by www.ziaraat.com

تھی عین تمنا قدم آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سر دھرتے تھے عباسؑ
مانند قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباسؑ

(۳)

فرماتے تھے شبیرؑ کہ اے سیری گل اندام
تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام
راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سحر و شام
لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
جاگے تو زہے طالع بیدار ہمارے

(۴)

فرماتے تھے شہ مادرِ عباسؑ سے اکثر
عباسؑ علیؑ ہے مرا شیدا مرا یاور
پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلبر
جب سامنے آتا ہے تو یاد آتے ہیں حیدرؑ
اس بھائی میں خوبو ہے شہِ عقدہ کشا کی
گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیر خدا کی

(۵)

ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شان
طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احسان
عباسؑ دلاور پہ تصدق ہے مری جان

منظور یہ ہے روز حسینؑ اس پہ ہو قربان
اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشق دلی ہے
صفدر ہے بہادر ہے سعیدِ ازلی ہے

(۶)

وہ کہتی تھی اے احمدِ مختار کے پیارے
خادم ہیں یہ سب آپ ہیں سردار ہمارے
زیبندہ ہے صدقے ہوں اگر چاند پہ تارے
فخر اس کا ہے عباسؑ جو سر قدموں پہ وارے
منھ اس نے سدا پائے مبارک پہ ملا ہے
بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے

(۷)

عباسؑ کی خاطر سے میں کہتی نہیں واری
ہے اس کو نہ اولاد نہ جان آپ سے پیاری
سوتے میں بھی رہتا ہے زباں پر یہی جاری
فرزندِ پیمبرؐ پہ فدا جان ہماری
ہے عشق دلی اُس کو شہِ کون و مکاں سے
لیتا نہیں بے صلِ علیٰ نام زباں سے

(۸)

اک روز کہا میں نے کہ عباسِؑ وفادار
تم ان کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار
صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار

Presented by www.ziaraat.com

جو تم ہو سو وہ ہیں خلفِ حیدرِ کرارؑ
مرتے ہوئے حیدرؑ نے سپرد ان کے کیا ہے
کچھ خطِ غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

﴿۹﴾

اتنا مرا کہنا تھا کہ بس آنکھ پھرا لی
تھرا کے کہا بات یہ کیا منھ سے نکالی
توبہ کرو یکساں ہوا میں اور شہِ عالی
میں بندۂ ناچیز وہ کونین کے والی
قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا
ذرّہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا

﴿۱۰﴾

نسبت مجھے کیا ان سے کہاں نور کہاں خاک
میں گردِ قدم اور وہ تاجِ سرِ افلاک
عباسؑ کے نانا بھی ہیں کیا سیّد لولاک
میرے لیے آئی ہے کبھی خلد سے پوشاک
سویا ہوں کبھی میں بھی محمدؐ کی عبا میں
میری بھی ثنا ہے کہیں قرآنِ خدا میں

﴿۱۱﴾

زہراؑ نے مجھے دودھ پلایا ہو تو کہہ دو
کاندھے پہ محمدؐ نے بٹھایا ہو تو کہہ دو
جبریل نے جھولے میں جھلایا ہو تو کہہ دو

اِن رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہو تو کہہ دو
وہ فخرِ دو عالم ہے امامِ دو جہاں ہے
اسرارِ لدنی مرے سینے میں کہاں ہے

﴿۱۲﴾

اِک مور ہو کس طرح سلیماں کے برابر
رتبے میں صحیفہ نہیں قرآں کے برابر
ہر باغ نہیں روضۂ رضواں کے برابر
کیوں کر ہو سہا نیّرِ تاباں کے برابر
سر قائمۂ عرش تلک جا نہیں سکتا
کعبے کا شرف کوئی مکاں پا نہیں سکتا

﴿۱۳﴾

خوش ہوں جو غلامِ علی اکبرؑ مجھے سمجھیں
میں یہ نہیں کہتا کہ برادر مجھے سمجھیں
وہ خادمِ اولادِ پیمبرؐ مجھے سمجھیں
رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبر مجھے سمجھیں
نعلین اٹھاؤں مری معراج یہی ہے
شاہی بھی یہی تخت یہی تاج یہی ہے

﴿۱۴﴾

یکساں ہے تو ہے مرتبۂ شبرؑ و شبیرؑ
بیٹوں میں علیؑ کے یہ کسی کی نہیں توقیر
میں پاؤں پہ سر رکھتا ہوں اے مادرِ دلگیر

Presented by www.ziaraat.com

مجھ سے نہ سنی جائے گی اس طرح کی تقریر
اب آپ کو صورت بھی نہ دکھلائے گا عباسؑ
باتیں جو یہی ہوں گی تو مرجائے گا عباسؑ

﴿۱۵﴾

کیا بھول گئیں واقعۂ رحلت حیدر
تھا آپ کے زانو پہ سر فاتحِ خیبر
اِس پہلو میں شبیرؑ تھے اُس پہلو میں شبرؑ
زینبؑ بسر خاک تڑپتی تھیں کھلے سر
صحبت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا میں بھی
لپٹا ہوا قدموں سے بُکا کرتا تھا میں بھی

﴿۱۶﴾

پاس اپنے بلا کر مجھے بابا نے کیا پیار
اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ کے دیا اک بار
فرمایا حسنؑ ہے مرے نو بیٹوں کا مختار
عباسؑ رہا اک تو حسینؑ اس کا ہے سردار
فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا
آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا

﴿۱۷﴾

ہنس ہنس کے میں سنتی رہی تقریر یہ ساری
اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے جاری
لے لے کے بلائیں کہا تب میں نے کہ واری

حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری
وہ دن ہو کہ حق تجھ سے غلامی کا ادا ہو
تو قبلۂ کونین کے قدموں پہ فدا ہو

﴿۱۸﴾

فرمانے لگے اشک بہا کر شہہ ابرار
ہاں والدہ ایسا ہی ہے وہ بھائی وفادار
عباسؑ مرا اور مرے سب گھر کا ہے مختار
رکھتا ہے حسینؑ اک یہی مادر یہی غم خوار
اماں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے
عباسؑ نہیں ساتھ علیؑ ساتھ ہیں میرے

...... (میرانیسؔ)

انیسؔ کے اشعار کی تفسیر ملاحظہ ہو:-

امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ میں جو الفت و محبت تھی اس کو کس طرح بیان کیا جائے، بت کرنے والوں میں کبھی ایسا پیار دیکھا ہی نہیں گیا، یہ ایسی محبت تھی کہ پھول میں بلبل میں بھی ایسی محبت نہ ہوگی، قمری بھی سرو کے درخت سے ایسی محبت نہیں کرسکتی، ایک آن کے لیے بھی آپس میں جدا نہیں ہوسکتا، پروانہ بھی شمع سے ایسے عشق نہیں سکتا جو عشق عباسؑ کو حسینؑ سے تھا۔

عباسؑ فخر محسوس کرتے تھے حسینؑ کی نعلین اٹھا کر، حسینؑ کے سر پر سایہ کرنا عباسؑ لیے معراج کا رتبہ پانا تھا، جدھر جدھر حسینؑ جاتے غلام کی طرح عباسؑ سائے کی ح ساتھ ہوتے۔

امام حسینؑ جب سو جاتے تو عباسؑ حفاظت کی خاطر جاگتے رہتے، رات سے صبح

Presented by www.ziaraat.com

ہوجاتی ٹہلتے ٹہلتے جس طرح آسمان پر چاند رات بھر اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔

امام حسینؑ صبح کو عباسؑ سے فرماتے اے میرے پیارے بھائی تم رات کو ایک ساعت کے لیے بھی نہیں سوئے، عباسؑ کہتے آقا، غلام کو آرام سے کیا غرض، آپ کی خدمت میں سحر و شام بسر ہوجائے بس عباسؑ کے لیے یہی آرام ہے۔ آقا آپ میرے سیّد و سردار، میرے مالک و آقا ہیں آپ کی خدمت میں اگر میں جاگ رہا ہوں تو یہ میں نہیں جاگ رہا بلکہ میرا مقدر جاگ رہا ہے۔

اکثر امام حسینؑ حضرت اُمّ البنینؑ سے فرماتے تھے کہ عباسؑ میرا جانثار، میرا مددگار اور میرا محبّ ہے اور میں عباسؑ سے اس لیے بھی بہت زیادہ محبت کرتا ہوں کہ میں جب بھی عباسؑ کو دیکھتا ہوں مجھے بابا علیؑ یاد آجاتے ہیں، عباسؑ ہمارے گھر میں گویا شیر خدا کی تصویر کی طرح ہیں۔

عباسؑ کی شکل، رعب، دبدبہ، شان و شوکت، طینت، خلق، طبیعت میں احسان گذاری، غرض سارے صفات شیر خدا والے ہیں۔ میری جان عباسؑ کے صدقے ہو، میں چاہتا ہوں کہ روز عباسؑ پر سے قربان ہوجاؤں، کیونکہ بچپن سے عباسؑ مجھے بہت پیار کرتے ہیں اور یہ بہادر، نیک بخت صفدر شکوہ مجھ سے عشق کرتا ہے۔

تو جنابؑ اُمّ البنینؑ امام حسینؑ سے فرماتیں کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور میرے بچے آپ کے خادم ہیں۔ تاروں کا فخر ہے کہ وہ چاند پر سے صدقے ہوجائیں عباسؑ کا سر آپ کے قدموں پہ ہو یہ ہی فضیلت ہے۔ یہی فخر ہے۔ میرے بیٹے نے ہمیشہ آپ کے قدموں کو چوما ہے اور کیوں نہ ہو آپ نے بھی تو بیٹوں کی طرح عباسؑ کو پالا ہے۔

اے فرزندِ رسولؐ عباسؑ آپ کے سامنے اپنی جان اور اولاد کو کچھ نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ جب عباسؑ سوتا ہے تب بھی اس کی زبان پر یہی الفاظ جاری رہتے ہیں کہ سبطِ

لؐ پر میری جان قربان۔ اس کے آپ سے عشق کا یہ عالم ہے کہ جب تک درود نہ
لے آپ کا نام نہیں لیتا۔

اُمّ البنینؑ کہتی ہیں:- ایک روز میں نے عباسؑ سے پوچھا کہ تم اپنے کو حسینؑ کا غلام
وں کہتے ہو، یہ انوکھا پیار ہے اور نئی الفت ہے حالانکہ تم بھی علیؑ کے بیٹے ہو اور حسینؑ
علیؑ کے بیٹے ہیں اور علیؑ نے دنیا سے جاتے ہوئے تمھیں حسینؑ کے سپرد کیا تھا نہ یہ
غلامی میں دیا تھا۔

بس میرا یہ کہنا تھا کہ عباسؑ نے دوسری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا یہ آپ کیا کہتی
، کہاں میں اور کہاں حسینؑ ابنِ علیؑ، میں ایک بندۂ ناچیز اور وہ کون و مکاں کے مختار،
قطرہ دریا کے برابر نہیں ہوسکتا، نہ ہی ایک ذرہ سورج کے برابر ہوسکتا ہے۔

مجھے اُن سے کیا نسبت، وہ نور ہیں میں خاک ہوں، میں ان کے قدموں کی دھول
وہ آسمانوں کے سر کا تاج ہیں، کیا میرے نانا پیغمبرؐ ہیں؟ کیا میرے لیے بھی کبھی
ت سے لباس آیا ہے، کیا میں کبھی رسولؐ اللہ کی عبا میں سویا ہوں، کیا قرآن میں
رے لیے بھی آیت آئی ہے۔

کیا فاطمہ زہرؑا نے مجھے دودھ پلایا ہے، کیا کبھی میں دوشِ نبیؐ پر سوار ہوا ہوں، کیا
ئیل نے میرا جھولا جھلایا ہے، نہیں اماں یہ سب رتبے میرے آقا حسینؑ کے لیے
وہ دونوں جہانوں کا فخر اور امام ہیں اور اللہ کے راز اُن کے سینے میں ہیں میرے
میں نہیں۔

ایک چیونٹی، سلیمانؑ کے برابر نہیں ہوسکتی، ایک صحیفہ قرآن کے برابر نہیں ہوسکتا،
ت کے باغ اور ایک عام باغ میں بڑا فرق ہے، کوئی ذرّہ چمکتے ہوئے سورج کی
ری نہیں کرسکتا، میرا سر عرش تک نہیں پہنچ سکتا، کوئی عام مکان، اللہ کے مکان کی

Presented by www.ziaraat.com

برابری نہیں کرسکتا۔

میرا تو فخر یہ ہے کہ اگر آقا حسینؑ مجھے علی اکبرؑ کا غلام سمجھیں، میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے اپنا بھائی سمجھیں بلکہ اولادِ رسولؐ کا خادم کہہ کر مجھے پکاریں اور میرے لیے تو مرتبہ یہی ہے کہ آقا حسینؑ مجھے اپنا قنبر سمجھیں۔ میری بادشاہی، میرا تخت، میرا تاج اور میری معراج یہ ہے کہ میں آقا حسینؑ کی نعلین اٹھاؤں۔

اگر کوئی مرتبے میں ان کے برابر ہے تو وہ آقا حسنؑ مجتبیٰ ہیں۔

اماں میں تو اُن کے پاؤں پہ اپنا سر رکھتا ہوں اور اے اماں اگر آپ نے پھر مجھ سے یہ کہا تو عباسؑ کی جان تن سے نکل جائے گی۔

اماں آپ کو یاد ہوگا جب بابا اس دنیا سے جا رہے تھے اور بابا کا سر آپ کے زانو پر تھا۔ بابا کے ایک طرف حسنؑ تھے اور ایک طرف حسینؑ اور آقا زادی زینبؑ سر کھولے ہوئے ماتم کر رہی تھیں۔ میں بھی بابا کے قدموں سے لپٹ کر رو رو کر بابا کی صحت کی دعا کر رہا تھا۔

بابا نے مجھے اپنے پاس بلا کر پیار کیا اور میرا ہاتھ آقا حسینؑ کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ میرا بیٹا حسنؑ تو میرے نوؔ بیٹے کا مختار ہے اور حسینؑ، عباسؑ کا سردار ہے، مجھ سے بابا نے کہا تھا کہ حسینؑ کو اپنا امام سمجھنا اور آقا حسینؑ سے کہا تھا کہ عباسؑ کو اپنا غلام سمجھنا...... اُمّ البنینؑ کہتی ہیں:-

عباسؑ کی ان پیار بھری باتوں کو میں تو مسکرا کر سُن رہی تھی لیکن عباسؑ کو اتنا جلال تھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ تب میں نے عباسؑ کی بلائیں لے کے کہا کہ بیٹا آج میری دعا اور میری مراد پوری ہوگئی بس اب یہ خواہش ہے کہ خدا وہ دن دکھلائے کہ تو حقِ غلامی اس طرح ادا کرے کہ حسینؑ کے قدموں میں تیری جان فدا

ہو جائے۔

یہ سُن کے حسینؑ رونے لگے اور جناب اُمّ البنینؑ سے فرمانے لگے ہاں اماں میرا عباسؑ بھائی ایسا ہی وفادار ہے وہ میرا بھی اور میرے سارے گھر کا مختار ہے۔ بس میرے پاس تو آپ جیسی ماں ہے اور عباسؑ جیسا بھائی ہے۔ اماں عباسؑ میرے بازوؤں کی قوت ہے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ عباسؑ نہیں بلکہ علیؑ میرے ساتھ ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

باب ۞......۱۰

حضرت اُمّ البنینؑ

کا شجاع بیٹا عباسؑ علمدار

ایسا لڑا وہ بازوئے فرزندِ مرتضا   سُکّانِ عرشِ حق بھی لگے کرنے واہ واہ
زینبؑ سے شاہ کہتے تھے کیوں بنتِ مرتضا   چودہ پہر کی پیاس میں عباسؑ کیا لڑا

شیر خدا کے شیر کی جرأت کو دیکھنا
اُمّ البنینؑ کے دودھ کی طاقت کو دیکھنا

.....(مرزا دبیر)

شجاعت عباسؑ:

شجاعت بفتح شین بہادری اور دلیری و جوانمردی کو کہتے ہیں۔ حضرت امیرالمومنینؑ کی بہادری و دلیری محتاج تعارف نہیں ایسے شجاع باپ کا بیٹا حضرت عباسؑ ہے عباسؑ عبس مصدر سے ہے عبس کے معنی تیوری چڑھا ترش رو ہونا چیں بجبیں ہونا عباسؑ بھرے ہوئے شیر کو کہتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے شجاعت وسطوت وصولت وعبوسیت کی

وجہ سے اس بیٹے کا نام عباسؑ رکھا۔

صاحب معالی السبطین نے تحریر فرمایا ہے۔ جب حضرت عباس میدان میں اُترتے تھے تو دشمنوں کے بدن خوف سے کانپتے تھے۔ جسم کے جوڑ ڈر سے پھڑکتے تھے ایک شعر لکھا ہے جس کا ترجمہ ہے کہ :-

''یعنی دشمنوں کے منہ موت کے خوف سے بگڑ جاتے اور عباسؑ اس وقت میدان میں متبسم ہوتے تھے''۔

باپ کے زمانہ میں شجاعت:

صاحبِ مقتلِ طریحی نے تحریر فرمایا ہے امیرالمومنینؑ کی موجودگی میں عباسؑ شریک جنگ ہوتے تھے اور بڑے بڑے بہادروں کو پچھاڑ دیتے تھے۔ جنگ صفین میں جب امام حسینؑ نے معاویہ کی فوج سے دریائے فرات کا گھاٹ چھڑایا تو عباسؑ بحیثیت مددگار امام حسینؑ کے ہمراہ تھے ابوالاعود کو شکست دے کر ہٹا دیا (معالی السبطین)

صفین کا ایک واقعہ:

جنگ صفین میں ایک نوجوان شہزادہ نقاب پوش میدانِ جنگ میں اترا بڑے بڑے شجاعوں کے چھکے چھوٹ گئے معاویہ کے لشکری خوف سے میدان چھوڑ گئے۔ معاویہ نے ابن شعثا نامی ایک فوجی سے کہا کہ تم مقابلہ میں جاؤ۔ کہا میں دس ہزار کے مقابلہ میں اکیلا لڑ سکتا ہوں اس لڑکے کے مقابلہ میں کیسے جاؤں میرے سات لڑکے موجود ہیں، کوئی ایک اس کا سر لے آئے گا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے ساتوں میدان میں اترے اس نوجوان لڑکے نے سب کو جہنم پہنچا دیا۔ غصہ میں ابن شعثا خود میدان میں اترا کہ خود جا کر اس لڑکے کے ماں باپ کو اس کے غم میں سوگوار بناتا ہوں دو ایک جھڑپ ہونے کے بعد اس لڑکے نے ابن شعثا کو ہموزن دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ دونو

Presented by www.ziaraat.com

طرف کے لشکر حیران ہو گئے اتنے میں حضرت علیؑ نے آواز دے کر بلایا نقاب اٹھایا تو سب نے دیکھا کہ قمر بنی ہاشم جناب عباس تھے۔ (کبریت احمر۔معالی السطبین)

ابن زیاد کی امان:

شجاعت عباسیہ کی یہ حد تھی کہ نام سن کر بہادروں کے جوڑ کانپتے تھے۔ اور دل آب آب ہو جاتے۔ بدن کے بال کھڑے ہو جاتے۔ (معالی السطبین) اسی وجہ سے ابن زیاد نے امان لکھ کر دی کہ شاید عباسؑ علیحدہ ہو جائے تو لشکر ابن زیاد کا خوف گھٹ جائے۔ اور جنگ لڑ سکیں۔

جب پانی لینے گئے:

حضرت عباسؑ نے کربلا میں کم از کم تین جنگیں لڑی ہیں۔ پہلا حملہ آپ نے تلوار سے اس وقت کیا جب حضرت قاسمؑ کی شہادت ہوئی۔ اور امام حسینؑ کے ساتھ شیرِ غضب ناک کی طرح، جنگ کر کے لاشِ قاسم لے آئے، دوسری جنگ فرات پر جاتے ہوئے ہے۔ اور تیسری جنگ فرات سے واپسی پر ہے۔ آپ نے مولا علیؑ کی طرح تلوار چلائی ہے۔

فرات کے کنارے:

چار ہزار یا چھ ہزار بلکہ دس ہزار بحوالہ اسرارالشہادت دریائے فرات پر شامی متعین تھے۔ بہ تحریر کبریت احمر چھ حملے کر کے ان سے دریائے فرات کا کنارہ لے لیا۔

ایک ہاتھ سے جنگ:

جب دایاں ہاتھ شہید ہو گیا تو بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر ایسا حملہ کیا ایک سو اسی ایسے پہلوانوں کو قتل کر دیا جو ہزار ہزار بلکہ دو دو ہزار کے مقابلے کرنے والے تھے۔

(معالی السطبین)

بیس اصحاب:

لشکر امام کے بیس آدمی دشمنوں کے گھیرے میں آ گئے۔ اکیلے جناب عباسؑ نے حملہ کیا اور ان سب کو بخیریت دشمن کا گھیرا توڑ کر نکال لائے۔ (کبریت احمر)

شجاعت کی حد:

جب بائیں ہاتھ سے ۱۸۰ ملاعین کو قتل فرمایا تو عبداللہ ابن یزید شیبانی نے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری کہ وہ ہاتھ مع تلوار ہوا میں اڑا لیکن جناب عباسؑ نے ہوا سے تلوار کو منہ کے ساتھ پکڑا اور دشمنوں پر حملہ کیا (کبریت احمر)

تعداد مقتولین:

حضرت عباسؑ نے ۲۵ ہزار ملاعین کو کیفر کردار کو پہنچایا۔ تمام شہداء نے ۲۵ ہزار کو قتل کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے بہ نفس نفیس ۳ لاکھ ۳۰ ہزار قتل کئے تمام لشکر عمر ابن سعد ۴ لاکھ ۶۰ ہزار تھا۔ جو ملاعین بچ گئے ان کی تعداد ۸۰ ہزار تھی۔

(اسرارالشہادت دربندی)

دربار یزید میں تقریر زینبؑ:

یہ بعید نہیں ہے کیونکہ علامہ بیرجندی نے کبریت احمر میں لکھا ہے کہ جب اہلِ بیتؑ شام پہنچے تو ایک ملعون نے یزید عنید سے کہا کہ حسینؑ آئے تھوڑے اصحاب کے ساتھ ہم نے جب حملہ کیا تو وہ ایک دوسرے کی پناہ میں آڑ لیتے تھے۔ جناب زینبؑ نے فرمایا اے کذاب تیری ماں تیرے غم میں روئے میرے بھائی حسینؑ کی تلوار نے شام و کوفہ کا کوئی گھر نہیں چھوڑا کہ جس گھر سے رونے چیخنے کی آواز نہ آ رہی ہو۔ اور وہ سب

Presented by www.ziaraat.com

میرے بھائی کی تلوار سے قتل ہوئے۔

اولادِ عباسؑ کی شجاعت:

جناب عباسؑ کی شہادت کے بعد جب امام حسینؑ پر حملہ ہوا تو اس وقت مولائے مظلوم کو عباسؑ یاد آئے اس پر آپ نے استغاثہ فرمایا تو حضرت عباسؑ کے دو فرزند محمد ابن عباسؑ اور قاسم ابن عباسؑ نے اپنے آپ کو مولا کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے باپ کی شہادت کافی ہے۔ کہا نہیں آقا ہم بھی آپ پر قربان ہوں گے چنانچہ دونوں میدان میں اترے ایک نے دو سو پچاس ملاعین کو قتل کیا اور دوسرے نے آٹھ سو بیس ملاعین کو قتل کیا۔ (کبریت احمر)

شجاعتِ عباسؑ حضرت اُمّ البنینؑ کی نظر میں:

حضرت عباس علیہ السلام کی ماں جناب اُمّ البنینؑ نے خبر شہادت پانے کے بعد حسب ذیل اشعار جن کو ابوالحسن اخفش نے بھی شرح کامل میں لکھا ہے۔ بطور مرثیہ پڑھے:-

یـــامـــن رای الـــعبـــاس کـــر
عــلـــی جـــمـــاهیـــر الـــنـقـــد

اے وہ شخص جس نے میرے بیٹے عباسؑ کو منتخب اور چیدہ (ٹڈی دل) جماعتوں پر حملہ آور دیکھا۔

ووراہ مـــن ابـــنـــاءِ حیـــدر
کـــل لیـــــث ذی لبــــد

اوران کے علاوہ شیر خدا کے ایسے بیٹوں کو (حملہ کرتے دیکھا ہے) جو شیر بیشہ شجاعت ہے۔

اتبـئـــت ان ابـنـــی اصیــب
بـــراســـہٖ مـــقـطـوع یـــد

(ذرا بتا تو سہی) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری رگِ جان سے زیادہ عزیز تر فرزند عباسؑ کا سر دونوں ہاتھوں سمیت کاٹا گیا ہے (ہائے کیا یہ سچ ہے)۔

ویـــلـــی عـــلـــی شبـلـــی امـــا
ل بـــراســـہ ضـــرب الـــعـــمـــد

آہ! آہ! میرے شیر کا سر گرز آہنی کی ضرب سے جھک گیا تھا۔

لـــوکـــــان سیـــفك فـــی یـــد
یك لـــمـــــادنـــــا مـــنك اَحـــد

اے میرے بہادر بیٹے (خدا کی قسم) مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تیرے نزدیک کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

باب ۱۱......

حضرت اُمّ البنینؑ

چار شجاع بیٹوں کی ماں

حضرت اُمّ البنینؑ فاطمہ کلابیہ کے چار بہادر اور رشید صاحبزادے تھے لہٰذا وہ اُم البنینؑ کی کنیت سے مشہور ہوئیں۔ عربی میں اُمّ البنینؑ کے معنی ہیں بیٹوں کی ماں، اگر کسی خاتون کے تین بیٹے ہوتے تھے تو عرب میں اُسے اُمّ البنینؑ کہتے تھے۔ فاطمہ کلابیہ کو اللہ نے چار بیٹے عنایت کئے تھے۔ پھر وہ اُمّ البنینؑ کیوں نہ ہوتیں۔

برادرانِ حضرت عباسؑ:

(۱) حضرت عباسؑ جن کا سن میرے خیال کے مطابق کربلا میں ۳۸ سال تھا۔

(۲) عبداللہ جن کا سن عاشور کو ۳۰ سال کا تھا اور ان کا قاتل ہانی بن ثبیت حضری تھا۔

(۳) عمران جن کا سن وقتِ شہادت ۲۸ سال کا تھا اور ان کا قاتل بنی دارم کا ایک شخص تھا۔

(۴) جعفر جن کا سن واقعۂ کربلا میں ۲۶ سال کا تھا اور ان کا قاتل خولی بن یزید تھا چاروں صاحبزادے تربیت علوی و تربیتِ حسنی و حسینی سے آراستہ تھے اور کربلا میں

بڑی بہادری سے جنگ کر کے شہید ہوئے۔

حضرت عباسؑ حضرت اُم البنینؑ کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور فضل و دانش، تقویٰ و عبادت اور ادب میں بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ ان کو حضرت امام حسینؑ اور حضرت زینبؑ سے بہت محبت تھی اور بچپن سے ہی اپنے فرض کو پہچانتے تھے اور اپنے بھائی اور بہن کے حکم کی تعمیل فوراً فرماتے تھے، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور محمد بن حنفیہ کے بعد مردوں میں حضرت علیؑ کی اولاد میں اشرف و اعظم تھے۔ روز عاشورہ جب آپ نے اپنے بھائی حسینؑ ابن علیؑ کی صدائے "ھل من ناصر" سنی تو اپنے چھوٹے بھائیوں سے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ تم مجھے پہلے اپنے سید و مولا کی مدد کو نکلو۔ وہ ایک ایک کر کے میدان میں گئے اور خوب جنگ کی اور اپنے پدر بزرگوار کی شجاعت جو انھیں میراث میں ملی تھی دکھلا کر شہید ہو گئے۔

حضرت عباسؑ کے بھائیوں کی پیدائش:

حضرت عباسؑ کے حقیقی بھائی جناب عبداللہ، جناب عمران اور جناب جعفر تھے۔ حضرت عباسؑ کے تقریباً نو دس برس بعد بطن جناب اُم البنینؑ سے جناب عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور جناب عبداللہ سے دو سال بعد جناب عمران بن علیؑ پیدا ہوئے۔ اور جناب عمران سے تقریباً دو سال بعد جناب جعفر بن علیؑ پیدا ہوئے جیسا کہ ابصار العین وغیرہ سے مستنبط ہوتا ہے۔

عبداللہ کی وجہ تسمیہ:

سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی کا نام عبداللہ تھا۔ جو حضرت علیؑ کے سگے چچا تھے۔ بس چچا کے نام پر اپنے اس بیٹے کا نام عبداللہ رکھا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

عمران کی وجہ تسمیہ:

آپ کی پیدائش کے بعد حضرت علیؑ نے آپ کا نام عمران تجویز کر کے فرمایا: میں نے اس کا نام عمران اپنے پدر گرامی ابوطالبؑ کے نام پر اس لیے رکھا ہے تا کہ ان کی یاد تازہ رہے۔ حضرت ابوطالبؑ کا حقیقی نام عمران تھا۔ نجفِ اشرف کے ایک عالم نے حضرت علیؑ کو خواب میں دیکھا اور فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام عمران رکھا تھا، لوگوں نے اُس بیٹے کا نام ''عثمان'' مشہور کر دیا، میرے بیٹے کو عمران کہا کرو، تا کہ میرے پدرِ گرامی کی یاد تازہ رہے۔ (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ و مقتل عوالم صفحہ ۹۳)

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ۔۔ج ۹۔۔ص ۲۴۳ پر عثمان کی جگہ عبدالرحمان لکھا ہے۔

عثمان نام معارف میں ابن قتیبہ۔ مروج الذھب میں مسعودی اور اختصاص میں مفید نے ذکر نہیں کیا۔ (اُم البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبدالامیر انصاری۔ ص ۲۲)

جعفر کی وجہ تسمیہ:

آپ کی پیدائش کے بعد حضرت علیؑ نے آپ کا نام۔ جعفر رکھا تا کہ جعفر طیّار کی یاد قائم رہے۔ **روی ان امیرالمومنین مسماۃ اخیہ جعفر لجہ ایاہ**۔ حضرت علیؑ نے ان کا نام جعفر اپنے بھائی جعفر ابن ابی طالب کے نام پر محض اس لیے رکھا تا کہ ان سے محبت کا ثبوت دیں۔ حضرت علی جعفر طیّار کو بے حد مانتے اور چاہتے تھے۔ (ابصار العین صفحہ ۳۵ طبع نجف اشرف)

کربلا میں حضرت اُمّ البنینؑ کے بیٹوں کی قربانیاں:

دشتِ وغا میں موت کا بازار گرم ہو گیا تھا، موت کے خریدار ایک اک پر گر رہے تھے، اصحاب وانصار قتل ہو گئے اب بنی ہاشم لہو میں نہا کر حسینؑ پر نثار ہونے لگے۔

یاجواذنِ جنگ دلیروں نے ایک بار — جانے لگا لڑائی کو ایک ایک نامدار
بیرؑ پر لہو میں نہا کر ہوئے نثار — لاشے اٹھا کے روئے بہت شاہ باوقار

دشتِ وغا میں گرم تھا بازار موت کا
گرتا تھا ایک اک پہ خریدار موت کا

ارے گئے جدال میں جس دم وہ جاں نثار — جانے لگے وغا کو عزیزانِ ذی وقار
للہ ری حرب وضرب دلیرانِ نامدار — دشتِ نبرد ہلتا تھا ہنگام کارزار

کیا ذکر اُن دلیروں کی تیغ آزمائی کا
دکھلا دیا تھا رنگ علیؑ کی لڑائی کا (میر مونس)

اب اُن میں سے ہر ایک سبقت کرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اور جو موقع پا جاتا ہے اور اجازتِ نبرد آزمائی حاصل کر لیتا ہے۔ میدان کی طرف دوڑتا ہے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بانی اسلام کی نظر میں سرخروئی حاصل کرتا ہے۔ بہت سے نی ہاشم کے نوجوان اپنی قربانیاں پیش کر چکے ہیں۔ حضرت عباسؑ جن کے اوپر جنگ کربلا کے سر کرنے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ وہ ہر چند کوشش کر رہے ہیں کہ مجھے میدانِ وغا کی اجازت ملے۔ تا کہ میں اپنے کو پیش کر کے بابا جان حضرت علیؑ کی بارگاہ میں سرخرو ہو جاؤں اور اُن پر یہ ثابت کر دوں کہ آپ نے جس غرض کے واسطے میری ولادت کی تمنا کی تھی میں نے اُسے پورا کر دیا۔ لیکن علمبردار لشکر ہونے نیز حسینؑ کے ایسے قوتِ بازو ہونے کی صورت میں جن پر حسینؑ اپنے کو فدا کرنے کی تمنا رکھتے تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے ''اے بھائی عباسؑ تم پر میری جان قربان'' کیوں کر میدان قتال کی اجازت پا سکتے تھے۔ بنا بریں حضرت عباسؑ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر میں اپنی ذاتی قربانی اس وقت جبکہ سب بنی ہاشم کے نونہال جا رہے ہیں نہیں پیش کر

Presented by www.ziaraat.com

سکتا تو کم از کم یہ تو ضرور ہی کر سکتا ہوں کہ قاسمؑ و علی اکبرؑ سے پہلے اپنے حقیقی بھائیوں کو قربان گاہِ حسینی میں پیش کردوں تاکہ بابا جان مجھ سے ناخوش نہ ہوں۔ اور ان کو گلہ و شکوہ نہ رہے۔ اور وہ بانی اسلام کی بارگاہ میں اس بارے میں شرمندہ نہ ہوں۔ کہ ان کے وہ بیٹے جو عباسؑ کے سگے بھائی تھے۔ انہوں نے سر دینے میں تاخیر کی۔ حضرت عباسؑ نے اپنے سگے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا **یا بنی اُمّی تقدموا حتیٰ ارائکم وقد نصحتم اللہ ولرسولہٖ** اے میرے حقیقی بھائیو! اب میدان قتال میں جا کر خدا اور رسولؐ کے لیے اپنی جانیں دے دو۔ اور مجھے دکھا دو کہ تم نے سرخروئی حاصل کر لی اور سنو تمہیں یاد ہوگا کہ جب جنگ صفین ہو رہی تھی اور تیروں کا مینہ برس رہا تھا۔ اس موقع پر پدر بزرگوار نے محمد حنفیہ سے فرمایا تھا کہ آگے بڑھو اور فوج مخالف کے میمنہ پر حملہ کرو۔ اُس وقت کسی نے حضرت علیؑ سے عرض کیا۔ یا علیؑ کیا حضور ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں کہ تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور محمد حنفیہ زخموں سے چُور ہیں۔ حضور حسنؑ اور حسینؑ بھی تو ہیں۔ یہ سننا تھا کہ بابا جان کے غیض و غضب کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر۔ سن! محمد حنفیہ میرا بیٹا ہے اور حسنؑ اور حسینؑ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں۔ نیز یہ کہ محمد حنفیہ میرے ہاتھ کی مانند ہیں۔ اور حسنؑ اور حسینؑ میری آنکھوں کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہاتھ کا فریضہ ہے کہ جب آنکھ پر کوئی آفت آئے تو وہ آنکھوں کی حفاظت کرے۔ غرض کہ کسی کے ٹوکنے پر بابا جان کو غصہ آگیا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے فرزندوں میں وہ زیادہ خوش نصیب ہوگا جو دشتِ کربلا میں فرزندِ رسولؐ حسینؑ کی مدد کرے گا۔ میرے بھائیو ہماری مادرِ گرامی اُمّ البنینؑ بہادر خاندان کی خاتون ہیں۔ اور ہمارے کارنامے کربلا کی نوید حمایت سننے کے لیے مدینہ میں موجود ہیں۔ آج جنگ کرو قربانیاں پیش کرو اور ماں اُمّ البنینؑ اور باپ حیدرِ کرار کا نام روشن کردو۔

یہ سن کر حضرت عباسؑ کے بھائیوں نے کمال دلیری سے جواب دیا کہ ہم اسی لیے آئے ہیں۔ اور انشاء اللہ اپنی قربانیوں سے جس قدر جلدی ممکن ہو سکے گا۔ اپنے پدر بزرگوار اور مادر گرامی نیز آپ کو خوش کردیں گے۔ (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۲۔ مجالس المتقین صفحہ ۲۷۴۔ روضۃ الحسینیہ طبع ایران۔ مجمع النورین صفحہ ۲۵۱ طبع ایران)

تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ کہ حضرت عباسؑ چار حقیقی بھائی تھے۔ (۱) خود حضرت (عباسؑ) (۲) جناب عبداللہ (۳) جناب عمران (۴) جناب جعفر۔ ان کی والدہ جناب اُم البنینؑ اور والد ماجد حضرت علی علیہ السلام تھے۔ اور انہیں سے حضرت عباسؑ نے یوم عاشورہ خصوصی طور پر مخاطبہ فرمایا تھا۔ اور انہی کو شمر امان نامہ کے حوالہ سے اپنی طرف بلا رہا تھا۔ جس کا انہوں نے کمال دلیری سے یہ جواب دیا تھا کہ تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ تیری امان پر لعنت ہے۔

غرضیکہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں کی حوصلہ افزائی کی اور وہ سب مرنے کے لیے جلد سے جلد نکلنے پر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ ناموس اسلام صفحہ ۱۶۳ میں ہے۔ باغ مرتضوی کے پھول اُمّ البنینؑ کی آنکھ کے تارے دریائے فنا میں ڈوبنا شروع ہوئے، حسینؑ کے بازو ٹوٹنے لگے۔ باپ کی نشانیاں، علیؑ کی یادگاریں خاک میں ملنے لگیں۔ حضرت عباسؑ نے بھائیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ پیارو۔ تم مجھے جان سے زیادہ عزیز اور پیارے ہو، مگر آج میری خواہش یہی ہے کہ تم سب مجھ سے پہلے بابا علی مرتضیٰؑ کی خدمت میں دربارِ رسولؐ میں سرخرو کوثر کے کنارے پہنچ جاؤ۔ تمہارے داغ ہم سینے پر اُٹھائیں اور تمہارے غم میں صبر و رضائے الٰہی کے درجات بھی حاصل کریں۔ یہ بہادر بھائی کے فدائی، حسینؑ کے عاشق پہلے سے ہی شوقِ شہادت میں بے چین تھے۔ خوش ہو کر عرض کرتے ہیں، ہماری یہی تمنا اور یہی آرزو ہے کہ آپ سے پہلے خون میں

Presented by www.ziaraat.com

ڈو بیں، اور اپنے پیارے بزرگ بھائی آقا حسینؑ پر نثار و قربان ہو جائیں، ہتھیار سجتے ہیں، تلواریں اُٹھاتے ہیں، سلامِ وداع عرض کر کے رخصت ہوتے ہیں، حسینؑ ایک ایک کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہیں اور رخصت فرماتے ہیں، بیشۂ حیدری کے شیر میدان میں جاتے ہیں، شجاعت علوی کے جوہر دکھاتے ہیں، شیرانہ حملے فرماتے ہیں، تیر لگتے ہیں، برچھیاں پڑتی ہیں، زخمی ہو کر گرتے ہیں، اور بھائی پر قربان ہو جاتے ہیں، حسینؑ لاشوں کو اُٹھاتے ہیں اشکبار ہوتے ہیں اور خون بھری لاشوں کو خیمہ میں لے آتے ہیں۔

اب حضرت اُمّ البنینؑ کے چار بہادر فرزندوں کے مختصر الفاظ میں تفصیلی واقعات تاریخ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اُمّ البنینؑ کے دوسرے فرزند عبداللہ ابن علیؑ:

عبداللہ بن علی حضرت عباسؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ حضرت عباسؑ سے تقریباً آٹھ سال چھوٹے تھے۔ آپ کی کنیت ناسخ التواریخ کے مطابق ابو محمد تھی۔ آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ آپ کو جوہر شجاعت ورثہ میں ملا تھا۔ بڑے بہادر۔ نہایت جری تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ حضرت عباسؑ کے ارشاد کے مطابق میدان میں تشریف لے گئے تھے تو جوہر شجاعت دکھا کر لوگوں کو حیران کر دیا تھا۔ آپ کے سن کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔

آپ اپنے بھائی حضرت عباسؑ کے تقریباً آٹھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی بھی اُم البنینؑ فاطمہ کلابیہ تھیں۔ آپ نے پدرِ بزرگوار کے ساتھ ۱۰ سال اور امام حسن کے ساتھ ۲۰ سال اور امام حسینؑ کے ساتھ تیس سال زندگی بسر کی اور یہی (۳۰ سال) آپ کی مُدتِ عمر ہے۔ ومعتہ ساکبہ صفحہ ۲۳۶۔ انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸ مہیج

الاحزان صفحہ ۱۶۲ اور تحفہ حسینیہ جلد ا صفحہ ۱۶۳ میں ہے کہ جناب عبداللہ ابن علی کے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت عباسؑ کے تینوں بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں، چھوٹے چھوٹے بچے ساتھ تھے۔ جلتے خیموں اور دوڑتے گھوڑوں میں یہ کمسن بچے شہید ہو گئے، بیبیاں امیر ہو گئیں۔

میدان جنگ کی طرف رہروی اور جانبازی:

آپ چونکہ فطرتاً شجاع تھے اور بڑے بھائی حضرت عباسؑ نے بھی حوصلہ افزائی کر دی تھی۔ لہٰذا جب آپ میدان میں تشریف لے گئے تو آپ نے کمال بے جگری سے جنگ فرمائی۔ آپ کی شجاعت کے متعلق صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ عبداللہ مثیل شیر یزداں و آرزو مند نبرد آزمائی کے لیے بے چین تھے۔ تواریخ میں ہے کہ جب آپ میدان میں تشریف لے گئے۔ تو وہاں پہنچتے ہی ایک زبردست حملہ کیا۔ اور ان لفظوں میں رجز پڑھا:-

انا ابن ذالنجدة والافضال ذاك على الخير فى الفعال
سيف رسول اللّٰه ذوالنكال
فى كل قوم ظاهر الافعال

ترجمہ: میں ایک عظیم الشان بہادر اور صاحب جود و کرم کا فرزند ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میرے افعال و اعمال میں اچھائی نظر آتی ہے۔ اور تم سمجھے وہ کون ہے۔ وہ رسول اللہؐ کی شمشیر برہنہ ہیں ان کے افعال و اعمال روز روشن کی طرح ساری دُنیا پر روشن اور جلی ہیں، وہ علیؑ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن علیؑ کی شہادت:

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے اس طرح حملہ کیا کہ سارا میدان کانپ اُٹھا، مورخین

Presented by www.ziaraat.com

لکھتے ہیں:- **وجعل یضرب بسیقہٖ قد ما و یجول فیھم جولان الرحی** ۔آپ نے چکی کی طرح میدان میں چکر لگا کر تلوار سے کاٹنا شروع کیا اور مجمع میں چیخ و پکار کی آواز بلند ہوگئی۔ (تحفہ حسینیہ جلد ا صفحہ ۱۶۳ و انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸)

دشمنوں نے جب دیکھا کہ اس بہادر پر قابو نہیں پایا جا رہا تو پانچ ہزار کی جمعیت سے حملہ کیا۔ حضرت عبداللہ نے جب ملاحظہ کیا کہ اب دشمن اپنی پوری طاقت سے حملہ کر رہے ہیں۔ تو بقولے صاحبِ حقائق المصیبت حضرت عباس علیہ السلام کو آواز دی۔ آپ عون بن علیؑ کو ہمراہ لیے ہوئے میدان میں پہنچے اور دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ جناب عبداللہ جن کے مقابلہ میں ہانی ابن ثبیت حضرمی تھا۔ چونکہ کافی زخمی ہو چکے تھے۔ لہٰذا دشمن آپ پر غالب آ گیا۔ **فشد علیه ھانی ابن ثبیت الحضرمی نضربه علی راسهٖ فقتلهٗ** اور آپ کے سر مبارک پر اس نے تلوار لگائی۔ جس سے آپ شہید ہو گئے۔

(ابصار العین، صفحہ ۳۴ بحار الانوار جلد ا صفحہ ۲۲۳۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۲۸۔ تحفہ حسینیہ جلد ا صفحہ ۱۶۳۱۔ مجالس المتقین صفحہ ۴۷، تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷ دمعتہ ساکبہ صفحہ ۳۲۶۔ حقائق المصیبت صفحہ ۲۲۸ طبع بمبئی ۱۲۹۲ھ)

حضرت عبداللہ پر امام معصوم حضرت حجتؑ کا سلام:

السلام علی عبداللّٰہ بن امیرالمومنین سبلی البلاء والمنادی بالولاء عرصة کربلا المضروب مقبلاً و مدبراً لعن اللّٰہ قاتلهٗ ھانی ابن ثبیت الحضرمی

عبداللہ ابن علی علیہ السلام پر سلام ہو۔ جنہوں نے بلا پر بلا جھیل کر موقعہ امتحان میں کامیابی حاصل کی اور جو میدان کربلا میں اپنی محبت کا علی الاعلان ثبوت دے گئے۔ جنہیں دشمنوں نے ہر جانب سے زخمی کیا۔ خدا اُن کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر

لعنت کرے۔ (شفاء الصدور صفحہ ۱۱۱ طبع بمبئی)

حضرت اُمّ البنین کے تیسرے فرزند عمران ابنِ علیؑ:

حضرت عمران بن علیؑ حضرت عباسؑ علمدار کے دوسرے بھائی تھے۔ آپ جناب عبداللہ سے دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی عمر ۲۸ سال اور کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کا اسمِ گرامی ''عمران'' اس لیے رکھا گیا تھا کہ حضرت علیؑ کے والدِ گرامی ابوطالب کا نام عمران تھا۔ جب اس فرزند کی ولادت ہوئی تو حضرت علیؑ نے ان کا نام ابوطالبؑ کے نام پر رکھا۔

اِنَّ اللّٰـهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَ نُوْحاً وَّاٰلَ اِبْراهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرانَ عَلَى الْعالَمِيْنَ (سورۂ آلِ عمران آیت ۳۳)

''اللہ نے مصطفٰے بنایا آدم و نوح و آلِ ابراہیم و آلِ عمران کو عالمین میں''

آپ کا نام ناصبیوں نے ''عثمان'' مشہور کر دیا ہے۔ جبکہ نام عمران ہے۔

آپ کی عمر کے متعلق مورخین لکھتے ہیں۔ آپ اپنے بھائی عبداللہ سے دو برس بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی مادر گرامی بھی جناب اُمّ البنینؑ تھیں آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ آٹھ برس اور اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ اٹھارہ برس اور امام حسینؑ کے ساتھ ۲۸ سال زندگی بسر کی۔ اور یہی آپ کی مدتِ عمر ہے۔ (ابصار العین صفحہ ۳۴۔ انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸ طبع نجف اشرف)

میدان جنگ کی طرف رخصت اور جانبازی:

میدان جنگ میں جانے کے لیے حضرتِ عباس علیہ السلام ہمت افزائی فرما ہی رہے تھے۔ اب عبداللہ کی شہادت نے جناب عمران کے دل میں نبرد آزمائی کا زور پیدا کر دیا تھا۔ آپ میدان کی طرف کمال شجاعت اور جوش میں تشریف لے گئے۔ اور

Presented by www.ziaraat.com

آپ نے یہ رجز پڑھا:-

انی انا العمران ذوالمفاخر

شیخی علی ذوالفعال الظاهر

وابن عم الرسول الطاهر

اخی حسین خیرة الاخائر

ترجمہ:- اے دشمنانِ اسلام! میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں صاحبِ مفاخر عمران بن علیؑ ہوں میرے بزرگ اور آقا میرے پدر نامدار حضرت علیؑ ہیں۔ جن کے کارنامے ناصیۂ روزگار پر روشن ہیں۔ وہ رسول مقبول علیہ السلام کے ابن عم یعنی چچازاد بھائی ہیں۔ اور میرا بھائی حسینؑ ہے جو تمام منتخب لوگوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

وسید الکبار و الاصاغر

بعد الرسول والولی الناصر

وہ حسینؑ جو رسول اللہؐ اور ولی اللہ کے بعد کائنات کے تمام چھوٹے اور بڑے سب کے سردار ہیں۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۲۸۷۔ تحفہ حسینیہ ۱۶۳۔ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۶۲۳۔ دمعۃ ساکبہ صفحہ ۳۳۶)

حضرتِ عمران بن علی کی شہادت:

آپ کمال دلیری کے ساتھ مشغول جنگ تھے۔ **فرماہ خولی ابن یزید الاصبحی بسهم فاوهطة حتی سقط لجنبه فجاءة رجل من بنی ابان بن دارم فقتلة واجتزراسة** کہ ناگاہ خولی ابن یزید اصبحی نے ایک ایسا تیر مارا جس نے انہیں بالکل کمزور کر دیا۔ اور آپ پہلو کے بل زمین پر گر گئے۔ اتنے میں ایک شخص۔ بنی اِبان ابن دارم کا آیا اور اس نے آپ کا سر کاٹ لیا۔ (ابصار

العین صفحہ ۳۴۔ مجالس المتقین صفحہ ۲۷۷۔ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷۔ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۳۳، ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۲۸۔) صاحب منہج الاحزان صفحہ ۱۶۰ میں لکھتے ہیں کہ چلۂ کمان سے چھوٹا ہوا تیر جبین مبارک پر لگا اور آپ زمین پر تشریف لائے۔

جناب عمران پر امام معصوم کا سلام:

السلام علی عمران ابن امیرالمومنین مسمی عمران ابن عبدالمطلب، لعن الله رامیه بالسهم خولی ابن الیزید الاصبحی الا یادی الدارعی

ترجمہ: جناب عمران ابن عبدالمطلب کے ہمنام عمران بن امیر المومنین پر سلام ہو اور خدا تیرے شہید کرنے والے خولی ابن یزید اصبحی ایادی داری پر لعنت کرے۔

(شفاء الصدور شرح زیارت عاشور صفحہ ۱۱ طبع بمبئی)

حضرت اُمّ البنینؑ کے چوتھے فرزند جعفر بن علی علیہ السلام:

جناب جعفر بن علی حضرت عباسؑ علمدار کے تیسرے بھائی تھے۔ آپ جناب عمران سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے۔ آپ کی عمر ۲۶ سال تھی۔ آپ کی کنیت بقول صاحب ناسخ التواریخ ابوعبداللہ تھی۔ آپ کی حیات کے متعلق مورخین لکھتے ہیں:-

آپ اپنے بھائی عمران کے دو سال بعد پیدا ہوئے آپ کی مادر گرامی جناب اُم البنینؑ تھیں۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ۶ سال اور بھائی حسنؑ کے ساتھ ۱۶ سال اور امام حسینؑ کے ساتھ ۲۶ سال زندگی بسر کی اور یہی آپ کی مدت حیات ہے۔

علامہ شیخ محمد بن کمال الدین شافعی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ کے بھائی، جناب جعفر طیار تھے۔ جنہیں حضرت علی علیہ السلام بے حد چاہتے تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص جناب جعفر طیار کے نام سے آپ کو واسطہ دیتا تھا تو آپ کا غصہ فرو ہو جاتا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

''**اذا سَلِ بحق جعفر سکن**" (ملاحظہ ہو مطالب السئول صفحہ ۱۱۷) علامہ یزدی لکھتے ہیں کہ جب جنگ موتہ میں جعفر طیّار شہید ہوئے تھے تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ **الاٰن الکسر ظهری** بھیّا! اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ (انوار الشہادت صفحہ ۲۹) صاحب ابصار العین علامہ سماوی لکھتے ہیں۔ روی ان امیر المومنین **سماہ اخیه جعفر لحبه ایاه** صفحہ ۳۵ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند جعفر کا نام اس لیے جعفر رکھا تھا تاکہ جعفر طیّار کی یاد تازہ رہے۔

آپ کی میدان کی طرف رخصت اور جانبازی:

آپ اپنے دیگر بھائیوں کی طرح نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ آپ کو یونہی حوصلہ جنگ تھا۔ پھر حضرت عباسؑ نے باپ کی وصیت یاد دلا کر ہمت افزائی کر کے سونے پر سہاگہ کا کام کیا تھا۔ مورخین کا بیان ہے۔ "**فقد مروشد ما علی الاعداء یضرب فیهم بسیفه**" کہ آپ نے میدانِ جنگ میں جا کر دشمن پر حملہ آوری کی اور تلوار سے انہیں فنا کے گھاٹ اتارنے لگے۔ اور یہ رجز پڑھا:-

انی انا الجعفر ذوالمعالی ابن علی خیرة النوالی
حسبی بعمی شرفاً و خالی
احمی حسیناً ذی الند المفضال

ترجمہ:- میں بلندی کا بادشاہ جعفر ہوں اور حضرت علی علیہ السلام کا فرزند ہوں۔ جو بڑے جود و کرم والے تھے۔ میرے چچا اور ماموں کی شرافت حسب و نسب میری شرافت کی شاہد اعظم ہیں۔ میں ایسے حسینؑ کی مدد کر رہا ہوں۔ جو بڑے بخشش کرنے والے ہیں۔ (تحفہ حسینیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳۔ ابصار العین صفحہ ۳۵۔ بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۲۲۳۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۸۔ جواہر الایقان صفحہ ۲۰۲۔ دمعۃ ساکبہ صفحہ ۳۳۶)

جناب جعفر بن علیؑ کی شہادت:

آپ کمال دلیری اور بہادری کے ساتھ جنگ آزما تھے۔ کہ ناگاہ "**شد علیه هانی ابن ثبیت الحضرمی الذی قتل اخاه فقتله**" آپ پر ہانی ابن ثبیت حضرمی نے وار کیا۔ اور آپ کو شہید کر ڈالا۔ (ابصار العلین صفحہ ۳۵ مقتل ابی مخنف طبع ایران)

جناب جعفر پر امام معصوم حضرت حجّتؑ کا سلام:

السلام علی جعفر بن امیرالمومنین الصابر بنفسهٖ محتسباً والناتی عن الاوطان مغترباً المستسلم المستقدم للنزال المکثور باالرجال لعن اللّٰه قاتله هانی بن ثبیت الحضرمی" ۔ جعفر ابن امیر المومنین علیہ السلام پر سلام ہو۔ جو اپنی جان کی قربانی پیش کرنے میں بڑے صابر تھے۔ اور غربت کی حالت میں وطن سے نکالے ہوئے تھے جو جنگ آزمائی کے لیے دل و جان سے تیار تھے۔ جو میدان کارزار میں بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والے تھے جنہیں لوگوں نے اپنی کثرت سے مغلوب کر دیا تھا خدا ان کے قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی پر لعنت کرے۔ (اشفاء الصدور شرح زیارت عاشور طبع بمبئی)

مورخ طبری کی تنگ نظری:

حضرت عباس علیہ السلام کی وفاداری کے کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اسلام کی حمایت کے سلسلہ میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ نہ میں خود باقی رہوں گا اور نہ اپنے کسی بھائی اور بیٹے کو زندہ رہنے دوں گا۔ یہ انہوں نے کیوں کیا صرف اس لیے کہ وہ موقع آشنا تھے اور جانتے تھے۔ کہ آج اُسی کا محل ہے۔ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ نے اپنے حقیقی بھائیوں کو جن کے نام عبداللہ، عمران، جعفر ہیں مخاطب کر

Presented by www.ziaraat.com

کے اس وقت کہا جبکہ امام حسینؑ پر تمام اصحاب اپنی جان قربان کر چکے تھے اور اہلِ بیتؑ میں سے بھی اکثر ہستیاں قربان گاہ اسلام پر بھینٹ چڑھ چکی تھیں۔

اے میرے حقیقی بھائیو۔ میرے قریب آؤ۔ اور میری بات سنو۔ وہ یہ ہے کہ اب وہ وقت ہے کہ تم بھی اب میدان قتال میں قدمِ جدال رکھ دو اور اس طرح جنگ کرو کہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ تم نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں اپنی جانِ عزیز قربان کر دی ہے، دیکھو آج کے دن جان دینے سے دریغ کرنے کا محل نہیں ہے، دلیری سے جان دن دے دو، ارے میرے بھائیو! میں تو اپنی اولاد بھی آج قربان کر دینا چاہتا ہوں، میں اپنی اولاد بھی عزیز نہیں رکھنا چاہتا، تم بھی ایسا ہی کرو، عجلت کرو اور شرف شہادت حاصل کر کے بارگاہِ رسولؐ میں سرخرو ہو جاؤ۔

(جواہر الایقان دربندی صفحہ ۲۰۲ بحار الانوار جلد ا صفحہ ۲۲۳ وغیرہ)

آپ کے بہادر بھائی جو پہلے ہی سے جنگ کے لیے تیار تھے۔ میدان قتال کی طرف چل پڑے اور سب سے پہلے جس نے قدم اٹھایا وہ آپ کے بھائی عبداللہ تھے۔ آپ نے اپنے ہر بھائی کو میدان قتال میں بھیجتے وقت فرداً فرداً یہی فرمایا تھا کہ **تقدم یا اخی حتی ارالك قتيلا وا حتسبد فانه لا ولد لك** ۔ میرے عزیز بھائی! میدان میں جا کر اس طرح لڑو۔ کہ میں تمہیں خاک وخون میں تڑپتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ (انوار الحسینیہ صفحہ ۶۸) چنانچہ آپ کے برادرانِ خوش اعتقاد میدان میں جا کر اسلام پر قربان ہو گئے۔ (ابصار العین صفحہ ۳۹)

علماء اور مورخین نے اس امر کی وضاحت میں کہ حضرت عباسؑ نے اپنے سے پہلے اپنے بھائیوں کو جنگ گاہ میں بھیجنے پر مقدم کیوں کیا۔ ایسی چیزیں پیش فرمائی ہیں جن سے حضرت عباسؑ کے کمال تدبر کا پتہ چلتا ہے۔ صاحب منافع الابرار صفحہ ۳۳ میں لکھتے

ہیں کہ کار خیر میں عجلت کرنی چاہیئے۔ علامہ برغانی مجالس المتقین کے صفحہ ۷۴ پر لکھتے ہیں۔

حضرت عباسؑ نے بہ تاکید تمام اس بات کی کوشش کی کہ اُن کے بھائی ان سے پہلے حسینؑ پر قربان ہو جائیں۔

حضرت عباسؑ نے اپنے سے اس لیے مقدم رکھا تا کہ میری شہادت ان کی نظروں کے سامنے نہ واقع ہو۔ کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے مرنے سے ان کی ہمت ٹوٹ جائے اور وہ شرف شہادت سے محروم رہ جائیں۔ اور امام حسین علیہ السلام کی بدنامی ہو کہ ان کے لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جو میدان کارزار میں نہ آئے۔ اور اپنی جان بچا لی"۔

راجہ سر کشن پرشاد وزیر اعظم حکومت حیدر آباد اپنے رسالہ شہید کربلا طبع لکھنؤ ۱۳۵۸ھ کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ حضرت عباسؑ اپنی شہادت کے لیے راستہ بنا رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ علمداری کا عہدہ جہاد کی اس وقت تک اجازت دینے پر مجبور نہ کرے گا جب تک کوئی تلوار اٹھانے والا باقی رہے گا۔ یعنی حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں کو جنگ کے لیے اُبھار کر اس لیے جلد سے جلد شہید کرا دیا تا کہ انہیں حوصلہ شہادت پورا کرنے کا موقع مل جائے، کیونکہ جب تک کوئی بھی باقی رہے گا، علمدار لشکر کو درجہ شہادت پر فائز ہونے کا موقع نہ ملے گا۔

بہر حال حضرت عباسؑ نے کمال وفاداری کے جذبہ سے مجبور ہو کر اس امر کی کوشش فرمائی کہ تمام بھائی جلد سے جلد شہید ہو کر میرے لیے راستہ صاف کر دیں تا کہ میں امام حسینؑ پر قربان ہو کر اپنے والد بزرگوار حضرت علیؑ کی تمنا پوری کر دوں۔ دنیا کا کون انسان ایسا ہوگا جو حضرت عباسؑ کے اس جذبۂ وفاداری کی قدر نہ کرے گا۔ لیکن

Presented by www.ziaraat.com

نہایت افسوس ہے کہ دنیائے اسلام کا ایک مورخ علامہ ابوجعفر محمد ابن جریر طبری اپنی کج فہمی اور تعصب کی وجہ سے لکھتا ہے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔

تقدموا حتی ارثکم فانه لا ولد لکم الخ۔ اے میرے بھائیو!

عبداللہ، عمران۔ جعفر تم جلد سے جلد میدان جنگ میں جاکر شہید ہو جاؤ۔ تاکہ میں تمہاری میراث کا مالک بن جاؤں کیونکہ تمہارے کوئی اولاد نہیں ہے۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۵۷ طبع مصر)

اسی کی پیروی ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں کی ہے۔ وہ لکھتا ہے: **قدم اخاہ جعفر بین یدیه لانه لم یکن له ولد لیجوز میراثه العباس** ۔ جعفر کو شہادت کے لیے حضرت عباسؑ نے بھیج دیا تاکہ ان کی میراث کے مالک بن جائیں۔ علامہ عبدالرزاق موسوی کتاب ''قمر بنی ہاشم'' طبع نجف اشرف کے صفحہ ۵۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ ان دونوں مورخین نے عجیب وغریب بات کہی ہے۔ کجا حضرت عباسؑ کی شخصیت اور کجا بھائیو کی میراث میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان دونوں مورخوں نے یہ کیونکر کہہ دیا کہ حضرت عباسؑ اپنے بھائیوں کی میراث لینے کا خیال رکھتے تھے۔ کیوں کہ یہ تو معمولی آدمی بھی جانتا ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو بھائی کی میراث میں سے کچھ نہیں ملا کرتا کیا وہ حضرت عباسؑ جو آغوشِ امامت میں پرورش پا چکے تھے اور جن کا علمی پایہ بے انتہا بلند ہے انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ شرعاً مجھے ان کی میراث کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور پھر ایسے موقع پر جب کہ وہ جانتے تھے کہ اب چند منٹوں میں مَیں بھی درجہ شہادت پر فائز ہو جاؤں گا، اور یہ سوچنے کی بات ہے کہ بازاری شخص بھی کسی کو اس طرح مرنے کے لیے نہیں اُبھارا کرتا کہ تم جاؤ قتل ہو جاؤ تاکہ میں تمہاری میراث کا وارث بن جاؤں، چہ جائیکہ حضرت عباسؑ جو جامعہ نبوت کے تعلیم یافتہ اور مدرسہ امامت میں

پڑھے ہوئے تھے اور جنہوں نے باپ اور بھائی کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ اور ان سے معارف سیکھے تھے۔ یہ باور کرنا چاہیے کہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں کو میدان میں بھیجنے میں اس لیے جلدی کی تھی۔ تاکہ امام حسینؑ پر یہ ثابت کر دیں۔ کہ میرے بھائی آپ سے کس درجہ اُنس رکھتے ہیں اور کس طرح آپ پر قربان ہونے کو بے چین ہیں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا:

تقدموا حتی ارالکم قد نصحتم اللہ ورسوله ... الخ

میدان میں میرے سامنے جاؤ۔ تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ تم لوگ خدا اور رسولؐ کی راہ میں قربان ہو گئے۔ یعنی آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ جلد سے جلد اجر شہادت حاصل کر لیں۔ ابوحنیفہ دینوری لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: **تقدموا بنفسی انتم و حاموا عن سید کم حتی تموتوا دونه، فتقدموا جمیعا فقتلوا** ۔ میرے بھائیو! میں تم پر فدا ہوں۔ اپنے سردار امام حسینؑ کی حمایت کے لیے نکل پڑو۔ اور ان کے سامنے جان دے دو یہ سُن کر سب کے سب میدان میں گئے۔ اور اپنے کو قربان کر دیا۔

میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے میراث کا حوالہ دیا ہے انہیں لفظ (**لا ولد لکم**) سے دھوکا ہوا ہے۔ حالانکہ موقع گفتگو پر نظر کرنے کے بعد یہ دھوکا نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اور اس سے سمجھنا چاہیئے تھا۔ کہ تمام مورخین نے جو یہ سمجھا ہے کہ ''برائے شما عقب و اولاد نیست تا غمِ آنہا را بخورید''۔ یہ درست ہے اس کے علاوہ علامہ عبدالحسین علی نے یہ احتمال کیا ہے۔ کہ شاید **ارزلکم** کے بجائے **ارثکم** غلطی سے لکھا گیا ہو اور علامہ شیخ آغا بزرگ نے یہ احتمال ظاہر فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تاریخ میں **ارثیکم** کے بجائے **ارثکم** غلطی سے آ گیا ہو یعنی احتمال اول کی بنا پر مقصد یہ ہے کہ حضرت عباسؑ نے فرمایا

Presented by www.ziaraat.com

میر انیسؔ حضرتِ عباسؑ، ان کی والدہ اور بیوی کے کردار سے بہت متاثر ہیں۔ انھوں نے ان سوتیلے رشتہ داروں کی محبت، جاں نثاری، خلوص اور وفا کو بڑی خوبی اور کمال کے ساتھ دکھایا ہے۔ امام حسینؑ کی سوتیلی ماں اُم البنینؑ کا کردار جہاں بھی سامنے آتا ہے دل کو متاثر کرتا ہے...... وہ عالی ہمت خاتون ہیں۔ خاندانِ رسولؐ سے گہری محبت اور عقیدت رکھتی ہیں جس کا اثر قدرتی طور پر ان کے بیٹوں پر پڑا ہے۔ اس باب میں ہم عباسؑ کی والدہ اُم البنینؑ کا کردار انیسؔ کے کلام کی روشنی میں دکھائیں گے۔

واقعۂ کربلا میں اُم البنینؑ کے چار بیٹوں نے شہادت پائی۔ جن میں سب سے بڑے حضرت عباسؑ تھے جن کی بیوی بچے بھی ساتھ آئے تھے۔ حسینؑ کے ان جانباز بھائیوں کی سیرت میں شاعر ان کی ماں کی سیرت اور کردار کا جلوہ دیکھتا ہے۔ وہ یہ بھی محسوس کرتا ہے کہ بنتِ پیمبر سیدۃ النساءؑ کے بعد جس عورت سے علی مرتضیٰؑ نے شادی کی اس کے لیے خاندان میں اپنی جگہ بنانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ تاریخی روایات میں جو ذرا سی جھلک ان کی نظر آتی ہے اس سے شاعر ان کی پوری شخصیت اور کردار کا اندازہ لگاتا اور اس سادہ سے خاکے میں بڑے دلکش اور شوخ رنگ بھرتا ہے۔

میر انیسؔ کا ایک مشہور مرثیہ ہے:-

عباسؑ علی شیر نیستانِ نجف ہے   تابندۂ دُرِ تاج سلیمانِ نجف ہے
سروِ چمن و خضرِ بیابانِ نجف ہے   آئینہ روئے مہ کنعانِ نجف ہے
طفلی سے اسے عشقِ امامِ دوسرا تھا
شہ اس پہ فدا تھے، وہ شہِ دیں پہ فدا تھا

مرثیے کو میر انیسؔ نے عباسؑ ابن علیؑ کی پیدائش کے ذکر سے شروع کیا ہے اور ابتدا

ہی میں والدۂ عباسؑ حضرت اُم البنینؑ کا ذکر یوں ہوتا ہے:-

جب خلد کو دنیا سے ہوئیں فاطمہ رہگیر   یاور تھی زبس مادرِ عباسؑ کی تقدیر
جس روز سے آئی تھی یداللہ کے گھر میں
رہتی تھی شب و روز تمنائے پسر میں

اگلے ہی بند میں جب وہ حضرت اُم البنینؑ کا تعارف کراتے ہیں تو صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی صفات کی بی بی ہیں۔ جنھیں فاطمہ زہراؑ سے عقیدت اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے گہری محبت ہے۔ اور علی مرتضیٰؑ سے شادی کے بعد جو اہم ذمہ داری اُن پر عائد ہوتی ہے اس کا پورا احساس ہے۔ یہ بھی سمجھتی ہیں کہ علیؑ کے دل میں جگہ بنانے کا ایک ہی ذریعہ ہے یعنی ان کے بچوں سے پرخلوص محبت اور خدمت۔

دعوائے کنیزی تھا اسے بنتِ نبیؐ سے   تھا اُنس بہت آلِ رسولِؐ عربی سے
مطلب نہ تھا اپنی اسے حاجت طلبی سے   آگاہ تھی شبیرؑ کی عالی نسبی سے
مصروف وہ فضہ سے بھی خدمت میں سوا تھی
تنہا جان سے فرزندوں پہ زہراؑ کے فدا تھی
حیدر سے کبھی پوچھتی تھی یا شہِ صفدر   دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو پیمبرؐ
اس بی بی سے فرماتے تھے یوں فاتحِ خیبر   اُلفت تھی محمدؐ کو نواسوں سے برابر
یہ دونوں دل و جانِ رسولِؐ دوسرا تھے
صدقے کبھی اس پر تھے کبھی اس پہ فدا تھے

قدرتی طور پر حضرت اُم البنینؑ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ ان کے بھی کوئی بیٹا ہو جو دنیا میں کچھ کام کرے اور نام اور شہرت پائے مگر کس طرح؟

Presented by www.ziaraat.com

جب مصحفِ ناطق سے سنی اس نے یہ تقریر کی حق سے مناجات کہ اے مالکِ تقدیر
گر دے تو مجھے اِک پسر صاحبِ توقیر میں اس کو خوشی ہو کے کروں فدیۂ شبیرؑ
ممتاز غلاموں میں جو ضرغام ہو میرا
زہراؑ کی کنیزوں میں بڑا نام ہو میرا

حضرت اُمّ البنینؑ کی مراد برآتی ہے اور نخلِ تمنا بارآور ہوتا ہے:-

اللہ نے بخشا پسر نیک شمائل
دکھلائی جو تصویرِ پسر بختِ رسا نے عباس علیؑ نام رکھا شیرِ خدا نے

عباسؑ کے بعد ان کے تین بیٹے اور ہوئے۔ چار بیٹوں کی ماں ہونے ہی کی وجہ سے ان کا لقب اُمّ البنینؑ پڑا تھا۔ اور اس صاحبِ حوصلہ بی بی نے چاروں بیٹوں کی ایسی تربیت کی کہ دنیا کی تاریخ الفت و وفا میں ان کا نام امر ہو گیا۔

عباسؑ اور ان کے بھائیوں نے میدانِ کربلا میں حق کی خاطر اور حسینؑ کی محبت میں جس طرح جانیں فدا کیں اور وفاداری کے جو بے مثال کارنامے انجام دیئے۔ انیسؔ بتاتے ہیں کہ ان کی بنیاد ابتدا ہی سے ماں نے ڈالی تھی۔ کوئی اور ماں ہوتی تو سب سے بڑے بیٹے کی پیدائش کا جشن مناتی اور چاہے منہ سے نہ کہتی مگر دل میں یہ سوچتی کہ وہ بھی اَب کسی سے گھٹ کر نہیں، خود بیٹے والی ہے مگر مادرِ عباسؑ کا کردار ہی اور تھا۔

شبیرؑ کو عباسؑ کی مادر نے بلایا اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا
لو واری وفادار غلام آپ نے پایا نعلین اُٹھائے گا تمہاری مرا جایا
آقا ہو شہنشاہ ہو سردار ہو اس کے
مالک ہو تمہیں اور تمہیں مختار ہو اس کے
چھاتی سے لگا کر اُسے بولے شہِ خوشخو یہ تقویتِ روح ہے اور قوتِ بازو

اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھے بو کتنا مرے بابا سے مشابہ ہے یہ گلرو
یہ شیر مددگاریٔ شبیرؑ کرے گا
اللہ اسے صاحبِ توقیر کرے گا

ماں نے عباسؑ کے دل میں امام حسینؑ کی محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ ایک دن ماں بیٹے کا امتحان لیتی ہے کہ دیکھیں میری تربیت اور تعلیم نے بچے پر کہاں تک اثر ڈالا ہے۔

جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا ماں نے کہا تم نے مری جاں ہوش سنبھالا
مانی تھی یہ نذر اور تھا اِسی واسطے پالا اب تم کو کروں گی میں نثارِ شہِ والا
حق الفت زہراؑ کا ادا کرتی ہوں بیٹا
جو عہد کیا اس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

اب بیٹے کا جواب سنئے:-

خوش ہو کے یہ کی حضرتِ عباسؑ نے تقریر یہ عین تمنا ہے کہ ہوں فدیۂ شبیرؑ
حاضر ہوں کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر لازم نہیں اماں عملِ خیر میں تاخیر
گو عمر میں چھوٹا ہے گل اندام تمہارا
پر خلق میں ہوئے گا بڑا نام تمہارا

بظاہر یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ بے وجہ و بلا مقصد مادرِ عباس بیٹے کو زہراؑ کے پسر پر کیوں نثار کر رہی ہیں مگر یہاں انیسؔ عقیدت و جانثاری کا مظاہرہ کر کے اُم البنینؑ کے جذبۂ ایثار کی عکاسی کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ بیٹے کو علیؑ مرتضیٰ کے پاس لے جا کر کہتی ہیں:-

تھا دَین ادا کرنے کا اس کا مرے سر پر

Presented by www.ziaraat.com

اب اس کو فدا کیجئے زہرؑا کے پسر پر

حضرت اُم البنینؑ فاطمہ زہرؑا کی عظمت کا اعتراف کرنا چاہتی ہیں۔شوہر یہ سن کر بیٹے سے مخاطب ہوتے ہیں۔

شبیرؑ پہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباسؑ بتادے مجھے مرضی ہے تری کیا

تو عباسؑ جواب دیتے ہیں:-

میں عاشقِ فرزندِ رسولؐ دوسرا ہوں
سو بار جو زندہ ہوں تو سو بار فدا ہوں

حضرتِ علیؑ جو رسول اکرمؐ سے واقعہ کربلا کی پیشین گوئی سن چکے ہیں۔ یہ سن کر آبدیدہ ہوجاتے ہیں اور آنے والے واقعات کا منظر تصور میں گھوم جاتا ہے:-

رو کر اسداللہ نے دیکھا رخ شبیرؑ   جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا حالت ہوئی تغیر   یاد آئی بھری مشک کلیجے پہ لگا تیر
طاقت نہ رہی ضبط کی احمدؐ کے وصی کو
نزدیک تھا صدمے سے غش آجائے علیؑ کو
عباسؑ کو لپٹا کے گلے کرنے لگے پیار   چومے کبھی عباسؑ کے بازو کبھی رخسار
فرماتے تھے تجھ سا نہیں دنیا میں وفادار   صدقے ترے اے دلبر زہرؑا کے مددگار
ماتم ترا ہر تعزیہ خانے میں رہے گا
شہرہ تری الفت کا زمانے میں رہے گا

تاریخ اپنے ورق پلٹنے لگی۔عباسؑ اور ان کے بھائی جوان ہوئے۔علیؑ مرتضٰی نے شہادت پائی، امام حسنؑ کو بھی ظلم وستم کی طاقتوں نے چپکے سے زہر دلوادیا اور روحانی

قیادت امام حسینؑ کے حصے میں آئی۔لیکن تختِ خلافت پر معاویہ کا قبضہ رہا۔معاویہ کی موت کے بعد یزید نے اپنے خلیفۂ رسولؐ ہونے کا اعلان کردیا اور امام حسینؑ سے بیعت طلب کی حسینؑ کے انکار پر ان کے قتل کے درپے ہوا۔حسینؑ نے مدینے میں عافیت نہ دیکھی توحج کا عزم کیا اور وہاں سے کوفے جانے کا ارادہ، جہاں سے خط پر خط آرہے تھے کہ آپ آیئے اور ہماری قیادت فرمایئے۔حسینؑ کی مدینے سے روانگی سے متعلق انیسؔ کے کئی مرثیے ہیں۔مگر عجب بات ہے کہ ان میں مادرِ عباسؑ کا ذکر نہیں تھا۔لیکن جب کربلا میں امام حسینؑ مع اپنے عزیز واحباب کے شہادت پاجاتے ہیں اور سال بھر کے قید و بند اور مصائب اٹھانے کے بعد اہلِ حرم کا لٹا قافلہ مدینے واپس آتا ہے۔اس وقت کے مرثیوں میں اُمّ البنینؑ کا تذکرہ پھر ملتا ہے۔

اہلِ حرم حسینؑ اور سارے خاندان کو کھو کر آئے ہیں۔سارا مدینہ گریہ وماتم سے گونج رہا ہے۔صغرؑا باپ کی جدائی میں خون رو رہی ہیں۔خواتین مدینہ سینہ کوبی کر رہی ہیں۔ چاروں موئی ماں بہنیں تڑپ رہی ہیں۔مگر مادر عباسؑ کا کیا حال ہے؟ کیا چار کڑیل جوان بیٹوں کی شہادت کی خبر ان کو بدحواس کرنے میں کامیاب ہوئی؟ نہیں۔ان کو تو یہ فکر ہے کہ ان کے بیٹوں نے اپنے بھائی حسینؑ پر جان قربان کرنے میں کوئی کوتاہی یا دیر تو نہیں کی۔سب سے زیادہ فکر ہے سب سے لاڈلے بیٹے عباسؑ کی۔کہیں اس کے لختِ جگر نے ان کی محبت اور وفا پر تو آنچ نہیں آنے دی۔بیبیوں سے بیٹوں کے مرنے کا ذکر سن کر بے اختیاری کی حالت میں پوچھتی ہیں:-

ہاں سن چکی، اتنا تو کہ مارا گیا عباسؑ   مرنا تو یقیں ہوگیا لیکن ہے یہ وسواس
کس وقت تلک جنگ میں بھائی کے رہا پاس   سچ کہہ دو جو کچھ گذری ہے، توڑو نہ مری آس
کچھ قاسمؑ و اکبرؑ پہ تو آفت نہیں دیکھی

Presented by www.ziaraat.com

شبیرؑ کی خیمے سے تو رخصت نہیں دیکھی

ان کے لیے اتنا ہی کافی نہیں کہ بیٹا حسینؑ کے ساتھ مارا گیا بلکہ وہ یہ بھی چاہتی تھیں کہ جان یوں دی جائے کہ رہتی دنیا تک اس وفا و محبت کا نام رہ جائے۔ بیٹے سے رخصت کے وقت کی باتیں یاد آ رہی ہیں:-

رخصت کو تھا وہ چلتے ہوئے جس گھڑی آیا حق دودھ کا بخشا تا تھا مجھ سے مرا جایا
میں نے اسے یہ کہہ کے تھا چھاتی سے لگایا شبیرؑ کے قدموں پہ جو سر تو نے کٹایا
تو دودھ بھی بخشوں گی دُعا بھی تجھے دوں گی
جان اپنی بچائی تو کبھی نام نہ لوں گی

آخری شعر میں ایک بہادر عرب عورت کی شجاعت کس انداز میں بول رہی ہے اُم کلثوم، امام حسینؑ کی چھوٹی بہن جو عباسؑ کو بہت چاہتی تھیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ کو ان کے بیٹوں کی جانثاری اور بہادری کے کارنامے سناتی ہیں اور کہتی ہیں:-

اس خوبی سے مارا گیا فرزند تمہارا دودھ اس کو نہ بخشا ہو تو اب بخشو خدارا
پھر فاطمہؑ زہرا کو وہ کیوں کر نہ ہو پیارا واللہ سر اس نے قدم شاہ پہ وارا
دکھلائی وہ جانبازی شہہ تشنہ دہن کو
راضی کیا حیدرؑ کو، محمدؐ کو، حسنؑ کو

یہ سن کر مادرِ عباس بیٹوں پر ماتم کرنے کی جگہ جو عین فطرت انسانی کے مطابق ہوتا سجدۂ شکر بجالاتی ہیں کہ ان کے لیے بیٹوں کا کارنامہ باعثِ فکر و مسرت ہے:-

یہ سنتے ہی بس مادر عباسؑ دلاور قبلے کی طرف گر پڑی سجدے کو زمیں پر
اور دردِ جدائی کی ٹیس دل کے دل ہی میں دفن کر کے یہ باہمت بی بی:-
جب کر چکی سجدہ تو وہ کہنے لگی رو کر سب مل کے کرو ماتم فرزندِ پیمبرؐ

یہ جو کہا غل ہونے لگا سینہ زنی کا
اور ذکر تھا شبیرؑ کی تشنہ دہنی کا

اُمّ البنینؑ، والدہ حضرتِ عباسؑ کی جھلک اگرچہ مرثیوں میں کہیں کہیں نظر آتی ہے مگر اس کے باوجود انیسؔ نے ان کی کردار نگاری اس خوبی سے کی ہے کہ وہ ایک مثالی ماں ہی نہیں مثالی عورت کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہیں جس کے دل میں اتنی وسعت ہے کہ وہ سوتیلے بچوں پر اپنی سگی اولاد کی خوشی سے قربان کر دے اور ایمان و عقیدے کے بل پر دنیا کا سب سے بڑا غم، غم اولاد اس پامردی سے جھیل جائے۔

(خواتینِ کربلا کلامِ میر انیسؔ کے آئینے میں از صالحہ عابد حسین)

Presented by www.ziaraat.com

باب ۱۳......

حضرت اُمّ البنینؑ کی بہو

(زوجۂ حضرت عباسؑ)

حضرت عباسؑ کی شادی (مرزا دبیر):

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے دو سال کے بعد ۴۲ھ میں حضرت عباسؑ کی پہلی شادی ہوئی۔ اب حضرت عباسؑ ۱۹ برس کے جوان تھے۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے دل میں شادی کی تمنا تو تھی ہی، امام حسینؑ سے کہا:-

سلطانِ دو عالم! کیا اچھا ہوتا اگر میرے نور نظر کا گھر آباد کر دیا جاتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شادی کے انتظامات شروع کر دیئے۔

مدینے میں ایک مومن دیندار فضل ابن شعیب ابن اویس رہتا تھا۔ اس کی دختر ذکیہ کے لیے شادی کا پیغام دیا گیا۔ اور بہ خیر و خوبی حضرت عباسؑ سے ذکیہ بنتِ فضل کی شادی ہوئی۔

مولانا سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے حضرت عباسؑ کی زوجہ کا اسم گرامی ذکیہ تحریر کیا

ہے (ذبح عظیم)

جناب ذکیہ سے تین فرزند تھے۔

(۱) محمد بن عباس (۲) حسن بن عباس (۳) قاسم بن عباس

ابن قتیبہ اور عماد زادہ اصفہانی حضرت عباسؑ کی دو ازواج کے قائل ہیں۔

حضرت عباسؑ کی دوسری شادی لبابہ سے ہوئی۔

مورخین یہ طے نہیں کر پائے کہ لبابہ کس کی بیٹی ہیں۔

عباس بن عبدالمطلب کے دو بیٹے الگ الگ نام کے ہیں۔

۱۔ عبداللہ ابن عباس (جو ابن عباس کے نام سے مشہور ہیں)۔

۲۔ عبیداللہ ابن عباس (حضرت علیؑ کی خلافت میں یمن کے گورنر مقرر ہوئے)

ئی مورخ لُبابہ کو عبیداللہ کی بیٹی بتاتا ہے اور کوئی مورّخ لبابہ کو عبداللہ ابن عباس کی بیٹی

ہے۔

ابنِ قتیبہ نے ''کتاب المعارف'' میں لبابہ کو عبداللہ ابن عباس کی دختر لکھا ہے۔

مولانا نجم الحسن کراروی بضد ہیں کہ لُبابہ عبیداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کی دختر ب اختر تھیں، جن کی شادی حضرت عباسؑ سے ہوئی۔

ان سے دو فرزند ہوئے۔

۱۔ فضل ابن عباس علمدار۔ ۲۔ عبیداللہ ابن عباس علمدار

یہ دونوں کربلا نہیں آئے تھے۔ مدینے میں رہے۔

حضرت عباسؑ کی نسل عبیداللہ ابن عباس سے قائم رہی۔

تشویش:- حضرت علی کے عہد حکومت میں دونوں بھائی عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب اور عبیداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب گورنر کے عہدے پر مامور تھے اور

Presented by www.ziaraat.com

دونوں نے بیت المال میں خرد بُرد کیا تھا۔ جس کا شکوہ حضرت علی نے اپنے خطوط میں کیا ہے، یہ خطوط نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔ حضرت علیؑ دونوں سے ناراض تھے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے اس خاندان کی لڑکی لبابہ سے حضرت عباسؑ علمدار کی شادی کی ہوگی؟

''سیرۃ العباسؑ'' اور ''مودۃ القربیٰ'' میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کی بیٹی لبابہ کی شادی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے چچازاد بھائی ولید بن عتبہ سے ہوئی تھی''۔

مولانا نجم الحسن کراروی لکھتے ہیں:-

''علامہ سبط ابن جوزی اور علامہ مجدی کا بیان ہے کہ حضرت عباسؑ کی شہادت کے عرصہ دراز کے بعد ان کی بیوی لبابہ کا عقد ثانی حضرت امام حسن علیہ السلام کے بیٹے زید بن حسنؑ بن علی علیہم السلام سے ہوا اور ان سے ایک لڑکی نفیسہ نامی پیدا ہوئی۔ پھر زید بن حسن کے انتقال کے بعد اُن کا عقد ثالث ایک شخص ولید نامی سے ہوا جس سے قاسم نامی لڑکا پیدا ہوا۔ (ذکر العباس صفحہ ۳۶۶)

مولانا نجم الحسن کراروی نے تحقیق کے بغیر یہ باتیں لکھ دی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لبابہ حضرت عباسؑ کے عقد میں آئی تھیں یا نہیں؟ جبکہ حضرت عباسؑ کی ایک شادی حضرت ذکیہ خاتون سے ہو چکی تھی؟

دوسری بات کیا لُبابہ نام کی ایک ہی عورت تھی ہوسکتا ہے ایک ہی خاندان میں دو لبابہ ہوں ایک عبیداللہ ابن عباسؑ کی بیٹی اور دوسری عبداللہ ابن عباسؑ کی بیٹی ایک لبابہ کبرا اور دوسری لبابہ صغرا ہوں گی۔ ایک کا عقد زید بن امام حسن سے ہوا ہوگا۔

کربلا میں شہید ہونے والے حضرات کی کسی بھی بیوہ نے عقدِ ثانی نہیں کیا۔

لبابہ اگر عبداللہ ابن عباسؑ کی بیٹی ہیں تو وہ کربلا نہیں گئی ہیں اس لیے کہ عبداللہ ابن عباسؑ بن عبدالمطلب نے ۲۸ رجب ۶۰ھ کو امام حسینؑ سے کہا تھا کہ عراق نہ جائیے اور اگر جا رہے ہیں تو عورتوں اور بچوں کو نہ لے جائیے۔

لبابہ قافلۂ حسینی کے ساتھ کربلا نہیں گئیں وہ حضرت اُم البنینؑ کی خدمت کے لیے مدینے میں رہ گئی تھیں اور اُن کے دونوں بیٹے فضل اور عبیداللہ ابن عباسؑ علمدار مدینے ہی میں رہے۔

حضرت عباسؑ کی شادی کا حال مرزا دبیر اس طرح بیان کرتے ہیں:-

﴿۱﴾

خط جس گھڑی اُس ماہِ یداللہ نے نکالا
ماں بولی مبارک ہو مرے چاند یہ بالا
حیدرؑ سے یہ کی عرض کہ اے سیّد والا
اب بیاہ کے قابل ہے مری گود کا پالا
نوشاہ علمدار حسینی کو بنا دو
سہرا ہمیں سقائے سکینہؑ کا دکھا دو

﴿۲﴾

آخر تو یہ دنیا میں ہیں کچھ روز کے مہمان
کچھ کچھ تو نکل جائے مرے دل کا بھی ارمان
آیا وہی آج ان کی جوانی کا گلستان
رہ جائے گی حسرت ہی جو کل ہوگیا ویران
کس کو یہ توقع ہے کہ پھولیں گے پھلیں گے
گر جلد خزاں آئی تو ہم ہاتھ ملیں گے

Presented by www.ziaraat.com

﴿۳﴾

آخر مرے بچے کے لیے بے کفنی ہے
پھر کیوں نہیں پوشاک عروسانہ بنی ہے
گر آج وطن میں ہے تو کل بے وطنی ہے
پھر سر ہے نہ سہرا نہ بنا ہے نہ بنی ہے
کیوں جلد نہ شادی کی تمنا کروں مولا
آجائے ابھی موت تو پھر کیا کروں مولا

﴿۴﴾

جیسا مرا فرزند خوش اطوار ہے صاحب
ایسی ہی دُلہن بھی مجھے درکار ہے صاحب
جو دھوم ہو شادی میں سزاوار ہے صاحب
زہرؑا کے پسر کا یہ علمدار ہے صاحب
گھر بار شبِ عقد لٹا دیجیو والی
سقائے سکینہؑ کی خوشی کیجیو والی

﴿۵﴾

فرمایا علیؑ نے مجھے دل سے ہے یہ منظور
زینبؑ نے کہا اماں لو اب تو ہوئیں مسرور
مشاطہ کو بلواؤ کرو اُس سے یہ مذکور
رقعہ لکھو بی بی جو زمانے کا ہے دستور
مشاطہ جو یہ خوش خبری پائے گی اماں
سو باتیں ابھی ڈھونڈھ کے لے آئے گی اماں

﴿۶﴾

عباسؑ کو کاغذ دیا مادر نے منگا کے
ہنس کر کہا شرماتے ہو کیا آنکھیں جھکا کے
قسمت سے یہ دن آیا ہے صدقے میں خدا کے
اک دن تھا کہ مکتب میں پڑھا کرتے تھے جا کے
اب اسم نویسی کے سزاوار ہوئے تم
قابل ہوئے عاقل ہوئے ہشیار ہوئے تم

﴿۷﴾

لو لکھو کہ اشراف مدینہ کو ہو معلوم
میں بندہ ہوں عباسؑ غلام شہہِ مظلوم
بابا شہِ مردان اسدِ خالق قیوم
اور والدہ ہے خادمۂ زینبؑ و کلثومؑ
احمدؐ کے مدینے میں ولادت لکھو واری
اور کرب و بلا جائے شہادت لکھو واری

﴿۸﴾

لکھنے لگا زانو پہ ورق رکھ کے خوزادہ
ہمرنگ خطِ رُخ وہ بنا کاغذ سادہ
مشاطوں نے انبوہ کیا حد سے زیادہ
کوئی تو سوار آئی وہاں کوئی پیادہ
اک ہاتھ میں رقعہ لیے حیران کھڑی تھی
دولھا کو کوئی دیکھ کے بیہوش پڑی تھی

Presented by www.ziaraat.com

۹

ہر کوچے میں غل پڑ گیا گھر گھر ہوا چرچا
لو شیر خدا بیٹے کی نسبت کے ہیں جویا
ہر بالغۂ صالحہ کو مثل زلیخا
سو جان سے ہوئی یوسف حیدرؑ کی تمنا
کہتی تھیں مدد چاہیئے اب بخت رسا کی
دیکھیں کہ بہو کون بنے شیرِ خدا کی

۱۰

اب راوی صادقؒ سے یہ ہے وارد اخبار
فضل ابن شعیب ابنِ اویس ایک تھا دیندار
شیخ العرب و فخر تمیم اشجع و کرار
دختر تھی ذکیہ لقب اک اُس کی خوش اطوار
خوش طالع و نیک اختر و فرخندہ لقب تھی
بلقیس حشم حور شیم عاشقِ رب تھی

۱۱

رُخ زاہدِ عفت کے لیے قبلہ نما تھا
دل حاجیِ عصمت کے لیے بیتِ خدا تھا
یا رکنِ رکین حرمِ شرم و حیا تھا
اور سجدے کی معراج کو سر عرش علا تھا
کہتے ہیں صداقت جسے وہ اُس کی زباں تھی
باتوں سے ولا مخبرِ صادق کی عیاں تھی

۱۲

بخشی تھیں خدا نے دو کنیزیں پئے خدمت
جن کا کہ لقب شرع میں ہے زہد و طہارت
جس چار عناصر سے بدن کی ہوئی خلقت
چاروں وہ تھے تقویٰ و ورع صبر و قناعت
منھ لاکھ زبانوں سے ثناخوانِ خدا تھا
تن پنجتن پاک پہ سو جاں سے فدا تھا

۱۳

کھانا جو غذا فاطمہؑ کے فاقے پہ رونا
گریاں کبھی قیدِ اسداللہ پہ ہونا
بانوؑ کے تصور میں کبھی شب کو نہ سونا
گہہ فرقتِ زینبؑ کا غبار اشکوں سے دھونا
مشہور تھی گھر میں وہ کنیز آلِ عبا کی
پر عرش پہ لکھی تھی عزیز آلِ عبا کی

۱۴

اک روز تھے محرابِ عبادت میں یداللہ
آ کر یہ ذکیہ کے پدر نے کہا ناگاہ
عباسؑ کو نوشاہ بنانا ہو جو یا شاہ
اس گوہر یکتا سے مجھے رشتے کی ہے چاہ
یہ بات فقط قدر بڑھانے کے لیے ہے
لونڈی مرے گھر ہاتھ دھلانے کے لیے ہے

Presented by www.ziaraat.com

﴿۱۵﴾

اللہ ری عدالت کہ علیؑ نے کیا اظہار
شبرؑ میں ہے خلقِ حسنِ احمدِ مختار
شبیرؑ میں مظلومی زہراؑ کے ہیں آثار
عباسؑ میں ہے دبدبۂ حیدرِؑ کرار
سب وصف ہیں الفت ہے مروت ہے وفا ہے
غصہ مرے عباسؑ کا پر قہرِ خدا ہے

﴿۱۶﴾

اور اس سے زیادہ یہ تامل کا سبب ہے
عترت جو مری فخرِ خواتینِ عرب ہے
ایک ایک کی قسمت میں اسیری کا تعب ہے
یہ تازہ دُلہن قید اگر ہو تو غضب ہے
جب بیس برس گذریں گے رحلت کو علیؑ کی
در در پھرے گی بال کھلے آلِ نبیؐ کی

﴿۱۷﴾

راضی ہو جو تو اس پہ میں صیغہ کروں جاری
یہ ہے ترا فرزند وہ بیٹی ہے ہماری
ہاتف نے ندا دی وہ ہے اللہ کی پیاری
عباسؑ تمھارا ہے نظر کردۂ باری
یہ دولھا دُلہن چن لیے معبود علا نے
خود عرش کے منبر پہ پڑھا عقد خدا نے

﴿۱۸﴾

اقرار کیا فضل نے خوش ہو کے مکرر
اور ہوئی تاریخ عروسی بھی مقرر
سامان دو جانب ہوا شادی کا برابر
ناگاہ شب عقد کے طالع ہوئے یاور
یوں روز چھپا پردے میں منہ جیسے دُلہن کا
سہرا گرا خورشید کے چہرے سے کرن کا

﴿۱۹﴾

وہ شام شبِ عقد نے کی چہرہ نمائی
یا عمرِ گذشتہ وہ زمانے کی پھر آئی
کی تھی جو محاسن سے سیاہی نے جدائی
ایک مشت ضعیفوں نے وہ اس شام سے پائی
تاروں سے ہوئے دانت عیاں چرخ کہن کے
اس شام نے دن پھیر دیئے اہلِ زمن کے

﴿۲۰﴾

شب آئینہ ماہ دکھاتی ہوئی آئی
اور نُقل ستاروں کی لٹاتی ہوئی آئی
زُہرہ دَفِ شادی کو بجاتی ہوئی آئی
اور قاضئ گردوں کو جگاتی ہوئی آئی
نوشاہ کے خلعت کی جو طلعت نظر آئی
سہرا لیے کشتی میں شعاعِ قمر آئی

Presented by www.ziaraat.com

﴿۲۱﴾

تاروں سے بھری مانگ اُدھر کاہکشاں نے
نوشہ کو سنوارا یہاں نوشاہ کی ماں نے
گرد آکے مبارک کہا ہر خُرد و کلاں نے
دروازے پہ انبوہ کیا پیر و جواں نے
باطن میں براتی ملکِ عرشِ بریں تھے
سر حلقہ مگر حضرتِ جبرئیلِ امیں تھے

﴿۲۲﴾

بیٹے کو چلے بیاہنے حلاّل مہمات
بارہ رفقا ہفت پسر شاہ کے تھے سات
ہاتھوں میں جو سبحہ تو زبانوں پہ مناجات
اور نُقل کی شیرینی طبق میں لیے سوغات
باچھیں کھلی جاتی تھیں پیمبرؐ کے وصی کی
شادی تھی علمدارِ حسینؑ ابنِ علیؑ کی

﴿۲۳﴾

مشتاقِ قدم فضل جو تھا راہ گذر میں
خالق کے درِ علم کو وہ لے گیا گھر میں
نوشاہ تھے سر خم کیے پہلوئے پدر میں
داخل ہوا خورشید علیؑ برجِ قمر میں
ابنِ اسداللہ جو حجلے میں در آیا
پھر فضلِ خدا فضل کے گھر میں نظر آیا

﴿۲۴﴾

سب بیبیاں کرنے لگیں چھپ چھپ کے نظارا
بولی کوئی یہ دولھا ہے یا عرش کا تارا
اک نے کہا کیا نامِ خدا چہرہ ہے پیارا
ساس آکے پکاری کہ خوشا بخت ہمارا
کیوں بیبیو ایسا ہی خوش اسلوب تھا یوسف
داماد مرا خوب ہے یا خوب تھا یوسف

﴿۲۵﴾

خوش ہو کے پڑھا عقد شہہِ عقدہ کشا نے
اور نُقل لیے ہاتھ میں فخر دوسرا نے
عباسؑ کے منہ میں جو دیے نُقل کے دانے
ہر نُقل سے کلمہ یہ سُنا شیرِ خدا نے
شبیرؑ سا سادات میں سردار نہ ہوگا
عباسؑ ترے بعد علمدار نہ ہوگا

﴿۲۶﴾

پھر نقل ذکیہ کو کھلانے جو لگے شاہ
بے ساختہ وہ نُقل یہ گویا ہوا واللہ
اُس صاحبِ عصمت کا خوشا رتبہ خوشا جاہ
ہے پردہ جو ہو فاطمہ کی آل کے ہمراہ
زینبؑ کے قریب اُس کا تو رتّی میں گلا ہو
اور فاطمہؑ کی روح دعا دے کے فدا ہو

Presented by www.ziaraat.com

۲۷

اتنے میں سحر آئی بجاتی ہوئی نوبت
اُٹھ اُٹھ گئے مہمان پریشاں ہوئی صحبت
مِل مِل کے دُلہن کنبے سے ہونے لگی رخصت
جو بیٹیوں والے تھے اُنھیں آگئی رقت
دلہن کا محافہ بھی لگا آن کے در سے
اسبابِ جہیزی بھی نکلنے لگا گھر سے

۲۸

دو موزے دو نعلین اور اک بُردِ یمانی
خود و زرہِ مصری و تیغِ صفہانی
اسپِ دوُرکابہ مع سازِ ہمدانی
مشکیزۂ پُرنور بھی اک بھرنے کو پانی
مدت میں یہاں جمع یہ سامان ہوا تھا
عاشور کو اک دم میں پریشان ہوا تھا

۲۹

ناگاہ دُلہن والے پکارے کہ خبردار
لوگو ہٹو حیدرؑ کی بہو ہوتی ہے اسوار
گردان کے دامن حسنؑ آگے بڑھے اک بار
دوڑے شہہِ مظلوم یہ کرتے ہوئے گفتار
ہم پردۂ ناموسِ علمدار کریں گے
بھابھی کو محافے میں ہم اسوار کریں گے

۳۱

کی ترک رہِ آمد و شد پیکِ صبا نے
اور آنکھوں کے پردوں سے کیا پردہ حیا نے
سائے میں ذکیہ کو لیا خیرِنساء نے
لبیک نبیؐ نے کہا سعدیک خدا نے
پر کھول کے روکے سرِ دروازہ ملک نے
منھ پھیر لیا کانپ کے خورشیدِ فلک نے

۳۳

پھر تو نہ پرندہ بھی پھٹکنے وہاں پایا
شہزادوں نے بھاوج کو محافے میں بٹھایا
فریاد فلک نے اسی بی بی کو ستایا
بیوہ کیا قیدی کیا بلوے میں پھرایا
نا محرموں کی فوج تو جو گرد کھڑی تھی
سر ننگے یہ عباسؑ کے لاشے پہ پڑی تھی

۳۴

القصہ دلہن نے کیا گھر دولھا کا روشن
اور ساس کے پاس آئی جھکائے ہوئے گردن
مجرا کیا جب اُس نے کہا بوڑھ سہاگن
زہرؑا کا ترے سر پہ سدا سایۂ دامن
شبیرؑ کی آئی ہوئی عباسؑ پہ آئے
آئی ہو جو تجھ پر وہ تری ساس پہ آئے

Presented by www.ziaraat.com

﴿۳۵﴾

پھر تھام کے بازو وہ نظر کردۂ باری
لائی اُسے زینبؑ کے حضور اور یہ پکاری
آداب بجا لاؤ یہ زہرؑا کی ہے پیاری
میں ساس ہوں یہ مالک و مختار تمھاری
بانُو کو دکھا کر کہا یہ فخرِ عجم ہے
گرد ان کے پھرو بانُوئے سلطانِ امم ہے

﴿۳۶﴾

جب نخلِ گلستانِ علیؑ میں ثمر آئے
اور خانۂ امید میں شمس و قمر آئے
عباسؑ کی آغوش میں لعل و گہر آئے
اولاد ہوئی مطلبِ دل سارے بر آئے
پیارے سے علیؑ کے کئی پیارے ہوئے پیدا
گُل سے چمن اور چاند سے تارے ہوئے پیدا
......(مرزا دبیرؔ)

مرزا دبیرؔ کے اشعار کی شرح نثر میں درج ہے:-

نامِ خدا عباسؑ جوان ہوئے۔

عباسؑ کے خوبصورت چاند جیسے چہرے پر سبزۂ خط نمودار ہوا، اُمّ البنینؑ نے اٹھارہ برس ہونے پر سبزہ خط دیکھ کر حضرت علیؑ کو مبارک باد پیش کی کہ چاند پر ہالہ نمودار ہوا ہے۔ اور عرض کی کہ اے سیّدِ والا یہ میری گود کا پالا، شادی کے قابل ہو چکا، عباسؑ کو دولھا بنا کر ہمیں بیٹے کا سہرا دکھا دیجیے۔

جوانی کی بہار شباب پر ہے، خدا جانے یہ پھولا پھلا گلستان کب نذرِ خزاں ہو جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں کہ دل کے ارمان نہ نکل سکے۔

عباسؑ کے لیے شادی کی پوشاک شاہانہ ہو، جیسا میرا فرزند ہے دلہن بھی ایسی ہی خوش اطوار ہو، عباسؑ کی شادی میں ہر دھوم دھام بجا ہے کہ یہ فاطمہ زہرؑا کے لال کا علمدار ہے، شبِ عقد گھر بار بھی لُٹا دیا جائے تو کم ہے، یہ پیاسی سکینہؑ کا سقّہ ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا:-

مجھے یہ دل سے منظور ہے، حضرت زینبؑ نے کہا اماں، یہ تو خوشی کی گھڑی ہے پیغام عقد کا رقعہ لکھا جائے۔

حضرت اُمّ البنینؑ نے کاغذ منگا کر حضرت عباسؑ کو دیا، حضرت عباسؑ نے شرما کر سر جھکا لیا، حضرت اُمّ البنینؑ نے خوش ہو کر کہا، عباسؑ خدا کے کرم سے آج یہ دن خوشی کا قسمت نے دکھایا ہے ابھی ہم کو تمہارا بچپن یاد ہے جب باب العلم علیؑ کی خدمت میں تم مکتب میں پڑھتے تھے۔

اب نامِ خدا قابل، عاقل اور ہوشمند ہو گئے لکھو کہ اے اشرافِ مدینہ "میں عباسؑ غلامِ سردارِ جنت ہوں، بابا ہمارے شیرِ خدا شاہِ مرداں ہیں، ہماری ماں اُمّ البنین زینبؑ و اُمّ کلثوم کی کنیز ہے، عباسؑ لکھو کہ میں مدینے میں پیدا ہوا اور کربلا میں میرا مدفن بنے گا۔

عباسؑ نے زانو پر کاغذ رکھ کر لکھنا شروع کیا، سادہ کاغذ عباسؑ کے سرخ چہرے کی طرح سُرخی مائل ہو گیا۔ خبر عام ہوئی۔

رشتے لے لے کر مدینے کے لوگ آنے لگے عباسؑ کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جاتے وہ حُسن نرالا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

نے اپنے خوبصورت بیٹے عباسؑ کو نوشاہ بنایا، بنی ہاشم چھوٹے بڑے آ کے مبارک باد دینے لگے، علیؑ کے گھر میں خاندانِ رسولؐ کے پیر و جواں کا مجمع تھا۔

آسمان کے فرشتے براتی بن کر آئے تھے، اور اِن براتیوں کے سردار اس وقت جبریل امیں تھے۔

مولا علیؑ، عباسؑ کی برات لے کر دلھن کے گھر چلے، مولا علیؑ کے بارہ صحابی اور سات پسر امام حسنؑ، امام حسینؑ، محمد حنیفہ، محمد اصغرؑ، عون بن علی، یحیٰی ابن علی اور خود حضرت عباسؑ (یہ سات پسر) علیؑ کے ساتھ تھے۔

آیات کی تلاوت و مناجات زبانوں پر تھی، طبق میں نُقل (ایک قسم کی مٹھائی) کی سوغات تھی، حسینؑ کے باوفا علمدار کی شادی تھی اس لیے حیدر کرار بہت خوش تھے، فضل ابن شعیب تمیمی نے برات کا استقبال کیا، درِعلم کو اپنے گھر میں لے گیا، (حضرت عباسؑ) نوشاہ بنے اپنے پدر گرامی کے پہلو میں سرخم کئے ساتھ تھے، عباسؑ قمر تھے اور فضل ابن شعیب کا گھر برجِ شرف بنا ہوا تھا۔

فضل کے گھر میں اسد اللہ کیا آئے کہ فضلِ خدا فضل کے گھر میں نظر آیا۔

خواتین مدینہ نے پردے سے دولھا کی زیارت کی کسی نے کہا یہ دولھا ہے یا عرش کا تارہ ہے، کسی نے کہا دولھا کا چہرہ کتنا پیارا ہے۔

ذکیہ کی ماں نے کہا کہ ہماری قدر آج شبِ قدر ہوگئی، اے بیبیو یہ تو بتاؤ میرا داماد زیادہ خوبصورت ہے یا یوسف زیادہ خوبصورت تھے۔

مولا علیؑ نے عقد پڑھا۔

عقد کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی، عباسؑ کو علیؑ نے اپنے ہاتھ سے شیرینی (نُقل) کھلائی ہر نُقل کے دانے سے یہ صدا آتی تھی، حسینؑ سا سردار اب سادات میں نہ ہوگا

اور اے عباسؑ اب تیرے بعد دنیا میں کوئی علمدار نہ ہوگا، مولا علیؑ نے دولھن (ذکیہ بی بی) کو بھی نُقل کے دانے کھلائے، اس وقت صدا آئی کہ دلہن بہت خوش قسمت ہے اس کا پردہ فاطمہؑ کی بیٹیوں کا پردہ ہے۔ اس کی چادر بھی زینبؑ کی چادر کے ساتھ لُٹے گی اور بازو میں زینبؑ کے ساتھ رسن بندھے گی، روح فاطمہ زہراؑ دعا بھی دے رہی تھی اور گریاں کناں بھی تھی۔

شادی کی شب گذری، تاروں کی چھاؤں میں صبح نوبت بجاتی آئی، مہمان رخصت ہونے لگے، دولھن اپنے خاندان والوں کے گلے مل کے رخصت ہونے لگی،

ذکیہ کے گھر والے بیٹی کی رخصت پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، دولھن کا محافہ (پالکی) در پر لاکر رکھا دیا گیا، جہیز گھر سے نکلنے لگا، جہیز میں ایک یمنی چادر، نعلین اور موزے، ایک خود، مصری زرہ، ایک اصفہانی تلوار عباسؑ کو سلامی میں ملی، ایک اسپ دوٗ رکابہ سجا ہوا مع ساز، ایک مشکیزہ پانی بھرنے کے لیے۔ ذکیہ کے گھر والوں نے مدت میں یہ سامان جمع کیا تھا،

ہائے کربلا میں دم بھر میں سب کچھ لُٹ گیا۔

ناگاہ دولھن کے گھر والوں نے صدا دی کہ لوگو خبردار!

حیدرؑ کرار کی بہو سوار ہو رہی ہے، اس صدا پر امام حسنؑ بھی کمر بستہ ہوگئے اور امام حسینؑ بھی بہ نفسِ نفیس کھڑے ہوگئے اور پکار کر کہا۔

ہم عباسؑ کی ناموس کا پردہ کریں گے اور بھاوج کو محافے (پالکی) میں ہم سوار کریں گے۔

ہوا نے راہ روک دی، حیا نے آنکھوں کے پردے سے پردہ لے کر تھام لیا، فاطمہ زہراؑ جنت سے آئیں اور عباسؑ کی دولھن ذکیہ کو اپنے سائے میں لے لیا حضرت رسولؐ

Presented by www.ziaraat.com

خدا نے لبیک کہا اور اللہ نے سعدیک کہا،

فرشتوں نے اپنے پروں کا سایا کیا، سورج نے کانپ کر اپنا منھ پھیرلیا۔

سواری کے وقت پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا، شہزادوں نے بھاوج کو محافے میں بٹھایا، اے فلک دیکھ یہ ہے زوجہ عباسؑ ذکیہ، اشقیا نے اس کے (شوہر) والی کو فرات کے کنارے قتل کر کے ذکیہ کو بیوہ بنا دیا، قیدی بنا کر بلوے میں پھرایا، کربلا میں یہی بی بی فوجِ یزید کے نرغے میں اپنے والی و سرتاج عباسؑ کے لاشے پر سر ننگے کھڑی رسول اللہؐ سے فریاد کر رہی تھی۔

دولھن رخصت ہو کر علیؑ کے گھر آئی اُمّ البنین کا گھر روشن ہو گیا، دولھن مادرِ عباسؑ کے پاس سر جھکا کر سلامی کو آئی، ماں نے دعا دی۔

''سدا سہاگن رہو''

تمہارے سر پر ہمیشہ چادرِ زہرؑا کا سایہ رہے۔

اُمّ البنینؑ نے بہو کی بلائیں لے کر دعائیں دیں، بہو کا ہاتھ تھام کر اُمّ البنینؑ ذکیہ کو حضرت زینبؑ کی خدمت میں لائیں۔ اور کہا سلام کرو یہ ثانیٔ زہرؑا ہیں، یہی تمہاری مالک و مختار ہیں، پھر حضرت شہر بانو کی خدمت میں لائیں اور کہا یہ فخرِ عجم ہیں، یہ بانوئے سلطانِ اُمم ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد

علیؑ کے باغ کے شجر میں ثمر آنے لگے خانۂ امید میں شمس و قمر آئے،

عباسؑ کی آغوش میں لعل و گہر آئے۔

عباسؑ صاحبِ اولاد ہو گئے،

علیؑ کے پیارے سے عباسؑ کے کئی پیارے پیدا ہوئے، گل سے چمن اور چاند سے

ـے پیدا ہوئے۔

ـضرت اُمّ البنینؑ کی بہو زوجۂ حضرت عباسؑ: (کلامِ میر انیس کی روشنی میں)

ان سوتیلے رشتوں میں دوسرا اہم اور بڑا ہی دلکش و حسین کردار ان ہی اُمّ البنین کی ـہو حضرت عباسؑ کی بیوی کا ہے۔ جن کا نام بعض روایات میں ذکیہ بیان کیا جاتا ہے۔ ـر انیس نے ان کا تذکرہ زوجۂ عباسؑ یا عباسؑ کی بیوی کہہ کر کیا ہے۔ (صالحہ عابد حسین) ـ: عباسؑ واقعہ کربلا کے وہ محبوب ولی ہیں جن کی محبت و وفا، بہادری و جانبازی کی ـستان چودہ صدیوں سے دہرائی جا رہی ہے۔ انیس کو حضرتِ عباسؑ سے محض عقیدت ـنہیں بے حد محبت بھی ہے۔ وہ جہاں بھی ان کا ذکر کرتے ہیں (اور کہاں نہیں کرتے) ـں طرح کہ پڑھنے والا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پھر جو مرثیے انھوں نے خاص طور پر ـن سے متعلق کہے ہیں وہاں تو قلم توڑ دیا ہے۔ امام حسینؑ کے لاڈلے بھائی عباسؑ ابن ـلیؑ کی سیرت کی ایسی مرقع کشی کرتے ہیں کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے۔ ان کی بیوی کا کردار بھی ان مرثیوں کا ایک اہم جز ہے اور ایسے شوہر کی سچی رفیقِ حیات کیسی ہونی چاہیے۔ یہ کوئی انیس کے یہاں دیکھے۔ اس کی فطری نیکی اور شرافت، اور پھر ایک ایسے شوہر کی رفاقت نے اس میں کچھ ایسے جوہر پیدا کر دیئے ہیں جو انسانیت کی جان اور نسوانیت کی آن ہیں۔ اسے اپنے شوہر اور اس کے خاندان پر فخر ہے۔ حسینؑ سے گہری عقیدت اور ان کے بچوں سے دلی محبت ہے۔ نندوں کا احترام کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی دل میں اس بلند مقصد کی لگن بھی ہے۔ جس کے لیے قربانی دینے امام حسینؑ کربلا میں آئے۔ اور اس کا ثبوت وہ اپنے محبوب شوہر کو اس مقصد پر جان دینے کی رضا دے کر کرتی ہے۔ اصلیت اور مثالیت کے رنگ اس کردار میں اس حسن و تناسب کے ساتھ

Presented by www.ziaraat.com

بھرے ہیں کہ وہ دل میں اُتر تا چلا جاتا ہے۔

انیسؔ کے کلام میں پہلی بار زوجۂ عباسؑ کی جھلک اس وقت نظر آتی ہے، جب ۲ محرم کو امام حسینؑ کا قافلہ کربلا کے میدان میں پڑاؤ ڈالنے والا ہے اور عباسؑ اس کا اہتمام کر رہے ہیں۔ یکایک شام کی فوجیں نمودار ہوتی ہیں اور انھیں نہر کے کنارے خیمے نصب کرنے سے روکتی ہیں بہادر عباسؑ کو جلال آجاتا ہے وہ اور ان کے ساتھی مقابلے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن امام حسینؑ ان کو روک دیتے ہیں اور بڑی مشکل سے انہیں سمجھا بجھا کر ہٹاتے اور صحرائے کربلا میں خیمے نصب کرنے پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ بہنیں، بھاوجیں، ان کی سلامتی سے واپسی کا شکریہ ادا کر رہی ہیں۔ رائے زنی ہو رہی ہے کہ:۔

کہنے لگی یہ زوجۂ عباسؑ خوش بیان — غصے میں ان کو کچھ نہیں رہتا کسی کا دھیان
ہر بات میں ہے شیر الٰہی کی آن بان — یہ جان کو بھلا کبھی سمجھے ہیں اپنی جان
آتا ہے غیظ جب تو نہ کھاتے نہ پیتے ہیں
یہ تو فقط حسینؑ کے صدقے میں جیتے ہیں

(مراثی انیسؔ، جلد چہارم صفحہ ۵۲)

''خوش بیان'' کہہ کر انیسؔ پہلے ہی اس کردار کا تعارف کرا دیتے ہیں کہ اور صفات کے ساتھ ساتھ اس میں عرب کی فصاحت بھی موجود ہے۔ اس کے بعد مصرعوں کی اٹھان دیکھیے۔ ''غصے میں ان کو کچھ نہیں رہتا کسی کا دھیان'' مگر کیسا غصہ؟ جو حق کی خاطر آتا ہے۔ ظلم و ناانصافی کے خلاف آتا ہے۔ اور پھر ''ہر بات میں ہے شیر الٰہی کی آن بان'' کس خوبی سے خسر اور شوہر پر فخر کا اظہار کرتی ہیں اور آخر میں:۔

''یہ تو فقط حسینؑ کے صدقے میں جیتے ہیں''

اس لافانی محبت کی جو دونوں بھائیوں میں ہے۔ چند لفظوں میں بیان کر جاتی

ہیں۔ واقعات آگے بڑھتے ہیں۔ دشمن کی فوج کا دریا پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ حسینی فوج پر کھانا اور پانی لانے کے راستے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ عباسؑ فوج کے سردار ہیں۔ اس لیے سب سے زیادہ فکرمند اور مصروف ہیں۔

یہاں تک کہ دس محرم کی قیامت خیز صبح نمودار ہوتی ہے۔ دشمن کی فوج میں طبلِ جنگ بجنے لگتا ہے۔ امام حسینؑ کی فوج کے گنتی کے سوار بھی ہتھیار سج کر مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ اب خیمے میں امام حسینؑ کے حکم سے علم نکالا جاتا ہے وہی علم جو محمد مصطفیٰؐ کا علم تھا جس کے پہلے علمبردار جعفر طیار تھے، جو اس علم کی حفاظت کرتے کرتے شہید ہوئے تھے۔ دوسرے علی مرتضیٰؑ، جس پرچم کو بلند کر کے آپ نے بدر و حنین، خندق و خیبر کی لڑائیاں سر کی تھیں۔ اس کا علم ملنا بہت بڑا اعزاز تھا اور ساتھ ہی بہت بڑی ذمہ داری بھی۔ آج حسینؑ یہ ذمہ داری کس کو سونپتے ہیں۔ ہر بہادر کے ذہن میں یہ سوال گردش کر رہا ہے۔ امام حسینؑ کے بھانجے عون اور محمد، علیؑ کے نواسے اور جعفر طیار کے پوتے اور بقول انیسؔ کے سب سے بڑا حقدار اپنے کو سمجھتے ہیں۔ زوجۂ عباسؑ کو تمنا ہے کہ یہ اعزاز ان کے شوہر کو نصیب ہو۔ علم نکلتا ہے۔ عورتیں علم کو دیکھ کر رونے لگتی ہیں۔ آج اس علم کے زیرِ سایہ حق و باطل کی جنگ ہوگی، کون زندہ رہے گا؟ کون شہادت پائے گا؟ یہ خدا جانے۔ دیکھئے عورتوں کی آپس کی باتیں اور باتوں باتوں میں دل کی بات کہہ جانے کا کتنا خوبصورت اور قدرتی انداز ہے:۔

عباسؑ کی زوجہ یہ بیاں کرتی تھیں رو رو — کیو صاحبو دیکھیں یہ علم ملتا ہے کس کو
زینبؑ کے پسر عمر میں چھوٹے ہیں ابھی تو — ہم شکل نبیؐ کے ہیں علی اکبرِ خوشگو
خادم شہ دیں کے ہیں تو عباس علیؑ ہیں
اس عہدے کے لائق جو اگر ہیں تو وہی ہیں

Presented by www.ziaraat.com

ذرا دلیلوں پر غور کیجئے، زینبؑ کے بیٹے کم سن ہیں۔ علی اکبر کا رتبہ تو بہت ہے کہ ہمشکل رسولؐ ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کو اتنی خطرے والی ذمہ داری نہیں ملنی چاہیئے بس حسینؑ کے خادم عباسؑ ہی تو رہ جاتے ہیں اور انھیں کو اصل میں یہ عہدہ ملنا چاہیئے۔

اور جب یہ خوشخبری ملتی ہے کہ علم کا عہدہ انھیں کے ذی مرتب شوہر کو ملا ہے تو مسرت اور شکر گذاری کا جذبہ دیکھنے کے قابل ہے:-

مژدہ یہ سنا زوجۂ عباسؑ نے جس دم — منہ سرخ خوشی سے ہوا تشویش ہوئی کم
بولی کہ بڑی فکر تھی پر اب نہیں کچھ غم — قربان تمھارے میں شہنشاہِ دو عالم
مخدومۂ کونین کے جانی کے تصدق
مولا میں تری تشنہ دہانی کے تصدق

انکسار اور عاجزی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتیں۔ مگر یہ چھپا ہوا احساس بات بات میں موجود ہے کہ دونوں کے رتبوں اور محبت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ انداز گفتگو میں عورتوں کے روزمرہ کا اس طرح خیال رکھا گیا ہے کہ صاف پتہ چل جاتا ہے کہ ذکر کس کا ہو رہا ہے۔ دیکھیئے نمونہ:-

کیوں کر نہ ہو اس بھائی کو ہے گود میں پالا — نعلین اُٹھانے لگے جب ہوش سنبھالا

(انداز بتا دیتا ہے کہ نعلین اٹھانے والا چھوٹا بھائی ہے)۔

نام اپنا ہے خادم کا جو رتبہ ہوا بالا — سب ملتے ہیں، ملتا ہے کہاں چاہنے والا
توقیر جوان کی ہے تو نامِ شہ دیں ہے
جانیں گے یہی سب کہ غلام شہ دیں ہے

لہجے کی روانی اور بیان کی فصاحت، دلیلوں کا زور اور پھر اس پر فصیح اندازِ بیان:-

کونین میں والی کو مرے کر دیا ممتاز — عزت وہ نہ دیویں تو کرے کون سرافراز

دلبرِ زہراؑ کی محبت پہ انھیں ناز — وہ شمع ہدایت ہے یہ پروانۂ جاں باز
شمشیر کے شعلے سے نہ ٹل جائے گا عباسؑ
آنچ آئے گی آقا پہ تو جل جائے گا عباسؑ

مگر باتیں کرتے کرتے جیسے ایک دم خیال آیا کوئی یہ سمجھے کہ شاید شوہر کی طرف داری یا بڑائی کی جا رہی ہے:-

شوہر کی میں خاطر سے یہ کرتی نہیں گفتار — عباسؑ سا دنیا میں نہ ہوئے گا وفادار

عباسؑ کی وفاداری کی دلیل میں وہ بات منہ سے نکل جاتی ہے جس کو چھپانے کی شوہر نے تاکید کی تھی۔ روایت ہے کہ شمر نے حضرت عباسؑ کو بہکانے کی بہت کوشش کی۔ ان کو پیش کش کی کہ اگر وہ حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیں تو یزیدی لشکر کا سپہ سالار بنا دیں گے۔ شوہر یا محبوب کی قربانی و ایثار پر زوجہ کو خود تو خیر فخر ہوتا ہی ہے مگر دوسروں کو بھی جتلانا چاہتی ہے۔

بھڑکانے کے درپے ہی رہا شمرِ ستمگار — سالاریِ لشکر کے پیام آئے کئی بار
جھنجھلا کے وہ کہتے تھے کہ مر جانے کی جا ہے
تلوار کے بھی زخم سے زخم سوا ہے

منصب مرا مرجانا ہے اور خلد کی جاگیر — دنیا کے لیے چھوڑ دیں ہم دامنِ شبیرؑ
کیا قہر ہے کیوں کر نہ مجھے رنج و تعب ہو
سن لیویں کہیں قبلۂ عالم تو غضب ہو

اس رات تلک مجھ سے یہی کہتے تھے ہر بار — صاحب یہ دُعا مانگو کہ اے کل کے مددگار
عباسؑ کو لشکر کا علم دیں شہِ ابرار
حسرت ہے کہ جب سامنے افواجِ ستم ہو

Presented by www.ziaraat.com

اس دوش پہ تلوار ہو اور اس پہ علم ہو

پھر یہ کہنا کہ ''میں کہتی تھی کیوں شاہ سے کرتے نہیں مذکور'' تو شوہر کے منہ سے عالی مرتبت بھائی کے درجے کا اقرار یوں کراتی ہیں:-

تھرا کے وہ کہتے تھے یہ میرا نہیں مقدور — میں ذرہ ہوں وہ مہر ہیں میں خاک ہوں وہ نور

اور پھر خوشی سے بے حال ہو کر کہہ اُٹھتی ہیں:-

سامان تو خالق نے کیے سارے خوشی کے
پھولے نہ ساویں گے وہ اب مارے خوشی کے

میرانیسؔ نے ایک اور مرثیے میں علم ملنے کے بعد زوجۂ عباسؑ کے جذبات و کیفیت کو یوں بیان کیا ہے۔

یہ سن کر آئی زوجۂ عباسؑ نامور — شوہر کے سمت پہلے انکھیوں سے کی نظر
لیں سبط مصطفےٰؐ کی بلائیں بچشم تر — زینبؑ کے گرد پھر کے یہ بولی وہ نوحہ گر

فیض آپ کا ہے اور تصدق امام کا
عزت بڑھی کنیز کی ، رتبہ غلام کا

سر کو لگا کے چھاتی سے زینبؑ نے یہ کہا — تو اپنی مانگ کوکھ سے ٹھنڈی رہے سدا

''مانگ کوکھ سے ٹھنڈی رہے'' خاندانی تہذیب میں اس سے بڑھ کر کوئی دُعا ایک عورت دوسری عورت کو نہیں دے سکتی۔

زوجۂ عباسؑ کا جذبۂ ایثار تشکر و مسرت بے پناہ ہے۔ حضرت زینبؑ سے جو باتیں کرتی ہیں اس میں حضرت اُمّ البنینؑ کا ذکر بھی آتا ہے۔ وطن واپس جانے کی دُعا بھی ہے اور علی اکبرؑ کے بیاہ کی تمنا اور دعائیں بھی:-

قسمت وطن میں خیر سے پھر سب کو لے کے جائے

یثرب میں شور ہو کہ سفر سے حسینؑ آئے
اُمّ البنینؑ جاہ و حشم سے پسر کو پائے
جلدی شبِ عروسیِ اکبرؑ خدا دکھائے

مہندی تمھارا لال ملے ہاتھ پاؤں میں
لاؤ دُلھن کو بیاہ کے تاروں کی چھاؤں میں

زوجۂ عباسؑ عرب کی بہادر عورت ہیں جو مقصد اور آن پر ہنستے کھیلتے اپنی عزیز ترین ...ں کو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتی ہیں اور اس کا مظاہرہ زوجہ عباسؑ روز عاشورہ ...ظہر کرتی ہے۔ حسینؑ کے سب یاور و انصار اور بہت سے عزیز شہادت پا چکے ہیں ...ب فوج حسینیؑ کے علمبردار، عباسؑ، علی اکبرؑ، اور سردارِ فوج حسینؑ کے سوا اور کوئی باقی ...ں۔ عباسؑ جو صبح سے مرنے پر کمر بستہ ہیں اور اجازت نہیں ملتی اب مزید تاخیر ...شت نہیں کر پاتے اور جب بھائی سے رضا نہیں ملتی تو بہن اور بھاوج سے سفارش ...انے خیمے میں جاتے ہیں۔ شہر بانو زوجۂ امام حسین عذر کرتی ہیں۔ بھلا میں کیسے ...نؑ سے یہ کہوں کہ عباسؑ کو رضا دو۔ وہ یہ نہ کہیں گے:-

... نے مرتضیٰؑ کی کمائی کو کھو دیا — بچوں کے واسطے مرے بھائی کو کھو دیا

... عباسؑ بڑی بہن زینبؑ سے مدد کے طالب ہوتے ہیں تو وہ بھی بھاوج کی ہم نوائی ...رتی ہیں:-

پانی بھی مل رہے گا صغیروں کا ہے خدا

...قع نہ سعی کا ہے نہ مشکل کشائی کا — پہ چل بسے تو کون ہے پھر میرے بھائی کا

... زینبؑ چھوٹے بھائی کو بھی بہت چاہتی ہیں۔ بڑی قدر کرتی ہیں۔ مگر حسینؑ صرف ...رے بھائی ہی نہیں بلکہ وہ انھیں اسلام کی سلامتی کا ضامن سمجھنے کی وجہ سے ان سے

Presented by www.ziaraat.com

گہری عقیدت بھی رکھتی ہیں۔اور اسی لیے ان کی جان کی فکر سب سے زیادہ ہے۔کوئی عام مزاج کی عورت ہوتی تو کڑھ کے رہ جاتی کہ نند کو سگے بھائی کی فکر ہے۔میرے شوہر کی نہیں۔مگر وہ عالی ظرف بی بی ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتی تھی:-

کہنے لگی یہ زوجہ عباسؑ خوش صفات — واری بھلا یہ کون سے وسواس کی ہے بات
مشکیزہ لے کے گر یہ نہ جائیں سوئے فرات — پھر ننھے ننھے بچوں کی ہو کس طرح حیات
ہر وقت کبریا سے طلب گارِ خیر ہوں
آگے جو کچھ سبھوں کی رضا میں تو غیر ہوں

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۱۶۲)

آخری مصرعے کی بلاغت پر غور کیجئے۔یہ خالص ادبی تہذیب کا لب و لہجہ ہے۔جو جانتے ہوئے بھی کہ اس سے زیادہ حقدار اس سے زیادہ چاہنے والا نہ ہے نہ ہوسکتا ہے۔وہ مروت اور لاج کی وجہ سے یہی کہتی ہیں۔"میں تو غیر ہوں"۔لیکن جب شوہر کو جنگ پر جانے کی رضا مل جاتی ہے:-

دل ہل گیا سینے میں رنڈاپے کی خبر سے

حالت یہ تھی کہ:-

چہرا تو فق ہے گود میں ہے چاند سا پسر — مانع ہے شرم روتی ہے منہ پھیر پھیر کر
موقع نہ روکنے کا ہے، نے بول سکتی ہے
حضرت کے منہ کو نرگسی آنکھوں سے تکتی ہے

لیکن دلِ بیقرار کسی طرح چین نہیں لینے دیتا۔دل کہتا ہے تیرا درد سب سے زیادہ امام حسینؑ کی بیوی سمجھ سکتی ہیں کہ وہی مصیبت انھیں بھی درپیش ہے۔شوہر کو موت کے سفر پر جاتے دیکھ کر چاہنے والی بیوی کی کیا حالت ہوتی ہے:-

کہتی ہے رو کے بانوئے عالم سے بار بار — ہم کو تباہ کرتے ہیں عباسِ نامدار
ہے لونڈیوں کے باب میں بی بی کو اختیار — کچھ آپ بولتی نہیں میں آپ کے نثار
کہیے جو روکنے کی کوئی ان کے راہ ہو
اب عنقریب ہے کہ میرا گھر تباہ ہو

مگر وہ کیا بولیں کہ صبح سے دیکھ رہی ہیں کہ جو جاں نثار اس راہ پر گیا واپس نہ آیا۔ان کو خاموش پا کر بے قراری میں پکار اُٹھتی ہے:-

اکبرؑ کا واسطہ کوئی تدبیر کیجئے — امداد بہر حضرتِ شبیرؑ کیجئے
کچھ دل کو ہو قرار وہ تقریر کیجئے — پٹکا وہ باندھتے ہیں نہ تاخیر کیجئے

کیا غضب کی مصوری ہے۔دیکھیے وہ تو پٹکا بھی باندھنے لگے اب دیر کی تو غضب ہو جائے گا۔مگر اس بے قراری میں بھی یہ احساس باقی ہے کہ ایسے وقت میں اس کی یہ تڑپ بے جا ہے۔معذرت کا انداز دیکھ کر دل لرز جاتا ہے:-

اب دل ہے میرا اور کئی غم کے تیر ہیں
بی بی میں کیا کروں مرے بچے صغیر ہیں

اپنی الفت و محبت کا تذکرہ کرتی ہیں مگر یہ کہہ کر کہ میرے بچے بھی ننھے ننھے سے ہیں وہ سب کچھ کہہ جاتی ہے جو ایسے وقت عورت کہہ سکتی ہے۔

عباسؑ بہادر ہیں، جاں نثار ہیں۔مرنے پر کمر کس چکے ہیں۔اور اس مقصد پر جان دینا دونوں جہان کی سعادت جانتے ہیں۔مگر انسان ہیں، دل میں بیوی کی محبت، بچوں کی الفت بھی تو موجزن ہے:-

عباسؑ دیکھتے ہیں جو زوجہ کا اضطرار — ہوتا ہے تیرِ غم جگرِ ناتواں کے پار
روتے ہیں خود مگر یہ اشارہ ہے بار بار — شوہر کے غم میں یوں کوئی ہوتا ہے بیقرار

Presented by www.ziaraat.com

آؤ ادب سے دلبرِ زہراؑ کے سامنے
روتی ہیں لونڈیاں کہیں آقا کے سامنے

بیوی کو بھی سمجھایا جارہا ہے۔ اس اعلیٰ مقصد کو بھی یاد دلا رہے ہیں۔ جس کی خاطر جامِ شہادت پینا ہے:-

کھولا ہے گوندھے بالوں کو صاحب یہ کیا کیا — روتی ہو تم، تو روتا ہے فرزندِ مہ لقا
خیر النسا کے لال پہ ہوتے ہیں ہم فدا — شادی کا ہے مقام کہ ماتم کی ہے یہ جا
ایذا میں صبر صاحب ہمت کا کام ہے
میری بھی آبرو ہے، تمھارا بھی نام ہے

''میری آبرو'' اور'' تمہارا نام'' یعنی دنیا تمھیں کو سراہے گی کہ کیسی صاحبِ ہمت بی بی تھی کہ کسی بات کی پرواہ نہ کی اور شوہر کو نواسۂ رسولؐ پر قربان کر دیا۔ چاہنے والے شوہر کے دل پر اس وقت جو گذر رہی ہے اور جس طرح دلداری کی جارہی ہے اس کا پروقار اور دل گداز انداز دیکھیے۔

لو پونچھ ڈالو آنسوؤں کو بہرِ ذوالجلال — دیکھو زیادہ رونے سے ہوگا ہمیں ملال
میری مفارقت کا نہ کچھ بھی خیال — قائم تمہارے سر پہ رہے فاطمہؑ کا لال
غم چاہیئے نہ آہ و بکا چاہیئے تمھیں
شہؑ کی سلامتی کی دعا چاہیئے تمھیں

گھبرا جاتے ہیں کہ کہیں امام بھاوج کو روتے نہ دیکھ لیں:-

کیا اشکِ خوں بہا کے بگاڑو گی میرا کام — ہم ہاتھ جوڑتے ہیں، یہ ہے صبر کا کام
پوچھیں حضور گر کہ تمھیں کیا قبول ہے
صاحب یہ کہیو تم کو رنڈاپا قبول ہے

بھتیجی کی مصیبت اور صبر کی تعریف کر کے بیوی کے سامنے مثال پیش کی جاتی ہے:-

قاسمؑ کو دیکھو جانبِ کبریٰ کرو نگاہ — گذری جو شب تو صبح کو گھر ہوگیا تباہ
دشمن کو بھی دکھائے نہ اللہ ایسا بیاہ — کیا صابرہ ہے دخترِ شبیرؑ واہ واہ
سہتی ہیں یوں جہاں میں جفا رانڈ ہونے کی
آواز بھی بھلا کوئی سنتا ہے رونے کی

آفت میں صبر کرتی ہیں اس طرح بی بیاں — ہوتا ہے صابروں کا مصیبت میں امتحاں
جل جائے دل مگر نہ اُٹھے آہ کا دھواں — اُف کچھ نہ منہ سے، جو پہنچے لبوں پہ جاں
چرچا رہے کہ وقت پہ کیا کام کر گئی
چھوٹی بہو علیؑ کی بڑا کام کر گئی

آخری مصرعہ سارے بیان کی جان ہے۔ تم علیؑ کی بہو ہو، اس مجاہد کی جس نے اپنا سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا تھا۔ تمھیں اس عظیم شخصیت کی بہو ہونے کے قابل بننا ہے کہ دنیا پہچان لے کہ یہ علیؑ کی بہو ہے۔ بڑے عزم اور حوصلے کی عورت۔ چھوٹی ہونے کے باوجود دنیا میں وہ کام کر گئی جو بڑوں بڑوں کے بس کا نہیں ہوتا۔

زوجۂ عباسؑ کی یہ بے قراری بہ تقاضائے بشری تھی۔ ورنہ وہ تو پہلے ہی سے شوہر کو مرنے کی رضا دے چکی تھی:-

شوہر نے یہ کلام کیے جب بچشمِ تر
چپ ہوگئی وہ صاحب ہمت جھکا کے سر

ایک اور موقع پر حضرت عباسؑ بیوی کو سمجھاتے وقت اپنی ماں حضرت اُمّ البنینؑ کا ذکر کر کے گویا ان کو یہ جتانا چاہتے ہیں کہ دیکھو میری ماں کیسی صاحب عزم ہے کہ اس

Presented by www.ziaraat.com

نے بیٹوں کو اس عظیم مقصد پر قربان کرنے بھیجا ہے۔

جاؤ جو وطن دیکھیو اماں کو یہ پیغام   جو آپ نے فرمایا تھا وہ میں نے کیا کام
کاندھے پہ اُٹھایا علمِ لشکرِ اسلام   سقائے حرم آپ کے بیٹے کا ہوا نام

عباسؑ میدان جنگ کی سمت روانہ ہوجاتے ہیں اور ہزاروں دشمنوں سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔ انیسؔ وہ روایت پھر یہاں بیان کرتے ہیں کہ شمر یزیدی فوج کا سپہ سالار عباس ابن علیؑ کو بہکانے اور لالچ دے کر اپنی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ سن کر عباسؑ رنج وغصے سے بے حال ہوجاتے تھے۔

سر تا بہ قدم کانپ گیا عاشقِ شبیرؑ   فرمایا زباں بند کر او ظالمِ بے پیر
میں عاشقِ شبیرؑ ہوں اور اہلِ وفا ہوں
سرتن سے جدا ہو پہ نہ بھائی سے جدا ہوں

اور حقارت سے اس کی پیش کش کو ٹھکرا دیتے ہیں:۔

خلعت ترا کیا چیز ہے او ظالمِ بے پیر   یا حلّہ فردوس ہے یا دامنِ شبیرؑ
مختار ہیں کوثر کے ہماری ہے یہ توقیر   منصب ہے غلامیِ شہ اور خُلد ہے جاگیر
کچھ حشمتِ ظاہر کی ہمیں چاہ نہیں ہے
واں دولتِ دنیا ہے تو یاں دولتِ دیں ہے

فوجِ کفار یہاں عباسؑ بن علیؑ کو بہکانے میں ناکام رہی تو دوسری چال چلتی ہے اور امام حسینؑ کو غلط فہمی اور بدگمانی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ ایک شخص خیمے کے قریب آ کر چلاتا ہے:۔

اس فوج میں عباسؑ امیر عرب آیا
عباسؑ علمدار ہماری طرف آیا

امام حسینؑ پر تو اپنے بھائی کی سیرت آئینے کی طرح روشن تھی۔ وہ لشکر یزید کی منافقت کی اس بات پر ایک لمحے کے لیے بھی دھیان نہیں دے سکتے تھے:۔

اکبر سے یہ بولا پسر مخبر صادق   کافر ہیں، جفاکار ہیں، مفسد ہیں یہ فاسق
یہ بات نہیں رتبہ عباسؑ کے لائق   وہ ہے مرا شیدا، مرا یاور، مرا عاشق

لیکن اہلِ حرم کے خیمے میں یہ خبر دوسری طرح پہنچتی ہے۔ وہاں بھی حضرت زینبؑ فوراً کہتی ہیں کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ زوجۂ عباسؑ اہلحرم کو گھبرایا اور پریشان دیکھ کر سمجھتی ہیں کہ شاید عباسؑ نے شہادت پائی۔ ایک ایک سے گھبرا گھبرا کر ان کی خیریت پوچھتی ہیں۔ سب بیبیاں خاموش رہتی ہیں مگر کم سن سکینہ یہ سبب کیا جانے؟

اور کہتے ہیں آپس میں خوشی ہو کے یہ اعدا   عباسؑ ملا ہم سے، شہ دیں ہوئے تنہا

وہ رات ہی شوہر کے منہ سے اعدا کا پیغام سن چکی ہیں، مگر سعادت اور شرف یقین میں ذرا سا شک پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ بھائی کو بھائی سے جو محبت ہے اس سے وہ خوب واقف ہیں۔

عباسؑ پھرے شہ سے نہ مانوں گی غلط ہے
میں روتی تھی شب کو تو یہ سمجھاتے تھے ہر بار   تم لونڈی ہو اور میں ہوں غلام شہ ابرار
سردار پہ کل ہوگا تصدق یہ علمدار   کچھ اپنے رنڈاپے کا نہ غم کیجیو زنہار
فدیہ ہوں میں اس کا جو محمدؐ کا خلف ہے
میری بھی سعادت ہے تمھارا بھی شرف ہے

مگر دل میں نہ جانے کیسی ہوک اٹھ رہی تھی، کنبے کی نظر میں سبک ہونے کے خیال سے کلیجہ بیٹھا جارہا تھا:۔

اس سوچ میں پھرتی تھی سراسیمہ وہ مضطر   اس کا بھی نہ تھا ہوش کہ کب گر گئی چادر

Presented by www.ziaraat.com

رُخ زرد تھا، دل کانپتا تھا سینے کے اندر   دھڑکا تھا کہ اب کیا کہیں گے آن کے سرور

یہ وسواس اور خوف بالکل فطری بات ہے، لاکھ یقین اور بھروسہ ہو مگر انسان کیا کہہ سکتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ عرب کی غیرت دار بیٹی کا یہ جذبہ دیکھئے:-

یارب نہ سنوں میں کہ جدا ہوگئے عباسؑ
یہ غل ہو کہ بھائی پہ فدا ہوگئے عباسؑ

بھیجوں کسے رن میں جو مفصل خبر آئے   کیا وجہ جو گھر میں نہ شہِ بحر و بر آئے
شمرِ ستم آرا کی نہ اُمید بر آئے   آپ آئیں و یا مشک و علم خون میں تر آئے

کھل جائے کہ عاشق تھا شہ ہر دوسرا کا
شہرہ ہو جہاں میں مرے والی کی وفا کا

اَب رنڈاپے کی فکر نہیں۔ بچوں کی یتیمی کا دھیان نہیں، شوہر کی محبت اور جدائی کا احساس نہیں، درد فراق کی ٹیس نہیں۔ اب تو آن پر آبنی ہے۔ دل کا حال کس سے کہیں؟ بیٹا کم سن سہی مگر ہے تو ان کا اپنا بیٹا بلا کر کہتی ہیں:-

دیکھ آؤ کہ لڑتے ہیں کہ مارے گئے عباسؑ

غیرت سے موئی جاتی ہوں میں بیکس و ناچار   کہتے ہیں عدو، پھر گیا بھائی سے علمدار

جانتی ہیں کہ یہ بات جھوٹ ہے مگر غصہ اس پر ہے کہ آخر انھوں نے دشمن سے بات ہی کیوں کی۔ ان دو شعروں کو پڑھئے۔ رفاقت، محبت، اعتماد اور بھروسے، شکوہ شکایت کی کتنی داستانیں اس میں چھپی ہیں:-

صدقے گئی کہیو مری جانب سے بہ تکرار   کیا قہر ہے تم شمر سے کیوں کرتے ہو گفتار

وہ تفرقہ انداز ہے ، مردودِ خدا ہے
شبیرؑ کے دشمن سے علاقہ تمھیں کیا ہے

بہادر باپ اور صاحبِ غیرت ماں کا بچہ میدانِ جنگ میں جانے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو پھوپھی زینبؑ بیقرار ہو کر بھاوج سے کہتی ہیں:-

عباسؑ کی ہے خیر، عبث روتی ہو بی بی   بچے کو بھلا ہاتھ سے کیوں کھوتی ہو بی بی

مگر بچہ کس ماں کا بچہ ہے:-

کہتا تھا وہ معصوم لیے ہاتھ میں تلوار   کیوں روکا ہے جانے دو سوئے لشکرِ کفار

رکھتے ہیں مرے باپ پہ تہمت یہ ستمگر
اس جھوٹ کی دیتا ہوں سزا میں انھیں جا کر

خاندانی محبت کا یہ منظر کتنا پُر اثر ہے:-

آنکھوں میں بھرے اشک وہ کرتا تھا یہ تقریر   لیتی تھی بلائیں شہِ دلگیر کی ہمشیر
منہ چوم کے فرماتی تھیں یہ بانوئے دلگیر   صدقے تری جرأت کے میں اے صاحبِ شمشیر

تہمت کوئی رکھ سکتا ہے بابا پہ تمھارے
یہ مکر و فریب اہلِ شقاوت کے ہیں سارے

ناگاہ میدان جنگ میں شور بلند ہوتا ہے:-

لو غیض میں فرزندِ امیرِ عرب آیا   تلوار علمدار نے کھینچی غضب آیا

اور یہ سنتے ہی بیوی کا دل، اطمینان، فخر اور مسرت سے سرشار ہو جاتا ہے:-

سرخی سی ہوئی چاند سے چہرے پہ نمودار   پردے سے لگی دیکھنے رن کو وہ دل افگار

اور پھر بیویوں سے مخاطب ہو کر بولیں:-

سب سے کہا دیکھو یہ وغا ہے کہ دغا ہے   بھائی کو علمدار نے چھوڑا تو یہ کیا ہے

اب تک کسی سے آنکھیں چار کرنے کا حوصلہ نہ رہا تھا۔ اور اب خود امامِ وقت سے بے خوفی و فخر سے کہا جا رہا ہے:-

Presented by www.ziaraat.com

کس شان سے لڑتا ہے غلام آپ کا واری

اور پھر توجہ دلائی جاتی ہے:-

عباسؑ کے ہاتھوں کی صفائی کو تو دیکھو — لاکھوں سے اکیلے کی لڑائی کو تو دیکھو
کیا آپ کی الفت ہے اس الفت کے میں قربان — بیٹے کا خیال ان کو نہ اسدم ہے مرا دھیان
لڑنے میں بھی جاری ہے زباں سے یہی ہر آن — نقش قدم شہ پہ تصدق ہے مری جان

اور باتیں کرتے کرتے پھر ایک دم کلیجے میں ہوک اُٹھتی ہے اور یہ روح فرسا حقیقت یاد آ جاتی ہے اس لڑائی کا انجام کیا ہے تو بے قراری میں کہہ اُٹھتی ہے:-

لاکھوں میں وہ تنہا ہیں یہ لونڈی ہے قلق میں
صدقے گئی کچھ کیجئے دعا بھائی کے حق میں

امام حسینؑ جو بھائی کی جدائی میں خود بیقرار ہیں مگر اس بیقراری کو دل کی گہرائیوں میں چھپا رکھا ہے۔ بھاوج کے سامنے بھائی کی بہادری اور وفا و محبت کی تعریف کر کے اس کا دل بڑھاتے ہیں مگر تسلّی میں بھی مایوسی مضمر ہے:-

شہؑ بولے دُعا کرتا ہے سینے میں مرا دل — آساں کرے اللہ مرے بھائی کی مشکل
صادق ہے محبت میں وفاداری میں کامل — کس شوق سے طے کرتا ہے وہ عشق کی منزل
دو روز کی اس بھوک کے اور پیاس کے صدقے
شبیرؑ وفاداریِ عباسؑ کے صدقے

بھاوج سے بھائی کی محبت اور احسان کا اعتراف کیا جا رہا ہے:-

محبوب خدا ہیں ترے شوہر کے ثنا خواں — ہیں اس کی شجاعت کے معترف شہِ مرداں
اور حمزہ و جعفر بھی ہیں شرمندۂ احساس

اور یہ سن کر جاں نثار بھائی کی بیوی اپنی وفاداری کا یقین یہ کہہ کر دلاتی ہے:-

دنیا میں رہیں آپ سلامت یہ دعا ہے
عباسؑ سے سو ہوئیں تصدق تو بجا ہے

مگر اس جذبۂ صادق کے باوجود عورت پھر عورت ہے جس کے لیے محبوب شوہر کی جدائی سے بڑھ کر عظیم صدمہ اور کوئی نہیں۔ ساری دنیا کی چاہنے والی بیویاں اس جذبے کی شدت میں یکساں ہیں، انیسؔ نے حضرتِ عباسؑ کی شہادت کے بعد زوجۂ عباسؑ کی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انھیں جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

حضرت عباسؑ نہر پر شانے کٹانے کے بعد ابدی نیند سو گئے۔ گھر میں شہید کی لاش تک نہ آ سکی کہ سارا تن ٹکڑے ٹکڑے تھا، صرف چھدی مشک اور خون آلود علم آیا ہے۔

اس وقت:-

زیرِ علم تھا زوجۂ عباسؑ کا یہ حال — ماتھا بھرا تھا خاک سے بکھرے ہوئے تھے بال
چلاتی تھی یتیم ہوئے میرے دونوں لال — دنیا سے کھو گئے مجھے عباسِ خوش خصال
ہے ہے علیؑ کا نور نظر مجھ سے چھٹ گیا
میں رانڈ ہوگئی مرا اقبال لٹ گیا

ناگہ صدا علی کی یہ آئی کہ اے بہو — زانو پہ تھا مرے سرِ عباسؑ نیک خو
آئی ہے تیرے پُرسے کو زہرا کشادہ مو — بی بی بس اب حسینؑ کو، رو کر رُلا نہ تو
بھائی کے غم میں لال مرا درد مند ہے
اب صبر کر کہ صبر خدا کو پسند ہے

(مراثی انیس جلد چہارم صفحہ ۶۹)

اللہ رے دل خراش علی کی بہو کے بین — سکان آسمان و زمیں کو بھی تھا نہ چین
چادر پڑی تھی منہ پہ کہ تھے سامنے حسینؑ — تھامے تھی ہاتھ خواہر سلطانِ مشرقین

Presented by www.ziaraat.com

ٹکڑے تھے تیغِ غم سے دلِ سوگوار کے
حکمِ حیا یہ تھا کہ نہ رونا پکار کے

امام حسینؑ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں کہ بدنصیب بیوہ دل کی بھڑاس نکال لے تو زوجۂ عباسؑ کے ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں اور عالم بیقراری میں شوہر کی روح سے مخاطب ہوکر باتیں کرنے لگتی ہیں:-

چشمِ تصور سے دیکھئے! نہیں تصور کی بھی کیا شرط ہے۔ آپ نے اپنے عزیزوں، دوستوں، ہمسایوں کسی نہ کسی کے ایسا سانحہ دیکھا ہوگا۔ کڑیل جوان شوہر مر گیا ہے۔ جوان بیوہ اور ننھے ننھے بچے رہ گئے ہیں۔ اس وقت بیوہ کی جو حالت ہوتی ہے وہ لوگوں سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں نے میت پر گریہ و ماتم کو بُرا اور ناجائز قرار دینے والی عورتوں کو بھی بسمل کی طرح تڑپتے اور ایسے دل خراش بین کرتے دیکھا ہے کہ سننے والے کا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ میر انیسؔ نے حضرت عباسؑ کی بیوی کی جو حالت دکھائی ہے، جو بین ان کے منہ سے کرائے ہیں اس میں کسی بھی بیوہ عورت کے نازک احساسات و جذبات کی مکمل اور حقیقی ترجمانی ملتی ہے اندازِ بیان ضرور ہندوستانی عورت کا ہے مگر دل کے زخم سے جو لہو رس رہا ہے وہ ہر دردمند بیوہ کے دل کا ہو سکتا ہے:-

کل تھی سہاگن آج تو میں سوگوار ہوں　　　بیوہ ہوں، جاں بلب ہوں، غریب الدیار ہوں
جانِ علیؑ ہیں آپ تو میں جاں نثار ہوں　　　ہاں ناز ہے تو یہ ہے کہ خدمت گذار ہوں
جنگل میں چھوڑیئے نہ مرا ہاتھ تھام کے
بیٹے ہیں آپ امام کے بھائی امام کے

والی کہاں یہ رانڈ یتیموں کو لے کے جائے　　　اس کربلا نے لوٹ لیا مجھ کو ہائے ہائے
کیا اس کی زندگی جسے وارث سے یاس ہو　　　میری بھی قبر آپ کی تربت کے پاس ہو

رات تو شوہر ان کے پہلو میں تھا۔ پیار و محبت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ چند گھنٹے میں
…ی قیامت ٹوٹ پڑی:-

…تے تھے شب کو بھر کے دم سرد دم بدم　　　تم ہم کو چاہتی ہو، تمھیں چاہتے ہیں ہم
…و سر خدا جو دے تو نثارِ شہ اُمم　　　گر ہے تو بس تمھاری جدائی کا ہے الم
کل ہم ہیں اور خنجر و شمشیر و تیر ہیں
اس کا بھی غم بڑا ہے کہ بچے صغیر ہیں

یہ باتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے۔ ضبط و شرم کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں:-

…سی یہ غفلت آج ہے اے شیرِ حق کے لال　　　بچوں کی اب نہ فکر نہ لونڈی کا ہے خیال
…اتی تھی جس کے بالوں کی بو آپ کو کمال　　　اس نے تمھارے سوگ میں کھولے ہیں سر کے بال
اب وصل کے نہ دن، نہ شبیں اشتیاق کی
کیوں کر کٹیں گی آہ یہ راتیں فراق کی

…ساحب تمھیں تو سونے کو ہاتھ آئی خوب جا　　　دریا کا قرب، سرد ترائی، خنک ہوا
…یں اور آپ آج کی شب تک نہ تھے جدا　　　بستر کو خالی دیکھ کے گذرے گی مجھ پہ کیا
تڑپوں نہ کس طرح کہ نئی واردات ہے
صدقے گئی فراق کی یہ پہلی رات ہے

درد و غم کا دریا جو لہریں مارتا بہا چلا جا رہا ہے:-

کیونکر کہوں کہ آپ میں مہر و وفا نہ تھی　　　میری ہی خاک قابلِ خاکِ شفا نہ تھی
اتنا گلہ ہے بس کہ یہ غفلت بجا نہ تھی　　　کیا پائنتی بھی اک مری تربت کی جا نہ تھی
بے وجہ خیر خواہ سے منہ موڑتے نہیں
ساتھی برا بھی ہو تو اسے چھوڑتے نہیں

(چھ بند مراثی انیسؔ جلد چہارم صفحہ ۱۷۸)

Presented by www.ziaraat.com

یہ بین ہر حساس مرد اور درد مند عورت کے دل کو تڑپا دیتے ہیں۔ کیونکہ اسی سے ملتی جلتی حالت انھوں نے بھی اپنی یا اپنے کسی پیارے کی دیکھی ہے۔ اہلِ بیت کی مصیبت انھیں اپنی مصیبت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جیسے یہ سب ان پر بھی بیت رہا ہے۔ زمان و مکان کا فرق ذرا دیر کے لیے مٹ جاتا ہے۔ دل درد و غم سے بھر جاتے ہیں، آنکھیں بولنے لگتی ہیں۔

اور یہی انیسؔ کا مقصد ہے اور یہی ان کے کلام کی کامیابی.........

حضرت امام حسینؑ رخصت آخر کے لیے خیمے میں تشریف لائے۔ اہلِ حرم الوداع کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوا چاہتے ہیں اس وقت زوجۂ عباسؑ کا یہ بیان میر انیسؔ نے نہایت پُر اثر نظم کیا ہے:-

یہ سن کے ذوالجناح تو روتا تھا زار زار چلّاتی تھی یہ زوجۂ عباسِؑ نامدار
صاحب اُٹھو ترائی سے میں آپ پر نثار آقا سوار ہوتے ہیں آتا ہے راہوار
یاں آکے ساتھ جاؤ امامِ غیور کے
سایہ کرو کہ دھوپ ہے سر پر حضور کے

______ (میر انیسؔ جلد دوم صفحہ ۴۰۵)

(بحوالہ:- خواتین کربلا۔ کلامِ انیسؔ کے آئینے میں از صالحہ عابد حسین)

باب ﴿......۱۴

حضرت اُمّ البنینؑ

اور اولادِ فاطمہ زہراؑ کی محبت

مدینے سے امام حسینؑ کا سفر اور حضرت اُمّ البنینؑ کا اضطراب

جب اُمّ البنین، ولایت کے اس نورانی مرکز (بیتِ علیؑ) میں داخل ہوئیں تو محبت اور مہربانی سے دلسوز ماں کی طرح حسنینؑ، زینبؑ کبریٰ اور اُمّ کلثوم کی دیکھ بھال فرمائی۔ اس وقت امام حسنؑ و امام حسینؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ ان کی تیمار داری کرتیں اور رات ان کے سرہانے جاگ کر گزارتی تھیں۔

اُمّ البنینؑ کی تربیت نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی، علمی اور اخلاقی اوصاف میں بھی وہ بلند رُتبے پر فائز تھیں۔ قرآن و حدیث کا علم انھوں نے حضرت علیؑ سے سیکھا تھا۔ وہ آیتِ مودّت کی تفسیر سے واقف تھیں، فاطمہؑ اور اولادِ فاطمہؑ کی محبت کو واجب سمجھتی تھیں۔

۲۸ رجب ۶۰ ھ کو امام حسین علیہ السلام نے مدینے کو الوداع کہا، قافلہ چلنے کو تیار

Presented by www.ziaraat.com

تھا۔شہزادیوں کے ناقے آگے بڑھ چکے تھے،سب سے آخر میں حضرت عباسؑ علمدار اپنے سواری کے گھوڑے مرتجز کے قریب آئے تا کہ سوار ہو کر آگے بڑھیں،عصمت سرا سے ایک کنیز برآمد ہوئی،اور باادب حضرت عباسؑ سے کہا کہ آپ کو حضرت اُمّ البنینؑ یاد فرما رہی ہیں۔

حضرت عباسؑ عصمت سرا میں داخل ہوئے، دیکھا کہ ماں دروازے کے قریب گریاں و پریشاں کھڑی ہیں۔عباسؑ نے ادب سے سرخم کر دیا۔اور فرمایا:-

مادرِ گرامی آپ مجھے رخصت کر چکی تھیں،اب کیوں بُلایا ہے۔

اُمّ البنینؑ نے فرمایا:-

بیٹا عباس!یہ حسینؑ، فاطمہ زہراؑ کی جان ہے، یہ فاطمہ زہراؑ کی امانت ہے جو میں تیری حفاظت میں دے رہی ہوں۔عباسؑ! زہراؑ بی بی کی امانت سے خبردار حسینؑ کو میں تجھ سے لوں گی۔بیٹا اپنی جان کو جان نہ سمجھنا،حسینؑ پر آنچ آئے تو اپنی جان حسینؑ پر فدا کر دینا:-

میں جانتی ہوں اُس کا تو عاشق ہے مری جان
عباسؑ مرے لال سے رستے میں نگہبان

حضرت عباسؑ فرماتے ہیں:-

عباسؑ نے کی عرض میں جب تک ہوں سلامت
بھائی پہ خدا چاہے تو کچھ آئے نہ آفت
اللہ سے تم بھی دعا مانگیو حضرت
شبیرؑ سلامت رہے بندے کی ہو رحلت
سامان تو بڑے یہاں سے کئے جاتا ہے عباسؑ

بیٹے بھی تصدق کو لیے جاتا ہے عباسؑ

مدینے سے سفر کے وقت حضرت اُمّ البنینؑ اپنی پوتی حضرت سکینہؑ سے گفتگو فرماتی ہیں۔اس منظر کو مرزا دبیرؔ اس طرح پیش کرتے ہیں۔

(۱)

اس باغ کے جب پھولنے پھلنے کے دن آئے
اک دفعہ مدینے سے نکلنے کے دن آئے
اور گرمیوں کی دھوپ میں جلنے کے دن آئے
قبروں کی طرف پاؤں سے چلنے کے دن آئے
کوفے کی عزیمت ہوئی شاہِ دوجہاں کی
تقدیر وہاں لے چلی تھی خاک جہاں کی

(۲)

پردوں سے کمر باندھ کے جس دم ہوئے تیار
شہ سے یہ کیا مادرِ عباسؑ نے اظہار
واری مرے لے چلنے سے تو کرتے ہو انکار
بس حشر پہ موقوف ہے اب پیاروں کا دیدار
محبوب کو اپنے علمِ شیرِ خدا دو
طوبیٰ مجھے عباسؑ کے کاندھے پہ دکھا دو

(۳)

حضرت نے منگایا علم خیرِ اُمم کو
عباسؑ کے کاندھے پہ دھرا سپرِ علم کو
ماں بولی کہ اب حسرت کوثر رہی ہم کو

Presented by www.ziaraat.com

آنکھوں سے ملا بڑھ کے سکینہؑ کے قدم کو
وہ کہنے لگی دادی نہ چومو کفِ پا کو
جو اور کہو بابا سے دلوا دوں چچا کو

﴿۴﴾

وہ بولی تمنائے سفارش نہیں جانی
شہ کرتے ہیں خود فدویوں کی مرتبہ دانی
میں چاہتی ہوں تم سے یہ اقرار زبانی
پردیس میں جب بند ہو شبیرؑ پہ پانی
نا خضر کو مشکیزہ نہ الیاس کو دینا
سقائی تم اپنی مرے عباسؑ کو دینا

﴿۵﴾

اقرار کیا اُس نے کہ اچھا مری دادی
دادی نے دہن چوما بلائیں لیں دعا دی
یثرب سے روانہ ہوا کونین کا ہادی
اور خضرِ شہادت نے رہِ گود بتا دی
غرّے کو محرم کے وہاں پہنچے یہاں سے
نوروز کے رستے پہ رہا خلد جہاں سے

..........(مرزا دبیر)

کربلا میں حضرتِ عباسؑ ۲۸ رجب کو حضرتِ اُمّ البنین کی وصیت کو یاد کر رہے ہیں۔ جو اُنہوں نے اپنے بیٹے حضرتِ عباسؑ سے کی تھی۔ مرزا دبیر حضرتِ عباسؑ کے اس بیان کو نظم کر رہے ہیں۔

جب بھائی کے ہمراہ وطن سے میں چلا تھا
رخصت کے لیے والدہ کے پاس گیا تھا
سینے سے لگایا تھا سر اور پیار کیا تھا
روئیں تھیں بہت اور مکرّر یہ کہا تھا
جاتے تو ہو شبیرؑ کے ہمراہ خوشی سے
عباسؑ خبردار حسین ابنِ علیؑ سے

شبیرؑ مرا لعل ہے شبیرؑ مری جان
تو میرے پسرِ فاطمہؑ کے پیارے پہ قربان
چھوڑے گا کسی دکھ میں جو تو بھائی کا دامان
محشر میں مرا ہاتھ ہے اور تیرا گریبان
میں دودھ نہ بخشوں گی اور آزردہ مروں گی
پھر عرش ہلا کر تری فریاد کروں گی

گر تجھ سے ہوئے کچھ بھی خفا سبطِ پیمبرؐ
پھر تو مرا فرزند ہے نے میں تری مادر
مرتے ہوئے مُنھ تیرا نہ دیکھوں گی بُلا کر
گر تیری قضا ہوگی مرے سامنے دلبر
لوگ آئیں گے پُرسے کو تو پُرسا بھی نہ لوں گی
نے روؤں گی تجھکو نہ عزادار میں ہوں گی

مادر کا بیاں سنتے ہی میں کانپ گیا تھا
بھائی پہ فدا ہونے کا اقرار کیا تھا

Presented by www.ziaraat.com

یہ سنتے ہی دور اُن کا ہوا رنج و بُکا تھا
خوش ہو کے کہا بس یہی مطلوب مرا تھا

بابا تو شہنشاہِ شجاعانِ عرب تھا
اتنا یہ مگر دودھ کا مادر کے سبب تھا

......(مرزا دبیر)

۲۸ رجب ۶۰ھ کو اولاد کو وصیت:

جب مدینے سے سید الشہداء روانہ ہونے لگے تو حضرت اُمّ البنینؑ نے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔

''میرے بچوں میں تمہیں وصیت کرتی ہوں تمہارے آقا و مولا امام حسینؑ کے بارے میں کہ انکی نصرت میں تقصیر اور کوتاہی نہ کرنا''

(اُم البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص ۴۸)

باب ۱۵

حضرت اُمّ البنینؑ

سے شمر کی رشتے داری نہیں تھی

شمر ذی الجوشن الضُبابی:

شجر حقارت کا کڑوا پھل۔ ۱۰ یا ۱۱ ہجری میں خناز بن حارث بن ضبع کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اور وہ بنی عذرہ بن زید لات کے قبیلہ سے تھی۔ خناز کے لغوی معنی اس بد بودار عورت کے ہیں۔ جس کو برص کا مرض ہو۔ اصلی نام کا پتہ نہیں۔ شمر نے برص کا مرض اپنی ماں سے ورثہ میں حاصل کیا تھا۔ اس کے باپ کا نام شرجیل بن اعور تھا۔ ذی الجوشن اس لیے کہتے تھے کہ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ بقول بعض پہلے اپنے ڈنڈ پر جوشن اُس نے باندھا تھا۔ ضباب ایک بیماری کا نام ہے۔

شمر کے متعلق حضرت رسولؐ اللہ کی پیشینگوئی:۔

ابنِ اثیر (بنی اُمیہ کے نمک خوار) نے ''اسد الغابہ'' میں شمر کے باپ ذی الجوشن کو صحابیٔ رسولؐ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ رسولؐ اللہ شمر کے متعلق یہ پیشینگوئی کر چکے تھے۔

''رسولؐ اللہ فرماتے ہیں۔ میں ایک مبروص کُتّے کو دیکھ رہا ہوں جو

Presented by www.ziaraat.com

میرے اہلِ بیتؑ کا خون چاٹ رہا ہے''۔

شمر کو برص (سفید داغ) کا مرض تھا''۔ (تاریخ ابن کثیر)

علامہ کنتوری آئین صفحہ ۳۶۹ پر لکھتے ہیں کہ زہیر بن قین بجلی نے معرکۂ کربلا میں شمر کو یابن البول علیٰ عقبیہ کہہ کر پکارا۔ یعنی اے ناپاک کے بیٹے جو الٹی دھار سے پیشاب کرتا تھا۔ زہیر جیسے بزرگ کا یہ طعنہ خلاف واقعہ نہیں تھا۔ شمر کا باپ کسی سوداوی مرض میں مبتلا ہو کر اونٹ کی طرح پیشاب کرتا تھا۔

نسب:

شمر کے باپ کا شجرہ یہ ہے۔

شرجیل ابن اعور ابن عمر ابن ضُباب ابن مالک ابن ربیعہ ابن نمیر

شمر کا باپ عمر ابن ضُباب کی اولاد سے ہے اس لیے شمر کو ''الضُبابی'' کہا جاتا ہے۔

حالانکہ شمر زنازادہ تھا اس لیے اس کا شجرہ ناپید ہے۔ قبیلہ بنی کلاب سے نہیں ہے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کے خاندان سے دور دور بھی رشتے داری ثابت نہیں ہے۔ یہ تاریخ لکھنے والوں کا افسانہ وشاخسانہ ہے۔ اس لیے عمر بن ضُباب کی اولاد سے ضُبابی کہلاتا ہے۔

شمر بنی ضباب سے تھا بنی کلاب سے نہیں۔

(ام البنین علیہا السلام سیدۃ النساء العرب۔۔ سید مہدی سویج الخطیب۔۔ ص ۵۸)

حلیہ:

ناک چپٹی اور لمبی، آنکھیں چھوٹی اندر کو گھسی ہوئیں۔ داڑھی گھنی، منہ سے بد بو آتی تھی۔ چہرے پر چیچک کے داغ۔ قد لمبا، جسم فربہ، سامنے کے دو دانت نکلے ہوئے۔ سینہ پر برص۔ حریص اور لالچی شخص تھا۔ (کحل الانظار)

بشارت امام ہمام:

صاحب آئین مناقب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دورانِ سفر جب آپ منزل عقبۃ البطن پر تھے امام حسین علیہ السلام پر کچھ غنودگی غالب ہوئی۔ جھٹ بیدار ہوئے۔ خصار سے مخاطب ہو کر فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے جیسے بہت سے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ تا کہ پھاڑ کھائیں۔ ایک ابلق کتا شدومد سے حملہ کرتا ہے۔ مجھے گمان ہے میرا قاتل اسی گروہ میں وہ ہے جس کو مرض برص ہے یہ بشارت قاتل کے تعین کی غرض سے تھی۔

شمر کا پیشہ:

شمر کے عادات واطوار میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عورتوں کی دلالی کیا کرتا تھا۔ اس کی اپنی لڑکی شمرانہ جو نہایت حسین اور خوبصورت پہلے تو زیرِ نظر عنایت یزید رہی پھر ابن زیاد کے گھر کی زینت بنی۔ ابن مرجانہ نے ۹ محرم جمعرات کے دن شمر کے نام یہ خط لکھا کہ اگر ابن سعد جنگ سے پہلو تہی کرتا دکھائی دے تو اسے قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ لے لے۔ بعض کہتے ہیں شمر خود جا کر ابن زیاد سے لکھوا لایا تھا۔ ابن سعد ڈر گیا اور اسی صبح طبل جنگ بجوا دیا۔

عبداللہ بن زیاد نے جب کوفہ کا چارج لیا تو ان دنوں شمر یزید کی مصاحبت میں تھا۔ اس نے درخواست کی کہ مجھے بھی کوفہ بھیج دیا جائے۔ یزید پہلے تو رضامند نہ ہوا پھر مصلحت دیکھ کر اجازت دے دی۔ چار ہزار سپاہ کا کمانچی بن کر میدان کربلا میں پہنچ گیا۔ عاشور کے دن گو شمر ابن سعد کے ماتحت تھا۔ لیکن فی الحقیقت اس کا نگراں حال تھا۔ جو بات ابن سعد کے منہ سے نکلتی تھی یہ خوب جانچتا اور تولتا تھا۔ کیونکہ شمر چاہتا تھا جیسے ممکن ہو عنان حکومت اپنے ہاتھ لے۔ ابن زیاد کا منشا بھی یہی تھا۔ ابن سعد کی مکاری وعیاری نے شمر کا کوئی داؤ نہ چلنے دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

﴿۶﴾

آگے سے ہٹ کے بیبیاں سب پوچھنے لگیں
کیا لائی ہے علی کے تصدق کو اے حزیں
بولی وہ باوفا کہ یہ فرزند مہ جبیں
اب مانگ پر بنی ہے خبر کوکھ کی نہیں
اس لعل بے بہا کو میں والی پہ واروں گی
شاہِ نجف پہ دُرِ نجف کو اوتاروں گی

﴿۷﴾

بھاری زمین مجھ پہ رنڈاپے کے غم سے ہے
اس یاس میں امید خدا کے کرم سے ہے
مطلب نہ بیٹوں سے ہے نہ مال و درم سے ہے
میری تو سلطنت مرے صاحب کے دم سے ہے
خیرالنسا سی بیبیاں جنت میں سوتی ہیں
ہم سی جو بے نصیب ہیں وہ بیوہ ہوتی ہیں

﴿۸﴾

بولے علی تو ہوش میں اے نوحہ گر نہیں
عباسؑ کے وقار کی تجھ کو خبر نہیں
یہ فاطمہؑ کا بیٹا ہے تیرا پسر نہیں
شبیرؑ کے لیے کوئی ایسی سپر نہیں
صدقے میں لاکھ جان سے اس نورعین پر
یہ کربلا میں ہوئیگا قرباں حسینؑ پر
...(مرزا دبیر)

انیسویں رمضان کی شب امام علی علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:-

اے علیؑ! موت پر کمرِ ہمت کو کس لو، وہ رات آ گئی جس رات کی خبر رسولِ خدا مخبرِ صادق نے دی تھی۔ یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ مجھ سے کیا گیا تھا۔

اُمّ البنینؑ امیر المومنینؑ کو مضطرب دیکھ کر پوچھتی ہیں کہ اے امیر المومنینؑ آج شب قدر ہے؟

انیسویں رمضان کی سحر جب امام علیؑ یہ شعر پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے:-

اشدد حيازيمك للموت فان الموت لاقيك

موت کے لیے اپنی کمر مضبوطی سے باندھ لو کہ موت تیرے پاس آ رہی ہے۔

اس وقت اُمّ البنینؑ نے یہ احساس کیا کہ یہ وداع کی رات ہے اور اشک آلود آنکھوں سے الوداع کہا۔

آخرکار جبرئیلؑ نے زمین و آسمان کے درمیان سے آواز دی جسے ہر بیدار شخص سن سکتا تھا: خدا کی قسم، ہدایت کے ستون ویران ہوئے، علی مرتضیٰؑ گئے۔ اس وقت اُمّ البنینؑ نے پکار کر کہا: اے رسولؐ اللہ کے وارث! آپ ہمیں تنہا چھوڑ گئے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے موقع پر حضرت اُمّ البنینؑ کے اضطراب کو میر انیسؔ نے بھی نظم کیا ہے:-

﴿۱﴾

روتے ہوئے وداع ہوئے شہ کے دوست دار
زینبؑ بلائیں لینے لگی رو کے زار زار
بیٹوں سے تب یہ کہنے لگے شاہ ذوالفقار
آؤ مرے قریب کہ ہے وقت احتضار

Presented by www.ziaraat.com

خباثت وشقاوت:

کہتے ہیں کہ ظلم واستبداد کی یہ منحوس صورت قرآن ناطق کے سینہ اقدس پر سوار ہوا تو سیدؑ بے کس نے بطور اتمام حجت پوچھا۔ تو مجھے جانتا ہے۔ کہا۔ ہاں پھر کیوں قتل کرتا ہے۔ جواب دیا۔ زر کی لالچ میں۔

وارث صبر و رضا ابھی سجدہ میں تھے کہ راندہ درگاہ ایزدی کو اتنا صبر نہ ہوا کہ سجدہ سے فارغ تو ہونے دے۔ جسم اقدس پر بیٹھ کر گردن کی طرف سے اس طرح خنجر پھیرنا شروع کیا جس طرح قصائی گوسفند کو ذبح کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسا پتھر دل تھا ذرا رحم نہ آیا۔ سرِ اطہر کو تن مبارک سے علیحدہ کر کے عمر بن سعد کے آگے دھر دیا۔

خوشی سے ناچنے لگا۔ سر اقدس جناب شاہ کربلا نیزہ پر معلق کر کے فوج کے آگے رہتا تھا۔ کربلا سے کوفہ۔ کوفہ سے دمشق پہنچا۔ در قلعہ کے نزدیک جا کر سر امام حسینؑ بشیر کے بیٹے مالک کو اس خیال سے دے دیا کہ اگر یزید ناراض ہوا تو تمام جھاڑ جھپٹ مالک پر ہوگی۔

دمشق میں عرصہ تک آستانہ یزید پر انعامِ کثیر کی امید میں خیالی پلاؤ پکاتا رہا۔ پلاؤ کس طرح پکتا کہ چاول پتھریلے تھے۔ امید کی لکڑیاں جل جل کر خاک ہو چکی تھیں۔ اب سایہ یزید بھی نہ رہا وہ ملک فنا کے قصر آتشیں میں جا بسا تھا۔ ڈھارس کی عمارت جو امید کے معماروں نے تعمیر کی تھی یک لخت گر گئی۔ ساتھ ہی سن لیا کہ انتقام گیروں کے انتقام کی تیغیں میانوں سے باہر نکل رہی ہیں۔ ان کی کثرت اور شہرت نے رہے سہے حواس اور بھی کھو دیئے۔ مصعب بن زبیر کے پاس بھاگنے کی سوجھی۔

شمر کی موت:

مایوسی کے شکنجہ میں تھا۔ ایک رات دس نابکاروں کے ساتھ جن میں سنان بن انس،

یزید بن محارب اور صرد بن عبداللہ بھی تھے، کوفہ سے بصرہ کی راہ لی۔ امیر مختار کے غلام خیر کو خبر پہنچی وہ کچھ سوار لے کر موت کی طرح پیچھے ہولیا۔ کچھ مقابلہ تو ہوا لیکن شمر بھاگ نکلا اور موضع کلتانیہ میں جا پناہ گزین ہوا۔ امیر مختار نے عبداللہ بن کامل اور عمر بن حاجب کو ۳۰۰ سوار دے کر شمر کی تلاش میں بھیجا۔ موضع کلتانیہ میں خونی ٹولہ نے یہ تجویز کی کہ مصعب بن زبیر کو اپنے آنے کی خبر دی جائے۔ چنانچہ ایک یہودی نوجوان کو اس کی مزدوری اور خط دے کر بصرہ روانہ کر دیا۔ صید راچوں اجل آید سوئے صیاد رود۔ نامہ بر نے وہی راہ اختیار کی جہاں عبداللہ بن کامل وغیرہ پڑاؤ ڈالے پڑے تھے۔ لشکریوں نے قاصد کو گرفتار کر کے عبداللہ کے سامنے پیش کیا۔ تفتیش پر نامہ بر نے تمام واقعہ کہہ سنایا اور خط بھی پیش کر دیا۔ ابن کامل نے پہنچ کر جھٹ گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ شمر نے جب دیکھا کہ جان پر آبنی۔ جس طرح بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا اور تلوار سونت لشکر عبداللہ پر آپڑا۔ عمر بن صاحب نے جو تلوار کا ہاتھ مارا تو بھرپور پڑا۔ تلوار سینے میں اتر آئی۔ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر جا گرا۔ (مختار نامہ)

سب سے زیادہ حیرت انگیز تو یہ بات ہے کہ ابواسحٰق جیسا معتبر راوی عموماً روایات شمر سے لیتا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ کیسے باور کریں کہ ایسے مستند محدث نے شمر کو معتبر سمجھ لیا۔

صاحب عناصر الشہادتین لطائف اشرفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ شمر کو کچھ سونا لوٹ میں مل گیا تھا۔ اس نے لڑکی کو بطور تحفہ دے دیا۔ لڑکی نے سنار کے پاس زیور کے لیے بھیج دیا۔ عبدالکریم بن یعفور صیفی راوی ہے کہ سنار نے جب سونا آگ پر رکھا تو راکھ ہو کر رہ گیا۔ شمر نے جھنجھلا کر سنار کو بلوایا اور کہا کہ باقی سونے کو میرے سامنے آگ پر رکھ، جب رکھا تو راکھ ہو گیا۔ شمر اپنے ساتھ امام حسینؑ کا ایک اونٹ ہانک لایا تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

ذبح کر کے خوشی میں گوشت اہلِ کوفہ کو تقسیم کیا۔ مختار نے حکم دیا کہ جن جن گھروں میں وہ گوشت تقسیم ہوا تھا گھروں کو منہدم اور گھر والوں کو قتل کر دیں۔ (کحل الانظار صفحہ ۱۸۲)

ابوبکر بن عباس ابو اسحٰق سبعی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن شمر اس کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ بعد نماز مغفرت کی دعا مانگنے لگا۔ کسی نے کہا تو کس طرح بخشا جا سکتا ہے۔ جبکہ تو نے نواسۂ رسولؐ کو بے گناہ شہید کیا ہے۔ کہا۔ میں نے جو کچھ کیا حکم حاکم سے کیا۔ اگر نہ کرتا تو گدھے سے بدتر تھا۔ (کحل انظار) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ امام حسینؑ کے قتل کو گناہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ثواب، اگر گناہ سمجھتے تو ضرور رنج و غم میں حصہ لیتے۔

کہتے ہیں قتل کے وقت شمر کی عمر ۵۶ یا ۵۷ برس کی تھی۔ اس لیے پیدائش ۱۰ یا ۱۱ ھ کی ہوسکتی ہے۔ ۶۶ یا ۶۷ ہجری میں قتل ہوکر دنیائے دوں سے رخصت ہوا۔

(اشقیائے فرات)

امان نامے کی حقیقت:

علامہ شیخ محمد بن طاہر سماوی نجفی لکھتے ہیں:-

عبداللہ بن ابی المحل بن حزام بن خالد بن ربیعہ بن عاسر الوحید معظّمہ محترمہ اُمّ البنینؑ کا بھتیجا تھا اور کوفہ میں بہت معزز حیثیت رکھتا تھا۔ یہ اس وقت جب شمر ابن زیاد کا خط لے کر کربلا کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ دربار ابن زیاد میں موجود تھا۔ اس نے عبیداللہ ابنِ زیاد سے کہا کہ ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کے بیٹے حسینؑ کے ساتھ ہیں۔ آپ ان کے لیے امان نامہ لکھ دیجیے۔ عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے ایک غلام کے ہاتھ جس کا نام کزمان تھا اس تحریر کو روانہ کیا۔ وہ اس کو

لے کر ان جان باز بہادروں کے پاس لایا اور کہا یہ آپ کے ماموں زاد بھائی نے امان نامہ بھیجا ہے ان چاروں جوانوں نے کہا کہ ہمارے بھائی کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ ہم کو اس امان کی ضرورت نہیں خدا کی امان ہمارے لیے ابن زیاد کی امان سے بہتر ہے۔

شمر بن ذی الجوشن نے کربلا پہنچتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ وہ لشکر حسینی کے سامنے آیا اور کہا کہ میری بہن کے بیٹے عبداللہ و جعفر و عباسؑ و عمران کہاں ہیں یہ حضرات شمر کی صدا پر جواب بھی دینا نہ چاہتے تھے کہ خلقِ محمدی میں جزر و مد پیدا ہوا اور مظلوم کربلا نے بھائیوں کی طرف رُخ کر کے فرمایا شمر فاسق سہی مگر اس کی بات کا جواب دو، وہ تمہارا ماموں بن رہا ہے۔ امام کا اشارہ پا کے عباسؑ اور جعفر اور عمران و عبداللہ خیمہ سے برآمد ہوئے اور یک زبان ہوکر کہا۔ کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میری بہن کی اولاد ہونے کی حیثیت سے تم لوگ امان میں ہو۔ بہادروں نے کہا ''خدا لعنت کرے تجھ پر اور تیری امان پر، ہم کو تو امان ہے اور فرزند رسولؐ کو امان نہیں؟ اے دشمنِ خدا تو ہم کو حکم دیتا ہے کہ اپنے بھائی اور سردار کو چھوڑ کے فاسق اور ولد الحرام کی بیعت کریں''۔ اِس سخت جواب سے اُمّ البنینؑ کے شیروں کے ثبات قدم و استقلال و وفاداری کا کامل اندازہ ہوتا ہے کہ زندگی کی راہ صاف ہونے کے باوجود موت کو اختیار کرنا کسی معمولی دل کا کام نہیں۔

(ابصار العین فی انصار الحسین صفحہ ۴۱)

Presented by www.ziaraat.com

باب ۱۶

اولادِ اُمُّ البنینؑ

سب سے بڑے فرزند عباسؑ:

سب سے بڑے اور پہلے فرزند "عباسؑ" ہیں۔ آپ کے فضائل کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں، بحار الانوار میں یہ روایت ہے۔

كَانَ الْعَبّاسُ بَطَلًا جَسِيْماً وَسِيْماً اِذَا رَكِبَ الْجَوادُ رِجْلاهُ يَخُطّانِ عَلَى الْاَرْضِ خِطّاً حضرت عباسؑ دلیر و شجاع۔ قدآور اور خوبصورت تھے وہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو دونوں پاؤں زمین سے ٹکرا کر لکیر کھینچتے تھے۔

وَلَقَدْ قال فی حَقِّهِ الْاِمامُ الصَّادِقِ عَلیه السلام كانَ عَمِّیَ الْعَباسُ نافِذُ الْبَصيْرَةِ صَلْبُ الْايمانِ ۔آپ کی تعریف میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میرے چچا عباس دینی بصیرت رکھتے تھے اور دینداری اور ایمان میں بہت مضبوط تھے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی بصیرت اور دیانت میں سخت موقف رکھنے میں یہی کافی ہے جو روز عاشورہ ان سے کارنامے ظاہر ہوگئے۔

حضرت عباس علیہ السلام کے ایمان کی پائیداری اس وقت ظاہر ہوئی جبکہ عبداللہ

بن ابی المحل بن حزام کلابی نے آپ کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں حضرت عباسؑ اور ان کے تین بھائیوں کے نام امان نامہ تھا۔ کہ حضرت حسینؑ سے جدا ہو کر لشکر عمر سعد سے ملحق ہو جائیں یا الگ ہو جائیں۔ یہی خط لے کر شمر کربلا آیا، دراصل یہ خط حضرت اُمّ البنینؑ کے بھتیجے کا تھا۔ شمر اس خط کا کریڈٹ (Credit) اپنے ذمّے لینا چاہتا تھا۔ آخر ذلیل ہوا۔ اُمّ البنینؑ سے شمر کی کوئی بھی رشتے داری نہیں تھی۔

ابن زیاد نے کچھ مزید جملے بھی لکھے تھے۔ **بِاَنْ يمْنَعِ الْعَباسَ رُتبةً كبيرةً وجَائزةً عَظِمةً**

عباسؑ کو بڑا عہدہ پیش کریں اور بہت بڑا انعام بھی دیا جائے۔

یہ خط لے کر شمر حضرت عباس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عباسؑ نے اس امان نامے کو سختی سے مسترد کر دیا اور اس قدر غصہ آلود ہوئے کہ وہ سخت ڈر گیا کہ کہیں جان سے نہ جائے۔ شمر نے جب یہ حالت محسوس کر لی تو ناکام اور خوف زدہ حالت میں واپس چلا گیا۔

جب کہ چاروں طرف سے دشمن نے ان کو گھیرے میں لے لیا ہے اور کوئی صلح کا راستہ نہیں تو یہ امان نامہ ایک متزلزل ایمان والے کے لیے غنیمت تھا مگر پروردۂ کنار علیؑ جو کُلِّ ایمان سے تربیت حاصل کر چکا تھا وہ شمر اور ابن زیاد جیسے دنیا پرست انسان کے دھوکے میں کیسے آ سکتا تھا اس امان نامہ کو ٹھکرانے سے عباسؑ کی کمال دین داری اور دینی بصیرت کا اظہار ہے ہوتا۔

اُمُّ البنینؑ کے دوسرے فرزند (حضرت عبداللہ ابن علی علیہ السلام):

حضرت عباسؑ کے تولد ہونے کے دس سال بعد عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ کربلا کے میدان میں روز عاشور عبداللہ کی فداکاری اور شجاعت کا مظاہرہ ہوا چنانچہ ان کی

Presented by www.ziaraat.com

زیارت کے جملوں سے اس بات کو تقویت ملتی ہے۔ **اَلسَّلامُ عَلیٰ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ اَمِیْرُالْمومنین صاحِبُ الشُّجاعَۃِ الْعَظِیمَۃِ**

سلام ہو امیر المومنین کے فرزند محترم عبداللہ پر جو عظیم شجاعت کے مالک تھے۔

اُمُّ البنینؑ کے تیسرے فرزند: (حضرت عمران ابن علی علیہ السلام)

حضرت عباسؑ کے تیسرے بھائی عمران تھے اور کربلا کے واقعے میں آپ کے ساتھ تھے، اس وقت وہ ۲۸ سال کے تھے۔

اُمُّ البنینؑ کے چوتھے فرزند: (حضرت جعفر ابن علی علیہ السلام)

جعفر بن علی علیہما السلام تھا اور عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ جعفر کی کربلا میں ۲۶ سال عمر تھی، بعض روایات میں ۱۹ سال کی عمر بتائی گئی ہے جو بالکل غلط ہے کربلا کا واقعہ حضرت علیؑ کی شہادت کے بیس برس کے بعد ہوا ہے۔ حضرت کا کوئی بیٹا ۱۹ سال کا نہیں ہوسکتا۔ لوگ ان چاروں بھائیوں کو ''اکبر'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ مثلاً عباس الاکبر، عمران الاکبر، عبداللہ الاکبر اور جعفر الاکبر۔ حضرت عباسؑ نے روز عاشورہ ان تینوں بھائیوں کو اپنی جان کے علاوہ برادر معظم حضرت حسین علیہ السلام کی خدمت میں قربانی کے لیے پیش کیا۔ اور بھائیوں سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے۔ **تُقَدِّمُوْا حَتّٰی آراکُمْ قد نَصحتُم للّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ** بھائیو آگے بڑھو میں تمہارے فداکاری کو دیکھوں۔ بیشک تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حق میں خیر خواہی کا حق انجام دیا ہے۔ چنانچہ تینوں بھائی لڑتے لڑتے عباسؑ کے سامنے شہید ہوگئے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی دختر خدیجہ بنتِ علیؑ:

حضرت اُمّ البنینؑ کی دختر خدیجہ بنتِ علیؑ ہیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ کی زیارت میں آپ کی دختر خدیجہ بی بی پر سلام ہے:-

''سلام ہو آپ کی دختر پر کہ جو دُرِ مکنون صدف طہارت ہیں اور رضیہ ہیں اور نام ان کا خدیجہ ہے، اللہ جزا دے آپ کو اور ان سب کو''

''عمدۃ الطالب'' میں ہے کہ جناب خدیجہ بنتِ علیؑ کی شادی عبدالرحمٰن ابن عقیل ابن ابی طالبؑ سے ہوئی تھی۔

جناب خدیجہ بنتِ علیؑ حضرت عباسؑ سے چھوٹی اور تین بھائیوں، عبداللہ، عمران اور جعفر سے بڑی تھیں۔ سیّد عبدالمجید حائری کی کتاب ذخیرۃ الدارین میں تحریر ہے کہ خدیجہ بنت علیؑ کربلا میں موجود تھیں شدتِ پیاس سے بروز عاشورہ شہادت پا گئیں۔

حضرت علیؑ کی دو صاحبزادیوں کے نام خدیجہ ہیں۔ ایک خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو حضرت اُمّ البنینؑ کی دختر ہیں ان کو رقیہ صغرا بھی کہتے ہیں اور دوسری خدیجۃ الصغریٰ ہیں جنھوں نے کوفے میں وفات پائی اُن کی قبر مسجد کوفہ کے سامنے ایک روضے میں اب تک موجود ہے۔ خدیجۃ الصغریٰ نے ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو وفات پائی۔ جس دن حضرت امیر المومنینؑ کو نجف اشرف میں دفن کیا گیا فراق پدر میں اس بچی نے تڑپ تڑپ کر اپنی جان فدا کردی۔

جناب عقیلؑ کے تین فرزندوں کے نام عبدالرحمٰن ہیں۔

۱۔ عبدالرحمٰن اکبر (ان کی شادی نفیسہ بنتِ علیؑ سے ہوئی۔ ان کو زینبؑ صغرا یا زینبؑ اوسط بھی کہتے ہیں)۔

۲۔ عبدالرحمٰن اوسط (ان کی شادی رملہ بنتِ علیؑ سے ہوئی)

۳۔ عبدالرحمٰن اصغرؑ (ان کی شادی خدیجہ بنتِ علیؑ سے ہوئی)

حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتے اور پروتے:

Presented by www.ziaraat.com

حضرت اُمّ البنینؑ کے چاروں بیٹے اور بعد ان کے پوتے، پروتے اور نسل در نسل سب کے سب علم وفضل وتقویٰ اور شجاعت وسخاوت میں نابغۂ روزگار تھے، سب کا اسلامی تاریخ اور سیرت نگاری کی کتابوں میں ذکر موجود ہے۔ ایک عربی شاعر نے بہت اچھا کہا ہے:-

لِيَهْنَكِ يَا اُمَّ البنين بِسادةٍ
مِن فَضْلِ الابناءِ وَالاحفاد

"اے فاطمہ (اُمّ البنینؑ) بیٹوں کی ماں ہیں آپ، آپ کو مبارک باد کا تحفہ پیش کر رہا ہوں، آپ کس قدر بابرکت خاتون ہیں کہ آپ کے بیٹے، پوتے اور اُن کی اولاد سب کے سب بزرگ سادات میں شمار ہوتے ہیں"۔

فدک اور اولادِ اُمّ البنینؑ:

حضرت فاطمہ زہراؑ نے عباسؑ علمدار کو اپنا فرزند کہا ہے، اس لیے اُمّ البنینؑ کی اولاد کو بعض علماء وعرفاء حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد کا ہم پلّہ قرار دیتے ہیں۔

راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:-

"مولا! فدک کی سرزمین واپس ملنے کے بعد اولاد فاطمہؑ کے درمیان کتنی اور کس طرح تقسیم کی جائے گی"؟

امام علیہ السلام نے فرمایا:-

"چوتھائی حصہ عباس علیہ السلام کی اولاد کا حق بنتا تھا، باقی ہم اولاد فاطمہؑ کے لیے۔

حضرت اُمّ البنینؑ کا سلسلۂ نسل حضرت عباسؑ بن امیر المومنینؑ کی اولاد سے آج تک دنیا میں باقی ہے۔ عراق (بغداد، بصرہ) ایران، یمن، ہندوستان میں اس نسل کے سادات موجود ہیں جو علوی کہلاتے ہیں۔ بعض اپنے نام کے ساتھ ہاشمی بھی لکھتے ہیں۔

مورخین، سیرت نگار اور علم انساب کے ماہرین نے حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتوں کا ذکر اس ترتیب سے کیا ہے۔

۱۔ فضل بن عباسؑ علمدار (کربلا سے مدینے واپس آئے)
۲۔ محمد بن عباسؑ علمدار (ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کربلا میں شہید ہوئے)
۳۔ قاسم بن عباسؑ علمدار (کربلا میں شہید ہوئے)
۴۔ حسن بن عباسؑ علمدار (شیخ فتونی کا خیال ہے کہ حسن بن عباسؑ سے بھی نسل چلی ہے)
۵۔ عبیداللہ بن عباسؑ علمدار (مدینے میں دادی کے پاس رہ گئے تھے کربلا نہیں گئے)
۶۔ ایک دختر (نفیسہ)

حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتے:

سید عبدالرزاق موسوی المقرم لکھتے ہیں:-

حضرت ابوالفضل العباسؑ کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی، فضل، حسن، قاسم، عبیداللہ لیکن ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا میں پانچویں فرزند محمد کا نام کا اضافہ کیا ہے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

فضل وعبیداللہ کی ماں لبابہ ہیں جو جناب عبدالمطلب کی پروتی ہیں، علمائے نسب کا اتفاق ہے کہ جناب ابوالفضل العباس علیہ السلام کی نسل جناب عبیداللہ سے باقی رہی، شیخ فتونی کا خیال ہے کہ حضرت عباسؑ علمدار کے دوسرے فرزند جناب حسن سے بھی آپ کی نسل چلی ہے"۔ (العباس)

حیدر المرجانی لکھتے ہیں:-

فارسی کے مقاتل کی کتابوں میں حضرت عباسؑ کی چار اولاد لکھی ہیں:-

Presented by www.ziaraat.com

۱۔ فضل ۲۔محمد ۳۔قاسم ۴۔عبیداللہ

ان میں سے محمد اور قاسم نے روز عاشورہ شہادت پائی۔ اور دو بھائی فضل اور عبیداللہ مدینے میں تھے۔ چند فارسی اور عربی کے مقاتل کی کتابوں میں یہ اختلاف دیکھا گیا ہے کہ آیا فضل اپنے باپ کی زندگی میں انتقال کر گئے یا مدینے واپس گئے یا کربلا سے مدینے آتے وقت راستے میں شہادت پا گئے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ عبیداللہ مدینے میں تھے اور اُن کی اولاد نے اسلامی ممالک میں علم وفضل میں شہرت حاصل کی۔

علامہ سید محسن شامی عاملی اپنی کتاب ''اعیان الشیعہ'' کی جلد۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عباسؑ کے دو بیٹے محمد اور قاسم کربلا میں شہید ہو گئے اور دو بیٹے فضل اور حسن مدینے واپس آئے''۔

اب ہم حضرت اُم البنینؑ کے پانچوں پوتوں کے حالات جو دستیاب ہو سکے یہاں تحریر کرتے ہیں۔

شہزادۂ محمد بن عباسؑ علمدار (شہید کربلا)

جب حضرت عباسؑ علمدار کے تینوں بھائی شہید ہو چکے تو حضرت عباسؑ نے اپنے فرزند کو کہ اس کا نام محمدؑ تھا بلایا، پہلے اسے سینے سے لگایا اور پیار کیا اور پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا، اے فرزند! اے بیٹا اور نور چشم یہ درست ہے کہ تو میرا لخت جگر ہے، تیرا قتل ہونا مجھ پر بہت دشوار ہے لیکن واللہ تو مجھے رسولؐ خدا کے بیٹے سے ہرگز زیادہ پیارا نہیں''۔ بحارالانوار کی روایت کے مطابق محمد ابن عباسؑ بھی لشکر یزید بے دین و ناہنجار سے لڑ کر داد شجاعت حاصل کر کے شہید ہوئے۔ چنانچہ بحارالانوار میں اتنا اشارہ اس روایت کا مذکور ہے۔

وَيُقالُ قُتِلَ ابنَهُ محمدَ ابن العبّاسؑ

''یعنی یہ بھی روایت ہے کہ اس معرکے میں محمد ابن عباسؑ شہید ہوئے''

(خلاصۃ المصائب صفحہ۱۰۲، توضیح عز۳۳۶/۱)

مرزا دبیر نے ایک مرثیہ محمد ابن عباسؑ کی شہادت پر تصنیف کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:-

جب حضرت عباسؑ کے بھائیوں کے لاشے میدان جنگ سے آ چکے، تو حضرت عباسؑ خیمے میں تشریف لے گئے۔

عباسؑ نے زوجہ کو پکارا اِدھر آؤ
چھوٹی سی کوئی تیغ و سپر ہوے تو لاؤ

پھر اپنے بیٹے محمد ابن عباسؑ کو آواز دی بیٹا باپ کی پہلی آواز پر دوڑتا ہوا آیا

روتے ہوئے بیٹے کے قریب آئے علمدار
شفقت سے لیا گود میں حسرت سے کیا پیار

پھر بیٹے سے عباسؑ نے فرمایا:-

شمشیر و سپر ہم تمھیں بندھواتے ہیں پیارے
اب دادا کا زیور تمھیں پہناتے ہیں پیارے

میرے لال تم فدیۂ علی اکبرؑ ہو، پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:-

اب صدقے پسر کرتا ہوں ہم شکل نبیؐ پر
پھر ہوں گا میں قربان حسینؑ ابن علیؑ پر

پھر زوجہ سے کہا کہ اب آپ اپنے لال کو رخصت کیجئے۔

ہمشکل محمدؐ پہ محمد کو فدا کیجئے!

تمام اہلِ حرم حضرت عباسؑ اور اُن کے فرزند محمد کے گرد جمع ہو گئے:-

Presented by www.ziaraat.com

رونے لگے سب صاحبِ اولاد بصد یاس
غل پڑ گیا بیٹے کو فدا کرتے ہیں عباسؑ

عباسؑ نے بیٹے کے ہتھیار سجائے۔

آراستہ غازی نے کیا بیٹے کو اک بار
قد چھوٹا سا چھوٹی سی سپر چھوٹی سی تلوار

عباسؑ نے فرزند سے کہا میرے لال تم حیدر کرّار کے پوتے ہو شان سے جنگ کرنا میں تمھاری لڑائی دیکھوں گا، بیٹے نے بہت پیار سے باپ کی خدمت میں عرض کی کہ۔

مرنے کا بھی ارمان ہے لڑنے کا بھی ارمان
دادا کی لڑائی کا دکھا دوں گا میں سامان

محمد ابن عباسؑ جب ماں سے رخصت طلب ہوئے قیامت کا منظر تھا:-

یارب کسی بیٹے سے جدا ہوے نہ مادر
ماں اُس کی تھی گو صابرہ پر بولی یہ رو کر
کچھ کہہ کے تو جاؤ کہ ہو تسکین مرے جی کو
منھ پھیر کے بولا کہ تمھیں سونپا چچی کو

حضرت عباسؑ، اپنے نورِ نظر کو امام حسینؑ کی خدمت میں لے کر آئے اور فرمایا کے اب غلام زادے کو میدانِ جنگ کی اجازت دیجئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا:-

عباسؑ! صبح سے تلواریں چل رہی ہیں، تیروں کی بارش ہے، اس بلاخیز گھڑی میں معصوم کو بھیجو گے۔

عباسؑ نے کہا:-

آقا یہ میرا بیٹا ہے، حیدر کرّار کا پوتا ہے، یہ جنگ کرے گا اور میں اس کی شجاعت دیکھوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا:-

عباسؑ! اگر تمہارا بیٹا قتل ہو گیا تو تمہاری نسل منقطع ہو جائے گی،

عباسؑ نے کہا:-

آقا! اس بات کا انتظام پہلے ہی کر چکا، چھوٹا بیٹا عبیداللہ مدینے میں ہے جس کو مادر گرامی اُمّ البنینؑ کے پاس اُن کی خدمت کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

اچھا عباسؑ! جیسی تمہاری مرضی،

محمد ابن عباسؑ کو میدانِ جنگ کی اجازت مل گئی، عباسؑ نے بیٹے کو گھوڑے پر سوار کر دیا اور اب کہا، حیدر کرّار کے پوتے ہو میدانِ جنگ سے منھ نہ موڑنا، بڑھ بڑھ کے حملے کرنا۔

محمد ابن عباسؑ میدانِ جنگ میں پہنچے اور رجز پڑھا:-

عباسؑ غلام شہ دیں میرا پدر ہے
اور دادا امامِ ملک و جن و بشر ہے
بس کھیل چکا بھائیوں کے ساتھ وطن میں
تلواروں سے اب کھیلنے کو آیا ہوں رن میں

محمد ابنِ عباسؑ نے لشکر پر حملہ کیا، شجاعت کے ساتھ لڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے:-

بے رحم جو تھے طیش میں آئے وہ ستم گر — مینہ تیروں کا برسا دیا اُس تشنہ دہن پر
آواز یہ عباسؑ نے دی ہاتھ اُٹھا کر — ہاں پوتے یداللہ کے ہاں فدیۂ اکبرؑ

Presented by www.ziaraat.com

شرمندہ شجاعوں میں نہ کیجو کہیں ہم کو
کٹ جائے جو سر بھی تو ہٹانا نہ قدم کو

بڑھ بڑھ کے لگانے لگا وہ چھوٹی سی شمشیر   پھر حوصلہ کیا تھا جو بھڑے لشکرِ بے پیر
کیا کیا تھے رفیق اُن کے دم دار و دم گیر   تائید خدا روح علیؑ الفتِ شبیرؑ
یہ خوف دم ضرب تھا اُس شیر کا رن میں
وہ تیغیں بھی چھپتی پھریں اعدا کے بدن میں

یہ شیر گراتا تھا وہاں لاش پہ جو لاش   شہ کہتے تھے شاباش بھتیجے مرے شاباش
کیا حضرت عباسؑ کا دل ہوتا تھا بشاش   کہتے تھے کہ اے شاہ خطا پوش و عطا پاش
یہ زور ہے فرزند پیمبرؐ کا تصدق
اکبرؑ کا تصدق ہے اور اصغرؑ کا تصدق

گو پیاسا تھا کم سن تھا پہ وہ خوب لڑا واہ   نیزہ دل نازک پہ لگا اتنے میں ناگاہ
دل تھام کے لختِ دلِ زہراؑ نے تو کی آہ   عباسؑ علی بولے کہ المنّتہ للّٰہ
دعوے جو انھیں بھائی کی الفت کے بڑے تھے
جس جا پہ کھڑے تھے وہیں چپکے یہ کھڑے تھے

محمد ابن عباسؑ کی صدا میدان سے آئی، چچا جان میرا آخری سلام، بابا آپ پر میرا آخری سلام۔

عباسؑ نے گھوڑا بڑھایا کہ بیٹے کی لاش پر پہنچیں، حسینؑ نے عباسؑ سے پہلے میدان کا قصد کیا اور عباسؑ کے سامنے آ کر کہا عباسؑ کہاں جا رہے ہو،

عباسؑ نے کہا، آقا میرا بیٹا گھوڑے سے گر گیا۔

عباسؑ تمہارے بیٹے کا لاشہ حسینؑ لائے گا، باپ بیٹے کا لاشہ نہیں اٹھاتا۔ (بعد عصر

حسینؑ نے لاشِ علی اکبرؑ اٹھائی تو عباسؑ کو بہت یاد کیا تھا)۔

حسینؑ مقتل میں گئے، عباسؑ کے بیٹے کا لاشہ اٹھا کر لے آئے۔

راوی کہتا ہے اس وقت میں نے دیکھا:-

کیا دیکھتا ہوں جا کے علمدار کے میں پاس
قبلے کی طرف شکر کے سجدے میں ہیں عباسؑ

فرزندِ عباسؑ کا لاشہ درِ خیمے پر آیا، زوجۂ عباسؑ نے پکار کے کہا:-

میدان سے فرزندِ دلیر آیا ہے میرا
پردے کو اُٹھاؤ کوئی شیر آیا ہے میرا

تمام سیدانیوں میں کہرام مچ گیا:-

سب قافلہ سادات کا دروازے پہ آیا   اور زوجۂ عباسؑ نے پردے کو اٹھایا
لاشہ لیے آیا اسداللہ کا جایا   اور ننھی سی مسند پہ محمد کو لٹایا
پھر نوحہ تھا اور عترتِ شاہِ شہدا تھی
پھر گیسوئے سادات تھے اور خاکِ عزا تھی

زینبؑ نے کہا ہائے بھتیجے مرے پیارے   واری یہ پھوپھی مر گئی مرنے سے تمھارے
ماں باپ کے ارمان لگے گور کنارے   ماں بولی مجھے سونپ کے تم کس کو سدھارے
صدقے گئی کیا شیر سے مسند پہ ہو سوتے
ماں ہوتی جو پیاری تمھیں جان اپنی نہ کھوتے

امام حسینؑ نے بھتیجے کی لاش اٹھائی گنجِ شہیداں میں پہنچا کر واپس آ گئے۔

شہزادۂ قاسمؑ ابن عباسؑ علمدار (شہید کربلا)

جب محمد ابن عباسؑ کی شہادت ان کے حقیقی بھائی قاسم ابن عباسؑ علمدار نے اپنی

Presented by www.ziaraat.com

آنکھوں سے دیکھی تو بے چین ہوگئے اور کہنے لگے کہ اب اے بھائی تمہاری موت کے بعد میری زندگی مشکل ہوگئی، یہ کہہ کر آپ میدان کارزار کی طرف چلے ابو اسحاق اسفرائنی لکھتے ہیں:-

''حضرت قاسم ابن عباس علمدار جب میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ آپ کا سن مبارک ۱۹ برس کا ہے۔ آپ رزم گاہ کربلا کی طرف روانہ ہوکر میدان میں پہنچے اور رجز کے یہ اشعار پڑھنے لگے:-

الیکم من نبیؐ المختار ضرباً
یشیب لهولة الطفل الرضیع

''میں تم پر نبیؐ مختار کے صدقے میں ایسا حملہ کروں گا کہ تمہارا دودھ پیتا بچہ بھی خوف اور ہول کی وجہ سے بوڑھا ہو جائے گا''۔

الا یا معشر اکفار جمعاً
بکل منهم خضب قطیع

''اے سارے کافرو! سنو! میں تم میں سے ہر ایک کو ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا''۔

رجز پڑھنے کے بعد آپ نے ایک زبردست حملہ کیا۔ اس کے بعد پیہم حملے کرتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ سو دشمنوں کو قتل کیا، بھوک اور پیاس پھر زخموں کی شدت نے دبی ہوئی پیاس کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ آپ فوراً امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی چچا جان میری آنکھوں میں پیاس سے حلقے پڑ گئے ہیں، تھوڑا سا پانی عنایت فرمایئے تاکہ دشمنوں سے لڑنے کے پھر قابل ہو جاؤں، یہ سن کر مجبور امام نے فرمایا، بیٹا! تھوڑی دیر اور صبر کرو، تمہیں تمہارے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جام سے سیراب کریں گے کہ پھر تم کو کبھی پیاس نہ لگے گی، یہ سن کر قاسم ابن عباسؑ پھر

میدان کارزار کی طرف واپس گئے اور دشمنوں پر حملہ کیا، اس حملے میں آپ نے بیس اشقیا کو قتل کیا، لڑتے لڑتے قاسم ابن عباسؑ شہید ہو گئے، امام حسینؑ میدان کارزار میں تشریف لائے، دشمنوں سے جنگ کی چار سو دشمنوں کو قتل کر کے حضرت عباسؑ کے فرزند کی لاش مقتل میں لا کر رکھ دی۔ (ملاحظہ ہو۔ نور العین فی مشہد الحسین، ابو اسحاق اسفرائنی ۵۲، ۵۳۔ خلاصۃ المصائب ۱۰۲ و توضیح عزا صفحہ ۲۲۰)

شہزادۂ فضل ابن عباسؑ علمدار اور شہزادۂ حسن ابن عباسؑ علمدار:

حضرت عباسؑ کے یہ دونوں فرزند بہت کمسن تھے، حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد زندہ تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ دونوں میں ایک مدینے واپس آیا ہے یا پھر دونوں کربلا میں شہید کر دیئے گئے۔

اِن دونوں شہزادوں کا ذکر مرثیہ نگار شعرا نے کیا ہے، حضرت عباسؑ رخصت ہو کر پیاسے بچوں کے لیے پانی لینے جا رہے ہیں اُس وقت زوجہ سے دونوں معصوم بچوں کے لیے وصیت کرتے ہیں:-

زوجہ کی طرف دیکھ کے بولے بدلِ زار — کمسن ہیں یہ ان دونوں سے غربت میں خبردار
کی عرض کہ کچھ میں بھی کروں دردِ دل اظہار — فرمایا نہیں اس سے سوا فرصتِ گفتار
خالق کی انھی حفظ و حمایت میں دیا ہے
جس کی یہ امانت ہیں سپرد اُس کو کیا ہے
ہاں اک یہ وصیت ہے اگر تم کو رہے یاد — مرنے پہ بھی رہتی ہے وہی الفتِ اولاد
بچ جائیں جو ہر طرح کی آفت سے یہ ناشاد — اور تم بھی ہو قیدِ غم و اندوہ سے آزاد
کرنا عمل اُس وقت وصیت پہ ہماری
خود لے کے انھیں آئیو تربت پہ ہماری

Presented by www.ziaraat.com

کہنے لگی وہ زخمیٔ تیغِ غمِ فرقت — جیتی ہوں تو آنکھوں سے کروں گی میں یہ خدمت
اس وقت بگڑنے میں ہی واہ ری قسمت — بے مانگے ہوئے دے چلے آنے کی اجازت
کیوں کڑھتے ہو یہ لال تو پروان چڑھیں گے
میں قبر کو جھاڑوں گی یہ قرآن پڑھیں گے

(میر عارف)

حضرت عباسؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ فرات سے عباسؑ کا خوں بھرا علم لے کر خیمے میں آئے، علم کے گرد پیاسے بچوں اور سیدانیوں کا اژدحام تھا، اس وقت حضرت عباسؑ کے یہ دونوں معصوم بچے بھی زیرِ علم آکر کھڑے ہوگئے، میر انیس کہتے ہیں:-

زیرِ علم کھڑے تھے جو عباسؑ کے پسر — تکمہ کھلا تھا ایک کا اک تھا برہنہ سر
ماں نے جو طوق اُتارے تھے اور کان کے گُہر — سہما ہوا تھا ایک تو اک پیٹتا تھا سر
زلفوں پہ گرد تھی تو رُخوں پر غُبار تھا
چہروں سے دردِ بے پدری آشکار تھا

چھوٹا یہ شہؑ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا — بابا ہمارے گھر میں کب آئیں گے کیوں چچا
آیا علم یہ اُن کے نہ آنے کی وجہ کیا — چھوٹے سے تب رو کے بڑے بھائی نے کہا
اماں کی مانگ اُجڑ گئی صدمے گذر گئے
بھیّا تمھیں خبر نہیں بابا تو مر گئے

سن کر یہ سوئے نہر چلا پیٹتا وہ سر — گھبرا کے بولے شاہ کہ بیٹا چلے کدھر
کی عرض شہؑ سے ننھے سے ہاتھوں کو جوڑ کر — بابا کی لاش اٹھانے کو جاتا ہوں نہر پر
میّت نہ اُٹھ سکے گی تو خالی نہ آئیں گے

دامن میں ہم کٹے ہوئے ہاتھوں کو لائیں گے

(میر انیس)

حضرت عبیداللہ ابن عباسؑ علمدار:

حضرت عبیداللہ ابن عباسؑ علمدار حضرت اُمّ البنینؑ کے پانچویں پوتے ہیں۔ آپ کربلا نہیں گئے۔ اپنی دادی اُمّ البنینؑ کی خدمت میں حاضر رہے مدینے میں قیام تھا۔ اس وقت اُن کا سن پانچ اور سات برس بتایا جاتا ہے۔ اہلحرم کی مدینے واپسی کے وقت جب بشیر بن جزلم نے مدینے میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر سنائی اور کہا کہ حضرتِ سید سجادؑ لٹا ہوا قافلہ ساتھ لے کر آئے ہیں تو حضرت اُمّ البنینؑ اپنے پوتے عبیداللہ کے ہمراہ روضۂ رسول پر تشریف لائیں۔

اس موقع پر مقاتل میں ایک ہی روایت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے کہ عبیداللہ ابن عباسؑ کی گفتگو بشیر سے ہوئی۔

"اس عالم میں ایک خوبصورت بچے کو بشیر نے دیکھا جو ایک معظّمہ کے ساتھ ہے، بچے نے آگے بڑھ کر بشیر سے پوچھا۔

بشیر! تو نے کہا کہ ہمارے آقا امام حسینؑ شہید ہوگئے، یہ بتا میرے بابا آئے ہیں یا نہیں؟.... بابا آئے ہوں تو میں اچھے کپڑے پہن کر آؤں ورنہ سیاہ لباس پہن لوں"۔

بشیر نے پوچھا شہزادے! آپ کا بابا کون ہے اور آپ کس کے انتظار میں ہیں۔

عبیداللہ ابن عباسؑ علمدار نے کہا، میرے بابا عباسؑ، علمدار ہیں"۔

بشیر کا دل تڑپ گیا...... سر جھکا کر بولا...... شہزادے اب ماتمی لباس پہن لیجئے...... آپ کے بابا کربلا کے میدان میں فرات کے کنارے شہید کر دیئے گئے۔

(ریاض القدس صفحہ ۱۵۸)

Presented by www.ziaraat.com

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک جناب عبیداللہ کی بڑی اہمیت تھی، لہٰذا جب بھی امام کی نظران پر پڑتی تو آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے تھے۔ لوگوں نے حضرت سے گریہ کی وجہ پوچھی تو فرمایا:-

کربلا میں عباسؑ علمدار کا کارنامہ یاد آ جاتا ہے اور بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔

جناب عبیداللہ ابن عباسؑ اپنی دادی اُمّ البنینؑ کی بے انتہا خدمت فرماتے تھے۔ جب جنت البقیع جاتی تھیں یہ بھی اُن کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔

جناب عبیداللہ جب جوان ہوئے اُن کا شمار جلیل القدر علماء میں ہونے لگا، حسن و کمال میں بے نظیر تھے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے شاگردوں اور صحابیوں میں آپ کا شمار ہے امام علیہ السلام آپ کی بہت تکریم فرماتے تھے۔

جناب عبیداللہ ابن عباسؑ نے تین شادیاں کی تھیں، تینوں ازواج کے نام ہیں:-

۱۔ جناب رقیہ دختر امام حسن علیہ السلام

۲۔ دختر معبد بن عبداللہ بن عباسؑ بن عبدالمطلب

۳۔ دختر میسور بن مخزمہ زبیری

جناب عبیداللہ ابن عباسؑ علمدار نے ۱۵۵ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کثیر الاولاد تھے ان میں سے ایک فرزند حسن ہیں جن کی اولاد میں سے علماء، اُمراء، اشراف لوگ پیدا ہوئے، یہاں تک کہ عراق، یمن، ہندوستان، طبرستان، شام، مصر، ایران وغیرہ میں پھیل گئے۔

جناب حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار:

جناب حسن نے ۶۷ برس کی زندگی پائی، آپ کے پانچ فرزند تھے۔

۱۔فضل ۲۔حمزہ ۳۔ابراہیم ۴۔عباس ۵۔عبداللہ یہ پانچوں بھائی اپنے وقت

کے مشاہیر علماء وادبا اور اہلِ شعروسخن تھے۔

ان پانچوں بھائیوں سے جو اولاد ہوئی نسل در نسل سب کے سب عالم، فاضل، ابرار، متقی، عظیم شان کے مالک، کریم و سخی، جلالتِ عظمت، علم، حلم، زہد، عبادت، سخاوت، خطابت میں جواب نہ رکھتے تھے۔ عوام اُن کے علوم و کمالات سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہے۔

﴿۱﴾ فضل بن حسن بن عبیداللہ ابن عباس علمدارؑ:

جناب فضل۔ مرد فصیح و متکلم، دین کے معاملے میں شدید اور عظیم شجاعت کے مالک تھے۔ اپنے وقت کے عظیم ترین ادیب اور شجاع تھے۔ ان کے تین فرزند تھے اور تینوں ادیب تھے۔ (عمدۃ الطالب)

فضل اپنے بھائیوں میں فصیح متکلم حاضر جواب باتقویٰ اور شجاع تھے۔ خلفاء آپ کو عظمت کی نظر سے دیکھتے اور ''ابن الہاشمیہ'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (مقرم صفحہ ۳۰۹)

ان کی نسل تین بیٹوں سے چلی ان میں سے ہر ایک کی اولادیں تھیں جو قم طبرستان میں پھیلی ہوئی تھیں اور جو اپنے اپنے وقت کے ادیب و شاعر تھے۔

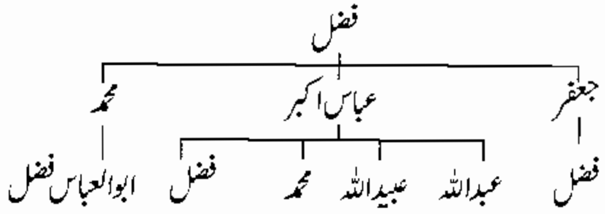

ابوالعباس فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار:

آپ کے والد محمد بن فضل اور دادا فضل بن حسن ہیں جو زبردست خطیب و شاعر گذرے ہیں۔ ان کے اشعار میں سے ایک مرثیہ ہے جو انھوں نے اپنے جد بزرگوار

Presented by www.ziaraat.com

حضرت عباسؑ کے متعلق کہا ہے۔ فضل صاحبِ اولاد ہیں۔ (احسن المقال صفحہ ۲۲۴)

مولانا سید آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

فضل بن محمد بن فضل بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ بن علیؑ۔ پانچویں پشت کا تاثر یہ تھا...... **انی لاذکر للعباس موقف بکربلا وهام القوم تختطف** میں یاد دلاتا ہوں دشت کربلا میں حضرت عباسؑ کی (بلند) جگہ کو جب (اعداء دین کے) سروں کی بارش تھی **یحمی الحسین ویحمیه علی ظماء لایولی ولا یتثنی فیختلف** وہ تشنہ لبی میں حسینؑ کی حمایت کر رہے تھے نہ اُنھوں نے دشمن کو پیٹھ دکھائی اور نہ اپنے حملوں میں کمزور ہوئے **ولا اری مشهدا یوما کمشهده مع الحسین علیه الفضل والشرف** (عباسؑ نے) امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہو کر جو فضل و شرف حاصل کیا وہ کسی شہادت میں اُن کی روز شہادت کا ایسا مجھے نظر نہ آیا۔ پانچ پشتوں میں کم وبیش ستر برس کا زمانہ گذرتا ہے اور دوسرے مصرعہ کا نتیجہ یہ ہے کہ سروں کی بارش اُسی وقت ممکن ہے جب وہ حضرت شمشیر بکف تسلیم کئے جائیں نیزوں سے سر نہیں کٹتے یہ مصرعہ رد ہے اُس کی جو کہتے ہیں کہ دستِ عباسؑ میں فقط نیزہ تھا۔

جعفر ابن فضل ابن حسن

ان کا لقب غریب تھا اور ان کی قبر شیراز میں ہے اور سید حاجی غریب کے نام سے مشہور ہیں۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۲۱۲)

﴿۲﴾ حمزہ اکبر ابن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار:

حمزہ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت علیؑ کے ساتھ شباہت رکھتے تھے۔ اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق مامون رشید نے اپنے قلم سے لکھا کہ حمزہ بن حسن شبیہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ایک لاکھ درہم دیئے جائیں۔

بقول ''علامہ مقرم'' ان کی شادی جناب عبداللہ بن جعفر طیار کے فرزند علی بن عبداللہ کے بیٹے حسین کی دختر زینبؑ سے ہوئی تھی۔ جن کے دادا کو لوگ علی زینبی کے نام سے یاد کرتے تھے اور ان کی شہرت ان کی مادر گرامی جناب زینبؑ کبریٰ کی وجہ سے تھی۔

علی بن حمزہ بن حسن:

صاحب خلاصہ نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے۔ نجاشی کے نزدیک ثقہ راوی حدیث ہیں۔ ایک نسخہ کتاب ان کے پاس تھا جس کی ساری احادیث امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کرتے تھے (کبریت احمر۔ ۳۸۱)

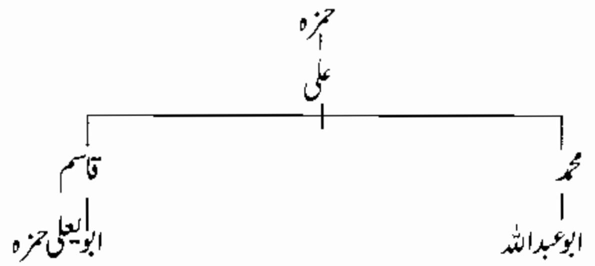

محمد بن علی بن حمزہ:

حمزہ ابن حسن ابن عبیداللہ کے پوتے ہیں۔ فاضل اجمل اور بہترین شاعر تھے۔ شیخ نجاشی نے ان کو ثقہ کہا ہے اور صحیح الاعتقاد تھے۔

بصرہ میں قیام تھا۔ انھوں نے امام رضا علیہ السلام سے روایت حدیث کی ہے۔ وہ اپنے وقت کے معروف عالم اور شاعر تھے۔ ۲۸۶ ھجری میں وفات ہوئی۔ (عمدة الطالب)

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے راوی تھے۔ اُن کی

Presented by www.ziaraat.com

اولاد سمرقند اور طبرستان میں سکونت پذیر ہوئی۔ سب کے سب عظیم القدر اور اپنے علاقے کے قاضی گذرے ہیں۔ (کبریتِ احمر)

ابوعبیداللہ بن محمد:

ابوعبیداللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ادیب اور شاعر اور عالم اور راویٔ اخبار تھے۔ اپنے والد محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار سے روایت کرتے ہیں۔ اپنے استاد کی وساطت سے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب خدا کسی مخلوق پر غضبناک ہوتا ہے اور ان کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا (مثلاً ہوا اور اس قسم کے دوسرے عذابوں کے ساتھ انھیں ہلاک کرتا کہ جن کے ساتھ اس نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے) تو پھر ایسی مخلوق پیدا کر دیتا ہے جو خدا کو نہیں پہچانتی اور وہ انھیں عذاب کرتی ہے۔ (احسن المقال صفحہ ۲۲۴)

ابوعبیداللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔

آپ آلِ محمدؐ کے نزدیک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ جس وقت حکومت وقت کو یہ خبر ملی کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند امام مہدیٔ عصر ظلم و جور کو تہس نہس کر دے گا تو حکومت کے جاسوس امام عصرؑ کے بیت الشرف میں آپ کی والدہ ماجدہ کی تلاش میں داخل ہوئے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کا وقت قریب آ پہنچا تھا۔ جناب نرجسؑ خاتون حالتِ اضطراب میں با حالِ پریشان پانچ برس کے بیٹے حضرت امام عصرؑ کو گود میں لیے ہوئے خدمتِ امام حسن عسکریؑ میں حاضر تھیں۔

آپ گریہ فرما رہی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ اے مرے سیّد و سردار اے مرے والی و وارث گھر کو دشمنوں نے گھیر لیا ہے عنقریب میرے لال کو اور مجھے گرفتار کر لیا جائے گا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:-

نرجسؑ پریشان نہ ہو، دجلہ کے کنارے جاؤ ایک کشتی موجود ہے، اس پر میرے بیٹے کو لے کر بیٹھ جاؤ سرمن رائے کے ایک کوچے میں تمہیں ایک مکان ملے گا۔ اس مکان سے ایک بزرگ نکلیں گے جو ہمارے فرزند اور تمہاری حفاظت کریں گے۔

جناب نرجس خاتون نے فرمایا:-

''آقا! وہ کون بزرگ ہیں''

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:-

نرجس سنو! کربلا میں ہمارے چچا عباسؑ علمدار نے اپنی اولاد کو قسم دی تھی کہ جب تک دنیا میں رہنا میرے آقا حسین ابن علیؑ کی اولاد کی حفاظت کرتے رہنا، عباس ابن علیؑ کی اولاد ہر دور میں نسلِ حسینؑ کی حفاظت کرتی رہی ہے۔ چچا عباسؑ کی اولاد میں ایک بزرگ ابوعبیداللہ اس مکان میں تمہاری حفاظت کریں گے۔

فہرستِ نجاشی میں لکھا ہے کہ جناب ابوعبیداللہ بن محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار نے جناب نرجس خاتون کو اپنے گھر میں چھپا دیا تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس گھر میں نرجس خاتون سلام اللہ علیہا تشریف فرما ہوں گی اس گھر میں بہرحال امام عصر علیہ السلام کی آمد و رفت ہوگی، وہ گھر عزت و شرف کا حامل ہوگا۔

آپ نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے روایات نقل فرمائی ہیں۔ زبردست عالم و شاعر اور عوام میں قابلِ احترام شخصیت تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

ابومحمد القاسم:

بنی حمزہ میں سے ہیں ابومحمد قاسم بن حمزۃ الاکبر جو یمن میں بڑی عظمت کے مالک تھے اور وہ بہت خوبصورت اور وجیہ تھے اور زہد کی طرف چونکہ طبیعت بہت مائل تھی لہٰذا لوگ انھیں صوفی کہا کرتے تھے۔

ابویعلی حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ:

بنی حمزہ میں سے ابویعلی حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار ہیں۔ ثقہ جلیل القدر ہیں کہ جن کا شیخ نجاشی اور دوسرے علما نے تذکرہ کیا ہے۔ آپ اپنے وقت کے عظیم ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔ تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں آپ کا دورِ حیات تھا جس کی وجہ سے آپ کلینیؒ (صاحبِ کافی) کے ہم عصر تھے۔ ان کی قبر حلّہ میں ہے۔ (احسن المقال ۲۲۶)

شیخ نجاشی نے نجم الثاقب میں بیان کیا ہے کہ غیبتِ کبریٰ میں حضرت امام صاحب العصرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ابویعلی حمزہ، سید جلیل القدر ہیں چھ واسطوں سے آپ کا نسب حضرت ابوالفضل العباس تک پہنچتا ہے میرزا محمد علی اردوبادی نے آپ کی حیات وکارنامے پر ایک کتاب تالیف فرمائی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں،

> ''ابویعلی، علمائے اہلِ بیتؑ میں سے ہیں خاندان وحی اور بوستان ہاشم کی نمایاں فرد ہیں، آپ کا شمار مشائخ روایت میں ہوتا ہے آپ علماء اعلام کے لیے علوم آل محمدؐ کا مرجع تھے جن علمی شخصیتوں نے آپ سے استفادے کیے ان میں حسب ذیل ہیں۔

(ب) ابومحمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری ہیں آپ کا شمار بزرگ علمائے شیعہ میں ہوتا

ہے ۳۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔

(ج) حسین بن ہاشم مودّب،

(د) علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق اور حسین بن ہاشم یہ دونوں مشائخ شیخ صدوق ابن بابویہ قمی ہیں۔

(ہ) علی بن محمد قلانسی، عبداللہ غضائری جو علم رجال کے ماہر تھے ان کے مشائخ میں ہیں۔

(و) ابوعبداللہ حسین بن علی خزاز قمی۔

حالات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب حمزہ زمانہ مرحوم کلینی میں تھے تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوائل تک زندہ رہے اسی لیے آغا بزرگ تہرانی نے اپنی کتاب ''نابغۃ الرواۃ فی رابعۃ المئات'' میں جناب حمزہ کی بہت تعریف کی ہے۔

جناب حمزہ کے علمی آثار میں، کتاب التوحید، کتاب الزیارات، المناسک کتاب الرد علی محمد بن جعفر اسدی، اور من روی عن جعفرؑ بن محمدؑ ہے۔ نجاشی و علامہ نے ان کتابوں کی بہت تعریف کی ہے۔

آغا بزرگ تہرانی نے جناب حمزہ کو علماء رجال میں شمار کرتے ہوئے اپنی کتاب رجال میں ذکر کیا ہے۔ (مصفی المقال فی مصنفی علماء رجال)

نجاشی کی کتابوں کی سندیں ابن غضائری کے ذریعہ قلانسی تک منتہی ہوتی ہیں اور قلانسی سے جناب حمزہ تک پہنچتی ہیں۔

متقدمین و متاخرین سبھی علماء نے حمزہ کو موثق و معتبر قرار دیا ہے۔ مرحوم شیخ عباس قمی نے انہیں ان علماء میں قرار دیا ہے جو صاحب اجازۂ حدیث تھے اس لیے سبھی علماء رجال نے آپ کو علم و تقویٰ سے متصف کیا ہے۔ (نجاشی، علامہ مجلسی، مامقانی، شیخ عباس قمی)

Presented by www.ziaraat.com

اگر چہ صاحب اجازۂ حدیث ہونا جناب حمزہ کے لیے کوئی مرتبہ نہیں ہے کیوں کہ صاحب اجازۂ حدیث ہونا ناشناختہ افراد کے لیے ہوا کرتا ہے جناب حمزہ تمام علماء رجال کے لیے معروف تھے جیسا کہ گذشتہ صفحے میں ذکر ہو چکا ہے، آپ کے مقبرہ سے جو کرامات ظاہر ہوئے ہیں وہ خود آپ کی عظمت کے گواہ ہیں، جناب حمزہ علمائے اہلِ بیت علیہم السلام کی نمایاں فرد ہیں ساری خصوصیتیں اور خصلتیں ان کی ذاتی ہیں آپ کسی کی توثیق وتائید کے محتاج نہیں ہیں خود بے شمار حدیثوں کا آپ سے نقل ہونا آپ کی بزرگی ومنزلت کے لیے کافی ہے حضرات ائمہ طاہرینؑ نے فرمایا ہے:

ہمارے علماء کی قدر ومنزلت کا انحصار ہماری روایت کے بقدر ہے، معصومؑ کا یہ ارشاد اس بات کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے کہ علمائے اہلِ بیتؑ کو زیادہ سے زیادہ احادیث آئمہ اطہار علیہم السلام میں دقت وکاوش کرنا چاہیے تاکہ آپ کے معارف عوام تک زیادہ سے زیادہ منتقل ہوسکیں۔ کیونکہ یہی چیزیں انسان کو خدا سے قریب کرتی ہیں۔

جناب حمزہ میں دونوں باتیں جمع تھیں وہ ایک طرف شجرۂ طیبہ رسالت کی فرد تھے دوسری طرف احادیث ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مستند راوی۔

جناب حمزہ کے مشائخ روایت کی ایک فہرست ہے جو رجال واحادیث کی کتابوں سے جستجو کے بعد فراہم کی گئی ہے، مثلاً رجال شیخ، فہرست نجاشی، کمال الدین شیخ صدوق وہ مشائخ یہ ہیں۔

(۱) سعد بن عبداللہ اشعری (۲) حسن بن میثل (۳) محمد بن اسمٰعیل بن زارویہ قمی (۴) علی بن عبداللہ بن یحییٰ (۵) جعفر بن مالک، فزاری کوفی (۶) ابوالحسن علی بن جنید رازی (۷) اور ان مشائخ میں سب سے زیادہ جن سے جناب حمزہ نے استفادہ کیا وہ آپ کے چچازاد بھائی ابوعبیداللہ ہیں، ابوعبیداللہ مذکور

آل محمدؐ کے نزدیک نمایاں مقام رکھتے تھے جس وقت حکومت وقت کو یہ خبر ملی کہ امام حسن عسکریؑ کا فرزند ظلم وجور کو تہس نہس کر دے گا تو حکومت کے جاسوس امام عصرؑ کے بیت الشرف میں آپ کی والدہ ماجدہ کی تلاش میں داخل ہوئے جناب ابوعبیداللہ نے جناب نرجس خاتون کو اپنے گھر میں چھپا دیا تاکہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

(فہرست نجاشی)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس گھر میں نرجس خاتون سلام اللہ علیہا تشریف فرما ہوں گی اس گھر میں بہرحال امام عصرؑ کی آمد ورفت ہوگی، وہ گھر عزت وشرف کا حامل ہوگا۔

حضرت امام عصرؑ سے ابوعبیداللہ کے اس گہرے ارتباط کے بعد ان کے لیے پھر کسی تائید کی ضرورت نہیں، یہ ابوعبیداللہ جناب حمزہ کے مشائخ میں ہیں لہٰذا اب جناب حمزہ کے لیے بھی کسی توثیق کی ضرورت نہیں ہے۔

ابن عبنہ نے اپنی کتاب عمدہ، میں لکھا ہے کہ ابوعبیداللہ نے بصرہ میں سکونت کی حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور دوسرے ائمہ طاہرینؑ سے روایتیں نقل کیں ابو عبیداللہ نے بصرہ کے باہر بھی روایات ائمہ طاہرین علیہم السلام نقل فرمائی ہیں، عالم و شاعر اور عوام میں قابل احترام شخصیت تھے۔

نجاشی کا خیال ہے کہ ابوعبیداللہ نے امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکری علیہ السلام سے بھی حدیثیں نقل کی ہیں اور معصومؑ سے مکاتبات بھی تھے اور ایک کتاب بھی تالیف کی تھی جس کا نام مقاتل الطالبین تھا، جو ابوالفرج اصفہانی سے علیحدہ تھی۔

نجاشی اور دوسرے علماء نے بھی آپ کے جد علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ ابن حضرت عباسؑ علمدار کی وثاقت کی تائید کی ہے، جناب حمزہ کا مقبرہ حلہ میں آج بھی

Presented by www.ziaraat.com

''قریہ حمزہ'' میں مومنین کے لیے زیارت گاہ ہے آپ کے حرم سے کرامات بھی ظاہر ہوتے ہیں اور دردمند دلوں کی مرادیں بھی پوری ہوتی رہتی ہیں پہلے آپ کے لیے یہ کہا جاتا تھا کہ آپ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند ہیں لیکن بعد کے محققین نے یہ ثابت کیا کہ حمزہ فرزند امام ہفتمؑ کی قبر شاہ عبدالعظیم کے پہلو میں ہے۔

حلّے میں حمزہ کا روضہ:

مرحوم فقیہ بزرگ مہدی قزوینی جس وقت تبلیغ کے سلسلہ سے حلّہ میں مقیم تھے بنی زید کی تبلیغ کے لیے مزار حمزہ سے گذرے لیکن زیارت نہیں کی، کسی موقع پر جب آپ وہاں سے دوبارہ گذرے تو اہلِ قریہ نے زیارت جناب حمزہ کی درخواست کی لیکن فقیہ قزوینی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ جس کو پہچانتا نہیں اس کی زیارت کے لیے نہیں جاؤں گا، شب سید قزوینی نے اسی قریہ میں گذاری صبح کو دوسری بستی میں جانا تھا نماز شب پڑھی طلوع سحر کے انتظار میں جانماز پر بیٹھے تھے کہ اسی بستی کے ایک سید جو متقی و پرہیزگار تھے جنہیں سید قزوینی پہلے سے جانتے تھے وارد ہوئے سلام کیا اور کہا: سیّد قزوینی آپ نے قبر حمزہ کی زیارت نہیں کی اور نہ اس کو اہمیت دی، سید قزوینی نے فرمایا: ہاں زیارت نہیں کی چونکہ میں انہیں نہیں جانتا ہوں۔

سید علوی نے سید قزوینی کے جواب میں کہا: کہ عوام میں مشہور ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند حمزہ کی قبر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ قبر حمزہ بن قاسم کی ہے علمائے رجال نے آپ کی بہت مدح سرائی فرمائی ہے صاحب اجازۂ حدیث ہیں، لیکن سید قزوینی نے ایک عام مومن تصور کرتے ہوئے سید علوی کے بیان پر کوئی توجہ نہیں دی، صبح صادق کی تشخیص کے لیے مصلّے سے اٹھے وہ سید علوی بھی جدا ہو گئے نماز کے بعد سید قزوینی کے ہمراہ جو علم رجال کی کتابیں تھیں اس کو دیکھا تو جناب حمزہ کے لیے

حرف بحرف وہی پایا جس کی خبر صبح کو سید علوی نے دی تھی۔

صبح کے وقت جب مومنین آپ کی ملاقات کے لیے جمع ہوئے تو وہ سید بھی دکھائی دیئے جو نماز صبح کے قبل سید قزوینی سے ملے تھے سید نے انھیں بلایا اور پوچھا آپ نے جو صبح کو باتیں کہی تھیں اس کو کس کتاب میں دیکھا تھا ان سیّد نے قسم کے بعد کہا کہ وہ اصلاً شب میں اس بستی میں نہیں تھے۔

پھر سید قزوینی متوجہ ہوئے کہ! وہ سید علوی حضرت بقیۃ اللہ الاعظم تھے اس واقعہ کے بعد سید قزوینی رحمہ اللہ جناب حمزہ کی زیارت کے لیے چلے اور کہا کہ مجھے اب کوئی شک نہیں ہے، ان کے اس عمل کے بعد مومنین کی توجہ بھی زیادہ ہوگئی پھر بعد میں سید قزوینی نے ''فلک النجاۃ'' میں اس کی تصدیق کی نتیجہ میں بعد کے علماء نے بھی آپ کی اتباع میں اس قبر کو حمزہ، فرزند قاسم کی قبر قرار دیا۔

حیدر المرجانی لکھتے ہیں:-

اسی طرح عبیداللہ اول فرزند حضرت عباس علیہ السلام کے ایک فرزند جن کا نام حمزہ تھا ان کا شجرہ یوں ہے۔ حمزۃ الغربی کنیت، ابویعلی علی بن قاسم ابن علی ابن حمزہ ابن حسن ابن عبیداللہ ابن عباس ہے چنانچہ بحرالعلوم نے ''تحفۃ العالم'' میں رجال نجاشی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اُن کی قبر حلّہ کے قریب۔ محلّہ زیدیہ میں اب تک موجود ہے۔ چنانچہ کمونہ نے اپنی کتاب مشاہد العترت میں لکھا ہے۔ حمزہ غربی کے روضہ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

ان کے مقبرے کی عمارت ۱۳۳۹ھجری میں سرنو تعمیر کی گئی۔ وہاں کے تاجروں کے سرمائے سے قبہ کی تزئین کی گئی تھی۔ اخیر میں ۱۹۸۴ مطابق ۱۳۹۴ھجری میں عراق کے

Presented by www.ziaraat.com

صدر احسن البکر (علیہ اللعنۃ) کے دورِ حکومت میں دوبارہ بنایا گیا۔ احسن البکر نے اپنی آنکھوں سے کرامات مشاہدہ کیا تھا۔ حمزہ ابن عبیداللہ کی خواب گاہ ابدی وہاں بہت مشہور ہے۔

روضے کی زیارت:

راقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) دومرتبہ ہم کربلائے معلیٰ زیارت کے لیے گئے۔ دونوں مرتبہ حلّہ میں جناب حمزہ کے روضے پر حاضری دی۔ آپ کا روضہ آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ گرد و نواح کے عرب مرد و زن نہایت ہی عقیدت سے روضہ پر حاضری دیتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ مالکِ کائنات اولادِ حضرت اُمّ البنینؑ اور نسلِ حضرت عباس علمدار کے اس جلیل القدر سیّد و عالمِ دین کے طفیل میں زائرین کی مرادوں کو پورا کرتا ہے اور اُن کے دامنِ تمنا کو گوہرِ مراد سے بھر دیتا ہے۔

میں جب دومرتبہ زیارت کے لیے گیا اتفاق سے میرے ساتھ دونوں مرتبہ برادرم سیّد ناصر رضا رضوی، ہمشیرہ عزیزہ سیدہ نسرین فاطمہ اور میرے دونوں بھانجے سیّد حسین رضا سلمہٗ اور سیّد عباس رضا سلمہٗ اور بھانجیاں سیدہ سبیکہ رضا، سیدہ انیسہ رضا، سیدہ سائنہ رضا بھی ساتھ تھے۔ دوسری مرتبہ کی زیارت میں ذاکرِ اہلِ بیتؑ سیّد ماجد رضا عابدی بھی ہمراہ تھے روضے پر ہم نے مجلس بھی منعقد کی اور نوحہ خوانی بھی ہوئی۔ اس وقت جناب حمزہ بن قاسم کی قبر پر حضرت عباسؑ کے روضے کی پرانی ضریح نصب کی گئی ہے۔

﴿۳﴾ ابراہیم (جردقہ) بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار:

ابراہیم جردقہ (روٹی تقسیم کرنے والا، سخی) یہ اپنے وقت کے زاہد، فقیہ اور ادیب تھے۔ ان کا شمار مشہور ادیبوں میں تھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔ حسنؔ، محمدؔ اور علیؔ۔

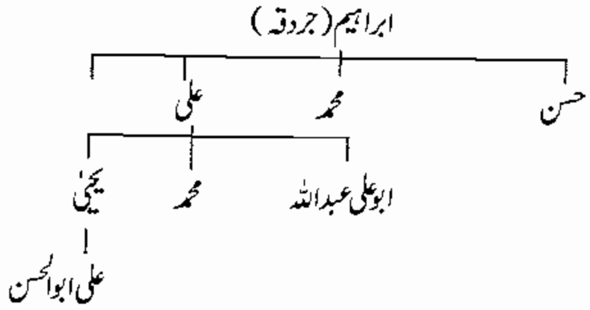

علی بن ابراہیم:

اسخیائے بنی ہاشم میں سے تھے اور صاحبِ عزت و وقار تھے۔ بڑے فیاض، سخی اور صاحبِ جاہ تھے۔ حشمت و جلالت کے مالک تھے۔ نہایت نرم دل۔ ۲۶۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے ۱۹ فرزند تھے ۱۹ میں سے کچھ بغداد میں رہے کچھ مصر اور بصرے چلے گئے۔

عبداللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ:

جن میں سے ایک عبداللہ بن علی بن ابراہیم جردقہ بغداد کے خطیب تھے اور ان کی کنیت ابوعلی تھی اور وہ اہلِ بغداد میں سے تھے۔ مصر میں جاکر وہیں سکونت اختیار کی اور ان کے پاس کچھ کتابیں "مجموعہ جعفریہ" کے نام کی تھیں جن میں فقہ اہلِ بیت ہے۔ اور انھیں شیعہ فقہ پر مشتمل بتایا جاتا ہے۔ ان کی وفات مصر میں ۳۱۲ھ میں ہوئی۔

(احسن المقال صفحہ ۲۲۶)

علی بن ابراہیم کے دوسرے فرزند محمد بن علی تھے جو بصرہ چلے گئے تھے۔ پائے کے عالم تھے یہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی حدیثوں کے راوی بھی ہیں۔ بڑے فقیہ، زاہد اور شاعر بھی تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

﴿۴﴾ عباسؑ (خطیب فصیح) بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار:

عباسؑ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار کی کنیت ابوالفضل ہے۔ اپنے وقت کے بہت بڑے ادیب تھے اُن کے کارنامے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ فصاحت بیان وشعر میں بنی ہاشم میں نمایاں و بے نظیر تھے وہ خطیب فصیح اور شاعر بلیغ تھے صاف گو اور جری تھے۔ ہارون رشید کے ہاں صاحبِ عزت واحترام تھے۔ کوئی ہاشمی ان سے زیادہ تیز گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔ مدینے میں آباد تھے ہارون رشید کے عہد میں بغداد آئے اور وہیں آباد ہوگئے۔ آپ کی جلالت وفضل وادب کی وجہ سے بادشاہ آپ کو کنیت سے مخاطب کرتا تھا۔ ''حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کے موقع پر دربارِ مامون رشید میں امام کی بارگاہ میں سب سے پہلے عباس ابنِ حسن (اولادِ حضرت عباس علمدار علیہ السلام) نے قصیدۂ تہنیت پڑھ کر سنایا۔ پھر عرب وعجم کے کثیر التعداد شعراء نے اپنے اپنے قصیدے پیش کئے (تحفۂ رضویہ از فوق بلگرامی صفحہ ۵۲۱)

بعض نے ان کے دس فرزند بتائے ہیں۔ بعض نے چار بیٹے بیان کئے ہیں۔

عباس

احمد — عبیداللہ — علی — عبداللہ

عبداللہ ابن عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار:

عبداللہ بن عباسؑ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار اپنے باپ کی طرح شاعر فصیح تھے والدہ کا نام افطیسہ تھا۔ مامون بہت عزت کرتا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مامون نے پاپیادہ جنازے میں شرکت کی مامون نے ان کو سردار ابن سردار کا لقب دیا تھا۔ ان کے فرزند حمزہ ہیں۔ حمزہ کی اولاد شام کے علاقے طبریہ میں ہے۔ حمزہ کے

فرزند ابوطیّب محمد بن حمزہ ہیں۔ (احسن المقال۔ ۲۲۷)

ابوطیّب محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن عباس:

آپ کا شجرہ یہ ہے:۔ ابوطیّب محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن عباس بن حسن بن عبیداللہ بن حضرت عباس علمدار،

آپ حمزہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ میں مروّت حد سے زیادہ تھی اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ صلۂ رحم بہت کرتے تھے جس کی وجہ سے بہت عظمت ومنزلت رکھتے تھے۔ اُردن کے علاقے طبریہ میں آپ کی بہت زیادہ جائداد تھی۔ شجاعت میں مشہور زمانہ تھے، حکومت قرامطہ کے دور میں اُن کو ظلم وزیادتی سے شہید کیا گیا۔ (حیدرالمرجانی)

طغج بن جف خرغانی نے حسد کی وجہ سے اپنے سپاہیوں کے ذریعے آپ کو قتل کردیا۔ یہ حادثہ ۲۹۱ھ میں ہوا۔ شعراء نے آپ کی وفات پر مرثیے اور سوگنامے کہے تھے (مقرم)

بنوشہید بن ابوطیّب محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن عباس بن حسن:

معلوم نہیں کہ بنوشہید ابوطیّب محمد کے بیٹے ہیں یا پوتے، بہرحال صاحب معجم الشعراء نے لکھا ہے کہ شاعر تھے اور اپنے بزرگوں کے کارناموں پر افتخار کرتے تھے۔ متوکل کے عہد کے بعد تک زندہ رہے۔ الغدیر میں علامہ امینی نے شعرائے غدیر میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ کتاب بحرالانساب میں بھی آپ کا ذکر ہے۔

﴿۵﴾ عبداللہ (امیرمکہ) بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدار:

عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس علمدارؑ۔ یہ حرمین کے قاضی القضاۃ تھے۔ آپ تمام بھائیوں میں سِن کے لحاظ سے بڑے تھے۔ لوگ ان کو امیر کہہ کر پکارے تھے

Presented by www.ziaraat.com

کیونکہ وہ حکومت عباسی کے ابتدائی دور میں مکہ اور مدینہ کے امیر کے منصب پر فائز رہے۔ (طبری، احسن المقال۔ ۲۲۷)

آپ سے زیادہ بارعب اور بامروت شخص دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ مامون کے زمانے میں حرمین کے متولی اور قاضی شہر تھے۔

آپ کے لیے محمد بن یوسف جعفری کا بیان ہے:

''ہیبت وحشمت و مروّت میں ان کے جیسا انسان نہیں دیکھا زمانہ مامون میں مدینہ و مکہ کے متولی اور انہیں دونوں شہروں کے قاضی بھی رہے۔ (طبری ج ا صفحہ ۳۵۵)

۲۰۴ھ اور ۲۰۶ھ میں مامون رشید نے امیر حج بھی معین کیا تھا مامون ہی کے زمانہ میں بغداد میں وفات پائی۔ (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۳۱۳)

عبداللہ بن حسن کے دو بیٹے تھے علی اور حسن

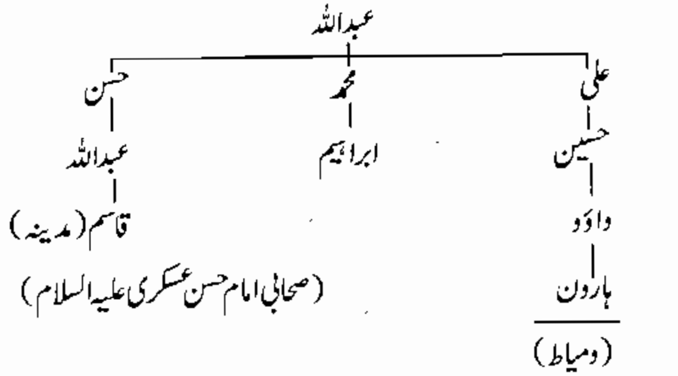

ابراہیم بن محمد:

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار آپ قزوین میں شہید کیے گئے۔ قبر بھی قزوین میں ہے۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۷۰)

علی بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ علمدار:

علی، آپ کی اولاد ''دمیاط'' میں ساکن ہوئی اور بنو ہارون کے نام سے مشہور رہی اور جو مقام ''فسا'' میں آباد ہوئی۔ اس کو ''بنو ہدہد'' کہا جانے لگا،

حسن بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ:

حسن، جناب علیؑ کے بھائی آپ کے فرزند عبداللہ ہیں۔

عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ:

عبداللہ بن حسن، آپ کے گیارہ لڑکے ہوئے۔

قاسم بن عبداللہ بن حسن بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ:

قاسم، عبداللہ کے بیٹے ہیں مکہ و مدینہ کے حاکم و قاضی تھے، مدینہ منورہ میں صاحب الرائے اور متکلم شمار ہوتے تھے۔ ''وہ محدث، فقیہ اور بڑی جماعت کے امیر تھے۔ آپ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحابِ خاص میں تھے''

(حیدر المرجانی)

فرزندان علی و جعفر ''شاید امام علی نقی کے فرزند ہیں'' کے درمیان انس و محبت برقرار رکھی، جناب قاسم امام حسن عسکریؑ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔ (عمدۃ الطالب)

حضرت ابوالفضل العباسؑ کی پاکیزہ نسل ہر دور میں صاحبان فضل و کمال سے بھری رہی جن میں اپنے بزرگوں کے اخلاق حمیدہ اور صفات حسنہ پائے جاتے رہے، ہمیشہ آثار سیادت و شرافت ظاہر رہا، رگ و پے میں علم و عمل عزت نفس بھری ہوئی تھی۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی نسل کے کچھ افراد ہندوستان بھی آئے تھے۔

مولانا سیّد آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

Presented by www.ziaraat.com

اولاد کا باقی رہنا بھی ثمرۂ شہادت ہے اور یہ مستقل موضوع ہے جس پر فاضل حنفی ظفر آبادی، نورالدین ملا محمد عوض کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے مشہور عالموں اور ریاضت کردہ فاضلانِ جونپور میں تھے اُن کے نسب کا سلسلہ حضرت عباس علمدار تک پہنچتا ہے وہ شیخ علی حزیں مشہور (ادیب وفقیہہ) کے ہمعصر تھے اُن کے فرزند کا نام ملا فتح محمد تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ اولادِ علمبردار کے وجود سے ظلمت کدہ ہند بھی خالی نہیں۔

برٹش میوزیم (لندن) میں اولادِ حضرت اُمّ البنینؑ پر کتاب:

مولانا سیّد آغا مہدی لکھنوی لکھتے ہیں:-

برٹش میوزیم کی فہرست مرتبہ ڈاکٹر چارلس صفحہ ۴۳۷ کے مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ بزرگانِ جناب رسالت مآب میں جناب عبداللہ وابوطالب کی اولاد پر ایک خصوصی تصنیف محمد بن عبداللہ حسینی سمرقندی کی تحفۃ الطالب نامی (مخطوطات) میں موجود ہے جس میں شرح وبسط سے اولاد محمد بن حنفیہ وحضرت عباس کی تفصیل ہے یہ کتاب محمد حسین بن عبدالکریم کے قلم کا شاہکار اور ۶ ماہ ذی الحجہ روز جمعہ وقت ظہر ۱۱۷۹ھ کا خطی نسخہ ہے یہ وہ جواہر پارے ہیں جو کچھ تو غدر ۱۸۵۷ء لکھنؤ کی لوٹ میں یورپ پہنچے اور کچھ صاحبان احتیاج نے اپنی تنگدستی کے سبب انگریزوں کے ہاتھ بیچے دوسو سات برس کا یہ صحیفہ عتیقہ اگر آج سامنے ہوتا تو کیا کچھ نہ ملتا۔

حضرت عباسؑ علمدار کی اولاد مصر، بغداد، قزوین، شیراز، طبرستان، اردن، دمیاط، قاین، سمرقند، بصرہ میں پھیلی۔

مذکورہ بالا حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابوالفضل العباسؑ خود بھی بے بدل تھے کیونکہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ اور جناب زینبؑ عالیہ اور خصوصاً

حضرت علی علیہ السلام اور اپنی مادر گرامی حضرت اُمّ البنینؑ سے تعلیم حاصل فرمائی تھی۔ ان کی اولاد بھی جہاں جہاں رہی عالم، شاعر، ادیب، خطیب اور قاضی، امیر غرضکہ سرکار ابوالفضل کی اولاد ہر زمانے میں ہر جگہ مسلمانوں کے لیے سببِ فیض رہی یہ سرکار ابوالفضل کی ذات بابرکات کا فیض ہے کہ آپ کی اولاد علم وفضل درایت حدیث، سخاوت، صلہ رحمی میں ممتاز رہی ہے۔

حضرت اُمّ البنینؑ جیسی عظیم ماں کی عظمتیں ان کی اولاد کی عظمتوں سے وابستہ ہوکر زندۂ جاوید ہوگئیں۔ جتنی اچھی ماں ہوگی ویسی ہی بہترین اولاد بھی پیدا ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

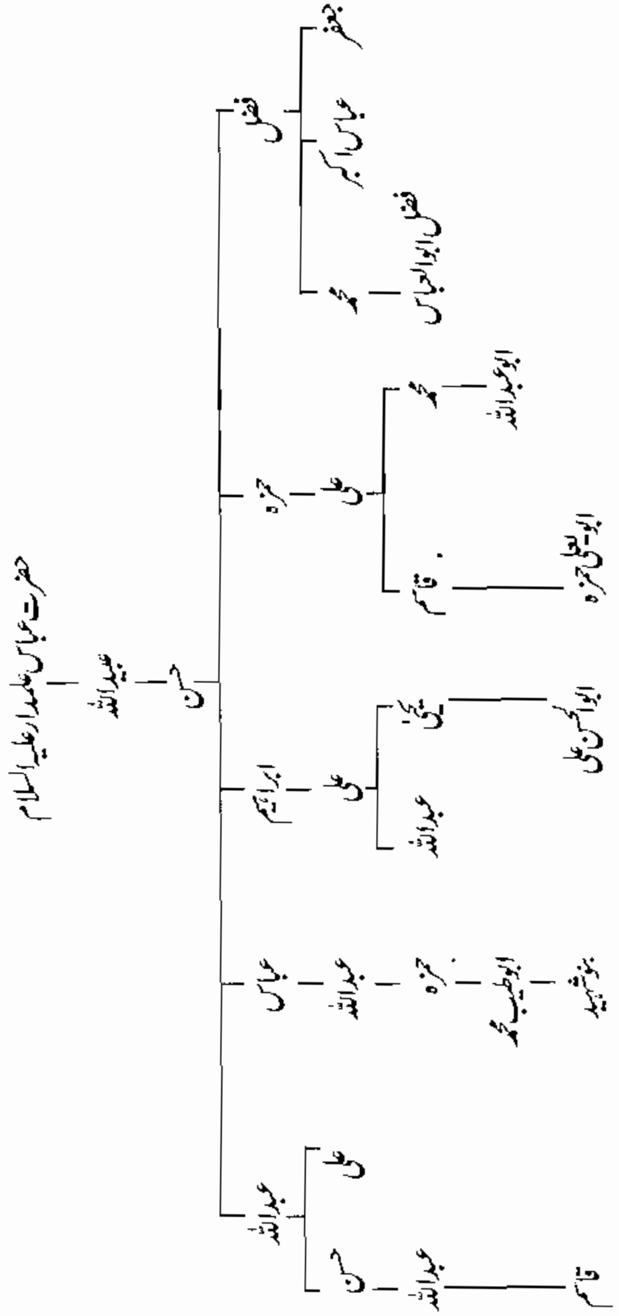

باب ۔۔۔۔۔۔ ۱۷

حضرت اُمّ البنینؑ

حضرت امام حسینؑ کی عزادار

مدینے میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچنا اور
حضرت اُمّ البنینؑ کا قاصد سے واقعۂ کربلا سن کر گریہ فرمانا:-

حضرت علیؑ کی ازواج میں جو شرف اور بزرگی بنتِ رسولِ خدا فاطمہؑ زہرا اور بعد اُن کے جناب اُمّ البنینؑ زوجۂ جناب مشکل کشا کو ملی ہے وہ دوسری ازواج کے حصے میں نہیں آئی:-

شرف ازل سے جو ازواجِ مرتضیٰؑ کو ملا　　کہاں یہ مرتبہ ناموس اوصیا کو ملا
جو کچھ شرف تھا وہ سب اشرف النساء کو ملا　　نہ ہاجرہؑ کو ملا اور نہ آسیا کو ملا
مگر یہ درجہ بھی حصے میں کس کے آیا ہے
جو بعد فاطمہؑ اُمّ البنینؑ نے پایا ہے
نہ کیوں بتولؑ کی ہو ہم نشیں وہ عرش وقار　　وہ ماں حسینؑ کی یہ مادرِ علمبردارؑ
کِیا حسینؑ کو اُمت پہ فاطمہؑ نے نثار　　حسینؑ پر کیے قربان اُس نے بیٹے چار

Presented by www.ziaraat.com

امامؑ فاطمہؑ کے نورِ عین کو سمجھی
حسنؑ کو پیشوا ، آقا حسینؑ کو سمجھی

دمِ اخیر علیؑ نے یہ اس کو دی تھی خبر — کہ ہوں گے فدیۂ شبیرؑ تیرے چار پسر
یہ اپنے بیٹوں کی تعظیم کرتی تھیں اکثر — پسر جو پوچھتے کہتی تھیں ہوں فدا تم پر

نہ کیوں میں فخر کروں فخر والدین ہو تم
غلامِ فاطمہؑ ہو فدیۂ حسینؑ ہو تم

چنانچہ روایت ہے کہ جب تک سیّدالشہداء امامِ دوسرا مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے، حضرت اُمّ البنین مثلِ فاطمہ زہراؑ امام مظلوم کی شیدا تھیں۔ اور جس وقت سے آپ کوفہ کی جانب روانہ ہوئے حضرت اُم البنینؑ نے بیمار صغراؑ کی خدمت اور تیمارداری اپنے اُوپر فرض کرلی اور ہمیشہ اُس شہزادی کی خدمت گذاری میں مشغول رہتی تھیں۔

بنا کے ہاتھ سے اپنے اسے دوا دیتیں
دوا پلا کے شفا کی اُسے دعا دیتیں

لیکن فراق فرزند رسولؐ الثقلین پارۂ جگر فاتح بدر وحنین میں ہمیشہ غمگین اور محزوں رہتی تھیں کیونکہ آپ کو جناب امام حسینؑ سے اپنے فرزندوں سے زیادہ محبت تھی اور:-

فراغ خدمت صغراؑ سے پا کے وہ ذیجاہ — ردا کو اوڑھ کے گھر سے نکلتیں شام و پگاہ
عصا کو تھام کے استادہ رہتی تھی سرِ راہ — مسافروں سے یہ کہتی تھیں بافغان و آہ

پسر سے چھٹ کے کسی ماں کو چین آتا ہے
مسافرو کہو میرا حسینؑ آتا ہے ؟

جو کوئی پوچھتا تم مادرِ حسینؑ ہو کیا — تو رو کے کہتیں کہ اُلفت تو ماں سے بھی ہے سوا
جو پوچھو رتبہ تو ادنیٰ مقام ہے میرا — وہ بادشاہ میں اُس کی کنیز ہوں دکھیا

حسینؑ میرا ہے مختار ، دلربا بھی ہے
امام بھی ہے ، پسر بھی ہے، پیشوا بھی ہے

ہر چند کہ حضرت اُم البنینؑ ہر ایک مسافر سے اُس شاہزادۂ کونین کا حال پوچھتی تھیں مگر اس سبب سے کہ یزید پلید نے ناکہ بندی کردی تھی کہ کوئی مسافر یا قاصد کربلا سے جانب مدینہ نہ جانے پائے۔ اس لیے اُن معظمہ کو امامؑ کی کچھ خبر نہ ملتی تھی۔ مگر امام حسینؑ کی محبت میں آپ کا معمول بدستور رہا۔ ہر روز جناب فاطمہؑ صغریٰ کو دوا پلا کر دروازہ پر آنا، اور ہر شام کو مایوس ہو کر گھر میں جانا۔ غرض اس طرف جناب اُم البنینؑ کو فراق امام حسینؑ کا غم تھا، اُدھر کربلا میں اُس مظلوم کے اہلِ بیتؑ اطہار تشنہ وگرسنہ خیموں میں بیتاب تھے۔ ہر ایک بچہ دل کباب تھا۔ تمام یار وانصار شہید ہو چکے تھے اور امامؑ یکہ وتنہا فوجِ اشقیا میں کھڑے تھے۔

بھرے عزیزوں کے داغوں سے سینۂ دل تھے — حسینؑ ایک تھے اور چار لاکھ قاتل تھے

آخر اشقیا نے اُس غریب الوطن کو نیزہ وتلواروں سے چُور چُور کر کے شہید کیا۔ پھر لاش مبارک سُم اسپاں سے پامال کی اور بعد پائمالی لاش خیموں میں آگ لگادی اور اہلِ حرم کو لوٹنا شروع کیا۔ اُس وقت جو ظلم اشقیاء نے اہلِ بیتؑ اطہار پر کیا، کس کی زبان میں طاقت ہے کہ بیان کرے۔

کسی کو نیزے کسی کو طمانچے مارتے تھے — حرم حسینؑ کے سب یا علیؑ پکارتے تھے
غرض کہ عصر سے تا وقتِ شام واویلا — لعین لوٹ رہے تھے خیامِ آلِ عباؑ
حرم کو لا کے نظر بند ظالموں نے کیا — خوشی کی نوبتیں بجتی تھیں فوج میں ہر جا

مگر یہ آتی تھی آواز شادیانے سے
ہزار حیف اُٹھے پنجتنؑ زمانے سے

Presented by www.ziaraat.com

شہید ہو گئے جب رن میں سیّدِ والا — تو لُٹ کے قافلہ بیوؤں کا بلوہ میں آیا
بُلا کے منشیوں کو ابن سعد نے یہ کہا — کہ فتح نامے روانہ ہوں ہر طرف ہر جا

حقیقت اپنی جدال و قتال کی لکھو
شکست فاتح خیبر کے لال کی لکھو

مدینہ و یمن و چین و مصر و روم و حلب — ہوں مُلک مُلک میں ارسال فتح نامے اب
ہر ایک نامے میں ہو مندرج یہی مطلب — حسینؑ قتل ہوئے بے ردا ہوئی زینبؑ

نگوں امامتِ سرورؑ کا تخت و تاج ہوا
جو پوچھو تخت کا مالک یزید آج ہوا

مری طرف سے لکھو عرض داشت بہرِ یزید — کہ لے ہوئے ترے اقبال سے حسین شہیدؑ
میں نذرِ فتح کی دوں گا سرِ امامِ سعیدؑ — ہیں چند عورتیں اور لڑکیاں بقیدِ شدید

نہ ہم نے ہے علی اصغرؑ کو بھی اماں بخشی
یہ تیرے ہاتھ سے سیدانیوں کو جاں بخشی

جدا عریضہ لکھو اک برائے ابنِ زیاد — کہ نام پنجتن پاک کردیا برباد
جو مجھ سے وعدے کئے ہیں انہیں بھی رکھیو یاد — کیا ہے خوش تجھے میں نے تو کر میرا دل شاد

نہ لایا دھیان میں خیر النساء کے رونے کو
نہالِ فاطمہؑ کاٹے نہال ہونے کو

پسرِ سعد نے یزید پلید کے خط میں لکھا، قبل از جنگ مجھ کو خوف تھا کہ یہ بنی ہاشم بہادر اور جرّار ازلی ہیں اولادِ علیؑ ہیں جنہوں نے اژدر کو چیرا، اور خیبر کو اُکھاڑا۔ مرحب کو پچھاڑا، حنین و خندق میں فتح پائی۔ جنوں کو اُن کے مقابلے کی تاب نہ آئی۔ لہٰذا ایسے جرّاروں سے لڑنے میں معرکۂ حرب وضرب کئی مہینے رہے گا:-

مگر ہوئی جو لڑائی بروز عاشورا — سحر تھی جمعہ کی دِن عشرۂ محرم کا
نہ دو مہینے لگے اور نہ ایک دن گذرا — اخیر لشکرِ شبیرؑ دوپہر میں ہوا

تمام ظہر تلک شہؑ کے نورعین ہوئے
شہید چار گھڑی دن رہے حسینؑ ہوئے

نماز عصر پڑھی کاٹ کر سرِ شبیرؑ — حرم کو لوٹ کے مغرب کی پھر کہی تکبیر
ہماری فوج میں سیدانیاں ہیں ساری اسیر — خدا کے شیر کا پوتا ہے بستۂ زنجیر

مدد کو اہلِ حرم کی نبیؐ نہیں آتے
پکارتے ہیں علیؑ کو علیؑ نہیں آتے

پھر کاتب کو حکم دیا کہ حاکمِ مدینہ کے خط میں یہ بھی لکھ دینا کہ اب بے خوف وخطر خطبہ یزید منبرِ نبیؐ پر پڑھنا۔ خاندان رسولؐ مختار میں اب کوئی بجز عابدؑ بیمار کے باقی نہیں ہے اور وہ بھی طوق وزنجیر میں اسیر ہے:-

غرض کہ نامے کئے منشیوں نے سب ترقیم — لفافہ رکھے گئے پیش ابن سعد لئیم
بوقتِ صبح کئے قاصدوں کو وہ تقسیم — ہوئے روانہ ہر اک سمت کر کے سب تسلیم

خط مدینہ لیے اک شتر سوار چلا
مگر حسینؑ کے ماتم میں اشک بار چلا

الغرض قاصدِ مدینہ رخصت ہو کر چلا۔ جب مدینہ کے قریب پہنچا:-

کلس رواق نبی کا نمود ہونے لگا
اُتر کے ناقے سے ناقہ سوار رونے لگا

گیا مدینہ کی مسجد میں قاصدِ ناچار — وطن میں آمدِ قاصد کا غُل ہوا اک بار
گھروں سے جانبِ مسجد چلے صغار و کبار — زباں سے کہتا تھا ہئے حسینؑ قاصد زار

Presented by www.ziaraat.com

نبیؐ کے روضہ کا گنبد تمام ہلتا تھا
ستون مسجدِ خیرالانام ہلتا تھا

یہ ایک لڑکی نے صغراؑ کو دی خبر آ کر   مبارک آپ کے پردیسیوں کی آئی خبر
ابھی ابھی چلا آتا ہے ایک نامہ بر   رسولؐ پاک کی مسجد میں کھولتا ہے کمر

خدا نے چاہا تو اکبرؑ بھی یونہی آتے ہیں
خبر حسینؑ کی سب پوچھنے کو جاتے ہیں

یہ خبر سن کر حضرت صغراؑ بستر بیماری سے اُٹھ بیٹھیں اور حضرت اُم البنینؑ سے کہنے لگیں کہ اے دادی جان سنتی ہوں کہ کوئی قاصد آیا ہے جو مسجدِ نبوی میں جو پیغام لایا ہے سنائے گا۔ آپ چلئے تو اُس سے بابا کا، مادر کا، اکبرؑ و اصغرؑ کا اور اپنی بہن سکینہؑ کا حال پوچھ آؤں۔ اللہ اللہ کیا اشتیاق تھا حضرت فاطمہ صغراؑ کو۔ یہ سن کر جناب اُمّ البنینؑ نے فرمایا:-

وہ بولی واری بھلا تم میں اتنی طاقت ہے
میں پوچھے آتی ہوں بابا ترا سلامت ہے

یہ کہہ کے اوڑھ لی چادر اُٹھایا اپنا عصا   رواں ہوئیں طرف مسجدِ رسولؐ خدا
زنان ہاشمیہ ساتھ تھی پیادہ پا   قریب پہنچیں جو مسجد کے دیکھتی ہیں کیا

وہ کون شخص ہے جس کا کہ حال غیر نہیں
پکاری خیر ہو پردیسیوں کی خیر نہیں

ابھی وہ خط لیے منبر پہ نامہ بر تھا گیا   پڑھا تھا ایک ہی فقرہ کہ حشر تھا برپا
کہ ناگہاں درِ مسجد سے غلغلہ یہ ہوا   عزیزو راہ دو آتی ہے ثانیٔ زہراؑ

زنانِ ہاشمیہ نے جو اہتمام کیا

تو نامہ بر نے بھی تعظیم سے سلام کیا

عصا پہ ماتھے کو رکھ کر کھڑی ہوئیں وہ آہ   کہا کہ بھائی یہ خط پیچھے پڑھیو خاطر خواہ
زباں سے پہلے یہ کہہ دے کہ خیر سے تو ہیں شاہ   وہ رو کے کہنے لگا لا اِلٰہ الاّ اللہ

بہت حسینؑ کی عاشق ہو اور شیدا ہو
مگر جہان میں اب تم بجائے زہراؑ ہو

پکاری وہ کہ بھلا میں کہاں بتولؑ کہاں   میں خادمہ ہوں وہ مخدومۂ زمین و زماں
وہ بولا اسم شریف آپ کا وہ بولی ہاں   علیؑ کی زوجہ ہوں عباسؑ نامدار کی ماں

ابھی نہ ماں ہوں میں اس کی نہ وہ پسر میرا
جو کچھ حسینؑ کے کام آیا تو جگر میرا

ہے بات کرنا بھی نامحرموں سے مجھ کو عار   علیؑ کی لونڈیوں کا یہ چلن نہیں زنہار
مگر حسینؑ کی اُلفت نے کر دیا ناچار   نکل پڑی میں ردا اوڑھ کر سر بازار

خبر حسینؑ کی کہہ آرزو میں ہوں جس کی
کنیز ہوں تو میں اُس کی جو ماں ہوں تو اس کی

میں ہول کھاتی ہوں بھائی تو ہے گریباں چاک   بشکلِ ماتمیاں سر پہ اپنے ڈالے خاک
وہ بولا کم ہے جو کچھ غم کروں میں اے غمناک   ہوئی حسینؑ پہ بیدادِ لشکرِ سفاک

جگر ہو سنگ کا فولاد کی زباں ہووے
تو ایک پیاس کا اس پیاسے کی بیاں ہووے

الغرض اُس قاصد نے حالِ شہدائے کربلا اِس طرح بیان کرنا شروع کیا کہ اے اُمّ البنینؑ حسینؑ کی کون سی مصیبت تم کو سناؤں۔ اُس طرف کئی لاکھ خنجر خونخوار، ادھر ایک حسینؑ بے دیار۔ چاروں طرف سے فوجِ جفا کار نیزۂ و تلوار کے وار کر رہے تھے، اور

Presented by www.ziaraat.com

ایک قطرہ پانی کا نہ دیتے تھے حتیٰ کہ سوار ہونے کے وقت کوئی رکاب تھامنے والا نہ تھا کہ حضرت زینبؑ نے خیمہ سے نکل کر رکاب تھامی اور بھائی کو سوار کرایا تھا۔

عدو کی فوج میں اس وقت رو دیا سب نے
جب اپنے بھائی کی تھامی رکاب زینبؑ نے

یہ سن کر حضرت اُم البنین غصہ سے کانپنے لگیں اور فرمایا کہ عباسؑ کو کیا ہوا تھا رکاب تھامنے کو عار سمجھا۔ وہ تو ہمیشہ نعلینِ حسینؑ اُٹھایا کرتا تھا۔

غرور کی تو مرے لال کو نہ عادت تھی
رکاب تھامنا تو فخر تھا ، سعادت تھی

پکاری سوئے نجف مُڑ کے یا علیؑ فریاد — لو خوب آپ کے عباسؑ نے کیا دل شاد
اسی کو اہلِ وفا آپ کرتے تھے ارشاد — حقوق پالنے والی کے کر دیئے برباد
کچھ آپ سنتے ہیں یہ نامہ بر جو کہتا ہے
غلام خدمتِ آقا میں یونہی رہتا ہے

جب یہ شکایت حضرت اُم البنینؑ کی نامہ بر نے سنی تو اُس وقت کہنے لگا کہ اے مادرِ عباسؑ خدا گواہ ہے کہ عباسؑ سا باوفا نہ دیکھا نہ سنا یہ جو میں نے عرض کیا، حال دو پہر کا تھا۔ اور بوقت صبح جب امام حسینؑ سوار ہونے لگے، بھانجے بھتیجے یار و انصار مع عباسؑ علم بردار جلو میں موجود تھے اور عباسؑ جرار نے رکاب تھام کر حضرتؑ کو سوار کیا تھا۔ قاسمؑ سر مبارک امامؑ پر رومال ہلاتے تھے۔ اکبرؑ جرار عنان کو تھامے تھے مگر یہ حال تو دو پہر کا تھا جو میں نے عرض کیا۔ اس وقت اُن جراروں میں سے کوئی بھی باقی نہ تھا۔ اس وقت :-

وداع ہو کے نبیؐ زادیوں سے وہ بولا — کھڑے تھے خیمہ کی ڈیوڑھی پہ سیّد والا
رکاب تھامنے کو تھا نہ کوئی وادیلا — حسینؑ دیکھتے تھے سوئے مقتل و دریا

بلاتے تھے علی اکبرؑ کو اور روتے تھے
پکارتے تھے برادر کو اور روتے تھے

نہ کر تو شکوۂ عباسؑ اے حمیدہ صفات — رکاب تھامے وہ کیونکر کٹے ہوں جس کے ہاتھ
پڑا تھا بے کفن و گور وہ کنارِ فرات — صدا یہ لاش سے آتی تھی اے شہِ خوش ذات
اگر رضا ہو یہ مظلوم کربلائی کی
رکاب تھاموں کٹے ہاتھ سے میں بھائی کی

اے معظمہ حضرت عباسؑ کو وفاداری کا حال تو بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ساتویں تاریخ محرم سے حرم پر پانی بند ہوا تو آپ کے بیٹے نے چار کنوئیں کھودے اور دسویں تاریخ کو سکینہؑ کا سقہ بنا۔ مگر اُس پیاسی کی قسمت میں پانی نہ تھا کہ شانے کٹا کر دریا پر شہید ہو گیا۔ ہر چند شمر نے عباسؑ کو اپنی فوج کی سپہ سالاری کا پیغام دیا، مگر اُس وفادار نے حسینؑ کی کفش برداری کو ترک نہیں کیا۔ یہ سن کر جناب اُم البنینؑ :-

سجودِ شکر بجا لائی پھر تو وہ بے آس — کہا میں خوش ہوئی عباسؑ آفریں عباسؑ
لحد میں چین سے اب سو وہ ہو کے بے وسواس — غذا ہو میوۂ طوبیٰ تو حُلّے ہوویں لباس
بہشت میں غمِ محشر سے بے ہراس رہو
غلامِ سبطِ نبیؐ ہو اُنہی کے پاس رہو

میں سُرخ رو ہوئی شبیرؑ کے تُو کام آیا — جو کچھ کہ تجھ پہ میرا حق تھا میں نے پھر پایا
ہزار شکر یہ مژدہ خدا نے سنوایا — علیؑ کی پوتی کا سقہ بنا مرا جایا
خدا گواہ کہ تو نے مجھے نہال کیا
لے اپنا دودھ بھی میں نے تجھے حلال کیا

پھر قاصد سے جناب امام حسینؑ کو دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ابھی اپنے اور تین

Presented by www.ziaraat.com

بیٹوں کا حال بھی سن لیجئے کہ عبداللہ اور عون اور جعفر نے بھی اپنی جانیں حسینؑ پر نثار کیں۔ یہ سن کے آپ نے قاصد سے عتاب آمیز لہجہ میں فرمایا:-

میں پوچھتی ہوں تو کہتا ہے اور ہی کچھ حال — تو ہوش میں ہے کہ بیہوش کس طرف ہے خیال
میں پہلے کہہ چکی تجھ سے نہیں میرا کوئی لال — حسینؑ ایک پسر ہے جیے صدوسی سال
سوا حسینؑ کے فرزندِ نورِ عین نہیں
پسر تو کیا کوئی میرا بجز حسینؑ نہیں

اے قاصد میں تجھ سے شہنشاہِ کونین کا حال پوچھتی ہوں اور تو غلاموں کا حال بیان کرتا ہے۔ مجھے حسینؑ کے حال سے آگاہ کر۔ یہ سن کر:-

جگر پہ مار کے ہاتھ اپنا نامہ بر نے کہا — جو حال سننا ہے بی بی حسینؑ بے کس کا
لو اب کھڑی نہ رہو بیٹھ جاؤ رکھ دو عصا — زنانِ ہاشمیہ کو بٹھا لو گرد ذرا
کلیجہ تھام لو تم اپنا دونوں ہاتھوں سے
کہ غش نہ آئے کہیں تم کو میری باتوں سے

پھر نامہ بر نے سر پیٹ کر با گریہ وزاری بیان کرنا شروع کیا:-

اُڑا کے خاک کہا اے ضعیفہ ہو آگاہ — ہزار و نہ صد و پنجاہ زخم، اک تنِ شاہؑ
اور ایک حلق پہ ہفتاد ضرب خنجر آہ — چڑھا حسینؑ کے سینہ پہ قاتل بدخواہ
سرِ حسینؑ تو اُس بد گمان نے کاٹا
غضب ہے ہاتھوں کو پھر ساربان نے کاٹا

یہ سن کے غش ہوئی اُم البنینؑ عالی جاہ — اُٹھا یہ شور کہ فریاد یا رسولؐ اللہ
ہوا جو غش سے افاقہ علیؑ کی زوجہ کو آہ — تو پوچھا حال سے زینبؑ کے بھی تو کر آگاہ
وہ ساتھ مر گئی بھائی کے یا اسیر ہوئی

لحد پہ سیدِ والا کے یا فقیر ہوئی

سر اپنا پیٹ کے پھر نامہ بر یہ چلّایا — حسینؑ نے تو کفن بھی ابھی نہیں پایا
رسولؐ زادیوں پر سخت حادثہ آیا — برہنہ سر ہیں اُٹھا جب سے شاہؑ کا سایہ
گلے میں طوق ہے عابدؑ کے شدتِ تپ میں
ہیں زخم نیزوں کی نوکوں کے پشتِ زینبؑ میں

یہ حال سن کر حضرت اُم البنینؑ نے چادر سر سے پھینک دی، اور سینہ و سر پیٹ کر ہمراہی عورتوں سے فرمایا:-

بناؤ شکل مری سوگواروں کی لوگو — میں بال کھولتی ہوں خاک چہرے پر مل دو
پکارو کہہ کے پسر مردہ آج سے مجھ کو — مٹا نشانِ نبیؐ نامِ حیدرؑ خوش خو
مری نگاہوں میں دنیا یہ اب سیاہ ہوئی
مرے حسینؑ کا پُرسا دو میں تباہ ہوئی

اس طرف تو یہ حال تھا، وہاں انتظار میں حضرت فاطمہ صغراؑ کے ہونٹوں پر جان تھی۔ جناب اُم البنینؑ سے ساتھ کی عورتوں نے جناب صغراؑ کی بے قراری بیان کی کہ:-

پڑی ہے ڈیوڑھی پہ بے ہوش فاطمہ صغراؑ — یہ سن کے گھر کو چلی خاک اُڑاتی وہ دُکھیا
سر اپنا پیٹتا قاصد بھی ساتھ ساتھ چلا — یہاں مریض کی آنکھیں تھیں سوئے مسجد وا
سفید چہرہ تھا دہشت سے تھرتھراتی تھی
کبھی کھڑی کبھی در پر وہ بیٹھ جاتی تھی

یہ دیکھا دُور سے صغراؑ نے اتنے میں ناگاہ — کہ روتی آتی ہیں اُم البنینؑ عالی جاہ
جبیں پہ خاک ملے ایک شخص ہے ہمراہ — ہوا یہ غُل کہ یہی قاصدِ حسینؑ ہے آہ
خبر حسینؑ کے مرنے کی لے کے آیا ہے

Presented by www.ziaraat.com

سنانی سبطِ پیمبرؐ کی لے کے آیا ہے

وہ قاصد آتا تھا منہ پر لگائے خاکِ عزا — کہ نوجوانوں کا مجمع نظر پڑا اک جا
وہاں ٹھہر کے یہ دی قاصد حزیں نے صدا — سنو جوانو پیامِ اخیر اکبرؑ کا
وطن میں طور ہو جس نوجواں کی شادی کا
قلق کرے علی اکبرؑ کی نامرادی کا

پکاری فاطمہ صغرؑا بتاؤ دادی جاں — ہیں خیر سے مرے پردیسی باپ و بھائی جاں
وہ بولی خیر کہاں گھر کا گھر ہوا ویراں — سفر میں مٹ گیا بالکل علیؑ کا نام ونشاں
تو چھوٹی باپ سے اور میں پسر سے چھوٹ گئی
ہماری اور تری آس آج ٹوٹ گئی

قریب آن کے قاصد نے بھی کیا مجرا — اُٹھا کے لایا تھا جو خاکِ مقتلِ شہدا
لہو کے مثل تھی وہ خاک سرخ واویلا — وہ دے کے فاطمہ صغرؑا کو نامہ بر بولا
لگاؤ آنکھوں سے یہ مٹی پاک ہے بی بی
ابوترابؑ کے بیٹے کی خاک ہے بی بی

یہ ہے عزیزوں کا تحفہ شہیدوں کی سوغات — تمام کنبہ ترا قتل ہوگیا ہیہات
ترے لیے سر اکبرؑ تڑپتا ہے دن رات — بندھے ہیں عابدؑ بیمار کے رسن سے ہاتھ
یہ خاکِ مقتلِ شاہِ شہید لایا ہوں
میں قید میں ترے کنبہ کو چھوڑ آیا ہوں

میں کربلا سے چلا جب اِدھر کو اے صغرٰی — تو قیدیوں میں سے اک لڑکی نے یہ رو کے کہا
بہن سے کہیو کہ زخمی ہوا ہے کان مرا — جو تم سے ہو سکے کچھ بھیج دو دوا بھینا
مریضہ بولی وہ میری بہن سکینہؑ ہے

اُسی کی باتوں کا واللہ یہ قرینہ ہے

وہ خاک سونگھی جو صغرؑا نے آئی بوئے حسینؑ — سر اپنا خاک پہ دے پٹکا ہو کے تب بے چین
منہ اپنا ڈھانپ کے کُرتے سے کرتی تھی یہ بین — اور آس پاس تھیں ہمجولیاں بشیون وشین
زنانِ ہاشمیہ رو رہی تھیں چلا کے
بپا قیامت کبریٰ تھی گھر میں صغریٰ کے

یہ نوحہ کرتی تھی رو رو کے فاطمہ صغرٰی — میں کس کے آنے کے اب دن گنوں گی اے بابا
میں کس کی پوچھوں گی اب خیر و عافیت آقا — مجھے بھی پاس بلا لو سکینہؑ کا صدقہ
مریضہ بیٹی سے کس طرح منہ کو موڑ گئے
گئے تو چھوڑ کے اور آس آہ توڑ گئے

یہ کیا ستم ہے کہ اب تک تمہیں کفن نہ ملا — تمہارا لاشہ اور اس قابل آہ واویلا
بدن تمہارا ہے رَن میں سناں پہ سر ہے چڑھا — تمہاری لاش کے صدقے تمہارے سر کے فدا
تمہارے حلق پہ شمشیر بے دریغ چلی
میں اُس گلے کے تصدق کہ جس پہ تیغ چلی

بہن سکینہؑ ترے قید پر بہن قرباں — جب ہنسلی سالگرہ کی پہناتی تھیں اماں
تو بار بار گلا چومتے تھے بابا جاں — رسن کے بندھنے کی مشکل خدا کرے آساں
گلا رسن میں بندھا زندگی وبال ہوئی
یہ تیری سالگرہ آہ چوتھے سال ہوئی

جوانا مرگِ برادر مرے علی اکبرؑ — تمہاری مرگ جوانی کے صدقے یہ خواہر
صغیر بھائی مرے بے زباں علی اصغرؑ — بہن نثار ہو ننھے سے تیرے لاشہ پر
کہاں سے ڈھونڈ کے ماں جائے تم کو لاؤں میں

Presented by www.ziaraat.com

کہ دے کے لوریاں گہوارے میں سلاؤں میں

یہ بین کرتے ہی وحشت ہوئی جو اس کو سوا   سر اپنا پیٹتی باہر کو دوڑی ننگے پا
لپٹ کے دادی پکاری کدھر کدھر صغرا   وہ بولی جاتی ہوں میں آج سوئے کرب وبلا
نہ روکو صاحبو جنگل کی خاک اُڑانے دو
پدر کی لاش پہ جاؤں گی مجھ کو جانے دو

میں جا کے دیکھوں گی لاش امام نیک خصال   سُنا ہے خاک پہ اصغرؑ پڑے ہیں خوں میں نڈھال
اسیر کنبہ کا پوچھوں گی قید میں احوال
میں چھوٹے بھائی کے سلجھاؤں گی جھنڈولے بال
نہ جب تلک شہؑ مظلوم دفن ہوویں گے   ہم اپنے باپ کے لاشہ پہ یونہی روویں گے

الغرض جناب اُم البنین اور تمام عورات بنی ہاشم نے جناب صغراؑ کو تشفی اور دلاسا دیا مگر رونے والو جب کسی کا کوئی عزیز مر جاتا ہے تو لاکھ تسلی و تشفی دی جاتی ہے لیکن صبر نہیں آتا۔ زبان اگر نالہ و فریاد سے رُک جاتی ہے تو آنسو نہیں تھمتے۔ آنکھوں سے اشکوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ہائے صغریٰ کا تو سارا کنبہ عالم غربت میں تباہ ہو گیا، سارا گھر اُجڑ گیا، بیمار کو کیونکر چین آئے۔ وہ بیمار ہر وقت اپنے باپ اور بھائیوں کو یاد کر کے رویا کرتی تھی۔ (بحوالہ۔ ذائقہ ماتم (چہل مجلس) تالیف از سید وزیر حسین رضوی رائے بریلی)

امام حسین علیہ السلام سے حضرت اُمّ البنینؑ کی والہانہ عقیدت:

جب بشیر یہ شعر پڑھتا ہوا مدینے میں داخل ہوا کہ

"یا اهل اليثرب لا مقام لكم بها"۔۔۔۔۔الیٰ آخر

اور اسوقت جب آپ اس مجمع میں تشریف لائیں تو فرمایا۔

''مجھے حسینؑ کے بارے میں بتا''

اس نے آپ کے فرزندوں کی جاں نثاری کا تذکرہ کیا تو اسے روک کے کہا۔

''وہ میری اولاد تھے۔ اپنے آقا و مولا پر فدا ہوئے۔ **مجھے ابا عبد اللہ الحسینؑ** کے بارے میں خبر دے۔''

(اُمّ البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ص ۲۸)

حضرت اُمّ سلمٰی اور حضرت اُمّ البنینؑ:

جب شیشہ خون ہو گیا۔

جب روز عاشور جناب ام سلمٰیؓ نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس شیشہ میں کربلا کی خاک دے گئے تھے اس سے خون ابل رہا ہے۔ تو بلند آواز سے دہائی دی۔ **"وا حسيناه"**

یہ سن کر جناب ام البنین نے نوحہ کیا۔

"یا ريحانة قلب البتول ويا قرّة عين الرسولؐ"

جسے سن کر بنی ہاشمؑ کی خواتین نے آپکی تاسی میں گریہ و ماتم کیا۔

(ام البنین علیہا السلام۔ محمد رضا عبد الامیر انصاری۔ ۲۶)

Presented by www.ziaraat.com

باب ۱۸

حضرت اُمّ البنینؑ

پر واقعۂ کربلا کے اثرات

شہادت کی خبر:

ایک سال تک قید و بند کی مصیبتیں جھیلنے کے بعد قافلۂ حرم کو رہائی نصیب ہوئی۔ اور یہ لٹا ہوا قافلہ کربلا ہوتا ہوا مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ ایک مدت کے بعد ''مدینے والے'' مدینہ واپس آئے تو اس عالم میں کہ جناب اُمّ کلثومؑ نے مدینہ کو دیکھتے ہی آواز دی۔

''نانا کے مدینے! ہمارے آنے کو قبول نہ کرنا، ہم حسرتیں لے کر آئے ہیں۔ مدینے! ہم تجھ سے رخصت ہوئے تھے تو بھرا گھر ہمارے ساتھ تھا اور واپس آئے ہیں تو نہ بچے ہیں اور نہ والی و وارث''۔

بیرون مدینہ قافلہ ٹھہرا...... امام زین العابدینؑ نے نعمان بن بشیر بن جزلم کو حکم دیا کہ مدینہ والوں کو ہماری آمد کی اطلاع کر دے۔ ''بشیر'' حکم پا کر چلا۔ شہر میں داخل ہو کر آواز دی:-

یـا اهـل يثـرب لا مـقـام لكـم بهـا
قتـل الـحسـيـن فـادمـعـى مـدرار
الـجسـم مـنــه بـكـربـلاء مـضـرج
والـراس مـنــه عـلـى الـقـنـاة يـدار

(ترجمہ) ''مدینہ والو!...... مدینہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ حسینؑ مارے گئے۔ دیکھو میرے آنسو برابر بہہ رہے ہیں۔ مدینہ والو قیامت ہے کہ حسینؑ کا جسم خاک و خون میں آغشتہ زمینِ کربلا پر رہا اور اُن کے سر کو نوکِ نیزہ پر دیار بدیار پھرایا گیا۔''

اس آواز کا سننا تھا کہ سارا مدینہ بیتاب ہو کر نکل پڑا۔ شہر میں ایک کہرام برپا تھا۔ بشیر محلّہ بنی ہاشم میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ ایک معظّمہ ''باحالتِ تباہ'' اُس منزل کی طرف دوڑتی چلی جا رہی ہیں جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ زبان پر واحسیناواحسینا کے نعرے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ جناب اُمّ البنینؑ مادرِ حضرت عباسؑ ہیں جنھیں اپنا ''شہزادہ'' یاد آ رہا ہے اور اُس کے غم میں اپنے فرزند کے غم کو بھلا دیا ہے۔ (ناسخ التواریخ۔۶ صفحہ ۳۷۴)

اس عالم میں ایک بچہ پر بھی نظر پڑی جو سرِ راہ کھڑا ہوا تھا...... بشیر قریب پہنچا۔ بچہ نے بڑھ کے راستہ روکا اور کہا بشیر مولاؑ تو شہید ہو گئے۔ یہ بتا میرے بابا آئے ہیں یا نہیں؟...... بابا آئے ہوں تو میں اچھے کپڑے پہن کر آؤں ورنہ سیاہ لباس پہن لوں''۔

بشیر نے پوچھا۔ ''فرزند! تمھارا بابا کون ہے اور تم کس کے انتظار میں ہو''......

عبیداللہ بن عباسؑ نے کہا۔ ''میرا بابا عباسؑ علمدار ہے''

بشیر کا دل تڑپ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ ''بیٹا!...... اب ماتمی لباس پہن لو...... تمھارے بابا کربلا کے میدان میں شہید ہو گئے۔ (ریاض القدس۔۱ صفحہ ۱۵۸)

Presented by www.ziaraat.com

حضرت اُمّ البنینؑ نے جب یہ خبر پائی کہ عباسؑ کے بازو قلم ہوئے۔

جب یہ خبر سنی تو فرمایا۔

"الحمد للّٰہ الذی جعل ولدی فداءً لابن بنت رسول اللّٰہ صلّ اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم"

''ساری تعریف اس پروردگار کے لئے جس نے میرے بیٹے کو دلبندِ بتولؑ کا فدیہ قرار دیا'' (ام البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص۲۹)

مخدراتِ عصمت کا مدینہ میں ورود اور جناب اُمِ البنینؑ کا اضطراب

تاریخ کامل میں ہے کہ نعمان بن بشیر نے اہلِ بیت کو ایک برس کی قید کے بعد مدینہ پہنچادیا۔ کتاب ماتین و ناسخ التواریخ میں ہے کہ یہ حضرات مدینہ سے باہر ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب اہلِ مدینہ کو آمد کی خبر ملی۔ تو چھوٹے بڑے سب استقبال کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ اور اُمِ سلمیٰؑ ایک ہاتھ میں وہ شیشی جس میں کربلا کی مٹی خون ہوگئی تھی اور دوسرے سے فاطمہ صغرٰا کا ہاتھ تھامے تشریف لائیں۔

امام ابواسحاق اسفرائنی تحریر فرماتے ہیں کہ جناب اُمِ سلمٰی نے مخدرات عصمت سے ملاقات کے بعد اس خون کو جو پیغمبر اسلام کی دی ہوئی کربلا کی مٹی سے یوم عاشورا ہوا تھا۔ اپنے منہ پر مل لیا اور فریاد کرنے لگیں۔ (نور العین صفحہ ۱۰۸) بعدہٗ مخدرات عصمت روضۂ رسولؐ پر تشریف لے گئیں اور فریاد و فغاں کرتی رہیں۔ علامہ سپہر کاشانی لکھتے ہیں کہ سنانی سنتے ہی حضرت اُمّ البنینؑ جو فاطمہ صغریٰ کی تیمارداری کی وجہ سے کربلا نہ گئی تھیں۔ اس مقام کی طرف دوڑیں۔ جہاں یہ قافلہ ٹھہرا ہوا تھا اور آپ انتہائی اضطراب

کے عالم میں امام حسین علیہ السلام سے والہانہ محبت کے ماتحت صرف امام حسینؑ ہی کو پکارتی رہیں۔ آپ کو اس وقت حضرت عباس وغیرہ کا خیال تک نہ آیا۔

(ناسخ التواریخ جلد۶ صفحہ۳۷۴)

مرزا دبیر نے مدینے میں اہلحرم کا داخلہ اور حضرت اُم البنینؑ کے ماتم و گریہ پر نہایت پُراثر مرثیے تصنیف کیے ہیں، ایک منظر یہ بھی ہے:۔

﴿۱﴾

اب مدینہ کا سنو حال تم اے اہلِ عزا
تھی گرفتار غم ہجر پدر جو صغرٰا
یہ الم میں شہ بیکس کے وہ کہتی تھی صدا
ہے یقین مجھ کو نہ ہوئے گی کسی طرح شفا
باپ کے ہجر سے ہوئیگا نہ جینا میرا
مژدہ اے مرگ کہ غافل ہے مسیحا میرا

﴿۲﴾

ایک دن غل یہ ہوا شہر مدینہ میں بپا
کربلا میں سر شبیرؑ تو خنجر سے کٹا
قافلہ لوٹا ہوا لے کے پھرے زین عبا
سن کے یہ مادر عباسؑ کا دل کانپ گیا
گھر سے باہر جو وہ بانالۂ جانکاہ چلی
سر کھلے فاطمہؑ بیمار بھی ہمراہ چلی

﴿۳﴾

گھر سے باہر جو وہ نکلی تو یہ دیکھا ناگاہ

Presented by www.ziaraat.com

غل ہے ہنگامہ ہے اک شور ہے اور نالہ و آہ
غور سے فاطمہؑ بیمار نے کی جبکہ نگاہ
دیکھا آئے ہیں حرم پہنے ہوئے رخت سیاہ
سر کھلے نعرہ زنان ہیں سبھی شیدائے حسینؑ
ہائے وارث کوئی کہتا ہے کوئی ہائے حسینؑ

﴿۴﴾

ناگہاں آیا قریں رخش جناب شبیرؑ
دیکھا صغراؑ نے کہ گھوڑے کے لگے ہیں کئی تیر
خانۂ زیں پہ ہے عمامۂ شاہِ دلگیر
ہوگیا دل پہ یقیں مٹ گئی شبہ کی تصویر
دل میں بولی کہ کوئی اپنا بجز یاس نہیں
علی اکبرؑ نہیں قاسمؑ نہیں عباسؑ نہیں

﴿۵﴾

ناگہان قبر محمدؐ پہ چلے اہلِ حرم
اُن کے ہمرہ ہوئی روتی ہوئی وہ صاحب غم
بولی یہ مادر عباس سے صغراؑ اُس دم
کربلا میں ہوئے مقتول امامِ عالم
سر کھلے اہلِ حرم سارے نظر آتے ہیں
قبر احمدؐ پہ وہ رونے کے لیے جاتے ہیں

﴿۶﴾

جبکہ یہ مادر عباسؑ سے صغراؑ نے کہا

قبر احمدؐ پہ چلی وہ بھی بہ فریاد و بکا
ساتھ دادی کے چلی روتی ہوئی وہاں صغراؑ
پہنچی جب روضۂ اقدس پہ یہ ساماں دیکھا
زینبؑ خستہ جگر رو رو کے چلاتی ہے
قبر سے ہائے حسینا کی صدا آتی ہے

﴿۶﴾

کیا زینبؑ سے عباسؑ کی مادر نے بیاں
چلیے اب گھر کو نہیں طاقت فریاد و فغاں
غم سے شبیرؑ کے ہوجائے نہ صغراؑ بے جاں
چشم پُر آب سے خوں ہے، عوض اشک رواں
جب تلک جیتے ہیں اس غم سے سدا روئیں گے
ایسے وارث تو فراموش نہیں ہوئیں گے

﴿۷﴾

الغرض وہاں سے اُٹھی خواہر فرزند علیؑ
گھر میں داخل ہوئی اولاد رسولِ عربی
بات یہ مادر عباسؑ نے زینبؑ سے کہی
مجھ سے فرمایئے حالت تو میرے دلبر کی
آگے شبیرؑ کے میدان میں کچھ کام کیا
میرے عباسؑ نے کیسے کہ مرا نام کیا

﴿۸﴾

بنت حیدرؑ نے یہ فرمایا کہ دیکھا نہ سنا

Presented by www.ziaraat.com

بھائی عباسؑ پہ سو جان سے زینبؑ ہے فدا
خاتمہ اُن پہ وفاداری و الفت کا ہوا
کی علمداری و سقائی شاہِ شہدا
شاہ بیکس ہوئے جس وقت کہ وہ چھوٹ گیا
اُن کا دم اِن کا ادھر بند کمر ٹوٹ گیا

﴿۹﴾

بولی تب مادر عباسؑ میں اُس کے قرباں
مجھ سے صد شکر ہوئی روح محمدؐ شاداں
صدقہ ہوتا نہ شہ دین پہ جو وہ راحت جاں
واسطے اس کے میں واللہ نہ ہوتی گریاں
کیا کہوں تم سے جو اس وقت تھا وسواس مجھے
سرخرو پیش نبیؐ کر گیا عباسؑ مجھے

﴿۱۰﴾

کہہ کے یہ بولی کہ اے بیبیو شاہد رہنا
حق مرے دودھ کا عباس کے اوپر جو تھا
میں نے بخشا اُسے اور میرے خدا نے بخشا
دل پھٹا جاتا ہے اب میری تسلی کیجے
مجھ کو عباسؑ علمدار کا پُرسا دیجے

......(مرزا دبیر)

عبیداللہ ابن عباسؑ کا حضرت عباسؑ کے بارے میں سوال:

علامہ قزوینی فرماتے ہیں۔ کہ نعمان بن بشیر ابن جزلم جونہی شہدائے کربلا کی سنائی

کے سلسلہ میں **یا اھل یثرب لا مقام لکم** ...... پڑھتا ہوا داخل شہرِ مدینہ ہوا تو عبیداللہ ابن عباسؑ نے آگے بڑھ کر پوچھا اے قیامت خیز سنانی سنانے والے یہ تو بتا۔ کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ہمراہ میرے پدر بزرگوار عباسؑ ابن علیؑ بھی آئے ہیں یا نہیں۔ اس نے جواب دیا بیٹا وہ تو نہر علقمہ پر دونوں ہاتھ کٹا کر شہید ہو گئے ہیں۔ اب تم لباس سیاہ پہنو اور نوحہ و ماتم کرو۔ کہ ''پدر نہ داری'' کہ تمہارے والد بزرگوار دین اسلام پر قربان ہو گئے ہیں۔ اور اب تم بلا باپ کے ہو۔

(ریاض القدس جلد ا صفحہ ۱۵۸ طبع ایران)

مدینہ میں مجلسوں کا انعقاد:

مدینہ منورہ میں مخدرات عصمت کے پہنچنے کے بعد مجلس غم کا سلسلہ شروع ہوا۔ سب سے پہلی مجلس جناب اُم البنینؑ مادر عباسؑ کے گھر منعقد ہوئی۔ پھر دوسری مجلس فاطمہ صغریٰ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر تیسری مجلس امام حسنؑ کے گھر منعقد کی گئی۔ پھر محمد حنفیہ کے گھر مجلس منعقد ہوئی۔ پھر روضہ رسولؐ پر مجلس منعقد کی گئی اور وہاں جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ تھا:-

الا یارسول اللہ یا خیر مرسل　　حسینک مقتول ونسلک ضائع

اے پیغمبرؐ اسلام! اے اللہ کے رسولؐ، اے بہترین مرسل۔ آپ کے حسینؑ کربلا میں قتل کر دیئے گئے اور آپ کی نسل ضائع و برباد کی گئی۔

پیغمبر اسلام کے روضے پر نوحہ و ماتم کرنے کے بعد سارا مجمع حضرت فاطمہ اور امام حسنؑ کے روضہ انور پر آیا اور قیامت خیز نوحہ و ماتم کرتا رہا۔ اس وقت جو نوحہ پڑھا گیا اس کا پہلا شعر یہ ہے:-

الانــوحــوا وضبحــوا بـا البكـاء

Presented by www.ziaraat.com

عـلـى السبـط الشهيـد بـكـربـلاء

اے لوگو! نوحہ کرو اور روؤ اس قتیل عطش پر جو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا۔ (ریاض القدس جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

علامہ کنتوری لکھتے ہیں کہ نوحہ و ماتم کا سلسلہ پندرہ شبانہ روز مسلسل جاری رہا اور تین روز بنی ہاشم کے گھر میں آگ روشن نہیں کی گئی۔ (مائتین صفحہ ۸۰۰)

اُمّ البنینؑ اور حسینؑ کی مجالس:

حضرت زینب سلام اللہ علیہا، حضرت اُمّ البنینؑ کا خاص احترام کرتی تھیں جیسا کہ شہید اوّل لکھتے ہیں:-

حضرت اُمّ البنینؑ کی عظمت اور شخصیت کی وجہ سے زینبؑ سلام اللہ علیہا کربلا سے مدینے واپس آئیں اور حضرت اُمّ البنینؑ کے پاس پرسے کے لیے تشریف لے گئیں۔ حسینؑ کی عزاداری ان کے گھر میں برپا ہوتی تھی۔ (ریاض الاحزان صفحہ ۶۰)

اس عزاداری میں بنی ہاشم کی خواتین جمع ہو کر حسین علیہ السلام کے مظلوم خاندان پر گریہ کرتیں۔ مجلس پڑھنے والوں میں کبھی اُمّ سلمہ ہوتیں جو اس طرح بین کرتیں: خدا ظالموں کی قبروں کو اپنے غضب کی آگ سے جلائے۔ (ادب الطف: ۱-۴۷)

خدایا ان پر لعنت بھیج اور انہیں خوار و ذلیل کر اور انہیں ہلاک کر جنہوں نے اہل بیت کو قتل کیا۔ (کشف الغمہ ۲:۵۸)

اُم لقمان بنت عقیل بن ابی طالب نے اس طرح سے مرثیہ پڑھا:

مـاذا تـقـولـون اذقـال النبی لکم

مـاذا فـعـلـتم وانـتـم آخـر الامـم

بعـتـرتـی وبـاهـلـی بـعـد مـنـقـلـبی

منهم اسارى ومنهم ضرجوا بدمى

تم اس وقت کیا جواب دو گے اگر رسولؐ تم سے پوچھے کہ یہ تم نے کیا کیا جبکہ تم آخری امت میں سے تھے؟ یہ تم نے میری عترت اور خاندان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ ان میں سے بعض کو اسیر اور بعض کو شہید کر دیا کیا میری نصیحتوں کا صلہ یہ تھا کہ میرے اہل بیتؑ کے ساتھ برا سلوک کرو؟

حضرت زینبؑ اُم البنینؑ کو تسلی دیتی ہوئی ان کی اولاد کی شجاعت کے قصے سناتیں کہ کیسے انہوں نے میدان کربلا میں مقابلہ کیا۔ فرماتی ہیں:

جب عباسؑ نے دیکھا کہ سب شہید ہو رہے ہیں تو اپنے بھائیوں سے کہا: مولا کی حمایت میں جام شہادت نوش کرو۔ یہ سن کر عبداللہ آگے بڑھے اور یہ رجز پڑھا:

انـا ابـن ذی الـنـجـدة والافضال ذاك على الخير ذو الفعال۔

میں دلیر اور جود و کرم کرنے والے کا فرزند ہوں وہ علی علیہ السلام جو برتر اور نیک کردار ہیں۔ (کشف الغمہ ۲:۶۸)

پھر جعفر نے رجز پڑھ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ (مقاتل الطالبین ۸۱)

اس کے بعد عمران نے بھی اپنا تعارف رجز پڑھ کر کیا اور خولی ملعون کے تیر سے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور بنی آبان کے ایک شخص نے ان کے سر کو تن سے جدا کیا اور آخر کار عباسؑ کی باری آئی اور پھر ان کی شجاعت کے قصے سنائے۔ (بحارالانوار ۴۵/۳۷)

علامہ سپہر کاشانی لکھتے ہیں۔ کہ جب عون و محمد کی خبر شہادت عبداللہ ابن جعفر طیار کو

Presented by www.ziaraat.com

پہنچی تو آپ نے **انا للّٰہِ وانا الیہ راجعون** ۔کہا اور آبدیدہ ہوگئے۔ یہ دیکھ کر آپ کا ایک غلام مسمّی ابوالسلاسل بولا۔ **هٰذا مالقینا من الحسین ابن علی** ۔حضور! یہ مصیبت تو ہمیں حسین ابن علی کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہ نے ابوالسلاسل کو نعلین سے مارنا شروع کیا۔ اور کہا خدا کا شکر ہے کہ میرے بچے حسینؑ کے کام آگئے۔ مجھے رنج ہے کہ میں کیوں نہ جاسکا۔ میں وہاں ہوتا تو ضرور شرفِ شہادت حاصل کرتا۔ (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۳۳۶ طبع بمبئی)

حضرت زینبؑ کا جناب اُمّ البنینؑ کے گھر عید کے دن جانا:

سنہ ۱ھ نزولِ آیۂ تطہیر کے وقت اہلِ بیتؑ کے گھرانے میں کُل اتنے افراد تھے کہ بس ایک چادر میں آگئے تھے، لیکن قدرت چاہتی تھی کہ ہمارے محبوب کا گھرانا پھولے پھلے لہٰذا وقت گذرا اور فاطمہ زہراؑ کے گھر میں بہاریں آنا شروع ہوگئیں اس بہار پر شباب آیا کہ ۵۰ھ کے بعد کہ اب اہلِ بیتؑ کے گھر میں ہر طرف خوبصورت پھول کھلے نظر آتے تھے اولادِ عقیلؑ، اولادِ جعفرؑ، اولادِ علیؑ۔ اس گھر میں جنابِ زینبؑ کو ثانیِ فاطمہ زہراؑ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ جنابِ زینب ہر گھر کی خبر گیری رکھتی تھیں۔ خصوصیت سے تاریخ نے محفوظ کیا کہ جناب زینبؑ ہر سال عید پر جناب اُمّ البنینؑ کے گھر ضرور جاتی تھیں۔ آپؑ جناب اُمّ البنینؑ کا خاص احترام کرتی تھیں۔ جناب اُمّ البنینؑ کے چار بیٹے جناب عباسؑ، جناب عبداللہ، جناب جعفر اور جناب عمران، حضرت اُمّ البنینؑ کے چاند اور ستارے تھے۔ ۶۰ھ تک اس گھر میں جناب عباسؑ کے صاحبزادے اور امکان ہے کہ باقی تین صاحبزادگانِ اُمّ البنینؑ کی بھی اولادیں ضرور ہونگی۔

جناب زینبؑ ہر عید پر جب اپنے ان بھائیوں کے گھر پر آتی ہونگی تو جناب اُمّ البنینؑ اور ان کے چاروں صاحبزادوں کی خوشی تو ایک طرف لیکن خود جناب زینبؑ

اپنے شیر دل بھائیوں کو دیکھ کے کتنا خوش ہوتی ہوں گی کہ یہ ہمارے پردے کے محافظ ہیں۔ یہ ہمارے دلوں کی قوت ہیں، یہ ہمارے ارادوں کا استحکام ہیں، یہی ہمارا عزم و حوصلہ ہیں، یہی ہمارا فخر ہیں، یہی ہماری قوت ہیں۔ جب جناب زینبؑ بیتِ اُمّ البنینؑ میں داخل ہوتی تھیں تو خود جناب اُمّ البنینؑ اور اُن کی اولادیں جناب زینبؑ کے استقبال اور احترام میں کھڑے ہوجاتے اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ نشست پیش کی جاتی۔ جناب اُمّ البنینؑ کے صاحبزادے جناب زینبؑ کا ماں کی طرح احترام کرتے تھے۔ وہ گھر عباسؑ، عبداللہ، جعفر اور عمران کے انوار سے جگمگا رہا تھا، ان کی اور ان کی اولادوں کی خوشبوؤں سے مہکا ہوا تھا۔ لیکن ہر سال کی طرح جب بعدِ کربلا پہلی عید آئی تو حسبِ دستور جناب زینبؑ، بیتِ اُمّ البنینؑ میں داخل ہوئی ہونگی تو اس دن کیا کیا نہ یاد آیا ہوگا وہ شیر جیسے بھائی اور اُن کے جگمگاتے حُجرے جب ویران نظر آئے ہونگے تو کیا جنابِ زینبؑ نے ایک ایک بھائی کا نام لے کر یاد نہ کیا ہوگا۔ تو جناب اُمّ البنینؑ جناب زینبؑ سے لپٹ کر روئیں اور با نالہ و آہ اپنے فرزندوں کو یاد کیا۔ جناب اُمّ البنینؑ نے جناب زینبؑ سے پوچھا کہ بی بی بتائیں میرے عباسؑ نے حقِ وفا کس طرح ادا کیا جناب زینبؑ نے اپنے بھائی عباسؑ علمدار کے وفاؤں اور شجاعتوں کا ذکر کیا کہ کس طرح عباسؑ نے حسینؑ اور ان کے بچوں کی تا دمِ زیست حفاظت کی اور جنگ کرتے کرتے کس طرح اپنی جان دے دی جناب اُمّ البنینؑ نے پوچھا بی بی میرا بیٹا عباسؑ کس طرح گھوڑے سے گرا کیا گھوڑے سے گرنے سے پہلے میرے عباسؑ کے ہاتھ کٹ چکے تھے؟ جناب زینبؑ نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ ہر شہید جب گھوڑے سے گرا تو اپنے ہاتھوں کا سہارا لے کر زمین پر آیا لیکن ہائے عباسؑ کا گرنا کیا بتاؤں میرے بھائی عباسؑ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے میرا بھائی سر کے بل زمین پر گرا۔ گھر میں

Presented by www.ziaraat.com

ایک کہرام بپا ہوگیا۔ جناب اُمّ البنینؑ اٹھیں اور عباسؑ علمدار کے بیٹے عبیداللہ کو بلا کر سینے سے لگایا اور کہا میرے لعل تم نے اپنے بابا کی وفا کا ذکر سنا تو اب میں تم کو بھی وہی وصیت کرتی ہوں جو میں نے عباسؑ سے کی تھی۔ اے عبیداللہ! اب فاطمہ زہراؑ کے گھر کی ایک نشانی بچی ہے۔ جس طرح عباسؑ نے تا دم آخر حسینؑ کی حفاظت کی تم بھی جب تک زندگی ہے حسینؑ کے لعل سیدِ سجادؑ کی حفاظت میں اپنی زندگی وقف کر دو۔

دن کی دھوپ، رات کی اوس:

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد پانچ بیبیاں سائے میں نہیں بیٹھیں حضرت زینبؑ، حضرت اُمّ البنینؑ، حضرت اُمّ فروہؑ، حضرت اُمّ لیلیٰؑ، حضرتِ اُمّ ربابؑ، دن کی دھوپ اور رات کی اوس میں کھلے آسمان کے نیچے یہ خواتین بیٹھ کر گریہ کرتی رہیں یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

ب ١٩

حضرت اُمّ البنینؑ کے مرثیے

حضرت عباسؑ کے متعلق

بی ادب میں مرثیہ:

واضح ہو کہ مرثیہ خوانی عربی ادب میں مشہور ہے جسے انسان کی وجدانی اور جذبات ے اظہار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور شاعر کا عقیدہ جو اس کے دل میں راسخ ہے۔ اور ت کا اندازہ جو محبوب سے متعلق دل میں موجود ہے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مرثیہ گوئی اسلام سے پہلے عربوں کے درمیان بہت محدود تھی۔ اگر کوئی مرجائے تو ں کے صفات اور جھوٹی باتوں پر مشتمل اشعار پڑھتے تھے جس سے زندوں کے لیے دہ نہیں ہوتا تھا۔

فن شاعری کے لحاظ سے جس قدر غزل گوئی۔ مدح ومنقبت فخر ومباہات۔ غیرت و اوت اور شجاعت سے متعلق اشعار کا دائرہ وسیع ہے نسبتاً ایک مرنے والے کی صفتوں شتمل اشعار بہت محدود ہوتے ہیں اور دائرہ بھی محدود اور تنگ ہوتا ہے۔

ن مرثیہ گوئی کا واقعۂ کربلا کے بعد دائرہ بہت وسیع ہوگیا۔ اور شاعری کے اسلوب

Presented by www.ziaraat.com

میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ اور ہر شاعر کا انداز بیان اور شاعری کا اسلوب دوسرے سے جدا ہوگیا۔ چونکہ موضوع شاعری ایک ٹھاٹھیں مارنے والا سمندر کی طرح گہرا اور موجزن تھا اس لیے ہر شاعر اپنا اسلوبِ مرثیہ گوئی میں جداگانہ حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے کہ شہدائے کربلا کے موضوعات اور اوصاف محدود نہیں تھے وہ شہدائے اولین و آخرین کا مجموعہ تھے ہماری زندگی کے لیے نور ہدایت اور طاغوتی قوتوں سے مقابلے کے لیے بہترین نمونہ اور ضرورت کے وقت دین کے لیے قربانی پیش کرنے کا اعلیٰ ترین اُسوۂ حسنہ تھے۔

اس لیے ہم عاشورا ۶۱ھ کے بعد اس درس گاہ فداکاری کا سبق حاصل کرتے ہیں۔ جس کی مثال نہ اولین سے مل سکتی ہے نہ آنے والے دور میں۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عَظُمَ الفَدیٰ وَتَضْحِیاٰتُكَ اَعْظَمْ
فِیْهِنَّ یَفتَتِحُ الْجِهَادُ وَیَخْتَتِمْ

تیری فداکاری اور قربانی عظیم ہے۔ جہاد کا افتتاح یہیں سے ہوتا ہے اور اختتام بھی۔

یہ شاندار فصیح و بلیغ مرثیہ حضرت اُمّ البنینؑ سلام اللہ علیہا نے اپنے چار بیٹوں جو کربلا میں شہید ہوگئے کے بارے میں فرمایا ہے۔

لَا تَدْعُوَنّی وَیْكِ اُمَّ اَلْبَنِیْنِ
تُذَكِّرِیْنی بِلیُوثِ الْعَرِیْنِ

(آج کے بعد) مجھے اُم البنینؑ (بیٹوں کی ماں) کہہ کر مت پکارو، اس پکار سے تم مجھے اپنے دلیر شیروں کی یاد دلاتے ہو۔

كَانَتْ بَنُونَ لی اُدْعیٰ بِهِمْ
وَاْلیومَ اَصْبَحْتُ وَلٰامِنْ بَنِیْنَ

میرے چار بیٹے زندہ تھے اس لیے سب مجھے اُمّ البنینؑ کے نام سے پکارتے تھے۔ آج میں نے صبح اس حالت میں گزاردی میرے کوئی فرزند نہیں۔

اَرْبَعَةٌ مِثْلُ نُسُوْدِ الرُّبیٰ
قَدْ واصَلُواْ المَوْتَ بِقَطْعِ الْوَتینِ

میرے چار بیٹے کوہسار کے عقاب جیسے تھے۔ موت نے ان کی شہ رگ تمام کاٹ دی ہے۔

تَنَازَعَ الجِرْحَانُ اَشْلَائَهَم
فَكُلُّهُمْ اَمسیٰ حَرِیقاً طَعِیْنِ

ان کے جسموں پر اس قدر نیزے پڑے کہ۔ سب کے سب نیزوں کے نوک سے شہید ہوگئے۔

یٰالَیتَ شَعْرِی كَمَا اَخْبَرُوا
بِاَنَّ عَبّاساً قَطِیعُ الْوَتْینِ

اے کاش مجھے یہ معلوم ہوتا جیسا کہ مخبر نے مجھے خبر سنائی کہ۔ کیا میرے عباسؑ کے ہاتھ بدن سے جدا کئے گئے ہیں۔

یہ دلسوز مرثیہ جناب اُمّ البنینؑ نے گریہ وزاری کے ساتھ پڑھا چونکہ اولاد سے جدائی کا داغ والدین کے قلب وجگر پر لگتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَوْلادُنا اَكْبادُنا فَاِنْ عاشَوْا فَتَنُونا وَاِنْ مَاتُوا اَحزَنُونا۔

Presented by www.ziaraat.com

ہماری اولاد ہمارے جگر ہیں۔ اگر زندہ رہے ہمیں آزمائشوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور مر گئے تو غم وفکر سے دوچار کر دیتے ہیں۔

محبت کا جذبہ اولاد کے بارے میں جس قدر ماں کے دل میں موجود ہوتا ہے باپ کے دل میں نہیں ہوتا۔ ماں اپنی جان قربان کر دیتی ہے لیکن اولاد پر معمولی سی ضرر قابل برداشت نہیں سمجھتی ہے۔ (حیدر المرجانی)

جناب اُم البنینؑ جنت البقیع میں:

جب کربلا کا سنگین واقعہ عالم وقوع میں آچکا۔ اور اس کی خبر جناب اُم البنینؑ مادر گرامی حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے اسی دن سے بقیع میں آکر فلک شگاف نالے شروع کر دیئے۔ آپ کی آواز میں وہ درد تھا کہ درودیوار گریہ کُن نظر آنے لگے تھے۔ کیا دوست کیا دشمن سب رو پڑے تھے۔ سب کو جانے دیجئے۔ مروان شقی علیہ اللعن جو شقاوت دلی اور قساوت قلبی میں اپنی نظیر آپ تھا وہ بھی آپ کے درد بھرے کلمات وردآگین لہجہ سے سُن کر رو پڑتا تھا۔

قد كانت تخرج الى البقيع كل يوم ترثيه و تحمل ولده عبيدالله فيجتمع يسماع رثائها اهل المدينة وفيهم مردان ابن الحكم فيبكون لثجى الندبة .....الخ

(ابصار العین صفحہ ۳۱ طبع نجف اشرف۔ تحفہ حسینیہ جلد ا صفحہ ۱۷۸۔ اسرار الشہادت صفحہ ۲۲۳۔ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۹۱ طبع بمبئی جلاء العیون صفحہ ۲۰۸۔ مفاتیح الجنان صفحہ ۵۵۰۔ مجالس المتقین صفحہ ۲۷ طبع ایران۔ مقتل عوالم صفحہ ۹۴ طبع ایران۔ (دمعۃ الساکبہ صفحہ ۳۳۷)

جناب اُم البنینؑ حضرت عباس علیہ السلام کے بیٹے عبیداللہ کو لے کر روزانہ بقیع میں جاکر مرثیہ کی حیثیت سے اس بے تابی سے گریہ کرتی تھیں کہ تمام اہلِ مدینہ اس کے سننے کے لیے جمع ہو کر بے

پناہ گریہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مروانؔ بن حکم بھی درد بھرے نوحے سُن کر رو دیتا تھا۔

سچ ہے ماں کا دل نہایت ہی نرم اور نازک ہوا کرتا ہے۔ جناب اُم البنینؑ جس قدر بھی گریہ کرتیں کم تھا۔ ایک تو امام حسینؑ کی مصیبت۔ دوسرے اپنے چار بیٹوں کی بے دردانہ شہادت وہ بیٹے بھی ایسے کہ جن کی نظیر ناممکن۔ کوئی وفا کا بادشاہ۔ کوئی شجاعت میں بے نظیر۔ کوئی بہادری میں بے مثل کوئی فرمانبرداری میں لاجواب۔ یہ وہ اسباب تھے۔ جو جناب اُم البنینؑ کو خون کے آنسو مدتوں رُلاتے رہے۔

اخلاقی دنیا کا عظیم ترین فرض اور نفسیاتِ انسانی کا اہم ترین مظہر مرثیہ ہے۔ مرثیہ اُن جذباتِ دلی کے اظہار کا نام ہے جو کسی انسان کے غم میں اُبھرا کرتے ہیں اور وابستگان کے قلوب کو بریاں کرتے ہیں۔ ہیئت اور تکنیک سے قطعِ نظر مرثیہ صرف جذباتِ غم کا اظہار ہے اور بس یہ اور بات ہے کہ اس سے ضمنی طور پر مرنے والے کے کردار اور اُس کی شخصیت و حیثیت کا بھی اندازہ ہوجاتا ہے۔ جذبہ کا تعلق ایک خصوصیت اور امتیاز پیدا کرتا ہے اور مرثیہ کی حقیقت اُس کے بغیر ناتمام رہ جاتی ہے۔

قصیدہ اور مرثیہ کا بنیادی امتیاز یہی ہے کہ قصیدہ اُن جذبات کے اظہار کا نام ہے جو کسی صاحبِ کمال کے کمال سے متعلق ہوتے ہیں اور مرثیہ اُن جذبات کے اظہار کا نام ہے جو صاحبِ کمال کے غم والم سے پیدا ہوتے ہیں۔

مرثیہ کی تاریخ انسانی نفسیات کی تاریخ ہے..... اور مرثیہ کا وجود انسانی جذبات کی پیداوار ہے..... یہ ناممکن ہے کہ صاحبِ کمال انسان دنیا سے اُٹھ جائے اور اُس کے وابستگان اُس کا مرثیہ نہ پڑھیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ مرثیہ کبھی نثر میں ہوتا ہے اور کبھی نظم میں۔

Presented by www.ziaraat.com

اصطلاحی طور پر نثر میں اظہارِ غم کو مرثیہ نہیں کہا جاتا..... لیکن یہ مفہوم مرثیہ کا قصور نہیں ہے..... یہ صرف عربی مزاج کا تقاضا تھا کہ عرب فطری طور پر شاعر ہوا کرتے تھے۔ وہ اپنے مافی الضمیر کو اجتماعی طور پر نظم ہی میں ظاہر کیا کرتے تھے..... اُن کا رجز۔ اُن کی مدح۔ ان کی ہجو سب عام طور پر نظم ہی سے متعلق ہوا کرتی تھی۔ مرثیہ بھی اُنھیں اصناف اظہار میں ایک صنف کا نام تھا اس لیے اُس کا بھی نظم میں ہونا ناگزیر تھا۔

دھیرے دھیرے اُس کے اصول و قوانین مرتب ہونے لگے اور اُردو شاعری میں مرثیہ قصیدہ سے بالکل الگ ایک صنفِ سخن بن گیا۔

عربی شاعری میں اس قسم کے امتیاز کا کوئی وجود نہیں تھا۔ وہاں قصیدہ اور مرثیہ کا فرق صرف جذبات سے متعلق تھا۔ ہیئت اور تکنیک سے اُس کا کوئی تعلق نہ تھا..... اُردو زبان میں دونوں کا فرق مادہ اور ہیئت دونوں سے متعلق ہوگیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب مرثیہ پڑھنا ایک اخلاقی فرض اور جذباتی مطالبہ ہے تو جس قدر مرنے والا صاحبِ اوصاف و کمالات ہوگا اتنا ہی مرثیہ جامع اور ہمہ گیر ہوگا اور جس قدر تاثر شدید ہوگا اُسی قدر مرثیہ کی اثر انگیزی بھی زیادہ ہوگی۔

جناب عباسؑ کی شخصیت بھی ایک عظیم ترین شخصیت ہے۔ آپ کے کمالات بے حد جامع اور ہمہ گیر تھے اس لیے آپ کے مرثیہ کا انداز عام افراد سے مختلف ہونا ہی چاہیئے تھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بقیع میں جناب اُمّ البنینؑ آپ کا مرثیہ پڑھا کرتی تھیں تو مروان جیسا دشمنِ اہلِ بیتؑ بھی چند لمحہ ٹھہر کر آنسو بہایا کرتا تھا اور آپ کے بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

حضرت عباسؑ کے متعلق اُم البنینؑ کے مرثیے:

عام طور پر مشہور یہی ہے کہ سب سے پہلے جناب عباسؑ کا مرثیہ آپ ہی نے پڑھا ہے۔ لیکن تاریخی اعتبار سے اس سے پہلے بھی مرثیہ کا وجود ملتا ہے اور تاریخِ کربلا کے بیان کے مطابق سب سے پہلے آپ کا مرثیہ امام حسینؑ نے پڑھا ہے۔

لاش علمدار کے سرہانے پہنچ کر امام حسینؑ نے جن جذبات کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:-

اخی یا نور عینی یا شقیقی
فلی قد کنت کالوکن الوثیق
ایا ابن ابی نصحت اخاك حتی
سقاك اللّٰہ کاشاً من وحیق
ایا قمراً منیراً کُنت عوبی
علیٰ کل النوائب فی المضیق
فبعدك لاتطیب لنا حیلة
سنجمع فی الغدلة علی الحقیق
الااللّٰہ شکوای و صبری
وما القاہ من ظمِا وضیق

(اسرارالشہادات)

حضرت عباس علیہ السلام کی ماں جناب اُمّ البنینؑ نے خبر شہادت پانے کے بعد حسب ذیل اشعار جن کو ابوالحسن اخفش نے بھی شرح کامل میں لکھا ہے۔ بطور مرثیہ پڑھے:-

Presented by www.ziaraat.com

يا من راى العباس كر

على جماهير النقد

اے وہ شخص جس نے میرے بیٹے عباسؑ کو منتخب اور چیدہ (ٹڈی دل) جماعتوں پر حملہ آور دیکھا۔

ووراه من ابناءِ حيدر

كل ليث ذى لبد

اور ان کے علاوہ شیر خدا کے ایسے بیٹوں کو (حملہ کرتے دیکھا ہے) جو شیر بیشہ شجاعت ہے۔

اتبئت ان ابنى اصيب

براسه مقطوع يد

(ذرا بتا تو سہی) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ میری رگِ جان سے زیادہ عزیز تر فرزند عباس کا سر دونوں ہاتھوں سمیت کاٹا گیا ہے (ہائے کیا یہ سچ ہے)۔

ويلى على شبلى اما

ل براسه ضرب العمد

آہ! آہ! میرے شیر کا سر گرز آہنی کی ضرب سے جھک گیا تھا۔

لو كان سيفك فى يد

يك لما دنا منك احد

اے میرے بہادر بیٹے (خدا کی قسم) مجھے یقین ہے کہ اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تیرے نزدیک کوئی پھٹک نہیں سکتا تھا۔

(ابصار العین فی انصار الحسین صفحہ ۳۱ طبع نجف اشرف ۱۳۴۱ھ مفاتیح الجنان صفحہ ۵۵۰ طبع ایران ۱۳۵۲ھ۔ منہاج الدموع صفحہ ۴۰۹ طبع قم ۱۳۴۱ھ)

مرثیہ ثانیہ:

لا تدعونى ويك ام البنين

تذكرينى بليوث العرين

ہائے اے سرزمین مدینہ کی رہنے والیو (خدا کے لیے) مجھے اُمّ البنین کہہ کر نہ پکارو۔ اس لیے کہ میرے شیر دل (شہید شدہ نوجوان بیٹے) یاد آ جاتے ہیں۔

كانت بنون لى ادعى بهم

واليوم اصبحت ولا من بنين

ارے جب میرے بیٹے تھے تب میں اس نام سے پکارے جانے کی مستحق تھی۔ مگر افسوس کہ آج میرے کوئی فرزند نہیں ہے۔

اربعة مثل نسور الربى

قد واصلوا الموت بقطع الوتين

(دراصل) میرے چار جلیل الشان بیٹے تھے، جو (جماعت امام حسینؑ میں) رگِ گردن کٹا کر آغوش موت سے ہمکنار ہو گئے۔

تنازع الخرصان اشلائهم

فكلهم امسى صريعا طعين

ان بیٹوں کی اس طرح شہادت ہوگئی کہ بھوک اور پیاس سے ان کے جوڑ بند خشک ہو گئے تھے۔

ياليت شعرى اكما اخبروا

بان عباساً قطيع اليمين

اے کاش مجھے کوئی صحیح صحیح بتا دیتا۔ کیا سچ مچ (ہمارے پیارے بیٹے) عباسؑ کے

Presented by www.ziaraat.com

ہاتھ شمشیرِ ظلم سے کاٹے گئے ہیں۔ (ابصار العین صفحہ ۳۲ ومناتیج الجنان صفحہ ۵۵۰)

حضرت عباسؑ پر جناب اُمّ البنینؑ کے پوتے فضل بن حسن کا مرثیہ:

علامہ مرزا عبدالحسین الامینی اپنی کتاب الغدیر جلد ۳ صفحہ ۵ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباسؑ کے پوتے فضل ابن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ بن علی ابن ابی طالب نے اپنے جدِ نامدار حضرت عباس علیہ السلام کا مرثیہ ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

احق الناس ان یبکی علیه
فتی ابکی الحسین بکربلاء
اخوه وابن والده علی
ابوالفضل المضرج بالدماء
متیٰ واساه لایثنیه شیئی
وجادله علی عطش بماء

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس پر رویا جائے۔ جس نے امام حسین علیہ السلام جیسے صابر کو کربلا میں رلا دیا۔ وہ کون تھے۔ وہ امام حسین علیہ السلام کے بھائی تھے اور ان کی امداد میں خون میں نہائے ہوئے دنیا سے گئے۔ انہوں نے پوری مواسات کی اور ان کے لیے حالتِ عطش میں جنگ کی اور پیاسے دنیا سے سدھارے۔

ایضاح: اشرف علی مورخ ہندی نے اپنی کتاب روض الجنان میں مذکورہ اشعار کو فضل بن حسن کی طرف اور ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں ایک شاعر کی طرف اور علامہ عبداللہ شبیر نے اپنی کتاب جلاء العیون عربی میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔

اہلِ نسب اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس دن حضرت حسین علیہ السلام عراق جانے کے قصد سے مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت اُمُ البنینؑ زندہ تھیں۔ اور واقعہ کربلا کے بعد بھی آپ جنت البقیع جا کر وہاں اپنے چار بیٹوں کی شہادت پر مرثیہ پڑھتی اور گریہ کرتی تھیں۔ عقیلۃ القریش حضرت زینب سلام اللہ علیہا ان کے گھر جا کر زیارت کرتی تھیں اور خیریت پوچھا کرتی تھیں۔

طبری اپنی تاریخی کتاب میں اور ابوالفرج اپنی کتاب مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ حضرت اُمُ البنینؑ روزانہ مزار بقیع جاتی تھیں اپنے شہدا پر مرثیہ پڑھتی اور گریہ کرتی تھیں۔ سننے والوں پر گریہ طاری ہو جاتا اور وہاں سے گزرنے والے سخت متاثر ہوتے تھے، مروان ایک دفعہ وہاں سے گزر رہا تھا۔ اُمُ البنینؑ کا گریہ اور مرثیہ سن کر خود اور ساتھی رونے لگے۔ یاد رکھیے مروان دشمنِ اہلِ بیت علیہم السلام اور پتھر دل ہوتے ہوئے بھی رونے لگا۔ اس سے مصیبت آلِ محمد علیہا السلام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر بنت الشاطیٔ نے اپنی کتاب ''سکینہ بنت الحسین'' میں لکھا ہے کہ حضرت اُمِ رباب سکینہ بنت حسینؑ کی شہادت سے دن رات گریہ فرماتی تھیں۔ یہاں تک اسی حالت میں رحلت فرما گئیں اسی طرح اُمِ البنینؑ زوجۂ حضرت علی علیہ السلام روزانہ بقیع جا کر اپنے چاروں بیٹوں پر گریہ کرتی تھیں آخرکار رحمتِ الٰہی سے پیوستہ ہو گئیں، کتاب زینب کبریٰ میں نقدی نے اور مقتل الحسین نامی کتاب میں عاملی نے لکھا ہے کہ حضرت اُمِ البنینؑ حضرت عباسؑ کے چھوٹے فرزند عبیداللہ کو اپنے ساتھ لے کر جنت البقیع تشریف لے جاتی تھیں اور مرثیہ جو درج ذیل ہے پڑھتی تھیں۔

لَاتَـدْعُـوِنِيّ وَيْكِ اُمَّ الْبَـنِـيـنَ تُـذَكِّـرِّيـنِـي بِـلُيُوْثِ الْعَرِينِ
اُمِ البنینؑ کہہ کے پکارے نہ اب کوئی آئے ہیں یاد مجھ کو وہ شیرانِ حیدری

Presented by www.ziaraat.com

كَانَتْ بَنُونَ لَے اُدْعیٰ بِهِمْ　　وَالْيَومَ اَصْبَحْتُ وَلاَمِنْ بَنِينَ

جب تک تھے میرے لال میں اُم البنینؑ تھی　　اجڑی ہے ایسی کوکھ کہ اب کچھ نہیں رہی

اَرْبَعَةٌ مِثْلُ نُسُورِ الرُّبیٰ　　قَدْ وَاصَلُوا الْمَوْتَ بِقَطْعِ الْوَتِيْنِ

وہ میرے چار شیر نیستان مرتضٰی　　سردے کے سوگئے جو سرِ خاکِ کربلا

تَنَازَعَ الْخِرْصَانُ اَشْلاَئَهُمْ　　فَكُلُّهُمْ اَمْسیٰ صَرِيعاً طَعِينْ

میداں میں جو بھی آ گیا ان سب کے روبرو　　وہ جنگ کی زمیں پہ برسنے لگا لہو

يَالَيْتَ شِعْرِي اَكَمَا اَخْبَرُوا　　بِاَنَّ عَبَّاساً قَطِيعُ الْيَمِينِ

اے کاش کوئی آ کے مجھے دیتا یہ خبر　　کیا واقعاً تھا دست بریدہ مرا پسر

اس کے علاوہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت اُمُّ البنینؑ فاطمہ مٹی کی چار قبریں سامنے بنا کر ان کے درمیان میں خود بیٹھ کر مرثیہ خوانی کرتی تھیں۔

يَا مَنْ رَایَ الْعَبَّاسَ　　كَرَّ عَلىٰ جَمَاهِيرِ النَّقَدِ

دیکھا ہے جس نے حملۂ عباسؑ نامور

وَوَرَاهُ مِنْ اَبْنَاءِ حَيْدَرَ　　كُلُّ لَيْثٍ ذِی الْبَدِ

تھے جس کے ساتھ اور بھی کرار کے پسر

اُنْبِئْتُ اَنَّ ابْنِي اُصِيبَ　　بِرَأْسِهٖ مَقْطُوعَ يَدٍ

سنتی ہوں ہاتھ کٹنے پہ زخمی ہوا تھا سر

وَيْلِي عَلیٰ شِبْلِي اَمَالَ　　بِرَأْسِهٖ ضَرْبُ الْعَمَدِ

یارب گرا تھا لال مرا کیسے خاک پر

لَوْكَانَ سَيْفُكَ فِی يَدَيْكَ　　لَمَادَنیٰ مِنْهُ اَحَدٌ

ہوتی جو تیغ پاس نہ آتا کوئی نظر

حضرت یعقوبؑ اپنے فرزند یوسف کے لقمہ گرگ ہو جانے کے شک پر روئے اُم البنینؑ نے سرِ حسینؑ کے آنے کے بعد یقین پر صف ماتم بچھائی۔ جس ماں کے ایسے چار بیٹے ہوں اور وہ چاروں ایک ساتھ قتل ہو جائیں اُس کے تاثرات قلم کی زبان سے کہاں ادا ہو سکتے ہیں شرح کامل میں ابوالحسن اخفش عرب کے بہت بڑے ادیب کی زبانی یہ روایت درج ہے کہ اُم البنینؑ واقعہ کربلا کی اطلاع پانے کے بعد سے برابر روزانہ بقیع کی طرف چلی جاتی تھیں اور جناب عباسؑ کے بچہ عبیداللہ کو اپنے ساتھ لے جاتی تھیں اور عباسؑ کا مرثیہ پڑھتی تھیں یہ نوحہ اتنا دردناک ہوتا تھا کہ مدینہ کے لوگ اُس کو سننے جمع ہوتے تھے اور مروان بن الحکم ایسا دشمن بھی اکثر وہاں چلا جاتا تھا اور پُر درد اشعار کو سن کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے ذرا ان اشعار کا مضمون سنئے دیکھئے تو وہ کیا ہیں؟ اُن میں فقط درد ہی نہیں بلکہ وہ قوتِ نفس بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عباسؑ ایسے شیر کی ماں کے دل سے نکلے ہوئے ہیں۔ کہاں ہیں دیکھنے والے میرے شیر عباسؑ کے جب وہ حملہ آور تھا بھیڑوں کے گلہ پر اور اُس کے پیچھے تھے حیدر صفدر کی اولاد کے کئی شیر مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے فرزند کے سر پر گرز لگا اُس وقت جب اُس کے ہاتھ کٹ چکے تھے ہائے افسوس میرے بچہ کے سر کو گرز نے شگافتہ کر دیا اے عباسؑ مجھے یقین ہے کہ اگر تیری تلوار تیرے ہاتھ میں رہتی تو کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ تیرے قریب آ سکے۔ انتہی

یہ اشعار بھی جناب اُم البنینؑ کے ایک خاص اثر کے حامل ہیں ''اے لوگو اب مجھے'' اُم البنینؑ (فرزندوں کی ماں) نہ کہو اس سے تو مجھے میرے شیر یاد آ جاتے ہیں۔ تھے کبھی میرے کئی بیٹے جن کے نام سے میں پکاری جاتی تھی اب تو میرے بیٹے ہی نہیں رہ گئے چار وہ جیسے باز ہائے شکاری سب موت کے گلے میں باہیں ڈال چکے نیزوں

Presented by www.ziaraat.com

نے اُن کے جسم کے ٹکڑے کیے اور سب زمین پر بے جان ہو کر گر گئے۔ ارے کیا یہ صحیح ہے لوگ کہتے ہیں کہ عباسؑ کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے تھے۔

باب الاسماء میں اس نوحہ پر بحث ہو چکی ہے۔ اور لفظ بلفظ تشریح سے خوفِ طول میں ہم قاصر ہیں اصل مرثیہ یہ ہے۔

یامن راوی العباس کرّ
علی جماھیرا لنقد
دوراہ من انباء حید
رکل لیث ذی لبد
انبئت ان النبی احیب براسہ مقطوع ید
ویلی علی شبلی ام
ل براسہ ضرب العمد
لوکان سیفک فی ید
بك لما دنا منہ احد

پہلے شعر میں مکرر حملہ کا ذکر ہے جو حدیث خیبر **کراراً غیر فراراً** سے ماخوذ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے شعر میں محترمہ نے کسی اُس حملہ کا ذکر کیا ہے جس میں سب بھائی شریک تھے ظاہر ہے کہ بی بی نے براہ راست زینبؑ و اُم کلثوم شاہزادیوں سے حالات پوچھے ہیں اور چشم دید کیفیت کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دے کر تاثرات سلک نظم میں آئے شبلی کی لفظ محترمہ اُم البنینؑ نے جناب معصومہ عالم فاطمہ زہراؑ کے منظوم کلام سے حاصل کی ہے جو سورۂ دہر کی شان نزول میں استعمال ہو چکی ہے۔ **اسواجیاعاً وھم اشبالی** (ابوالحسن) بچوں نے میرے یوں شام کی ہے کہ وہ

بھوکے ہیں مگر وہ شیر کے بچے ہیں۔ دوسرا مرثیہ یہ ہے۔

لاتدعونی وبك و اُم البنین
تذکرینی بلیوث العرین
کانت بنون لی ادعی بھم
والیوم اصبحت ولا من نبین
اربعۃ مثل نور الربی
قد وصلوا المیت یقطع الوتین
تنازعا الخرصان اشلائھم
فکلھم امی صریعا طعبن
یالیت شعری اکما اخبروا
بانّ عباساً قطع الیمین

دوسری نظم سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ چاروں بھائیوں کو دشمن کے نیزوں کا زیادہ سامنا ہوا یہ دلیل شجاعت ہے کہ دشمن اُن پر دور سے حملہ آور تھے۔

حضرت اُم البنینؑ حضرت عباسؑ کے ماتم میں:

مقاتل کی کتابوں میں حضرت عباسؑ کی فضیلت اور بلند مقام کے متعلق بہت سی روایات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیّد الساجدینؑ نے فرمایا کہ خداوند بزرگ و برتر میرے چچا عباسؑ پر رحمت نازل فرمائے، انھوں نے بڑا ایثار کیا اور اپنی جان اسلام کی نصرت میں اپنے بھائی پر قربان کردی یہاں تک کہ اپنے بھائی کی یاوری میں ان کے دونوں ہاتھ قطع کردیئے گئے اور حق تعالیٰ نے دو ہاتھوں کے عوض ان کو دو پر عنایت فرمائے اور ان پروں سے فرشتوں کے ساتھ بہشت میں مانند حضرت جعفر بن

Presented by www.ziaraat.com

ابی طالب پرواز کرتے ہیں اور خداوند کریم کے نزدیک وہ بلند مرتبہ ہے جس پر قیامت کے دن تمام شہداء رشک کریں گے۔

حضرت اُم البنینؑ نے جب حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کی شہادت کی خبر سنی تو اس قدر دل سوز گریہ فرمایا کہ اہل مدینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور چونکہ شہر میں آپ کی گریہ و زاری سے ہمسائیوں کو تکلیف ہوتی تھی لہٰذا ''بقیع'' کے قبرستان میں آپ نے ایک حجرہ بنالیا جہاں آپ صبح کو جاتی تھیں اور شام تک نالہ وفریاد کرتی تھیں اور اس محبت کی وجہ سے جو آپ کو حضرت عباسؑ سے تھی جب تک زندہ رہیں روتی رہیں اور جو شخص ان کے پاس سے گذرتا تھا وہ بھی ان کے بین سن کر رونے لگتا تھا حتیٰ کہ دشمن اور سنگ دل لوگ بھی رونے لگتے تھے۔ ایک روز مروان بن حکم جو کہ خاندان نبوت کا سب سے بڑا دشمن تھا حضرت اُم البنینؑ کے پاس سے گذرا اور ان کا نوحہ سن کر رونے لگا۔

حضرت اُم البنینؑ نے اپنے بیٹوں کے غم میں بہت سے مرثیے لکھے۔ وہ صاحب علم اور فصیح و بلیغ شاعرہ اور بڑی زاہدہ تھیں۔

حسب ذیل اشعار جو انھوں نے حضرت عباسؑ اور ان کے بھائیوں کے غم میں نظم فرمائے ہیں بہت مشہور ہیں:-

یَامَنْ رایَ العباس کرَّ عَلی جماهیر النقد

اے وہ شخص جس نے عباسؑ کو منتخب بہادروں کے ہجوم پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا۔

وَوَرَاهُ مِنْ اَبناءِ حَیْدر کُلُّ لَیْثٍ ذی لَبَیدٍ

جبکہ عباسؑ کے پیچھے حیدر کی اولاد تھی جس میں ہر شخص ایک بہادر شیر کی طرح تھا۔

اُنبئتُ اَنَّ ابْنِی اُصِیْبَ بِرَاسِهٖ مقطوعَ یَدٍ

مجھ کو اطلاع ملی ہے کہ میرے بیٹے کے سر پر اس وقت گرز مارا گیا جبکہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔

وَیْلی عَلیٰ شِبْلِی اَمَالَ بِرَاسِهٖ ضَرْبُ الْعَمَد

مجھ کو افسوس ہے کہ میرے جوان شیر کے سر پر گرز لگا۔

لَوْکَانَ سَیْفُکَ فِی یَدَیْكَ لمادَنیٰ منه احَد"

اے عباسؑ! کاش تیرے ہاتھوں میں تلوار ہوتی تو کوئی حملہ آور قریب نہ آتا۔

لا تدعونی ویك اُمَّ البنین

ارے اب مجھے اُم البنینؑ کہہ کر نہ پکارو

تُذَکِّرِیْنِی بِلُیُوْثِ الْعَرِیْنِ

کہ تم مجھے یاد دلاتی ہو ان بیشہ وغا کے شیروں کی

کَانَتْ بَنُوْنَ لِی اُدْعیٰ بِهِمْ

تھے میرے بیٹے جنکی طرف منسوب کرکے مجھے پکارا جاتا تھا

وَالْیَوْمَ اَصْبَحْتُ وَلَامِنْ بَنِیْن

اب تو میں اس عالم میں ہوں کہ اب میرے بیٹے نہیں رہ گئے ہیں

اَرْبَعَةٌ مِثْلُ نُسُوْرِ الرُّبیٰ

وہ چار جو مثل شہبازوں کے تھے

قَدْوا صَلُوْا الْموتِ بِقَطْعِ الْوَتِیْنِ

جنھوں نے موت سے رشتہ قائم کیا اپنی رگہائے گردن کو کٹا کر

تَنَازَعِ الْخِرْصَانُ اَشْلائَمُ

نیزوں کی انیاں متواتر ان کے جسم پر پڑیں

Presented by www.ziaraat.com

فَكُلُّهُمْ اُمسَىٰ صَرِيعاً طِيَنْ

جس سے وہ بے جان ہوکر زمین پر گر گئے

يَالَيتَ شِعرِي اَكَمَا اَخْبَرُوْا

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سچ ہے

بِاَنَّ عَبَّاساً قَطِيْعُ الْيَمِيْنِ

کہ عباسؑ کے ہاتھ بھی قطع ہوگئے

باب ۲۰

وفات حضرت اُمّ البنینؑ

بعدِ واقعہ کربلا حضرت اُمّ البنینؑ ایسی ضعیف و ناتواں ہوگئیں کہ ہمیشہ بہ سبب دردِ سر کے سر اطہر پر ایک رومال بندھا رہتا تھا اور چشم انور سے ہر وقت متصل اشک جاری اور ہائے حسینؑ، ہائے عباسؑ، ہائے جعفر، ہائے عبداللہ زبان اقدس پر جاری تھا اور ہمیشہ قبرستان جنت البقیع جا کر نوحہ اور بین کرتی تھیں اور ایک ایک فرزند نوجوان کا نام لے کر رویا کرتی تھیں۔ جب تک زندہ رہیں اسی طرح روتی رہیں۔ یہاں تک مغموم و محزوں دنیا سے رحلت کر گئیں۔ (بحرالمصائب صفحہ ۴۶۰)

وفات کا سن اور تاریخ:

۱۳ر جمادی الثانی یومِ جمعہ ۶۴ ہجری میں اس دنیا سے رحلت فرما گئیں (یعنی حادثہ کربلا کے بعد تین سال پانچ مہینے اور تین دن زندہ رہیں) لیکن مشہور خواتین جو عالم اسلام میں گزر چکی ہیں ان میں سے اکثر کی تاریخ ولادت و وفات کتابوں میں ذکر نہیں۔

میں تاریخی اور انساب کی کتابوں میں انتہا جستجو کے بعد تاریخ وفات اور دن تلاش

Presented by www.ziaraat.com

کرنے میں کامیاب ہوا۔ اتفاق سے علامہ بیرجندی کی کتاب معروف ''وقائع الشہور والایام'' میں لکھا تھا کہ جناب فاطمہ اُمّ البنینؑ کلابیہ مادر عباسؑ نے ۶۴ ھجری میں وفات پائی۔ حضرت اُمّ البنینؑ کا سن اس وقت ۵۸ برس تھا۔ (حیدرالمرجانی)

اس کے علاوہ اعمش نے اپنی کتاب ''اختیارات'' میں لکھا ہے کہ ایک دن میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس دن کی تاریخ ۱۳؍ جمادی الثانی اور جمعہ کا دن تھا اتنے میں فضل ابن عباسؑ امیرالمومنین داخل ہوئے۔ وَهُوَ بَاكٍ حَزِينٍ يَقُولُ لَقَدْ مَاتَتْ جِدَّتِي أُمُّ الْبَنِينِ فضل غمگین حالت میں رو رہے تھے اور عرض کیا میری جدہ اُمّ البنین اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔

علامہ شیخ ھادی آل کاشف الغطآء اپنی کتاب ''المقبولۃ الحسینیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں جناب اُمّ البنینؑ کی ذات نادر الوجود خواتین میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی عظمت و جلالت اہلِ سیرت وبصیرت کی نگاہ سے مخفی نہیں۔

سید محمد باقر قراباغی ہمدانی نے اپنی کتاب کنز المطالب (خطی) میں ص ۸۷ پر

اور

بیرجندی نے **وقائع الشهور والايّام** میں ص ۱۰۷ پر

اور

سید مہدی سویج الخطیب نے **امّ البنين سيدة النساء العرب** میں ص ۸۵ پر ۱۳ جمادی الثانی بروزِ جمعہ ۶۴ھ تحریر کی ہے۔

اور یہ بھی درج کیا ہے کہ

''اس روز فضل بن عباس علمدار علیہ السلام روتے ہوئے امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا میری دادی امّ البنینؑ نے رحلت پائی''

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۵۳)

اگرچہ اس موقع پر ہمارے پاس زیادہ روایات نہیں کہ جو واقعیت کو آشکار کرسکیں لیکن ظاہر ہے یہ سارے قرائن خود اس بات پر دلالت کرتے ہیں نماز جنازہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ہی پڑھائی ہوگی اور امام وقت اور معصوم کا آپکی نماز جنازہ پڑھانا خود آپؑ کی عظمت پر شاہد ہے۔

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ ھادی الساعدی۔۔ ص ۷۷ تا ۸۱)

مدفنِ حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت اُمّ البنینؑ قربِ جناب فاطمہ زہرؑا میں مدفون ہیں، جنت البقیع (مدینۂ منورہ) میں دروازے کے قریب آپ کی قبر ہے۔ مومنین جب باریاب ہوں آپ کی زیارت ضرور پڑھیں۔

Presented by www.ziaraat.com

باب......۲۱

باب اُمّ البنینؑ

کربلائے معلیٰ (عراق) میں حضرت عباسؑ علمدار کے روضۂ مبارک میں سنہرے حروف سے ایک دروازے پر لکھا ہے ''باب اُمّ البنینؑ''۔ دروازے پر ایک موٹی سی زنجیر لگی ہے۔ زائرین اس زنجیر کو پکڑ کر بے تابی سے گریہ کرتے ہیں۔

زیارتِ قبرِ حسینؑ اور اُمّ البنینؑ:

کربلائے معلیٰ میں یہ روایت مشہور ہے کہ حضرت اُمّ البنینؑ امام حسینؑ کے قبر کی زیارت کے لیے مدینے سے تشریف لائی تھیں۔ جب جوان فرزند عباسؑ علمدار کی قبر پر زیارت کے لیے چلیں تو اس مقام پر غش آ گیا۔ قبرِ عباسؑ تک پہنچتے پہنچتے حالت غیر ہوگئی۔ جس جگہ آپ غش کھا کر گری تھیں وہاں اب ''باب اُمّ البنینؑ'' بطور یادگار قائم ہے۔ اور یہی دروازہ حضرت عباسؑ کی اصل قبر تہہ خانے تک لے جاتا ہے جو ہمیشہ مقفل رہتا ہے۔

ماجد رضا عابدی نے کیا خوب شعر کہا ہے:-

اک درِ اُمّ البنینؑ ہے روضۂ عباسؑ میں
سُنتی ہیں بیٹے سے پہلے عرضیاں اُمّ البنینؑ

باب......۲۲

عظمتِ حضرت اُمّ البنینؑ

تاریخ نے جو کچھ حضرت اُمّ البنینؑ کے بارے میں ذکر کیا ہے وہ آپ کی عظمت کے پیشِ نظر بہت کم ہے۔

(ام البنین علیہا السلام۔۔ شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ ص ۹)

حضرت اُمّ البنینؑ ۵ ھجری میں پیدا ہوئیں۔ شادی ۲۰ ھجری میں ہوئی۔ اس وقت آپ کا سن مبارک ۱۵ برس تھا۔ ۲۲ ھجری میں حضرت عباسؑ کی ولادت ہوئی اس وقت حضرت اُمّ البنینؑ کا سن مبارک ۱۷ برس کا تھا۔ جب حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی حضرت اُمّ البنینؑ کا سن مبارک ۳۴ برس تھا۔ واقعۂ کربلا کے وقت حضرت اُمّ البنینؑ کا سن مبارک ۵۵ برس اور وقت وفات ۵۸ برس کا سن تھا۔

حضرت زینبؑ کی ولادت کا سن ۶ ھجری سے ۹ ھجری کے درمیان لکھا جاتا ہے۔ حضرت زینبؑ، حضرت اُمّ البنینؑ سے دو یا تین سال چھوٹی تھیں۔ لیکن حضرت زینبؑ کی شادی ۱۷ ھجری میں ہو چکی تھی جب حضرت اُمّ البنینؑ بیاہ کر خانۂ علیؑ میں تشریف لائیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عباسؑ اور حضرت عبداللہ دونوں بھائیوں میں

Presented by www.ziaraat.com

۸ برس کا فرق ہے۔ اِن آٹھ برسوں کے درمیان حضرت اُمّ البنینؑ کی صاحبزادی حضرت خدیجہ بنتِ علیؑ کی ولادت ہے۔ زیارت اُمّ البنینؑ میں آپ کی صاحبزادی حضرت خدیجہ پر بھی سلام ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ۴۰ ھجری میں ہوئی۔ اس وقت حضرت عباسؑ ۱۹ برس کے تھے۔ خدیجہ بنتِ علیؑ ۱۷ برس کی تھیں، حضرت عبداللہ بن علی ۱۱ برس کے تھے، حضرت عمران بن علی ۹ برس کے تھے۔ حضرت جعفر بن علی ۷ برس کے تھے۔

کربلا میں وقت شہادت حضرت عباس علمدار ۳۸ برس کے تھے، حضرت عبداللہ بن علی ۳۰ برس کے تھے۔ حضرت عمران بن علی ۲۸ برس کے تھے۔ حضرت جعفر بن علی ۲۶ برس کے تھے۔ حضرت خدیجہ بنتِ علیؑ ۳۶ برس کی تھیں۔

حضرت اُمّ البنینؑ کی شادی، حضرت فاطمہ زہرؑا، اُمامہ بنتِ ابی العاص، خولہ بنتِ جعفر، اسما بنتِ عمیس، صہبا خاتون (عرف اُمِ حبیب) کے بعد ہوئی ہے۔

حضرت اُمّ البنینؑ خاتونِ ششم ہیں جو خانۂ امیر المومنینؑ حضرت علیؑ میں بیاہ کر آئی ہیں۔

تاریخِ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ

حضرت آدمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ

حضرت آدمؑ کا گریۂ وبکا مشہور ہے۔ حضرت اُمّ البنینؑ بعدِ کربلا تا حیات گریۂ وبکا میں مصروف رہیں۔ حضرت آدمؑ ایک فرزند کی شہادت پر روئے لیکن اُمّ البنینؑ اپنے چار فرزندوں پر اور فرزندِ زہرا امام حسینؑ اور اپنے پوتوں کے غم میں روتی رہیں۔

حضرت نوحؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت نوحؑ نے اتنا نوحہ کیا کہ نام ہی نوحؑ ہوگیا۔ اُمّ البنینؑ نے بھی اپنے بیٹوں

کے غم میں نوحہ کیا اور مرثیہ پڑھا۔ حضرت نوح کے بھی چار بیٹے تھے تین بیٹے فرماں بردار اور ایک اُن کے اہل سے نہ تھا وہ باغی اور سرکش تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے بھی چار بیٹے تھے اور چاروں منتخب روزگار، سعادت مند اور فرماں بردار تھے۔ اس طرح اُمّ البنینؑ کا مرتبہ حضرت نوح سے افضل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت ابراہیم نے ایک بیٹا راہ خدا میں فدا کیا لیکن وہ بچ گیا۔ اُمّ البنینؑ نے چار بیٹے راہ خدا میں قربان کئے اور چاروں شہید ہوگئے اور چاروں کی شہادت مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوئی۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو نصیحت کی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ بنی امیہ کا فرعون مرواؔن جو ظالم ترین شخص تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے مرثیے سُن کر رونے لگتا تھا۔

حضرت یعقوبؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹے تھے۔ (۱) حضرت یوسف Joseph (۲) روبن Reuben
(۳) شمعون Simeon (۴) لاوی Levi (۵) یہوداہ Judah
(۶) اشکار Issachar (۷) زبلون Zebulun (۸) جد Gad (۹) آشر Asher
(۱۰) دان Dawn (۱۱) نفتالی Nephtali (۱۲) بن یمین Benjamin
ایک بیٹی تھی دینہ Dinah

حضرت یعقوب کے ۱۲ بیٹوں میں سے صرف ایک حضرت یوسف اپنے باپ یعقوب سے جدا ہوگئے۔ یعقوب اتنا روئے کہ دیدے بہہ گئے، آنکھیں سفید ہوگئیں،

Presented by www.ziaraat.com

آنکھوں کا نور چلا گیا، اللہ نے قرآن میں کہا کہ

"میرے بندے یعقوب نے صبرِ جمیل کیا"

حضرت اُمّ البنینؑ کے چار بیٹے خود اُن کے بطنِ مبارک سے تھے لیکن وہ علیؑ کے سب بیٹوں کی ماں تھیں وہ امام حسینؑ کو اپنا سگا بیٹا سمجھتی تھیں۔ کربلا میں اُمّ البنینؑ کے بارہ بیٹے تین دن کے بھوکے پیاسے کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ اللہ رے اُمّ البنینؑ کا صبر کیا یعقوب سے افضل ہیں اُمّ البنینؑ اور قرآنی آیات کی مصداق ہیں۔ اُمّ البنینؑ کے بیٹے:-

(۱) حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ (۲) حضرت عباسؑ ابن علیؑ (۳) حضرت عبداللہ ابن علیؑ (۴) حضرت عمران ابن علیؑ (۵) حضرت جعفر ابن علیؑ (۶) حضرت محمد ابن علیؑ (۷) حضرت عبداللہ ابن علیؑ (۸) حضرت ابراہیم ابن علیؑ (۹) حضرت عباس اصغر ابن علی (۱۰) حضرت محمد اوسط ابن علی (۱۱) حضرت عون ابن علیؑ (۱۲) حضرت عمیر ابن علیؑ

حضرت یوسفؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ چاند، سورج اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یوسفؑ کے خواب کی تعبیر یہ تھی کہ انھیں مصر کی حکومت ملی اور اُن کے بھائی ماں اور باپ اُن سے آکر ملے۔

حضرت اُمّ البنینؑ نے خواب دیکھا کہ اُن کی گود میں چاند اور تین ستارے آکر گرے ہیں۔ حضرت علیؑ نے خواب کی تعبیر بتائی کہ تمھارا ایک بیٹا عباسؑ ہوگا جو قمرِ بنی ہاشم ہوگا اور تین بیٹے مثل ستاروں کے ہوں گے جو تمہاری گود میں پرورش پائیں گے۔ اُمّ البنینؑ کے چاروں بیٹے اُن کی سلطنت تھے۔ اُن کی سلطنت کربلا میں تاراج ہوگئی۔

اس کا صلہ اللہ نے کیا عطا کیا ہے یہی نہ کہ عباسؑ جب محشر کے میدان میں آئیں گے انبیاء اُن پر غبطہ (رشک) کریں گے۔ وہ جنّت میں زمرّد کے دو پروں سے پرواز کرتے ہیں۔

ازواجِ انبیاء اور حضرت اُمّ البنینؑ

حضرت حوّا اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت حوّا نے ہابیل کی شہادت پر ماتم و گریہ کیا۔ ایک فرزند کا غم انھیں دیکھنا پڑا لیکن حضرت اُمّ البنینؑ نے چار بیٹوں کا غم کیا اور تا حیات گریہ کرتی رہیں۔ حضرت حوّا کی نسل جناب شیث سے پوری دنیا میں پھیل گئی۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے پوتے حضرت عبیداللہ ابن عباس علمدار سے نسل پوری دنیا میں پھیل گئی اور سب کے سب منتخبِ روزگار تھے۔

حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت ہاجرہ کا ایک بیٹا کچھ دیر کے لیے پیاس سے تڑپا تو وہ بے قرار ہوگئیں اور پانی کی تلاش میں دوڑنے لگیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ کے چار بیٹے تین دن کے پیاسے قتل کر دیئے گئے اور انھوں نے صبر کیا۔ حضرت ہاجرہؑ حضرت اسمٰعیل کی قربانی کا حال سُن کر صدمے سے چند دن علیل رہ کر انتقال کر گئیں۔ حضرت اُمّ البنینؑ نے اپنے چار بیٹوں کی خبرِ شہادت سُن کر شکر کا سجدہ کیا۔

حضرت اُمّ موسیٰؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت موسیٰؑ کی والدہ یوکبید سے حضرت موسیٰؑ جدا ہوئے تو اللہ کہتا ہے قریب تھا کہ غم سے اُن کا کلیجہ پھٹ جاتا، ہم نے اُن کو صبر و قرار عطا کیا اور جلد ہی ماں کو بچے سے ملا دیا۔

Presented by www.ziaraat.com

مگر حضرت اُمّ البنینؑ کے چار کڑیل جوان بیٹے ۲۸؍رجب ۶۰ھ کو ماں سے جدا ہوئے تو پھر کبھی ملاقات نہ ہوسکی اور اُن کی شہادت کی خبر آئی۔ اللہ نے حضرت اُمّ البنینؑ کو صبر وقرار عطا کیا۔

حضرت آسیہؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت آسیہؑ نے اللہ سے دعا کی "پروردگار میرے لیے جنت میں ایک مکان بنادے"

اذقالت ربِّ اُبنِ لي عندكَ بيتاً في الجنّة (سورۂ تحریم آیت ۱۱)

اللہ نے آسیہ کو جنت میں گھر عطا کردیا۔

حضرت اُمّ البنینؑ جنت البقیع میں جاکر اپنے چاروں بیٹوں کی قبریں بناتی تھیں۔ لیکن اُن قبروں کو مٹا کر ایک قبر حسینؑ کی بناتی تھیں اور کہتی تھیں جب تک زندہ ہوں حسینؑ کو روؤں گی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اُمّ البنینؑ کو اُس نے جنت میں بلند ترین قصر عطا کیا ہوگا۔ اس لیے کہ خدا کی بارگاہ میں اُم البنینؑ کا درجہ بہت بلند ہے۔

حضرت مریمؑ اور حضرت اُمّ البنینؑ:

حضرت مریم کو اللہ نے ایسا فرزند حضرت عیسیٰؑ عطا کیا جو بیماروں کو شفا عطا کرتا تھا۔ اُن کا لقب مسیح تھا۔ حضرت اُمّ البنینؑ کو اللہ نے عباسؑ جیسا بیٹا دیا جو "باب الحوائج" ہے۔ عباسؑ بھی بیماروں کو شفا عطا کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا فیض ختم ہوگیا۔ حضرت عباسؑ کا فیض اب تک جاری ہے۔

شمشاد و خیابانِ ارم ہے وہ بہشتی — تاجِ سرِ اربابِ ہُمم ہے وہ بہشتی
سقائے خیمانِ حرم ہے وہ بہشتی — پیاسا ہے مگر بحرِ کرم ہے وہ بہشتی
شرمندہ ہے نیساں شہِ مرداں کے پسر سے
بھر دیتے ہیں دریا کے بھی داماں کو گہر سے

گو دور ہیں پر اپنے غلاموں کا ہے کیا پاس — جس وقت کہ ہوتا ہے ہجومِ الم و یاس
آتی ہے صدا دل سے کہ یا حضرتِ عباسؑ — ہو جاتا ہے وہ امر کبھی جس کی نہ ہو آس
مانا کہ امامت سے وہ ممتاز نہیں ہے
بتلاؤ یہ پھر کیا ہے جو اعجاز نہیں ہے
دو ہاتھ جو قربان کئے ، حصے میں آئی — دیں پروری و داد رسی عقدہ کشائی
کوثر تو ہے قبضے میں تصرف میں ترائی — ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی
بے دست ہیں لیکن سپرِ پیر و جواں ہیں
کیا تیغ کی حاجت ہے کہ خود سیفِ زباں ہیں
تھراتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا — لاکھوں سے بھی ہٹتا نہیں ثابت قدم ایسا
نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا — جھک جاتی ہے شاخِ سرِ طوبیٰ علم ایسا
قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
دامن دُرِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ
کیا فیض ہے کیا اسم مبارک میں اثر ہے — ہنگامِ مرض تقویتِ قلب و جگر ہے
کیسی ہی مہم سخت ہو اک آن میں سر ہے — بازو پہ جو باندھے تو سرِ دست ظفر ہے
کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں
آفت میں سپر ہے تو سروہی ہے وغا میں
اللہ نے بخشی ہے عجب نام کو تاثیر — شیعوں کی پناہ اور عدو کے لیے شمشیر
وہ مشکلِ لاحل جو نہ حل ہو کسی تدبیر — یا حضرت عباسؑ کہا پھر نہیں تاخیر
اعجاز و کرامت اسے کہیے تو بجا ہے
بے دست ہے اور مثلِ علی عقدہ کشا ہے

Presented by www.ziaraat.com

محبان اہلبیتؑ کا زیارت حضرت اُم البنینؑ میں یہ کہنا کہ:۔

"انّكِ من اولياء اللّٰه"

''بے شک آپ اولیاء خدا میں سے ہیں''

اسکے حق ہونے میں کوئی بات مانع نہیں۔

(ام البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص ۲۱)

حضرت اُم البنین کی کرامات:

آپکی کرامات کثیر ہیں۔آپ بھی باب الحوائج ہیں۔

نجف اشرف اور مومنین کی اور بستیوں میں آپ کی کرامات کوشہرت ہے۔

اہل نجف میں واقعہ بہت مشہور ہے۔کہ اس وقت عراقی حجاج کی عقلیں حیران ہوگئیں جب اہل نجف نے بعدِ حج مدینہ کو رجوع کیا اور ایک ولیمہ جناب اُم البنین (علیہا السلام) کے دستر خوان کے نام سے منعقد کیا اور سارا اسباب خورد ونوش جس جگہ رکھا وہ سعودیوں میں سے ایک شخص المدعو بن جمزان کے گھر کے دروازے کے بالکل قریب تھا۔وہ اپنا دروازہ کھول کر باہر آیا اور ان سب چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ان لوگوں نے کہا کہ ہم مسلمان حجاج ہیں،ہم نے اس دستر خوان کا اہتمام کیا ہے،کہ ہم حجاج میں کھانا تقسیم کریں اور یہ ہمارا دستور ہے کہ ہم ان دنوں میں زوجۂ امیر المومنینؑ،جناب ام البنینؑ (علیہم السلام) کے نام پر کھانا کھلاتے ہیں۔اس نے غصہ اور تلخ کلامی کی اور بلند آواز سے بدوی لہجے میں اہلبیتؑ پر سب کیا۔اور کہتا تھا کون ام البنین۔۔۔(نعوذ باللّٰه من ذالك) پھر اسباب طعام کی طرف بڑھا اور دیگیں اور رکابیاں الٹ دیں۔سب کھانا زمین پر گر گیا۔

یہ دیکھ کر مومنین نے جناب مادرِ ابوالفضلؑ سے توسّل کیا اور پکار کر کہا۔

''اے ام البنینؑ اگر آپ ام البنینؑ ہیں تو اپنی کرامت دکھایئے''

ابھی توسّل تمام نہ ہوا تھا کہ وہ شخص اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کے زمین پر گرا اور لوٹنے لگا اور اپنے پیٹ اور آنتوں میں تکلیف کی شکایت کرتا تھا۔اٹھا کر اسپتال لے جایا گیا لیکن جانبر نہ ہوا۔کچھ ہی دیر میں موت کی خبر آ گئی جسکے بعد اسکے گھر والوں نے مومنین سے معذرت کی۔(ام البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص ۴۸)

مومنین میں آپکے نام پر دستر خوان اور لوگوں کو کھانا کھلانے کا رواج ہے اور یہ یقیناً مقبول عمل ہے جو آل رسول علیہم السلام کے سرور کا سبب ہے۔آپ کے دستر خوان پر مراد آتی ہے اور منّت پوری ہوتی ہے اور خصوصیت سے مرض میں شفاء اور بے اولاد کے لئے اولاد آپ کی عنایات خاصہ میں سے ہے

(امّ البنین علیہا السلام۔محمد رضا عبدالامیر انصاری۔ص ۴۳)

(امّ البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص ۴۳)

خواص کے درمیان اس بات کی شہرت ہے کہ اگر کسی کی کوئی شئے کھو جائے یا کسی شئے کی آرزو ہو تو ایک بار سورہ حمد کی تلاوت کر کے روح گرامی جناب ام البنینؑ کو نذر کیا جائے تو فوراً مراد آئے گی اور وہ شئے مل جائے گی۔

(امّ البنین علیہا السلام۔محمد رضا عبدالامیر انصاری۔ص ۳۶)

(ام البنین علیہا السلام۔۔شیخ نعمۃ الساعدی۔۔ص ۴۲)

آپ کی ذات جلیلہ کے بارے میں قلوب میں یہ اعتقاد پایا جاتا ہے کہ عنداللہ آپ کی شان بلند اور آپ کا رتبہ عظیم ہے۔اور لوگ اپنے کرب میں آپ کے واسطے خدا سے التجاء کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ قرار دیتے ہیں تو غم والم کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور آپ کی ذات سے لو لگاتے ہیں اور پکارتے ہیں۔اور یہ اس لئے ہے کہ عنداللہ آپ صاحبة المنزلة الكريمة ہیں۔یقیناً آپ نے راہ خدا میں

Presented by www.ziaraat.com

اپنے جگر پاروں کو قربان کر کے یہ عظمت پائی ہے۔

(العباس ابن علی رائد الکرامۃ والفداء فی الاسلام۔۔ باقر شریف القرشی)

گمشدہ حقیقتیں:

۱۔ آپ شاعرہ تھیں اور آپ کے کہے ہوئے مرثیے وارد ہوئے ہیں جنھیں ہم پڑھتے ہیں اور کتب ادب (جیسے ادب الطف) میں روایت ہوئے ہیں۔ لیکن ہم نہیں پڑھتے کسی کتاب میں کوئی ایک بیت بھی جو امیر المومنینؑ کی شہادت پر آپؑ نے کہی ہو۔ کیوں؟ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس بارے میں قاری کی فکر سوال کرتی ہے۔ اور اسکی وجہ صرف یہی بیان کی جاسکتی ہے آپ نے تو شعر کہے لیکن تاریخ میں محفوظ نہ ہوسکے جو کچھ ہم تک پہنچا ہے وہ بھی مدوّن نہیں ہے اور بعید نہیں کہ کثیر رثائی سرمایہ وہ ہے جو ضائع ہوا ہے۔

۲۔ خواص وعوام میں اسکی شہرت ہے کہ آپؑ ایک فاضلہ وعارفہ وصاحبِ یقین خاتون آپ کی حیات کا خاصہ حصہ مولائے کائناتؑ کے ساتھ بسر ہوا جو خزانہ علم بھی تھے اور معنی وبیان کے بحر بے کنار بھی تھے۔ مگر ہم نہیں پاتے کہ آپؑ سے کوئی روایت ہوئی ہو یا حکایت یا حدیث یا آپ نے کبھی کہا ہو کہ میں نے امیر المومنینؑ سے یہ سنا۔ کیوں؟ یہ وہ حقیقت ہے جو ہم پر مخفی ہے شاید اسکا سبب یہ ہو کہ کس کے امکان میں تھا کہ اسے مدوّن کرے کہ خانۂ علیؑ میں کیا بیان ہوا ہے؟ لیکن یہ کافی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹوں کو اسی چھاؤں میں پروان چڑھایا جو امیر المومنینؑ سے حاصل کی تھی۔ تو گویا بیانیہ روایات عمل میں ڈھل کر ظاہر ہوئیں۔

۳۔ آپ اور مستوراتِ بنی ہاشم کی طرح کربلا نہیں گئیں۔ کیوں نہیں گئیں؟ آپ مدینے میں کیوں رہ گئیں؟ کیا اسکا کوئی سبب ہے یا علیل تھیں۔ یا کبر سنی کی وجہ سے یا

امام حسینؑ نے اس سلسلے میں کچھ ارشاد کیا تھا۔ بات یہ نہیں تھی۔ وہ مدینے میں رہیں تھیں تا کہ ذریّتِ عباسؑ کا تحفظ ہوسکے۔

۴۔ (یہ صورت فرضی ہے) اگر آپ کربلا چلی جاتیں۔ اور آپکی اولاد قتل ہوتی اور آپ بھی اسیروں میں ہوتیں تو کیا آپ کی قوم خاموش رہتی اور کیا اس واقعہ پر آپ کے قبیلے والے سکوت اختیار کرتے نہیں بلکہ آپ کی رہائی کا مطالبہ کرتے ابن زیاد (ملعون) سے۔ اور ظاہر ہے کہ انہیں اپنے عزیزوں سے تعلق ہوتا نہ کہ سارے اسیرانِ اہلبیت علیہم السلام سے۔ آپؑ نے اس صورتحال پر مدینے میں رہنے کو ترجیح دی اور اسمیں ذریت عباسؑ کا تحفظ شامل تھا۔

۵۔ کیا آپؑ کے لئے کتبِ زیارات وادعیہ میں زیارت وارد ہوئی ہے اور یا کوئی حدیث جس سے اخذ کیا جائے یا اس پر اعتماد کیا جائے؟ اس عنوان پر سندِ صحیح سے کچھ وارد نہیں ہوا۔ پس جب ہم آپ کی زیارت کرنا چاہیں تو ہم کیا کہیں اور کن لفظوں میں آپ کو مخاطب کریں؟

ہمیں آپ کی زیارت کرنا چاہیے **(قریب ودور سے)** اور آپ کا حق ہے کہ آپ کو اس عبارت سے یاد کیا جائے کہ ''اے مومنہ صالحہ'' اور اس محبت کے سبب جو ابا عبداللہ الحسینؑ سے تھی۔ ہم آپ کو پکاریں۔

''اے ام الحسینؑ، اے زندۂ جاوید کی مادر گرامی کہ روز حشر معیت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا میں آئیں گیں خدا آپ سے راضی ہے۔ اور بارگاہِ قدّوسیت میں آپ کی کاوشوں پر آپ کے لئے بہترین صلہ ہے''

ہم ''ساعدی'' کی کوششوں اور عقیدت کی قدر کرتے ہیں لیکن ہمیں اس پر حیرت ہے کہ وہ کیسے بے خبر رہے جناب ام البنین علیہا السلام کی اس **زیارت** سے جسے

Presented by www.ziaraat.com

متاخرین میں محمد رضا عبدالامیر انصاری نے اپنی کتاب ''ام البنینؑ'' ص۵۰ پر نقل کیا ہے اور محمد الصالح جوہری نے ضیاء الصالحین میں ص۶۰۶ پر درج کیا ہے۔

جناب امّ البنین اور عہد جدید:

اسوقت دنیا انٹرنیٹ پر سمٹ کر آ گئی ہے۔ اور مذہب اور عقائد بھی اپنی آب وتاب کے ساتھ اس برقی صفحہ پر جگمگا رہے ہیں۔ جہاں اور دوسرے ناموں سے دین حقہ کے معارف مختلف اداروں کے طرف سے انٹرنیٹ پر موجود ہیں وہاں ایک سائٹ اس نام سے بھی ہے عربی زبان میں۔

اس کا نام عربی میں ''موقع امّ البنین علیہا السلام'' ہے۔

اور انگریزی میں www.banin.org ہے۔

یہ کاوش'' قطر'' میں آباد مومنین کی ہے۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

یہ کاوش خود اہل ایمان کے دلوں میں مادر ابوالفضل علیہا السلام کے لئے جو عقیدت ہے اس پر شاہد ہے۔

باب......۲۳

زیارت اُمّ البنینؑ

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ اَلسَّلَامُ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَيْ شَبَابِ

Presented by www.ziaraat.com

اَهلِ الْجَنَّةِ اَلسَّلَامُ عليكِ يا زَوْجَةَ
وصِيِّ رَسُولِ اللّٰهِ اَلسّلَامُ عَلَيْكِ يَا
عَزَيْزَةَ الزَّهْرَاَء اَلسّلامُ عَلَيْكِ يَا اُمَّ
الْبَدُوْرِ السَّوَاطِعِ فَاطِمَةَ بِنْتِ
حِزَامِ الْكِلَا بِيَةِ اَلْملقبّةِ بِاُمِّ البنين
وَبَابَ الْحَوائِجِ اَشْهَدُ اللّٰه
وَرَسُوْلَهُ اَنّكِ جَاهَدتِ فِي سبيلِ
اللّٰهِ اِذْ ضَحَّيْتِ بِاَوْلَادِكِ دُوْنَ
الْحُسيَنْ بن بِنْتِ رَسُوْل اللّٰه
وَعَبَدْتِ اللّٰه مُخْلِصَةً لَهُ الدِّينَ
بِوِلائِكِ لِلائِمّةِ الْمَعْصُوْمِيْنَ
وَصَبَرْتِ عَلى تِلْكَ الرَّزِيّةِ الْعَظِيمَة

وَاحْتَسَبْتِ ذَالِكَ عِنْدَاللّٰهِ ربِّ
الْعَالِمِينَ وَآزَرْتِ الِامَامَ عَلِيّاً فِيْ
الْمِحَنِ والشَّدائِدِ وَالْمَصائِبْ
وكُنْتِ فِي قِمّةَ الطّاعةِ وَالْوَفاءِ
وَاِنّكِ اَحسَنْتِ الْكِفَالَةِ وِاَدَيْتِ
الْاَمَانَةَ اِلْكُبَرىٰ فى حِفظِ وِدِيعتِى
الزَّهراءَ البَتُولِ (الحسن
والحسين) وَبَالَغْتِ وَآثَرْتِ
وَرَعَيْتِ حُجَجَ اللّٰهِ الْمَيامِيْنَ
وَرَغِبْتِ فِى صِلةِ اَبْنَاءِ رَسُوْلُ رَبِّ
الْعَالَمِيْن عَارِفَةً بِحَقِّهِمِ مؤمِنَةَ
بِصِدْقِهِمْ مُشْفِقَةً عَلَيْهِمْ مؤثَرَةً

Presented by www.ziaraat.com

هَـــوَاهُــمْ وَحُبُهّــمْ عَـلٰــى اوْلَادِكَ
السُّــعُدَاءِ فَسَلَامُ اَللّـــه عَـلَيْكِ يَـا
سَيِّدَتِيْ يَا اُمَّ اَلْبَنِينَ مادَجَىَ الليلِ
وَغَسَـقَ وَاَضَــاءَ الــنَّهـارِ وَاشْـرَقَ
وَسَـقَـاكِ الـلّٰـهُ مِن رَحيقٍ مَخْتُوْمٍ
يَـوْمَ لا يَـنْفَعُ مَالٌ وبَنونٌ فَصِرْتِ
قُدْوَةً لِـلمُؤمِناتِ الصّالِحاتِ لانّكِ
كَـرِيْمَةُ الْـخَلَائِقِ عَالِمَةٌ مُعَلَّمَةٌ تَقِيَّةٌ
زَكِيَّةٌ فَـرَضِـىَ الـلّٰهُ عَنكِ وَاَرْضَاكِ
ولَـقَـدْ اَعـطَـاكِ الـلّٰهُ مِنَ الكُرامَاتَ
الْبَاهِرَاتِ حَتّٰى اَصْبَحْتِ بِطاعَتِكِ
لـلّٰـــه.وَلِـوَصـيِّ الاَوْصِـيـاءَ وَحُبُّكِ

لِسَيِّدَةَ الـنِّـسـاءِ "الزَهْراءَ" وَفَدائِكِ
اَوْلادِكِ الْاَرْبَعَةِ لِسيِّدِ اَلشُّهَدَاءِ بَاباً
لِلْحَـوَائِـجِ فَـاشْـفَعِي لي عِنْدَاللّٰهِ
شَـانـاً وَجَـاهـاً مَـحْمُوداً وَالسّلَامُ
عَـلٰى اَوْلَادِكِ الشُّهَدَاءِ العَبّاسِ قَمَرُ
بَـنِـى هَـاشِـمِ وَبـابِ الْحَـوائِـجِ
وعَبْدَاللّٰه وَ عِمْرَانِ وَ جَعفُرِ الّذِينَ
اسْتَشْهَدُوا فِيْ نُصْرَةِ الْحُسَيْنْ
بِـكَـرْبَلَاءِ وَالسَّلَامُ عَـلٰى اَبْنَتِكِ
الْدُّرَّةِ الزّاهِرَةِ الطّاهِرَةِ الرَّضِيّةِ
خَـدِيْـجَةَ فَـجَـزاكِ وَاَجزَاهُمُ اللّٰـهُ
"جَـنَّـاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الاَنْهَارُ

Presented by www.ziaraat.com

خَالِدِیْنَ فِیْهَا" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ"۔

ترجمہ:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی سزاوار عبادت نہیں ہے بجز اللہ کے جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اس کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

آپ پر سلام ہوا ے اللہ کے رسولؐ۔ آپ پر سلام ہوا ے امیرالمومنین (علیہ السلام) آپ پر سلام ہوا ے خواتین عالم کی سیدہ و سردار فاطمۃ الزھراؑ۔

سلام ہو امام حسنؑ وامام حسینؑ پر کہ وہ جوانان جنت کے سردار ہیں سلام ہو آپ پر اے وصی رسولؐ کی زوجۂ گرامی سلام ہو آپ پر کہ آپ عزیز ہیں دختر رسولؐ معصومہ کونین کی سلام ہو آپ پر فاطمہؑ بنت حزام کلابیہ کہ آپ کے لیے زیبا ہے اُمّ البنینؑ اور مادر باب الحوائج ہونا کہ آپ

کے فرزند ماہ کامل و درخشندہ ہیں۔

اللہ اور اس کا رسولؐ گواہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کی قربانی کے ذریعے راہ خدا میں کاوش اور گرانقدر جدوجہد کی اور آپؑ نے بصد اخلاص خدا کے متعین کردہ طریق پر اس کی عبادت کی۔ آئمہ معصومین کی محبت کے ساتھ اور ہولناک اور دل ہلا دینے والی آزمائش کی گھڑی اور اُس عظیم ابتلا میں اپنے پروردگار کے حضور ماجور ہوئیں اور آپ نے امام عالی کی غمخواری کی مصیبت اور رنج ومحن کی شدتوں میں اور آپ اطاعت ووفا کی بلندی پر رہیں خوب کفالت کی آپ نے (ان کی جنھیں امام وقت پر قربان کیا) اور فاطمہ زہراؑ کی ودیعت کردہ اور سپرد کردہ امانت کبریٰ کی بہترین حفاظت کی۔ آپ نے اللہ کی پناہ دینے والی حجتوں کو پالیا۔ ان کی حفاظت کی اور ان کی رعایت کی اور انہیں ترجیح دی اور مائل ہوگئیں پروردگار عالم کے رسولؐ کے بیٹوں کی ولایت میں۔ اس عالم میں کہ آپ ان کے حق کو پہچانتی تھیں اور اپنے ایمان سے اس کی تصدیق کرنے والی تھیں اور آپ ان پر شفیق تھیں

Presented by www.ziaraat.com

اور ان کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز تھیں اور اپنی سعادت منداولاد پران کی محبت کوترجیح دیتی تھیں۔

پس آپ پرسلام ہواللہ کا اے ہماری سیدہ اے اُمّ البنینؑ جب تک کہ رات چھائے اوردن اپنی روشنی پھیلائے اور اللہ آپ کو مہر بہ لب کاسۂ خنک سے کوثر کے سیراب کرے۔اس روز کہ جب نہ مال نفع بخش ہوگا نہ اولاد۔

بس آپ صالح مومنات کی سیّدہ و سردار ہوگئیں۔ اس لیے کہ آپ کے اخلاق کریم ہیں اور عالمہ ہیں۔ معلّمہ ہیں۔تقیہ ہیں، زکیہ ہیں۔

تو اللہ آپ سے راضی ہےاورآپ سے متعلق ہرامر سے اور اللہ نے روشن کرامتیں آپ کوعطا کیں یہاں تک کہ آپ نے طاعت الٰہی کے سجادہ پرصبح کی،اوراوصیاء خدا کی وصیت اورسیدہؑ عالم کی محبت اورمودّت میں آپ نے اپنے چارفرزند سیدالشہداءؑ پرقربان کئے کہ ان میں ایک حوائج کا دروازہ بھی ہیں پس میری شفاعت کیجئے حضور الٰہی میں کہ آپ کی عظمت و جاہ اورمرتبہ بلند ہےاور خدا کی طرف سے پسندیدہ ہے۔

سلام ہوآپ کے فرزندان گرامی پر کہ وہ شہید ہیں۔یعنی عباسؑ قمر بنی ہاشم باب الحوائج اور عبداللہؑ وعمرانؑ وجعفرؑ پر کہ ان سب نے زمین کربلا پر نصرت حسینؑ میں اپنی جان نچھاور کی اور سلام ہوآپ کی دختر پر کہ جو دُرِ مکنون صدف طہارت ہےاوررضیہ ہیں اورنام ان کا خدیجہؑ ہے اللہ جزادے آپ کواوران سب کوایسی جنتیں کہ جن میں نہریں جاری ہیں اوراس میں رہنے والے ہمیشہ رہیں گے۔

درودورحمت نازل کر پروردگار محمدؐ وآل محمدؐ پر

Presented by www.ziaraat.com

مآخذ

۱۔ اُمّ البنینؑ رائدۃ الجہاد فی الاسلام

الشیخ نعمۃ ھادی الساعدی... ۱۴۲۴ھ...ایران

۲۔ اُمّ البنینؑ سیّدۃ نساءِ العرب

سیّد مھدی الیسوبح الخطیب ... ۱۳۷۷ھ..قم۔ایران

۳۔ العباس بن علیؑ من الولادۃ اِلی الشھادۃ

احمد علی دخیل.... ۱۴۲۴ھ.... بیروت۔لبنان

۴۔ اُمّھات المعصومینؑ

آیت اللہ السید محمد الحسینی الشیرازی...۱۴۲۵ھ...بیروت۔لبنان

۵۔ اَعجب القصص فی کرامات العباسؑ

السید محمد حسن صادق آلِ طعمۃ ... ۱۴۲۶ھ... بیروت۔لبنان

۶۔ الخصائص العباسیہ

آیت اللہ الحاج محمد ابراہیم الکلباسی..۱۴۲۵ھ..بیروت۔لبنان

۷۔ اُمّ البنینؑ۔اُمّ ابی الفضل العباسؑ بن علیؑ

حیدر المراجانی..... ۱۹۹۰ء....نجف

۸۔ اشقیائے فرات

سیّد فیض الحسن موسوی ابنالوی ۱۹۷۷ء دبستانِ انیس۔راولپنڈی

۹۔ ابصار العین فی انصار الحسینؑ

(تالیف)علّامہ شیخ محمد بن طاہر(ترجمہ)تصدق حسین کنتوری مکتبۃ العلوم۔کراچی

۱۰۔ العبد الصالح

مولانا سیّد آغا مہدی.....خدام عزا۔کراچی

۱۱۔ ذکر العباسؑ

مولانا سیّد نجم الحسن..... ۱۹۵۶ء.....لاہور

۱۲۔ صحیفہ وفا۔حضرت ابوالفضل العباسؑ

علّامہ عبدالرزّاق المقرم/ترجمہ:سیّد حسین مہدی ۱۹۹۸ء انصاریان۔قم ایران

۱۳۔ قمر بنی ہاشمؑ

علّامہ ذیشان حیدر جوادی..... ۱۹۸۰ء...مذہبی دنیا۔الہ آباد(انڈیا)

۱۴۔ نسب بنی ہاشم

جمیل ابراہیم حبیب.....۱۹۸۷ء....بغداد

۱۵۔ مأتین فی مقتل الحسینؑ

علّامہ سیّد غلام حسنین کنتوری....مطبع الانوار لکھنؤ

Presented by www.ziaraat.com

میرخلیقؔ

عباسؑ کی مادر نے بچھائی صفِ ماتم

۱ ہجرِ شہِ والا میں سدا روتی تھی صغرؓا   منھ آنسوؤں سے شام وسحر دھوتی تھی صغرؓا
بے چین تھی بے خواب تھی جی کھوتی تھی صغرؓا   دن رات میں دم بھر نہ ذرا سوتی تھی صغرؓا
چلّاتی تھی دیدار دکھاؤ علی اکبرؑ
مرتی ہوں اب آنا ہے تو آؤ علی اکبرؑ

۲ لے جاؤ مجھے آن کے مرجاؤں گی بھائی   بے وصل پدر جی سے گذر جاؤں گی بھائی
لے جانے کی ٹھہری تو ٹھہر جاؤں گی بھائی   ورنہ میں سفر خلق سے کر جاؤں گی بھائی
یارا مجھے اب صبر و تحمّل کا نہیں ہے
جلد آؤ کہ یہ وقت تغافل کا نہیں ہے

۳ بھیّا نظر آتا نہیں جینے کا قرینہ   فرقت کی حرارت سے جلا جاتا ہے سینہ
گذرا مجھے دن گنتے محرّم کا مہینا   ویران ہے آباد کرو آ کے مدینہ
ہمراہ بنے تو شہِ والا کو بھی لاؤ
امّاں کو بھی لاؤ مرے بابا کو بھی لاؤ

۴ دیر آنے میں گر ان کے ہو تو تم نہ کرو دیر   غم کھایا ہے اتنا کہ بہن جینے سے ہے سیر
ہے سر پہ جدائی میری کھینچے ہوئے شمشیر   آہوں کے دھویں سے ہے جہاں آنکھوں میں اندھیر
تنہائی کا جینا مجھے اب جبر ہے بھائی
معلوم یہ ہوتا ہے کہ گھر قبر ہے بھائی

۵ فرقت میں ہے بیمار کو جینے کا مزا تلخ   ہر چیز ہے یادِ لبِ شیریں کے سوا تلخ
غم کھانے سے منھ تلخ دوا تلخ غذا تلخ   ان روزوں میری زیست بسر ہوتی ہے کیا تلخ
نیند آنکھوں میں اب تو کوئی پل بھی نہیں آتی
تم کیا نہیں آتے کہ اجل بھی نہیں آتی

۶ اے بھائی بُرے وقت میں کام آؤ ہمارے   دُوری سے ہے بیمار بہن گور کنارے
جیتی ہوں فقط آپ کے وعدے کے سہارے   تم ماں کے بھی ہولاڈلے بابا کے بھی پیارے
ہمراہ سفر میں ہیں سبھی ، پر نہیں صغرؓا
امّاں کی کنیزوں کے برابر نہیں صغرؓا

۷ ہمجولیوں سے اپنی کہا کرتی ہوں اکثر   اب آئیں گے لینے ہمیں بھیا علی اکبرؑ
واں جائیں گے ہم بھی ہے جہاں بابا کا لشکر   لے جائیں گے بھیّا ہمیں محمل میں چڑھا کر
جی جائیں گے جب اپنے مسیحا سے ملیں گے
بھیّا کی بدولت شہِ والا سے ملیں گے

۸ اب دیر جو ہوتی ہے تو شرماتی ہوں بھائی   جو آتی ہے آنکھ اُس سے چرا جاتی ہوں بھائی
ہر بات میں سر زانو پہ نیہوڑاتی ہوں بھائی   مایوسی سے اشک آنکھوں میں بھرلاتی ہوں بھائی
کچھ آپ کے آنے کی نہ صورت ہوئی افسوس
ہمجولیوں سے مجھ کو خجالت ہوئی افسوس

Presented by www.ziaraat.com

۹ اب بھی اگر آؤ مجھے لینے تو ہے بہتر   رہ جائے مری بات بہن صدقہ ہو تم پر
ورنہ میں دو چار ان سے نہیں ہونے کی اکبرؑ   ہمجولیاں اک روز کہیں گی یہ مقرّر

سب پیارے ہیں تم باپ کی پیاری نہیں صغرؑا
اکبرؑ کو بھی کچھ چاہ تمھاری نہیں صغرؑا

۱۰ جس دن مجھے یہ لڑکیوں نے بات سنائی   سن لیجو کہ مر جاؤں گی اس روز میں بھائی
کٹتے ہیں تڑپتے مجھے ایامِ جدائی   آپ آئے نہ اور آہ ہماری اجل آئی

امید یہی ہے کہ اب آتے ہو سفر سے
تا شام کھڑی رہتی ہوں چوکھٹ پہ سحر سے

۱۱ بستر پہ بھی آنکھیں سوئے در رہتی ہیں ہر آن   جس راہ سے آؤ گے میں اس راہ کے قربان
ڈر ہے کہ نہ گھبرا کے نکل جائے مری جان   پھر قبر میں لے جائیں ملاقات کا ارمان

دیکھو گے مجھے آن کے جب جانو گے بھائی
یہ زار ہوئی ہوں کہ نہ پہچانو گے بھائی

۱۲ بے چین ہوں میں چین سے ہے سارا زمانا   آہیں کبھی بھرنا ہے کبھی اشک بہانا
تبرید ہے موقوف ہوئی چھٹ گیا کھانا   ہم جی سے چلے اور نہ تمھارا ہوا آنا

سب کہتے ہیں دنیا سے گذر جائے گی صغرؑا
تم کو نہ خیال آیا کہ مر جائے گی صغرؑا

۱۳ اماں یہ نہ سمجھیں کہ کسے چھوڑا ہے گھر میں   بابا کو بھی اللہ یہ غفلت ہے سفر میں
وہ بھولے ہیں اور مرتے ہیں ہم یادِ پدر میں   نشتر سی کھٹکتی ہے ہر اک سانس جگر میں

جو عارضے میں چھوڑ کے جاتا ہے کسی کو
حیران ہوں کس طرح قرار آتا ہے جی کو

۱۴ ایسا مجھے بھولے کہ کسی نے نہ کیا یاد   بے بس ہوں پہنچتی نہیں تم تک مری فریاد
جو ہم پہ بنی خیر خدا سب کو رکھے شاد   پر حیف یہ بیمار بہن ہو گئی برباد

اب زیست کا صغرؑا کے سہارا نہیں کوئی
کہنے کو تو سب ہیں پہ ہمارا نہیں کوئی

۱۵ مرتے ہوئے جی اٹھتی ہوں تم اب بھی جو چاہو   اقرار جو کچھ کر گئے ہو اُس کو نباہو
تسکین تصور کی ملاقات سے کیا ہو   تم دلبرِ فرزندِ شہِ عقدہ کشا ہو

اس خواہرِ دل خستہ پہ احساں کرو بھائی
آ کر مری مشکل کو اب آساں کرو بھائی

۱۶ دادا نے تمھارے تو ہے مُردوں کو جِلایا   صحت دی شفا کا کوئی طالب اگر آیا
دُکھ درد میں فیض ان سے ہر اک شخص نے پایا   پنجے سے اجل کے ہمیں تم نے نہ چھڑایا

جلد آن کے دیدار تو اے بھائی دکھا دو
تم بھی ہمیں اعجازِ مسیحائی دکھا دو

۱۷ دن بھر تو بہن روتی ہے منھ پر لیے آنچل   اور چار پہر رات یہ دل رہتا ہے بے کل
باشندوں سے آبادی تھی گھر ہو گیا جنگل   تنہائی میں رہتا ہے تصور یہی ہر پل

پردیسی پھریں گے میرا دل شاد بھی ہوگا؟
ویران یہ گھر پھر کبھی آباد بھی ہوگا؟

۱۸ اس گھر میں بچھے گی کبھی پھر مسندِ شبیرؑ؟   پھر ماں سے ملائے گا کبھی مالکِ تقدیر؟
کبرؑا کبھی پھر ہوئے گی صغرؑا سے بغل گیر؟   پھر کھیلے گی ساتھ آ کے سکینہؑ میری ہمشیر؟

کب ہاتھ مجھے دیکھ کے پھیلائیں گے اصغرؑ؟
گودی میں ہمک کر مری کب آئیں گے اصغرؑ؟

Presented by www.ziaraat.com

۱۹ ہے ان دنوں حالت مری آگے سے بھی بدتر — دیکھوں مجھے پہچانتے ہیں یا نہیں اصغرؑ
بہنا کی طرف سے تمھی بھیّا علی اکبرؑ — چھاتی سے لگایا کرو صدقے ہو یہ خواہر
جب کرتی ہوں یاد اشکوں سے منھ دھوتی ہوں بھائی
پہروں علی اصغرؑ کے لیے روتی ہوں بھائی

۲۰ وہ بالوں میں بُو مشک کی وہ چاند سا ماتھا — وہ نرگسی آنکھیں وہ بھویں، گُل سا وہ چہرا
غنچہ سا دہن کھول کے وہ دودھ کا پینا — یاد آتا ہے جس دم، دم اُلٹ جاتا ہے میرا
صدقے ہوں جوان بانہوں کو اور ہاتھوں کو پاؤں
چین آئے جوان تلووں کو آنکھوں سے لگاؤں

۲۱ چھاتی پہ میں دھر دیتی تھی منھ پیار سے جس دم — ہنس دیتا تھا ہو جاتی تھی میں بھی خوش و خرّم
گرمی کا ہے موسم یہی رہتا ہے مجھے غم — پردیس میں کیا جانیے کیا ہوئے گا عالم
اماں بھی گئی ہیں مری روتی ہوئی گھر سے
گھٹ جائے کہیں دودھ نہ ایذائے سفر سے

۲۲ پھر گود بھرے گھر میں وہ پردیس سے آئیں — کبراؑ بھی ہو اور ساتھ سکینہؑ کو بھی لائیں
اصغرؑ کی کریں سال گرہ دودھ بڑھائیں — پر فاطمہؑ بیمار کو دل سے نہ بُھلائیں
طاقت غمِ دُوری کی نہیں رنج و تعب کی
حق سب کو رکھے شاد دعاگو ہوں میں سب کی

۲۳ نانی نے سنی جس گھڑی صغراؑ کی یہ گفتار — گھبرا کے کہا خیر ہے اے فاطمہؑ بیمار
اکبرؑ ہیں کہاں اور کہاں ہیں شہِ ابرار — اس وقت ہے تو کس سے مخاطب مری دلدار
انساں دلِ مضطر کو سنبھالے تو سنبھل جائے
تن سے انھیں باتوں میں کہیں دم نہ نکل جائے

۲۴ کرتی ہے سخن جن سے وہ ملتے ہیں سفر میں — پردیسیوں کو لائے خدا خیر سے گھر میں
دن رات کہاں رونے کی طاقت ہے جگر میں — بس صدقے گئی درد زیادہ نہ ہو سر میں
اوقات تو بے روئے گذرتی نہیں اک دم
باعث ہے یہی تپ جو اُترتی نہیں اک دم

۲۵ کیوں روتی ہو دل کھیل میں بہلاؤ میں واری — آجاتی ہے اب بی بی کے بابا کی سواری
آزار میں لازم نہیں یہ گریہ و زاری — پہنچانے گا کاہے کو کوئی شکل تمھاری
مینھ آنسوؤں کا آنکھوں سے برساتی ہو صغراؑ
پیتی ہو دوا کچھ نہ غذا کھاتی ہو صغراؑ

۲۶ لو جو کہو تم آج وہ کھانا میں پکاؤں — پی لو یہ ٹھنڈائی تو خبر لینے کو جاؤں
صغراؑ نے کہا کھانے کو کیا خاک میں کھاؤں — پی لوں یہ دوا ہاں جو خبر باپ کی پاؤں
کچھ دُکھ میں ہیں وہ لوگ مجھے عشق ہے جن سے
پانی تو اٹکتا ہے گلے میں کئی دن سے

۲۷ بے وجہ نہیں یہ علی اکبرؑ کا نہ آنا — اب پانی کا ساغر نہ مرے سامنے لانا
بابا سے مرے پھر گیا ہے سارا زمانا — دل کہتا ہے جب آگے مرے لاتی ہو کھانا
ہے ہے تجھے کیونکر یہ غذا بھاتی ہے صغراؑ
شبیرؑ تو فاقے سے ہیں تُو کھاتی ہے صغراؑ

۲۸ نانی سے یہ صغراؑ ابھی کہتی تھی کہ یکبار — یوں مادرِ عباسؑ نے کی آن کے گفتار
حاکم کے گھر آیا ہے کوئی پرچۂ اخبار — ہوتا ہے منادی کی یہ تقریر سے اظہار
خلقت کی طلب ہے کوئی گھر میں نہ رہے گا
سب جاتے ہیں قاصد وہ خبر سب سے کہے گا

Presented by www.ziaraat.com

۲۹
یہ سنتے ہی رنگ اُڑ گیا اُمِّ سلمہ کا — سر جب سے تو تکیہ پہ دھرے روتی تھی صغرٰا
اُٹھ بیٹھی شتاب اور کہا ہے ہے میں کروں کیا — حاکم کو خبر آئی یہاں کوئی نہ آیا
کیسی ہے خبر جی میرا گھبراتا ہے لوگو
سینے سے جگر منہ کو چلا آتا ہے لوگو

۳۰
عباسؑ کی مادر نے کہا خیر ہے واری — ہر بات میں رو دینا تو عادت ہے تمھاری
پردیسیوں کے پیچھے مناسب نہیں زاری — جو ہوئے گا میں جا کے خبر لاؤں گی ساری
زہرؑا کے کلیجہ کا تو پیوند ہے شبیرؑ
صدقے گئی میرا بھی تو فرزند ہے شبیرؑ

۳۱
فرما کے یہ اوڑھی سرِ پُرنور پہ چادر — پر دونوں قدم کانپتے تھے ضعف سے تھر تھر
نکلیں جو ہیں ڈیوڑھی سے عصا ہاتھ میں لے کر — عورات محلّہ بھی چلیں مضطر و ششدر
رستے میں یہ تھا ذکر کہ کچھ ہم کو خوشی ہو
یارب خبرِ خیریتِ سبطِ نبیؐ ہو

۳۲
پہنچیں درِ حاکم پہ تو کثرت نظر آئی — تھی کشمکش اس طرح کی جو راہ نہ پائی
ٹھہری جو عصا ٹیک کے وہ غم کی ستائی — عورت کوئی تب بڑھ کے سخن لب پہ یہ لائی
سُن لیں خبرِ سبطِ رسولؐ دو جہاں کو
اے خلقِ خدا راہ دو عباسؑ کی ماں کو

۳۳
سن کر یہ سخن جلد انھیں لوگوں نے دی راہ — کیا دیکھتی ہیں جا کے اس انبوہ میں ناگاہ
منبر پہ بیاں کرتا ہے قاصد یہ بصد آہ — اے خلقِ خدا حکم سے حاکم کے ہو آگاہ
اخبار سنو فتح کا دل شاد ہو سب کا
بھجوایا ہے مُژدہ یہ ہمیں عیش و طرب کا

۳۴
گھبرا کے یہ عباسؑ کی مادر نے پکارا — اے قاصدِ غمگین ابھی خاموش خدارا
جلد آنے کا واں مجھ میں نہیں ضعف سے یارا — منبر تلک آلوں میں تو کہہ سانحہ سارا
صغرٰا غمِ فرقت سے چراغِ سحری ہے
کیا فاطمہؑ کے لال کی کچھ خوش خبری ہے

۳۵
یہ کہتے ہوئے پاس جو پہنچی وہ دل افگار — قاصد نے کہا کس کی خبر کی ہو طلبگار
کیا ساتھ تھا حضرت کے تمھارا کوئی دلدار — فرمایا بیاں کر خبرِ سیّدِ ابرار
ساتھ ان کے اگر ہیں مرے بیٹے بھی تو کیا ہیں
سو ایسے پسر لال پہ زہرؑا کے فدا ہیں

۳۶
قاصد نے کہا رو کے سن اے بیکس و پُرغم — تھی دوسری تاریخ کہ پہنچے شہِ عالم
اترا ہوا تھا نہر پہ واں لشکرِ اظلم — آرام تھکے ماندوں نے پایا نہ کوئی دم
پنجم کو محرم کی اک آفت ہوئی برپا
تاریخ چھٹی تھی کہ قیامت ہوئی برپا

۳۷
بس بند ہوا ساتویں تاریخ سے پانی — دو روز رہی فاقہ کشی تشنہ دہانی
دسویں کو صف آرا ہوئے سب ظلم کے بانی — لڑنے کو چڑھا حیدرؑ کرار کا جانی
مارے گئے پیاسے رفقا شاہِ زمن کے
ٹکڑے نہ ملے لاشۂ فرزندِ حسنؑ کے

۳۸
عباسؑ کی ماں سن کے لگی کانپنے تھر تھر — چلّائی کہ اس وقت چھری چل گئی دل پر
مارا گیا افسوس جگر گوشۂ شبرؑ — کیا ساتھ نہ تھا شاہ کے عباسِؑ دلاور
کیوں پہلے نہ لی رن کی رضا شاہِ زمن سے
شرمندہ کیا اس نے مجھے روحِ حسنؑ سے

Presented by www.ziaraat.com

۳۹ سائے کی طرح ساتھ رہا کرتا تھا دن رات   کیا راہ میں بھائی سے جدا ہوگیا ہیہات
کیا قہر کیا ایسی بھی کرتا ہے کوئی بات   مارا گیا دامادِ شہنشاہِ خوش اوقات
میں صدقے ہوں اس پر جو نثارِ شہ دیں ہے
بخشوں گی نہ دودھ اب وہ میرا کوئی نہیں ہے

۴۰ اس نے کہا عباسؑ کی تُو کون ہے بتلا   بولا کوئی عباسؑ کی مادر ہے یہ دُکھیا
روکر کہا قاصد نے کہ حال اس کا کہوں کیا   تھے اپنے علمدار کے عاشق شہِ والا
میداں کی رضا جب وہ طلب کرتا تھا آکر
شبیرؑ اسے رد دیتے تھے چھاتی سے لگا کر

۴۱ جب پیاس سے مرنے لگی شبیرؑ کی جائی   تب رن کی رضا حضرتِ عباسؑ نے پائی
دریا پہ دلاور نے شجاعت یہ دکھائی   سب فوج کو یاد آگئی حیدرؑ کی لڑائی
جب نہر پہ ہاتھ اس کے کٹے تیغِ دودم سے
حضرت کی کمر ٹوٹ گئی بھائی کے غم سے

۴۲ عباسؑ کی ماں نے کہا اَلْمِنَّۃُ لِلّٰہ   سو ایسے پسر ہوں تو نثارِ شہِ ذی جاہ
اکبرؑ تو ہے صحت سے مرا چودھویں کا ماہ   سر پیٹ کے تب قاصدِ پُرغم نے کہا آہ
پیاسے تھے بہت جانبِ کوثر گئے وہ بھی
چھاتی پہ سناں کھا کے جواں مر گئے وہ بھی

۴۳ پھر تیر سے زخمی ہوا اک ننھا سا بچہ   لاشوں میں لِٹا کر اسے روئے شہِ والا
جب اس تنِ تنہا پہ ہوا فوج کا نرغا   زخمی ہوا تیغوں سے تنِ پاک سراپا
غش کھا کے گرے خاک پہ جب خانۂ زیں سے
تب شمر نے سر کاٹ لیا خنجرِ کیں سے

۴۴ یہ سنتے ہی قاصد سے ہوا شورِ قیامت   عباسؑ کی مادر کی دگرگوں ہوئی حالت
قاصد سے کہا گرچہ نہیں سننے کی طاقت   کچھ کہہ بخدا زینبؑ بیکس کی حقیقت
اتنا تو بتا جیتی ہے یا مر گئی زینبؑ
اس نے کہا کوفے کو کھلے سر گئی زینبؑ

۴۵ یہ سُن کے چلی پیٹتی عباسؑ کی مادر   ہمسائیاں بھی ساتھ تھیں سب کھولے ہوئے سر
دروازہ پہ صغرؑا تھی یہاں مضطر و ششدر   رونے کا سنا شور تو چلاّئی وہ بے پر
لُوٹا کسے کیوں حشر یہ برپا ہوا لوگو
جلدی کہو کیا آئی خبر کیا ہوا لوگو

۴۶ پاس آن کے عباسؑ کی مادر یہ پکاری   سر پیٹو کہ بن باپ کے تم ہوگئیں واری
فردوس میں پہنچی تیرے بابا کی سواری   زہرؑا کی جو دولت تھی وہ لُوٹی گئی ساری
سب قتل ہوئے ساتھ شہنشاہِ امم کے
سجاّدؑ فقط قید میں ہے پاس حرم کے

۴۷ غش ہوگئی صغرؑا تو یہ سُن کر خبرِ غم   گھر میں گئیں لے کر اسے سب بیبیاں باہم
عباسؑ کی مادر نے بچھائی صفِ ماتم   منہ سب نے جو ڈھانکے تو ہوا حشر کا عالم
تھا شورِ خلیقؔ اس گھڑی یہ سینہ زنی کا
تھرّاتا تھا روضہ بھی رسولِؐ مدنی کا

Presented by www.ziaraat.com

میر انیسؔ

شمعِ ایوانِ امامت

اُمّ البنین علیہا السّلام

۱ عباسؑ علی شیرِ نیستانِ نجف ہے — تابندہ دُرِ تاجِ سلیمانِ نجف ہے
سروِ چمنِ خضرِ بیابانِ نجف ہے — آئینۂ روئے مہِ کنعانِ نجف ہے
طفلی سے اسے عشقِ امامِ دوسرا تھا
شہ اُس پہ فدا تھے وہ شہِ دیں پہ فدا تھا

۲ کیا دبدبہ کیا شان تھی کیا صولت و شوکت — کیا حُسن تھا کیا خُلق تھا کیا چشمِ مروّت
کیا حِلم تھا کیا رعب تھا کیا قوت و قدرت — کیا رحم تھا کیا عدل تھا کیا بخشش و ہمت
جب تک مہ و خورشید میں یہ نور رہے گا
عالم میں علمدار کا مذکور رہے گا

۳ اللہ رے نَسَب واہ ری توقیر زہے جاہ — دادا تو ابوطالبؑ غازی سا شہنشاہ
عم جعفرِ طیارؑ ہژبرِ صفِ جنگاہ — اور والد ماجد کو جو پوچھو اسد اللہ
فخر ان کو غلامی کا حسینؑ ابن علیؑ کی
مادر کو کنیزی کا شرف بنتِ نبیؐ کی

۴ ہر چند نہ تھا بطن سے زہرؑا کے وہ مہرو — لیکن کسے ہاتھ آتا ہے اس طرح کا بازو
بچپن سے جو چھوڑا نہ تھا شبیرؑ کا پہلو — تھی طبع میں ساری گُلِ زہرؑا ہی کی خُو بُو
خُلق اس میں جوانمردیِ شاہِ نجف اس میں
تھے علمِ امامت کے سوا سب شرف اس میں

۵ پیدائشِ عباسؑ کا یہ حال ہے تحریر — جب خلد کو دنیا سے ہوئیں فاطمہؑ رہ گیر
یاور تھی زبس مادرِ عباسؑ کی تقدیر — ہم بسترِ حیدرؑ ہوئی وہ صاحبِ توقیر
جس روز سے آئی تھی یداللہ کے گھر میں
رہتی تھی شب و روز تمنّائے پسر میں

۶ دعوائے کنیزی تھا اُسے بنتِ نبیؐ سے — تھا اُنس بہت آلِ رسولؐ عربی سے
مطلب تھا نہ اپنی اسے راحت طلبی سے — آگاہ تھی شبیرؑ کی عالی نسبی سے
مصروف وہ فضّہ سے بھی خدمت میں سوا تھی
سو جان سے فرزندوں پہ زہرؑا کے فدا تھی

۷ حیدرؑ سے کبھی پوچھتی تھی یا شہِ صفدر — دونوں میں بہت چاہتے تھے کس کو پیمبرؐ
اس بی بی سے فرماتے تھے یہ فاتحِ خیبر — الفت تھی محمدؐ کو نواسوں سے برابر
یہ دونوں دل و جانِ رسولؐ دوسرا تھے
صدقے کبھی اِس پر تھے کبھی اُس پہ فدا تھے

۸ جب مصحفِ ناطق سے سنی اس نے یہ تقریر — کی حق سے مناجات کہ اے مالکِ تقدیر
گر دے تو مجھے ایک پسر صاحبِ توقیر — میں اس کو خوشی ہو کے کروں فدیۂ شبیرؑ
ممتاز غلاموں میں جو گُل فام ہو میرا
زہرؑا کی کنیزوں میں بڑا نام ہو میرا

Presented by www.ziaraat.com

۹ شبیرؑ کا تھا نام مناجات میں داخل
کس طرح نہ مقبول کرے خالقِ عادل
جلد اس کو ثمر نخلِ دعا کا ہوا حاصل
اللہ نے بخشا پسرِ نیک شمائل
دکھلائی جو تصویرِ پسر بختِ رَسا نے
عباسؑ علیؑ نام رکھا شیرِ خدا نے

۱۰ شبیرؑ کو عباسؑ کی مادر نے بلایا
اور گود میں فرزند کو دے کر یہ سنایا
لو واری وفادار غلام آپ نے پایا
نعلین اٹھائے گا تمہاری مرا جایا
آقا ہو شہنشاہ ہو سردار ہو اس کے
مالک ہو تمہیں اور تمہیں مختار ہو اس کے

۱۱ چھاتی سے لگا کر اسے بولے شہِ خوشخو
یہ تقویتِ روح ہے اور قوتِ بازو
اس گل سے وفاداری کی آتی ہے مجھے بو
کتنا مرے بابا سے مشابہ ہے یہ گلرُو
یہ شیر مددگاریٔ شبیرؑ کرے گا
اللہ اسے صاحبِ توقیر کرے گا

۱۲ جب سات برس کا ہوا وہ گیسوؤں والا
ماں نے کہا تم نے مری جاں ہوش سنبھالا
مانی تھی یہ نذر اور تھا اسی واسطے پالا
اب تم کو کروں گی میں نثارِ شہِ والا
حق الفتِ زہراؑ کا ادا کرتی ہوں بیٹا
جو عہد کیا اُس کو وفا کرتی ہوں بیٹا

۱۳ خوش ہو کے یہ کی حضرت عباسؑ نے تقریر
یہ عین تمنّا ہے کہ ہوں فدیۂ شبیرؑ
حاضر ہوں کرو جلد فدا ہونے کی تدبیر
لازم نہیں امّاں عملِ خیر میں تاخیر
گو عمر میں چھوٹا ہے گُل اندام تمہارا
پر خلق میں ہووے گا بڑا نام تمہارا

۱۴ مادر کو یہ فرزند کی تقریر خوش آئی
لے لے کے بلائیں اسے پوشاک پنہائی
پکڑے ہوئے ہاتھ آگے یداللہ کے لائی
کی عرض کہ لونڈی نے جو دولت ہے یہ پائی
تھا دَین ادا کرنے کا اس کے مرے سر پر
آپ اس کو فدا کیجئے زہراؑ کے پسر پر

۱۵ کچھ سوچ کے فرزند سے حیدرؑ نے یہ پوچھا
شبیرؑ پہ ماں تجھ کو فدا کرتی ہے بیٹا
عباسؑ! بتادے مجھے مرضی ہے تری کیا
وہ اہلِ وفا جوڑ کے ہاتھوں کو یہ بولا
میں عاشقِ فرزندِ رسولؐ دوسرا ہوں
سوبار جو زندہ ہوں تو سوبار فدا ہوں

۱۶ رو کر اسداللہ نے دیکھا رُخِ شبیرؑ
جنگاہ کی آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر
پیاسوں کا خیال آگیا حالت ہوئی تغییر
یاد آئی بھری مشک کلیجے پہ لگا تیر
طاقت نہ رہی ضبط کی احمدؐ کے وصی کو
نزدیک تھا صدمے سے غش آجائے علیؑ کو

۱۷ عباسؑ کو لپٹا کے گلے کرنے لگے پیار
چومے کبھی عباسؑ کے بازو کبھی رخسار
فرماتے تھے تجھ سا نہیں دنیا میں وفادار
صدقے ترے اے دلبرِ زہراؑ کے مددگار
ماتم ترا ہر تعزیہ خانے میں رہے گا
شُہرہ تری الفت کا زمانے میں رہے گا

۱۸ روتے ہیں ملائک یہ عزاخانہ ہے کس کا
جنّت سے علیؑ آئے یہ کاشانہ ہے کس کا
ہر شمع کو رقّت ہے یہ افسانہ ہے کس کا
گردش میں ہے خورشید یہ پروانہ ہے کس کا
اُٹھتے ہیں علم سب کے گریبان پھٹے ہیں
کس شیر کے بازو تہِ شمشیر کٹے ہیں

Presented by www.ziaraat.com

۱۹
یہ لشکرِ غم ہے کہ عزاداروں کی صف ہے — گوہر ہے جو ہر اشک تو ہر چشم صدف ہے
کون اُٹھ گیا کیوں رونے کا غل چار طرف ہے — ہاں ماتمِ فرزندِ شہنشاہِ نجف ہے
خالی نہیں مجلس میں جگہ نوحہ گروں سے
پُرسے کو علم دار کے آئے ہیں گھروں سے

۲۰
بن کر ہمہ تن گوش سنو وصفِ علمدار — دے سب کو خدا دیدۂ حق بیں دلِ بیدار
ہیں بلبلِ گلزارِ سخن اور بھی دو چار — انصاف کریں ہر گلِ مضموں کے طلبگار
گلدستۂ معنی کے ذرا ڈھنگ کو دیکھیں
بندش کو نزاکت کو نئے رنگ کو دیکھیں

۲۱
خورشیدِ منیرِ فلکِ نور ہے عباسؑ — مصباحِ شبستانِ سرِ طور ہے عباسؑ
سقائے حرم خلق میں مشہور ہے عباسؑ — حیدرؑ کی طرح صاحبِ مقدور ہے عباسؑ
لاکھوں ہوں تو خوف اس کو دمِ رزم نہیں ہے
ایسا کوئی عالم میں اولوالعزم نہیں ہے

۲۲
کیا کیا نہ جواں مرد ہوئے خلق میں پیدا — لیکن کوئی عباسؑ کی جرأت کو نہ پہنچا
ہر شہر میں غازی کی شجاعت کا ہے شُہرا — ہر لب پہ یہ ہے ذکر کہ یکتا ہے وہ یکتا
ایسا نہ ہوا کوئی نہ ہووے گا جہاں میں
جو اہلِ وفا ہے اسے رووے گا جہاں میں

۲۳
کیا دھاک ہے کیا رعب ہے کیا عزّت و توقیر — ہے فتح طلب ان سے ہر اک صاحبِ شمشیر
معشوقِ شہ عقدہ کشا عاشقِ شبیرؑ — صورت میں سراپا اسداللہ کی تصویر
حملہ ہے وہی شان وہی حرب وہی ہے
پنجہ ہے وہی زور وہی ضرب وہی ہے

۲۴
دنیا میں ہما نے یہ سعادت نہیں پائی — فردوس میں طوبیٰ نے یہ رفعت نہیں پائی
حمزہؑ نے یہ ہمت یہ شجاعت نہیں پائی — جعفرؑ نے یہ توقیر یہ شوکت نہیں پائی
سقائے حرم ہیں خلفِ شاہِؑ نجف ہیں
واں ایک بزرگی ہے تو یاں لاکھ شرف ہیں

۲۵
دو ہاتھ جو قربان کئے حصّے میں آئی — دیں پروری و دادرسی عُقدہ کشائی
کوثر تو ہے قبضے میں تصرف میں ترائی — ہر بند سے دیتے ہیں یہ بندوں کو رہائی
بے دست ہیں لیکن سپرِ پیر و جواں ہیں
کیا تیغ کی حاجت ہے کہ خود سیفِ زماں ہیں

۲۶
تھرّاتا ہے خورشید جلال و حشم ایسا — لاکھوں سے بھی ہٹتا نہیں ثابت قدم ایسا
نام ایسا دل ایسا شرف ایسا کرم ایسا — جھک جاتی ہے شاخِ سرِ طوبیٰ علم ایسا
قطرے کے عوض لعل و گہر دیتے ہیں عباسؑ
دامن درِ مقصود سے بھر دیتے ہیں عباسؑ

۲۷
کیا فیض ہے کیا اسمِ مبارک میں اثر ہے — ہنگامِ مَرَض تقویتِ قلب و جگر ہے
کیسی ہی مہم سخت ہو اک آن میں سر ہے — بازو پہ جو باندھے تو سرِ دست ظفر ہے
کام آتا ہے یہ نام مصیبت میں بلا میں
آفت میں سپر ہے تو سروہی ہے وغا میں

۲۸
شمشیرِ وغا فارسِ میدانِ تہوّر — جرّار، وفادار، اولوالعزم، بہادر
تشبیہ میں عاجز نہ ہو کس طرح تصوّر — ہے عالمِ بالا پہ ملائک کو تحیّر
جب کھینچ چکا شکلِ علمدارؑ علم کو
خود چوم لیا صانعِ قدرت نے قلم کو

Presented by www.ziaraat.com

۳۰ لکھے کوئی کیا اُلفتِ سردار و علمدار   دیکھا نہ کبھی عاشق و معشوق میں یہ پیار
بلبل کو بھی یہ گل کی محبت نہیں زنہار   قُمری بھی نہیں سرو کی اس طرح طلبگار
اِک آن فراق اِن میں شب و روز نہیں ہے
پروانہ بھی یوں شمع کا دل سوز نہیں ہے

۳۱ فخر اپنا سمجھتے تھے یہ نعلین اٹھانا   معراج تھی رومال کھڑے ہو کے ہلانا
ساتھ آنا سدا شاہ کے اور ساتھ ہی جانا   تھی عینِ تمنا قدمِ آنکھوں سے لگانا
شہ سوتے تو تکیے پہ نہ سر دھرتے تھے عباسؑ
مانند قمر پھر کے سحر کرتے تھے عباسؑ

۳۲ فرماتے تھے شبیرؑ کہ اے میرے گل اندام   تم نے کوئی ساعت نہ کیا رات کو آرام
کہتے تھے غلاموں کو ہے آرام سے کیا کام   راحت ہے جو خدمت میں بسر ہو سحر و شام
لازم ہے ادب آپ ہیں سردار ہمارے
جاگے تو زہے طالعِ بیدار ہمارے

۳۳ فرماتے تھے شہ مادرِ عباسؑ سے اکثر   عباسؑ علی ہے مرا شیدا مرا یاور
پیارا نہ ہو کیوں کر یہ مجھے آپ کا دلبر   جب سامنے آتا ہے تو یاد آتے ہیں حیدرؑ
اس بھائی میں خو بو ہے شہِ عقدہ کشا کی
گھر میں مرے تصویر ہے یہ شیر خدا کی

۳۴ ساری وہی صورت وہی شوکت ہے وہی شاں   طینت میں وہی خلق وہی طبع میں احساں
عباسؑ دلاور پہ تصدّق ہے مری جاں   منظور ہے یہ روز حسینؑ اس پہ ہو قرباں
اس کو بھی تو بچپن سے مرا عشقِ دلی ہے
صفدر ہے بہادر ہے سعیدِ ازلی ہے

۳۵ وہ کہتی تھی اے احمدِؐ مختار کے پیارے   خادم ہیں یہ سب آپ ہیں سردار ہمارے
زیبندہ ہے صدقے ہوں اگر چاند پہ تارے   فخر اس کا ہے عباسؑ جو سر قدموں پہ وارے
منھ اس نے سدا پائے مبارک پہ ملا ہے
بیٹوں کی طرح آپ کی گودی میں پلا ہے

۳۶ عباسؑ کی خاطر سے میں کہتی نہیں واری   ہے اس کو نہ اولاد نہ جاں آپ سے پیاری
سوتے میں بھی رہتا ہے زباں پر یہی جاری   فرزندِ پیمبرؐ پہ فدا جان ہماری
ہے عشق دلی اُس کو شہِ کون و مکاں سے
لیتا نہیں بے صلِ علیٰ نام زباں سے

۳۷ اک روز کہا میں نے کہا عباسِؑ وفادار   تم ان کا غلام آپ کو کیوں کہتے ہو ہر بار
صدقے گئی یہ طرفہ محبت ہے نیا پیار   جو تم ہو سو وہ ہیں خلفِ حیدر کرارؑ
مرتے ہوئے حیدرؑ نے سپرد ان کے کیا ہے
کچھ خطِ غلامی تو نہیں لکھ کے دیا ہے

۳۸ اتنا مرا کہنا تھا کہ بس آنکھ بھر آئی   تھرا کے کہا بات یہ کیا منھ سے نکالی
توبہ کرو یکساں ہوا میں اور شہ عالی؟   میں بندۂ ناچیز وہ کونین کے والی
قطرہ کبھی دریا کے برابر نہیں ہوتا
ذرّہ کبھی خورشید کے ہمسر نہیں ہوتا

۳۹ نسبت مجھے کیا ان سے کہاں نور کہاں خاک   میں گردِ قدم اور وہ تاجِ سرِ افلاک
عباسؑ کے نانا بھی ہیں کیا سیّد لولاک؟   میرے لیے آئی ہے کبھی خلد سے پوشاک؟
سویا ہوں کبھی میں بھی محمدؐ کی عبا میں؟
میری بھی ثنا ہے کہیں قرآنِ خدا میں؟

Presented by www.ziaraat.com

۴۰
زہرؓا نے مجھے دودھ پلایا ہو تو کہہ دو — کاندھے پہ محمدؐ نے بٹھایا ہو تو کہہ دو
جبریل نے جھولے میں جھلایا ہو تو کہہ دو — اِن رتبوں میں رتبہ کوئی پایا ہو تو کہہ دو
وہ فخرِ دو عالم ہے امامِ دو جہاں ہے
اسرارِ لدُنّی مرے سینے میں کہاں ہے

۴۱
اِک مُور ہو کس طرح سلیماں کے برابر — رُتبے میں صحیفہ نہیں قرآں کے برابر
ہر باغ نہیں روضۂ رضواں کے برابر — کیوں کر ہو سُہا نیرِ تاباں کے برابر
سر قائمۂ عرش تلک جا نہیں سکتا
کعبے کا شرف کوئی مکاں پا نہیں سکتا

۴۲
خوش ہوں جو غلامِ علی اکبرؑ مجھے سمجھیں — میں یہ نہیں کہتا کہ برادر مجھے سمجھیں
وہ خادمِ اولادِ پیمبرؐ مجھے سمجھیں — رتبہ مرا بڑھ جائے جو قنبر مجھے سمجھیں
نعلین اٹھاؤں مری معراج یہی ہے
شاہی بھی یہی تخت یہی تاج یہی ہے

۴۳
یکساں ہے تو ہے مرتبۂ شبرؑ و شبیرؑ — بیٹوں میں علیؑ کے یہ کسی کی نہیں توقیر
میں پاؤں پہ سر رکھتا ہوں اے مادرِ دلگیر — مجھ سے نہ سنی جائے گی اس طرح کی تقریر
اب آپ کو صورت بھی نہ دکھلائے گا عباسؑ
باتیں جو یہی ہوں گی تو مر جائے گا عباسؑ

۴۴
کیا بھول گئیں واقعۂ رحلتِ حیدرؑ — تھا آپ کے زانو پہ سرِ فاتحِ خیبر
اِس پہلو میں شبیرؑ تھے اُس پہلو میں شبرؑ — زینبؑ بسرِ خاک تڑپتی تھیں کھلے سر
صحت ہو پدر کو یہ دعا کرتا تھا میں بھی
لپٹا ہوا قدموں سے بُکا کرتا تھا میں بھی

۴۵
پاس اپنے بلا کر مجھے بابا نے کیا پیار — اور ہاتھ مرا ہاتھ میں شہ کے دیا یک بار
فرمایا حسنؑ ہے مرے نو بیٹوں کا مختار — عباسؑ رہا اک تو حسینؑ اس کا ہے سردار
فرمایا تھا مجھ سے کہ امام اپنا سمجھنا
آقا سے کہا تھا کہ غلام اپنا سمجھنا

۴۶
ہنس ہنس کے میں سنتی رہی تقریر یہ ساری — اُس کو تو یہ غصہ تھا کہ آنسو ہوئے جاری
لے لے کے بلائیں کہا تب میں نے کہ واری — حاصل ہوئی واللہ مراد آج ہماری
وہ دن ہو کہ حق تجھ سے غلامی کا ادا ہو
تُو قبلۂ کونین کے قدموں پہ فدا ہو

۴۷
فرمانے لگے اشک بہا کر شہِ ابرار — ہاں والدہ ایسا ہی ہے وہ بھائی وفادار
عباسؑ مرا اور مرے سب گھر کا ہے مختار — رکھتا ہے حسینؑ اک یہی مادر یہی غم خوار
اماں اسی بازو سے قوی ہاتھ ہیں میرے
عباسؑ نہیں ساتھ علیؑ ساتھ ہیں میرے

۴۸
مدّاحی عباسؑ بشر کا نہیں مقدور — اب تذکرۂ معرکۂ جنگ ہے منظور
ظاہر ہوئی گردوں پہ جو صبحِ شبِ عاشور — میداں میں صف آرا ہوا سب لشکرِ مقہور
تیر آتے ہیں ہر صف سے امامِ ازلی پر
فوجوں کی چڑھائی ہے حسینؑ ابنِ علیؑ پر

۴۹
جب شہ کے عزیزوں کو پیامِ اجل آیا — راحت میں علمدارِ جری کی خلل آیا
اک شیر سا جھنجھلا کے پرے سے نکل آیا — تلواریں کھنچیں واں ادھر ابرو پہ بل آیا
کچھ کہہ تو نہ سکتے تھے شہِ دیں کے ادب سے
ہونٹوں کو چباتے تھے مگر جوشِ غضب سے

Presented by www.ziaraat.com

۵۰
اتنے میں شہادت کئی لڑکوں نے بھی پائی ۔ اور سامنے مارے گئے چھوٹے کئی بھائی
جب شمعِ مزارِ حسنؑ اعدا نے بجھائی ۔ تھا شور کہ بیوہ ہوئی شبیرؑ کی جائی
محتاج تھا یاں لاشۂ نوشاہ کفن کو
واں بیبیاں رنڈسالہ پنہاتی تھیں دلہن کو

۵۱
روتے تھے بھتیجے کے لیے سیّدِ ابرار ۔ تر تھے عرقِ شرم سے عباسؑ علم دار
روکر علیؑ اکبر سے یہی کہتے تھے ہر بار ۔ جی چاہتا ہے پھینک دیں اب کھول کے تلوار
انصاف کرو منھ کسے دکھلانے کی جا ہے
غیرت سے گلا کاٹ کے مرجانے کی جا ہے

۵۲
کی زوجۂ مسلمؑ نے فدا اپنی کمائی ۔ بیٹوں کو رضا مرنے کی زینبؑ نے دلائی
سب بیبیوں نے دولتِ اولاد لٹائی ۔ قاسمؑ تھے سو ماں ان کی انہیں نذر کو لائی
ہم کس سے کہیں چپ کے کھڑے روتے ہیں صف میں
امّاں تو مدینے میں ہیں بابا ہیں نجف میں

۵۳
شبیرؑ نے مغموم جو عباسؑ کو پایا ۔ ہم شکلِ پیمبرؐ کو اشارے سے بلایا
احوال جو پوچھا تو یہ اکبرؑ نے سنایا ۔ ہے ابرِ الم دل پہ چچا جان کے چھایا
کام آتا ہے رَن میں تو خجل ہوتے ہیں عباسؑ
دامانِ علم منھ پہ دھرے روتے ہیں عباسؑ

۵۴
جس وقت سے نوشاہ کا لاشہ ہوا پامال ۔ اس وقت سے ہے آپ کے بھائی کا عجب حال
چہرہ ہے کبھی زرد کبھی سبز کبھی لال ۔ دانتوں میں کبھی ہونٹ کبھی آنکھوں پہ رومال
کہتے ہیں کہ اب سوئے نجف جائیں گے عباسؑ
منھ رانڈ بھتیجی کو نہ دکھلائیں گے عباسؑ

۵۵
حضرت نے کہا سب ہے یہ سامانِ جدائی ۔ ٹوٹے گی کمر ہم سے بچھڑ جائے گا بھائی
منظور تھا ضائع نہ ہو بابا کی کمائی ۔ کچھ ان کا نہ جائے گا ہماری اجل آئی
بھائی کے لیے داغِ جگر بھائی کا غم ہے
دھیان اپنا ہے ان کو ہمیں تنہائی کا غم ہے

۵۶
وہ چاہتے ہیں جوہرِ شمشیر دکھائیں ۔ آنچ آئے نہ شبیرؑ پہ ہم برچھیاں کھائیں
خود سینہ سپر ہو کے برادر کو بچائیں ۔ ہم آہ کہاں سے جگر اس طرح کا لائیں
پھر کون ہے میرا جو وہ عالم سے اُٹھے گا
یہ داغ تو پیارے نہ کبھی ہم سے اُٹھے گا

۵۷
رخصت نہ ملے گی وہ خوشی ہوں کہ خفا ہوں ۔ دم بھرتے ہیں الفت کا تو مجھ سے نہ جدا ہوں
ہم کو بھی تو مرنا ہے شہید ایک ہی جا ہوں ۔ ہم ان پہ تصدق ہوں تو وہ ہم پہ فدا ہوں
جب آئے اجل کھول کے آغوش لپٹ جائیں
اور تیغ سے دونوں کے گلے ساتھ ہی کٹ جائیں

۵۸
اکبرؑ نے کہا زیست سے بندہ بھی ہے عاری ۔ ہے بعد مرے رخصتِ عباسؑ کی باری
شہ بولے ابھی چپ رہو خاطر سے ہماری ۔ کس کس کی جدائی میں کریں گریہ وزاری
تنہا نہ کرو دوشِ محمدؐ کے مکیں کو
اتنا بھی ستاتے نہیں اک زار و حزیں کو

۵۹
دیتا ہے کوئی داغ کوئی کرتا ہے گھائل ۔ سو وار ہیں اک جان ہے سو زخم ہیں اک دل
کیا درد رسیدہ کو الم دینے سے حاصل ۔ تم دونوں کو مشکل نہیں کچھ ہے مجھے مشکل
ایسا بھی کوئی بیکس و بے آس نہ ہوگا
ہم ذبح بھی ہوں گے تو کوئی پاس نہ ہوگا

Presented by www.ziaraat.com

٦٠
مختار تمہاری تو ہے بس زینبؑ دلگیر لازم ہے تمہیں پالنے والی سے یہ تقریر
تم برچھیاں کھانے کی عبث کرتے ہو تدبیر جو روٹھے ہیں ان کو تو منالے ابھی شبیرؑ
اولاد کا ہے دھیان نہ کچھ پیاس کا غم ہے
تم سب سے زیادہ مجھے عباسؑ کا غم ہے

٦١
بیٹے سے یہ فرما کے جو رونے لگے سرورؑ بے چین ہوئے دیکھ کے عباسِؑ دلاور
سمجھے کہ طلب کرتے ہیں رخصت علی اکبرؑ حضرت کے پس پشت کھڑے ہو گئے آکر
سایہ کیا اُس فرق پہ دامانِ علم کا
سینے میں دھڑکنے لگا دل شاہِ امم کا

٦٢
مڑ کر کہا اللہ مری جان کہاں تھے ہم دیر سے تصویر کی صورت نگراں تھے
اندھیر جہاں تھا کہ تم آنکھوں سے نہاں تھے کیوں تر گلِ رخسار ہیں کیا اشک رواں تھے
لاشے پہ تو روئے نہ تھے فرزندِ حسنؑ کے
ہاں خیمے میں پُرسے کو گئے آپ دلہن کے

٦٣
ان روتی ہوئی آنکھوں کے قربان ہو شبیرؑ اللہ سے کیا زور ہے جو خواہشِ تقدیر
چھاتی سے لپٹ جا مری اے صاحبِ شمشیر کی سر کو جھکا کر یہ علمدار نے تقریر
ناچیز پہ کچھ لطف سے حاصل نہیں مولا
میں چھاتی سے لپٹانے کے قابل نہیں مولا

٦٤
شہ نے کہا کیوں ہم سے کچھ آزردہ ہو بھائی ان باتوں سے کچھ بُو خفگی کی مجھے آئی
کیا کہتے ہو کیوں شرم سے گردن ہے جھکائی پیارے نہیں ہم تم کو یہ کیا جی میں سمائی
دیکھو تو اُدھر سبطِ نبیؐ تم پہ فدا ہو
ہم صدقے ہیں تم بھائی سے روٹھو کہ خفا ہو

٦٥
لو آؤ میں ان اشکوں کو دامن سے کروں پاک زلفوں پہ کدھر جا کے جما لائے ہو یہ خاک
قربان تمہارے پسرِ سیّدِ لولاک مجھ درد رسیدہ کو عبث کرتے ہو غمناک
سر پیٹو گے اور نالہ و فریاد کرو گے
مر جاؤں گا جب میں تو بہت یاد کرو گے

٦٦
میں نے کبھی ناخوش تمہیں رکھا ہو تو کہہ دو کچھ رنج مرے ہاتھ سے پہنچا ہو تو کہہ دو
تیوری بھی چڑھا کر کبھی دیکھا ہو تو کہہ دو اکبرؑ سے کبھی کم تمہیں سمجھا ہو تو کہہ دو
بھائی نہیں جانا یہی جانا کہ پسر ہو
تم تو مری آنکھیں ہو مرا دل ہو جگر ہو

٦٧
انصاف کرو تم سے کیا کس کو سوا پیار مالک ہو مرے گھر کے مری جان کے مختار
ہر چند کہ جعفرؑ کے بھی پوتے تھے طلبگار میں نے یہی چاہا مرا بھائی ہو علمدار
کچھ دل پہ برادر کے ملال آنے نہ پائے
بابا نہیں سر پر یہ خیال آنے نہ پائے

٦٨
اب کون سی وہ بات ہے جس کا ہے تمہیں غم حیرت یہ رہی دل میں کہ جیتے ہیں ابھی ہم
رو رو کے علمدار نے کی عرض یہ اس دم ہے فخرِ غلامی مجھے اے قبلۂ عالم
چھوڑوں نہ قدم سر بھی اگر تن سے جدا ہو
بندے کی یہ طاقت ہے کہ آقا سے خفا ہو

٦٩
مجھ کو علی اکبرؑ کی طرح گود میں پالا ہوش آپ کے دربار میں خادم نے سنبھالا
حضرت کے تصدق سے ہوئی شان دوبالا کیا رنج مجھے پہنچے گا اے سیّدِ والا
میں ہوں تو غلام، آپ شہِ جن و بشر ہیں
حضرت تو زمانے میں یتیموں کے پدر ہیں

Presented by www.ziaraat.com

۷۰
حضرت میں ہے سب احمدِ مختار کی خو بو — بتلایئے حُر کون تھا اے سیّدِ خوشخو
فرمایا بصد لطف جسے قوتِ بازو — سر اُس کا کہاں اور کہاں آپ کا زانو
رحمت کا طریقہ کبھی چھوڑا نہیں آقا
دشمن کا بھی دل آپ نے توڑا نہیں آقا

۷۱
کیا سن تھا مرا خلق سے جب اُٹھ گئے حیدرؑ — میں آپ کے سائے میں پلا یا شہِ صفدر
ہوتا الم بے پدری پھر مجھے کیوں کر — تھا فضلِ الٰہی سے شفیق آپ سا سر پر
سب رازِ خفی قبلۂ عالم پہ جلی ہیں
میں نے یہی جانا کہ مرے سر پہ علیؑ ہیں

۷۲
ادنیٰ تھا میں اعلیٰ ہوا حضرت کی بدولت — ہر شہر میں شہرہ ہوا حضرت کی بدولت
قطرہ تھا سو دریا ہوا حضرت کی بدولت — یہ سب مرا رتبہ ہوا حضرت کی بدولت
مولا جو مرے حال پہ ہے آپ کی شفقت
نے ماں کی یہ شفقت ہے نہ ہے باپ کی شفقت

۷۳
بُھولے نہیں خادم کو کبھی آپ مگر آج — پاتا نہیں خادم وہ عنایت کی نظر آج
کیا حال ہے پوچھی بھی نہ بندے کی خبر آج — دیکھا بھی نہیں آپ نے شفقت سے ادھر آج
بیزاری کا باعث تو بتا دیجئے آقا
تقصیر ہوئی ہو تو سزا دیجئے آقا

۷۴
مارے گئے خویش و رفقا مجھ کو نہ پوچھا — مر جانے کی دی سب کو رضا مجھ کو نہ پوچھا
لڑ کے ہوئے مقتل میں فدا مجھ کو نہ پوچھا — قاسمؑ پہ چلی تیغِ جفا مجھ کو نہ پوچھا
کس طرح کہوں فرق عنایت میں نہیں ہے
حصہ مرا کیا جنسِ شہادت میں نہیں ہے

۷۵
آرام سے سب سوتے ہیں اے سیّدِ والا — جا گہ مری اک قبر کی مقتل میں نہیں کیا
مارے نہ گئے ہم تو رہے گا یہی چرچا — میداں سے ہوا پیش رَوِ قافلہ پسپا
جینے کا نمک خوار کے اب لطف نہیں ہے
اناں بھی مجھے دودھ نہ بخشیں گی یقیں ہے

۷۶
شہ بولے اسی بات پہ بس ہے یہ شکایت — انصاف ہے شرط اے پسرِ شاہِ ولایت
رخصت ہی کے ملنے کو سمجھتے ہو عنایت — کیا رائے میں آیا ہے یہ اے حاملِ رایت
قوت ہے تمہیں سے تو مرے قلب و جگر کو
تیغوں میں کوئی ہاتھ سے کھوتا ہے سپر کو

۷۷
پاتا میں زمانے میں کہاں گر تمہیں کھوتا — چین آتا جو میں ساتھ تری قبر میں سوتا
سر پیٹ کے پھر کون مری لاش پہ روتا — مر جاتا ہے جب بھائی تو پیدا نہیں ہوتا
بھولے مری الفت کو بھی اللہ برادر
رخصت کے لیے رُوٹھ گئے واہ برادر

۷۸
معلوم ہوا ، ہے تمہیں منظور جدائی — میں منع تو کرتا نہیں کیوں روٹھے ہو بھائی
لو چھاتی سے لپٹو کہ رضا مرنے کی پائی — یہ سنتے ہی اک جان سی عباسؑ میں آئی
خوش ہو کے تصدق ہوئے سلطانِ اُمم پر
سر رکھ دیا جھک کر شہِ والا کے قدم پر

۷۹
ناگاہ در خیمہ سے فضہ یہ پکاری — غش ہو گئی ہے پیاس سے پھر آپ کی پیاری
گہوارے میں اصغرؑ بھی سسکتا ہے میں واری — عباسؑ کو بھیجو کہ حرم کرتے ہیں زاری
رانڈوں میں دہائی ہے رسولؐ دوسرا کی
اب گھر سے نکلتی ہے بہو شیرِ خدا کی

Presented by www.ziaraat.com

۸۰ دو جانیں تلف ہوتی ہیں یا حضرتِ شبیرؑ پانی اُسے ممکن ہے نہ ملتا ہے اُسے شیر
سر چوب سے ٹکراتی ہے یاں بانوئے دلگیر لِللہ کرو پانی کے منگوانے کی تدبیر
پانی کے لیے ماں سے یہ منہ موڑ رہے ہیں
دو بھائی بہن خاک پہ دم توڑ رہے ہیں

۸۱ فضّہ کی صدا سنتے ہی میداں سے پھرے شاہ روتے ہوئے عباسؑ گئے بھائی کے ہمراہ
خیمے میں تلاطم تھا کہ العظمۃ لِللہ پانی کا اِدھر شور اُدھر ماتمِ نوشاہ
جھولے کے قریں غش میں سکینہؑ تو پڑی تھی
بچّے کو لیے بانوئے ناشاد کھڑی تھی

۸۲ مُردے کی طرح زرد ہوا تھا رُخِ روشن لب پیاس سے نیلے تھے برنگِ گُلِ سوسن
چھاتی تو دھڑکتی تھی بس اور سرد تھا سب تن لٹکے ہوئے تھے ہاتھ ڈھلی جاتی تھی گردن
ماں روتی تھی چلّا کے تو رُک جاتی تھی ہچکی
ننھا سا دہن کھلتا تھا جب آتی تھی ہچکی

۸۳ اصغرؑ کی طرف دیکھ کے روئے شہِ ابرار آوازِ پدر سُن کے سکینہؑ ہوئی ہشیار
کی چھاتی سے لپٹا کے یہ عباسؑ نے گفتار قربان تری پیاس کے میں اے جگر افگار
سُوکھے ہوئے ہونٹوں کو نہ دکھلاؤ سکینہؑ
ہووے جو کوئی مشک تو لے آؤ سکینہؑ

۸۴ یہ سنتے ہی سوکھی ہوئی اک مشک وہ لائی سب سمجھے کہ مرنے کو چلا شہ کا فدائی
روتی ہوئی زینبؑ جو قریں بھائی کے آئی حضرت نے کہا بھائی سے ہوتی ہے جدائی
مرنے کو وہ جاتے ہیں جو گودی میں پلے ہیں
پانی کے بہانے سے یہ کوثر پہ چلے ہیں

۸۵ یہ سن کے سکینہؑ نے کہا واہ چچا جان اس عزم سے اب میں ہوئی آگاہ چچا جان
ہاتھوں سے چلے تھے مرے تم آہ چچا جان رکھ دیجے مری مشک کو لِللہ چچا جان
گو پیاس سے اب صبر کا یارا نہیں مجھ کو
روئیں مرے بابا یہ گوارا نہیں مجھ کو

۸۶ پہلے شہہِ ابرار کو سمجھاؤ تو جاؤ پھر چاند سی صورت مجھے دکھلاؤ تو جاؤ
کچھ دیر نہ ہوگی یہ قسم کھاؤ تو جاؤ مانوں گی نہ میں نہر سے جلد آؤ تو جاؤ
تنہا مرے بابا ہیں کوئی پاس نہیں ہے
کھو دُوں تمہیں ایسی تو مجھے پیاس نہیں ہے

۸۷ عباسؑ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہ جانی بی بی کے پلانے کے لیے لاتے ہیں پانی
رُکنے کے نہیں لاکھ ہوں گر ظلم کے بانی کیا دل سے بھلا دیں گے تری تشنہ دہانی
بے مشک بھرے نہر سے آئیں تو قسم لو
دریا سے ہم آگے کہیں جائیں تو قسم لو

۸۸ چپ ہوگئی یہ سن کے سکینہؑ جگر افگار عباسؑ دلاور نے سجے جنگ کے ہتھیار
بھائی کے گلے مِل کے جو روئے شہِ ابرار تھرّانے لگی زوجۂ عباسؑ علمدار
چادر نہ سنبھلتی تھی جگر سینے میں شق تھا
فرزند تو تھا گود میں منہ چاند سا فق تھا

۸۹ حضرت جو کھڑے تھے تو نہ کر سکتی تھی گفتار غم تھا کہ یہ سب میرے رنڈاپے کے ہیں آثار
حضرت کو کبھی دیکھتی تھی وہ جگر افگار تکتی تھی کنکھیوں سے کبھی سوئے علمدار
بے تابیٔ دل سے جو نکل پڑتے تھے آنسو
عباسؑ کے بھی آنکھوں سے ڈھل پڑتے تھے آنسو

Presented by www.ziaraat.com

۹۰ منھ پھیر کے زوجہ کو یہ کرتے تھے اشارا — شہ دیکھ نہ لیں اشک بہاؤ نہ خدارا
صاحب مری الفت سے مناسب ہے کنارا — دیکھو نہ کہیں بگڑے بنا کام ہمارا
ہے بار نہ آقا کی طرف دیکھ کے روؤ
روتی ہو تو کبرؑا کی طرف دیکھ کے روؤ

۹۱ بس دیکھ چکیں ہم کو اب آنسو نہ بہاؤ — تسکین وہیں ہوئیگی اب رانڈوں میں جاؤ
اللہ تو ہے ، دھیان تباہی کا نہ لاؤ — بچے ہیں بلکتے انہیں چھاتی سے لگاؤ
دنیا سے کئی داغِ جگر لے کے چلے ہیں
ہم اپنی نشانی یہ پسر دے کے چلے ہیں

۹۲ چپکے سے وہ کہتی تھی نہیں صبر کا یارا — بے خنجر و شمشیر ہمیں آپ نے مارا
یہ درد وہ ہے درد کہ جس کا نہیں چارا — صاحب نہ ہوئے جب تو رہا کون ہمارا
سینوں میں جگر داغِ یتیمی سے جلیں گے
بچے مرے کم سن ہیں یہ کس طرح پلیں گے

۹۳ بھاوج کی طرف دیکھ کے بولے شہِ ابرار — تم سے بھی نہ روکے گئے عباسؑ علمدار
سر شرم سے نہوڑا کے یہ بولی وہ دل افگار — حضرت ہی رضا دینے نہ دینے کے ہیں مختار
مالک مرے اور اُن کے شہِ عرش بریں ہیں
بانو کی میں لونڈی یہ غلامِ شہِ دیں ہیں

۹۴ کچھ اپنے رنڈاپے کا مجھے غم نہیں یا شاہ — کل سے یہ دعا تھی کہ ملے رخصتِ جنگاہ
ماں کو علیؑ اکبرؑ کی سہاگن رکھے اللہ — میری نہ محبت ہے نہ بیٹوں کی انہیں چاہ
جو بھائی ہو کس طرح نہ بھائی پہ فدا ہو
فخر اُس کا جو زہرؑا کی کمائی پہ فدا ہو

۹۵ یہ آج کی شب چین سے دم بھر نہیں سوئے — گہہ زیرِ فلک جا کے دعا کی کبھی روئے
دھڑکا تھا کہ پہلے نہ کوئی جان کو کھوئے — مقتل میں علمدار فدا شاہؑ پہ ہوئے
رخصت جو ملی اب تو انہیں عید ہوئی ہے
لونڈی پہ تو رونے کی بھی تاکید ہوئی ہے

۹۶ اِک آہ بھری شہ نے یہ سن کر سخنِ یاس — آداب بجا لا کے چلے حضرتِ عباسؑ
سر کھولے ہوئے غول تھا رانڈوں کا چُپ و راس — چلّاتے تھے شاہ ہوئے ہم بیکس و بے آس
تا زیست تو اب دردِ جدائی نہیں جاتا
دنیا سے علیؑ جاتے ہیں بھائی نہیں جاتا

۹۷ غُل تھا کہ علم دار خدا حافظ و ناصر — شبیرؑ کے غم خوار خدا حافظ و ناصر
اے بیکس و بے یار خدا حافظ و ناصر — سیّد کے مددگار خدا حافظ و ناصر
دریا سے بھری مشک کو لاتے ہوئے دیکھیں
پھر گھر میں سلامت تمہیں آتے ہوئے دیکھیں

۹۸ چلاتی تھی زینب کہ میں صدقے ترے بھیا — سچ ہے کہ حسینؑ آج ہوئے بے کس و تنہا
پردے کے قریں بازوئے شبیرؑ جو پہنچا — اونچا کیا فضہ نے درِ خیمہ کا پردا
کاندھے پہ علم رکھ کے وہ ضیغم نکل آیا
بدلی جو ہٹی نیّرِ اعظم نکل آیا

۹۹ دی پیک نے بڑھ کر سوئے اصطبل یہ آواز — آپ آتے ہیں حاضر ہو وہ شبدیز سبک تاز
تھا رخشِ فلک سیر کی آمد کا یہ انداز — جس طرح سے طاؤس خراماں ہو بصد ناز
سرعت کے سبب سائے میں عالم تھا ہرن کا
اندھیاری نہ تھی چہرے پہ گھونگھٹ تھا دلہن کا

Presented by www.ziaraat.com

100 خوبی جو رکابوں کی مہِ نو کبھی پائے | ہاتھ آئے تو آنکھوں سے فلک اپنی لگائے
آنکھوں کا یہ عالم کہ غزال آنکھ چرائے | اُڑنے میں پرندوں کے بھی ہوش اس نے اڑائے
غازی کی سواری بھی عجب شان سے آئی
غل تھا کہ پری اُڑ کے پرستان سے آئی

101 گھوڑے پہ چڑھے حضرت عباسؑ علمدار | رانوں میں جو دابا تو ہرن ہوگیا رہوار
چاؤش نے آواز یہ دی فوج کو اک بار | شیر آتا ہے دریا کی ترائی سے خبردار
ہاں رُخ طرفِ نہر ہے اس بحرِ کرم کا
خورشید نہ سمجھو اسے پنجہ ہے علم کا

102 ناگہ نظر آیا علمِ دیں کا پھریرا | پنجے کے چمکنے سے ہوا دشت سنہرا
دریا کے نگہبانوں کا پانی ہوا زہرا | گھبرا کے ہٹا گھاٹ سے اسواروں کا پہرا
تھا شور کہ دیکھو وہ دلیر آن ہی پہنچا
لو سامنے بپھرا ہوا شیر آن ہی پہنچا

103 ہے شور کہ سقائے حرم آتا ہے رن میں | پانی کے لیے ابرِ کرم آتا ہے رن میں
بازوئے شہنشاہِ اُمم آتا ہے رَن میں | سلطان کے لشکر کا علم آتا ہے رن میں
پرچم وہ سنہرا نظر آتا ہے علم کا
دیکھو وہ پھریرا نظر آتا ہے علم کا

104 چتون تو قیامت کی ہے تیور ہیں غضب کے | اک حملے میں سرتن سے اتر جائیں گے سب کے
فرزند ہیں یہ فخرِ شجاعانِ عرب کے | شیران کے ہی تیور سے نکل جاتا ہے دب کے
بچے کبھی اس گھر کے نہیں رن سے ٹلے ہیں
یہ سب اسداللہ کے بیشے میں پلے ہیں

105 خالق جسے اپنے یدِ قدرت سے بنائے | خورشید کی کیا تاب جو آنکھ اُس سے ملائے
یہ چاندسی تصویر کہاں سے کوئی لائے | خود ڈھونڈے نظیر اپنا تو عالم میں نہ پائے
وہ رُخ گُل شاداب ہے قد سروِ سہی ہے
یوسف شہِ والا کے عزیزوں میں یہی ہے

106 ہر شہر میں پیشانئ انور کا ہے شہرہ | سجدے کا نشاں بھی ہے تکلف ہے یہ دُہرا
گویا ورقِ ماہ یہ ہے مہر کا مہرا | دیکھو سرِ خورشید پہ طالع ہوا زُہرا
اِس طرح کا اختر کوئی دنیا میں نہ دیکھا
موسیٰؑ نے یہ جلوہ یدِ بیضا میں نہ دیکھا

107 غصے سے جو تیوری کو چڑھائے ہے یہ جرار | گویا کہ ہیں وہ ناخنِ شیر ابروئے خمدار
بے جنگ ہوئی جاتی ہیں گھائل صفِ کفار | ہل جاتے ہیں جس وقت تو چل جاتی ہے تلوار
اس طرح کا صفدر کوئی بستی میں نہیں ہے
یہ کاٹ کبھی تیغِ دو دستی میں نہیں ہے

109 گردوں پہ مہِ نو کا یہ عالم نہیں دیکھا | شمشیر ہلالی میں یہ دم خم نہیں دیکھا
دونوں میں کبھی فاصلہ اک دم نہیں دیکھا | یوں ربط کمانوں میں بھی باہم نہیں دیکھا
ایک بیت کے یہ مصرعۂ برجستہ ہیں دونوں
ظاہر میں کشیدہ ہیں یہ دل بستہ ہیں دونوں

110 کہیے مہِ نو ان کو تو یہ رَو نہیں اس میں | مہتاب کہیں رخ کو تو گیسو نہیں اس میں
ہے اک گلِ خورشید سو خوشبو نہیں اس میں | آنکھیں نہیں پلکیں نہیں ابرو نہیں اس میں
بو ہے گلِ تر میں یہ خط و خال کہاں ہے
قد سرو کا موزوں ہے تو یہ چال کہاں ہے

Presented by www.ziaraat.com

۱۱۱ آنکھوں کو تو دیکھو کہ عجب جلوہ گری ہے | ہاں دیدۂ نرگس کا بھی مضموں نظری ہے
حلقے میں سواد شب و نور سحری ہے | یہ چشم میں پُتلی ہے کہ شیشے میں پری ہے
یہ شام و سحر مور و ملک نے نہیں دیکھی
آنکھ ایسی کبھی چشمِ فلک نے نہیں دیکھی

۱۱۲ نظروں سے نہ کس طرح گرے دیدۂ آہو | بے لطف ہے جب تک کہ نہ ہو چشم نہ ابرو
آنکھوں سے نہاں ہے جو رخ سیّدِ خوشخو | پُتلی صفتِ قبلہ نما پھرتی ہے ہر سُو
روتے ہیں فراقِ پسر شاہِ نجف سے
آنسو نہیں موتی نکل آئے ہیں صدف سے

۱۱۳ خط ہے جو شب قدر تو رخ صبحِ اِرم ہے | کیا قدرتِ حق ہے کہ شب و روز بہم ہے
توصیف میں عاجز دم تحریر قلم ہے | دیکھو خطِ ریحاں ورقِ زر پہ رقم ہے
پہلو میں سحر کو شبِ دیجور لیے ہے
ظلمات کو آغوش میں یا حور لیے ہے

۱۱۴ یہ حسن کسی شب کی سحر نے نہیں پایا | یہ رُوئے دل افروز قمر نے نہیں پایا
رنگِ لبِ نازک گلِ تر نے نہیں پایا | نور اس دُرِ دنداں کا گُہر نے نہیں پایا
باہم تو ہیں دونوں کے مگر رنگ الگ ہیں
وہ لعل کے ٹکڑے ہیں یہ الماس کے نگ ہیں

۱۱۵ خورشید رخ ان موتیوں کی آب میں دیکھے | ہیرے کی چمک اس دُرِ نایاب میں دیکھے
ایسے نہ کواکب شب مہتاب میں دیکھے | گردوں نے یہ تارے نہ کبھی خواب میں دیکھے
ٹھہرا جو نہ وہ لائقِ تشبیہ نظر میں
سوراخ اسی غم سے ہے موتی کے جگر میں

۱۱۶ آئینے کو حیراں کیا گردن کی صفا نے | ڈھالا ہے اسے نور کے سانچے میں خدا نے
الماس سے بازو ہیں تو مہتاب سے شانے | شانوں کو تو چُوما ہے شہِ عقدہ کشا نے
قبضہ کبھی ایسا نہیں شمشیر نے پایا
اِس طرح کا پنجہ نہ کسی شیر نے پایا

۱۱۷ دستانے ہیں فانوس تو ہے شمع کلائی | یہ رستمِ دُستاں نے بھی قوت نہیں پائی
منھ دیکھ لیں خود بھی یہی پتلی میں سمائی | اور ناخنِ انور کا ہنر عقدہ کشائی
بے تیغ کھنچے ہاتھ کا جوہر نہیں کُھلتا
زور ان کا بجز قلعۂ خیبر نہیں کُھلتا

۱۱۸ انوارِ الٰہی سے منوّر ہے یہ سینہ | مسکن ہے جہاں نور کا وہ گھر ہے یہ سینہ
ہم مرتبۂ سینۂ حیدرؑ ہے یہ سینہ | عدل و کرم و داد کا مصدر ہے یہ سینہ
ہے عطر کی خوشبو کہ پسینہ ہے قبا میں
جُزدان میں مصحف ہے کہ سینہ ہے قبا میں

۱۱۹ اس کی کمرِ راست کا کیا حال کہوں آہ | خم ہوگئی مرجانے سے جس کے کمر شاہ
جس جا پہ ہو نقشِ قدمِ ابن یداللہ | مٹنے سے وہ مثلِ خطِ قسمت نہیں آگاہ
اس خاک پہ کیوں رشک نہ ہو چرخِ بریں کو
گر زلزلہ آئے تو نہ جنبش ہو زمیں کو

۱۲۰ ورثہ میں بزرگوں کے ملے ہیں انہیں ہتھیار | قبضے میں ہے تیغ کمرِ حیدرِؑ کرار
ہاشمؑ کی سپر خودِ ابوطالبؑ سردار | دستانے پہنتے تھے یہی جعفرِؑ طیّار
حمزہؑ اسی نیزے سے وغا کرتے تھے رن میں
دیکھی تھی اسی طرح زرہ جسمِ حسنؑ میں

Presented by www.ziaraat.com

۱۲۱ اللہ رے اَوجِ علمِ فوجِ پیمبرؐ جنّت کے پھریرے سے ہوا آتی تھی فرفر
تھا سر پہ ہُما سایہ فگن کھولے ہوئے پر پنجے کی ضیا دیکھ کے خورشید ہے ششدر
تابندہ کوئی شے نہیں زیرِ فلک ایسی
موسیٰؑ نے تجلّی میں نہ دیکھی چمک ایسی

۱۲۲ صف باندھے ہوئے محوِ ثنا تھے ستم آرا جو حضرتِ عباسؑ نے بڑھ کر یہ پکارا
اے بے خبرو گھاٹ سے کر جاؤ کنارا ہم شیر ہیں مسکن ہے ترائی میں ہمارا
کس شان سے آتے ہیں کوئی ٹوک کے دیکھے
دعویٰ ہو کسی کو تو ہمیں روک کے دیکھے

۱۲۳ ناگاہ کہا شمرِ جفا جُو نے یہ بڑھ کر اے وارثِ شمشیرِ علیؑ ثانیٔ جعفرؑ
کیا قصد ہے دیکھو تو یہ دریا ہے کہ لشکر لاکھوں سے کہیں ایک جواں ہوتا ہے سربر
جیتے نہیں بچنے کے جو مرنا ہو تو آؤ
پانی کے لیے خون میں بھرنا ہو تو آؤ

۱۲۴ کچھ تم سے محبت نہیں رکھتے شہِ ذی جاہ یوسف کو گنواتے ہیں یہ کس طرح کی ہے چاہ
مفت اپنی جوانی کو نہ ضائع کرو لِلّٰہ آبِ دمِ شمشیر پہ اس نہر کی ہے راہ
ہوگا یہ تلاطم کہ دَل و کوہ ہلے گا
ان تیغوں کی باڑھوں میں تمہیں گھاٹ ملے گا

۱۲۵ عباسؑ پکارے کہ خبردار ہم آئے ہاں روک تو او ظالمِ غدار ہم آئے
اک وار میں اُس پار سے اِس پار ہم آئے لے گھاٹ سے اور نہر سے ہشیار ہم آئے
تلوار کے مالک تہِ افلاک ہمیں ہیں
آبِ دمِ شمشیر کے پیراک ہمیں ہیں

۱۲۶ پسپا ہوں یہ جائز نہیں پیشے میں ہمارے کٹتا ہے پہاڑ آگ ہے تیشے میں ہمارے
ہے زورِ علی ہر رگ و ریشے میں ہمارے بر آ نہیں سکتا کوئی بیشے میں ہمارے
خاطر جو کشیدہ ہو تو جُھکتے نہیں غازی
گر آگ کا دریا ہو تو رُکتے نہیں غازی

۱۲۷ تو کیا ہے جو رستم ہو تو ہم منھ کو نہ موڑیں سر جائے تو حیدرؑ کے طریقے کو نہ چھوڑیں
مرجائے اگر شیر کے پنجے کو مروڑیں گر قلعۂ خیبر ہو تو اک ہاتھ میں توڑیں
سو بجلیاں چمکیں تو کبھی ہم نہیں ڈرتے
روباہوں کے انبوہ سے ضیغم نہیں ڈرتے

۱۲۸ فرما کے یہ تلوار کو صفدر نے نکالا ہالہ ہوا رہوار کو کاوے پہ جو ڈالا
بھالوں کو ادھر بڑھ کے سواروں نے نکالا بجلی جو گری ہوگیا لشکر تہ و بالا
اس شان سے غازی صفِ جنگاہ میں آیا
غل تھا کہ اسد لشکرِ رُوباہ میں آیا

۱۲۹ دریائے شجاعت میں تلاطم ہوا اک بار عالم کو قیامت کے نظر آگئے آثار
ہلنے لگے اشجار لرزنے لگے کہسار صحرا سے گریزاں ہوئے اژدر طرفِ غار
جن کہتے تھے خالق ہمیں اس آن بچائے
چلّاتی تھیں پریاں کہ خدا جان بچائے

۱۳۰ گرتے تھے طیورانِ ہوا کھولے ہوئے پر شہباز کے بازو سے لپٹتا تھا کبوتر
بجلی نہ گرے ہم پہ چرندوں کو یہ تھا ڈر سب جان بچانے کے لیے پھرتے تھے مضطر
نعرہ جو کیا ابنِ شہِ قلعہ شکن نے
منھ ڈال دیا شیر کے قدموں پہ ہرن نے

Presented by www.ziaraat.com

١٣١
جس صف پہ چلی تیغ وہ بے سر نظر آئی ریتی پہ ہر اک لاش برابر نظر آئی
جب وار کیا قوتِ حیدرؑ نظر آئی گہ تنگ کے نیچے کبھی سر پر نظر آئی
غل ہوتا تھا کرتی تھی دوپارا جو سپر کو
دو کردیا انگشت سے احمدؐ نے قمر کو

١٣٢
تیغوں کو نیاموں سے نکلنے نہیں دیتی اس فوج کا اک وار بھی چلنے نہیں دیتی
گھوڑوں پہ سواروں کو سنبھلنے نہیں دیتی انداز لڑائی کا بدلنے نہیں دیتی
تلوار نہیں برقِ اجل ہم پہ جھکی ہے
ڈھالوں سے کہیں مرگِ مفاجات رُکی ہے

١٣٣
ترکش کو نہ چھوڑا نہ کماں دار کو چھوڑا حلقے کو نہ چلّے کو نہ سوفار کو چھوڑا
بے دو کئے راکب کو نہ رہوار کو چھوڑا چھوڑا تو سسکتا ہوا دوچار کو چھوڑا
رُخ سب قدر اندازوں کے پھرتے ہوئے دیکھے
ہر ضرب میں سر خاک پہ گرتے ہوئے دیکھے

١٣٤
مِغفر کو جو کاٹا تو جبیں سے نکل آئی سر پر جو پڑی خانۂ زیں سے نکل آئی
بجلی سی صفِ لشکرِ کیں سے نکل آئی گہ ڈوب گئی گاہ زمیں سے نکل آئی
غل تھا کہ عجب کیا جو سپر سے نہیں رُکتی
یہ ضرب تو جبریل کے پَر سے نہیں رُکتی

١٣٥
نے ڈھال پہ نے سر پہ نہ گردن پہ رُکی وہ سینے پہ نہ بکتر پہ نہ جوشن پہ رُکی وہ
نے سنگ نہ اشجار نہ آہن پہ رُکی وہ نے زین پہ نے پایۂ توسن پہ رُکی وہ
یہ چاشنیٔ خونِ عدو بھا گئی اُس کو
بجلی کی طرح جس پہ گری کھا گئی اُس کو

١٣٦
سینے میں در آئی تو نئی چال سے نکلی پہنچے کو قلم کرتی ہوئی ڈھال سے نکلی
ڈوبی جو زرہ میں تو عجب حال سے نکلی مچھلی سی تڑپتی ہوئی اک جال سے نکلی
چار آئینے کو آٹھ کیا کاٹ نے اُس کی
بٹھلا دی ہر اک کشتیِ تن گھاٹ نے اُس کی

١٣٧
جُوں موج ہوئی فوج میں ہل چل لبِ دریا دکھلانے لگا رخش بھی چھل بل لبِ دریا
کٹ کٹ کے گرے برچھیوں کے پھل لبِ دریا پھٹ پھٹ گیا ڈھالوں کا بھی بادل لبِ دریا
بدلی میں نہ اس تیغ کا پَرتو نظر آیا
مطلع جو ہوا صاف مہِ نو نظر آیا

١٣٨
جب ناریوں کو تیغ کے گھاٹ اس نے اتارا لڑنے میں نظر آگیا دریا کا کنارا
سقائے حرم فوج کو بڑھ کر یہ پکارا کیوں اب کہو دریا ہے ہمارا کہ تمہارا
تم کہتے تھے ہم نہر پہ جانے نہیں دیتے
لو آؤ تو اب ہم تمہیں آنے نہیں دیتے

١٣٩
یوں لیتے ہیں دریا جو شجاعت کے دھنی ہیں ہم قوتِ بازوئے امامِ مدنی ہیں
ہر چند گرفتارِ غریب الوطنی ہیں پر شیرِ غضبناک دمِ تیغ زنی ہیں
ہے بات کی پچ نام پہ مرتے ہیں بہادر
جو کہتے ہیں منہ سے وہی کرتے ہیں بہادر

١٤٠
خالی تو میں پھر کر کبھی خیمے میں نہ جاتا ہٹتا نہ اگر سینے پہ سو برچھیاں کھاتا
ممکن تھا کہ یہ شیر ترائی کو نہ پاتا کٹتا جو مرا سر بھی تو لاشہ نہیں آتا
مٹی بھی یہیں کی تن صد چاک پہ ہوتی
گر قبر بھی ہوتی تو اسی خاک پہ ہوتی

Presented by www.ziaraat.com

۱۴۱
عباسؑ دلاور تو یہ کہتے تھے بصد قہر   پھر پھر کے نظر کرتا تھا گھوڑا طرفِ نہر
دوڑی چلی آتی تھی زیارت کو ہر اک لہر   فرماتے تھے وہ شاہ یہ پانی ہے مجھے زہر
کس کو خبر اس کی ہے مروں گا کہ جیوں گا
بے قبلۂ عالم تو یہ پانی نہ پیوں گا

۱۴۲
کہہ کر یہ سخن ڈال دیا نہر میں رہوار   حسنِ رُخِ رنگیں سے وہ تختہ ہوا گلزار
تھے صاف حباب لبِ دریا گلِ بے خار   پانی میں مہک عطر کی آ جاتی تھی ہر بار
تھی نور کی ضو عکس سے گرداب کے اندر
خورشید تو باہر تھا قمر آب کے اندر

۱۴۳
پہلے تو کہا دل سے بجھا لیجے یہاں پیاس   پر ساتھ ہی ڈوبے عرقِ شرم میں عباسؑ
سوچے کہ سلامت تو پہنچنے کی نہیں آس   خم ہو کے بھرا مشک کو دریا سے بصد یاس
جب تشنہ دہن تا بہ لبِ جُو نکل آئے
اس وقت تو گھوڑے کے بھی آنسو نکل آئے

۱۴۴
دریا کی ترائی میں جو آیا وہ غضنفر   بھاگی ہوئی پھر جمع ہوئی فوجِ ستم گر
شیث آیا کئی سو قدر اندازوں کو لے کر   غل تھا کہ نکل جانے نہ پائے یہ دلاور
پیاسے پہ گھٹا شام کے لشکر کی جھکی تھی
تلواروں سے اور برچھیوں سے راہ رُکی تھی

۱۴۵
غصّے میں بڑھے آتے تھے عباسِؑ علمدار   تھی مشکِ سکینہؑ پہ سپر ہاتھ میں تلوار
حملے تھے وہی تیغ وہی اور وہی وار   اِس غول کے آگے کبھی اس صف کے ہوئے پار
بجلی کی تڑپ فوج میں دکھلاتا تھا گھوڑا
آتا تھا کبھی اور کبھی اُڑ جاتا تھا گھوڑا

۱۴۶
شُعلے کی لپک تیغ کے پرتو نے دکھائی   بجلی کی تڑپ اسپ سبک رو نے دکھائی
رفتارِ غزال اس کی تگ و دو نے دکھائی   ہر سُم کے تلے شکل مہِ نو نے دکھائی
آہو میں بھی ایسے نہ طرارے نظر آئے
ہیکل جو ہلی دھوپ میں تارے نظر آئے

۱۴۷
جب بڑھتے تھے عباسؑ تو ٹل جاتے تھے ناری   نعرے سے بہادر کے دہل جاتے تھے ناری
گھبرا کے ہر اک صف سے نکل جاتے تھے ناری   جب بھاگ نہ سکتے تھے تو جل جاتے تھے ناری
اعجاز یداللہ کے جانی نے دکھایا
آتش کا اثر تیغ کے پانی نے دکھایا

۱۴۸
جا جا کے جو ہر صف میں لڑا عاشقِ شبیرؑ   برچھی کہیں کھائی کہیں نیزہ کہیں شمشیر
جس وقت لگے دونوں طرف بازوؤں پہ تیر   عباسؑ بنے جعفرِ طیارؑ کی تصویر
جنّت کے دریچوں کو ملک باز کریں گے
اب سوئے جناں نہر سے پرواز کریں گے

۱۴۹
گھوڑا جو رُکا روک لیا فوج نے اک بار   زخمی تھی کلائی، پہ چلی جاتی تھی تلوار
گھبرا گئے جب پڑنے لگی تیروں کی بوچھار   مشکیزے کو جھک جھک کے بچاتا تھا علمدار
پیہم صفِ اعدا سے یہ ناوک فگنی تھی
گھوڑے کی بھی گردن دُمِ طاؤس بنی تھی

۱۵۰
تھے جسم پہ مانند زرہ تیروں کے روزن   گویا کہ لہو روتا تھا ہر دیدۂ جوشن
تھی غرق بخوں تن کی قبا زین کا دامن   غش آتا تھا ہر نے پہ جھکی جاتی تھی گردن
کھا کھا کے سناں شکرِ خدا کرتے تھے عباسؑ
پر مشک نہ سینے سے جدا کرتے تھے عباسؑ

Presented by www.ziaraat.com

۱۵۱ غل فوج میں تھا مار لیا شیر ژیاں کو ۔ ہاں بھائیو دم لینے نہ دو تشنہ دہاں کو
پانی سے کہیں تر نہ کرے خشک زباں کو ۔ توڑو کمرِ سبطِ رسولِؐ دو جہاں کو
مر جائے گا تیغوں سے جو مشکیزہ کٹے گا
پانی جو بہاؤ گے تو زور اس کا گھٹے گا

۱۵۲ جب گھر گیا اعدا میں علمدارِ حسینی ۔ لڑتا رہا تادیر مددگارِ حسینی
زخمی ہوا تیروں سے جو غمخوارِ حسینی ۔ غل تھا کہ مٹی رونقِ گلزارِ حسینی
گو تن میں نہ طاقت تھی مگر لڑتے تھے عباسؑ
جو ٹوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے عباسؑ

۱۵۳ یاں کا تو یہ نقشہ تھا سنو حالتِ سرورؑ ۔ پھرتے تھے کمر پکڑے ہوئے سبطِ پیمبرؐ
ڈیوڑھی پہ تو سب ہیں حرم اور آپ ہیں باہر ۔ لب پر کبھی نالے ہیں کبھی ہائے برادر
تکتے ہیں سوئے نہر سراچوں کے تلے سے
لپٹائے ہیں عباسؑ کے بیٹے کو گلے سے

۱۵۴ منھ چوم کے کہتے ہیں نہ رو میں ترے قربان ۔ تو باپ کے آنے کی دعا مانگ مری جان
ننھے سے اُٹھا ہاتھ یہ کہتا ہے وہ نادان ۔ اللہ یتیمی سے بچالے مجھے اِس آن
بھائی کی نشانی پہ فدا ہوتے ہیں شبیرؑ
معصوم دعا کرتا ہے اور روتے ہیں شبیرؑ

۱۵۵ پھر غُل جو ہوا رن میں تو زینبؑ کو پکارے ۔ آتی ہے تباہی بہن اب گھر پہ ہمارے
گھیرا ہے مرے شیر کو دریا کے کنارے ۔ مارے کوئی مجھ کو مرے بھائی کو نہ مارے
عباسؑ کی گردن سے تو شمشیر ملے گی
پر مجھ کو کہاں باپ کی تصویر ملے گی

۱۵۶ ڈیوڑھی پہ تلاطم تھا حرم کرتے تھے زاری ۔ کہتی تھی سکینہؑ کہ چلی جان ہماری
سر کھولے دعا مانگتی تھیں بیبیاں ساری ۔ یا شیرِ خدا خاک میں مل جائیں یہ ناری
طوفاں سے خدا پیاسوں کی کشتی کو بچائے
اللہ سکینہؑ کے بہشتی کو بچائے

۱۵۷ ناگاہ یہ جانکاہ صدا دشت سے آئی ۔ ہاں طبل بجے تیغ یداللہ نے کھائی
تصویرِ علیؑ صفحۂ ہستی سے مٹائی ۔ دیکھیں تو کہ اب بھائی کو پیدا کرے بھائی
تنہا شہہِ والا کا علم کردیا ہم نے
عباسؑ کے ہاتھوں کو قلم کردیا ہم نے

۱۵۸ نوفل سے کیا شمرِ لعیں نے جو اشارا ۔ وہ دستِ علمدار اٹھا کر یہ پکارا
یہ کس کے کٹے ہاتھ ہیں ہم نے کسے مارا ۔ دیکھے انہیں کس جا ہے یداللہ کا پیارا
تلواروں سے تصویر مٹائی ہے یہ کس کی
کس شیر کا پنجہ ہے کلائی ہے یہ کس کی

۱۵۹ یہ خون بھرے کس کے ہیں الماس کے بازو ۔ ہے کس گلِ رنگیں میں یداللہ کی خوشبو
لشکر کا علم کیا ہوا اے سیّدِ خوش خو ۔ وہ کون ترائی میں تڑپتا ہے لبِ جو
وہ نہر پہ خنجر سے گلا کٹتا ہے کس کا
بسمل کی طرح خاک میں تن اُٹتا ہے کس کا

۱۶۰ بھائی کے کٹے ہاتھ نظر آئے جو ناگاہ ۔ تھرانے لگے غیظ سے ابنِ اسداللہ
اتنا تو کہا مر گئے عباسِ علیؑ آہ ۔ تیغِ دو زباں کھینچ کے دوڑے شہِ ذیجاہ
یاں بنتِ علیؑ کوٹ کے سینہ نکل آئی
سب بیبیوں سے پہلے سکینہؑ نکل آئی

Presented by www.ziaraat.com

۱۶۱ عباسؑ کا فرزند تڑپ کر یہ پکارا — کیوں نکلیں بہن تم، کسے مارا کسے مارا؟
وہ کہتی تھی رونے دو نہیں صبر کا یارا — اے بھائی بہشتی مرا کوثر کو سدھارا
چلاتی ہوں میں پھر کے نہیں آتے ہیں بابا
دیکھو وہ کمر پکڑے ہوئے جاتے ہیں بابا

۱۶۲ فرزند کو بابا کی خبر سن کے غش آیا — گودی میں اسے دوڑ کے فضہ نے اٹھایا
دریا پہ جو پہنچا اسداللہ کا جایا — واں بھائی کو بھائی نے تڑپتا ہوا پایا
آنکھوں کو خجالت کے سبب بند کیے تھے
تیروں سے چھدی مشک کو پہلو میں لیے تھے

۱۶۳ بھائی سے لپٹ کر یہ پکارے شہِ ابرار — صدقے میں ترے اے مرے لشکر کے علمدار
مجروح جو تھا تیروں سے وہ جسمِ گہربار — عباسؑ سے آنکھوں کو نہ کھولا گیا زنہار
دکھلا کے وفادار نے کانٹوں کو زباں کے
سر رکھ دیا قدموں پہ امامِ دو جہاں کے

۱۶۴ حضرت نے کہا سر تو قدم پر سے اٹھاؤ — عباسؑ ہم آغوش میں لیویں ادھر آؤ
گر ہاتھ نہیں سر مری چھاتی سے لگاؤ — یاری جو زباں دے تو کچھ احوال سناؤ
تقریر تری شہرۂ آفاق ہے بھائی
بھائی تری آواز کا مشتاق ہے بھائی

۱۶۵ عباسؑ نے کی عرض کہ ہے موت گلوگیر — کہنا تھا بہت کچھ پہ نہیں طاقت تقریر
اب تن کی رگیں کھنچتی ہیں یا حضرتِ شبیرؑ — امید یہ ہے رحم کرے مالکِ تقدیر
آگے مرے رُوئے خلق شاہِ نجف ہے
اس وقت تلک منہ مرا قبلے کی طرف ہے

۱۶۶ سب کام مرے آپ کے صدقے سے بن آئے — وہ فاطمہؑ آئیں شہِ خیبر شکن آئے
آپ آئے حسنؑ آئے رسولِؐ زمن آئے — سب مشکلیں آساں ہوئیں جب پنجتن آئے
اب روح سوئے خلد بریں جاتی ہے آقا
کچھ نیند بھی خادم کو چلی آتی ہے آقا

۱۶۷ یہ کہہ کے کبھی پاؤں سمیٹے کبھی پھیلائے — کلمہ جو پڑھا ہونٹ علمدار کے تھرّائے
دم تن سے نکلتے ہوئے آنسو بھی نکل آئے — سر پیٹ کے حضرت نے کہا ہائے اخی ہائے
زانوئے شہِ دیں پہ سفر کر گئے عباسؑ
گردن تو ڈھلی رہ گئی اور مر گئے عباسؑ

۱۶۸ سر پیٹ کے ہاتھوں سے یہ شبیرؑ پکارے — عباسؑ ہمیں چھوڑ کے جنت کو سدھارے
سر بھائی کے قدموں سے اٹھاؤ مرے پیارے — بس ہو چکی تعظیم میں قربان تمہارے
بھائی میں تری تشنہ دہانی کے تصدق
عباسؑ میں اس مرتبہ دانی کے تصدق

۱۶۹ کچھ بولو تو اے عاشقِ سلطانِ مدینہ — چلاتی ہے ڈیوڑھی سے تمہیں ہائے سکینہؑ
بتلاؤ بھتیجی کو تسلی کا قرینہ — اس صدمے سے اس بچی کا دشوار ہے جینا
یہ مشک جو واں خون میں تر جائے گی بھائی
بس ہائے چچا کہہ کے وہ مر جائے گی بھائی

۱۸۰ زہراؑ کی صدا آئی علمدار سدھارے — بے کس ہوئے شہ حیف ہے غم خوار سدھارے
حضرت نے کہا جعفرِ طیار سدھارے — جرّار وفادار مددگار سدھارے
جنت کو گئے ہم سے یہ کیا کر گئے بھائی
باتیں ابھی کرتے تھے ابھی مر گئے بھائی

Presented by www.ziaraat.com

۱۸۱
خاموش انیسؔ اب تو نہ کہہ زاریٔ شبیرؑ — ٹکڑے کئے دیتی ہے جگر کو تری تقریر
ہر بات میں ہے درد ہر اک لفظ میں تاثیر — مصرعے ہیں محبوں کے کلیجے کے لیے تیر
کم ہے عوض اس کا جو کوئی کوہِ طلا دے
آقا تجھے اس مرثیہ گوئی کا صِلا دے

❁ ❁ ❁

مرزا دبیرؔ:

ہاجرِ ادب و سارہ نسب

اُمّ البنین علیہا السّلام

۱
انجیلِ مسیحِ لبِ شبیرؑ ہیں عباسؑ — سُرخیٔ سرِ سورۂ تقدیر ہیں عباسؑ
یہ مصحفِ اخلاص کی تفسیر ہیں عباسؑ — ہر جزوِ کُلِ آیۂ تسخیر ہیں عباسؑ
شمشیرِ خدا ہیں سپرِ شاہِ عرب ہیں
خالق کے سوا قبضہ میں اس تیغ کے سب ہیں

۲
ذیقعدہ میں وہ قاعدۂ نو ہو سخن میں — مصرعے مہِ نو بن کے لگیں چرخِ کہن میں
ہر ایک طرف واہ کا افواہ ہو رن میں — شیروں کا پتا ہے نہ ترائی میں نہ بن میں
وہ حشر کہ شیرازہ کشائے جزو کُل ہے
عباسؑ کی تلوار کے اک وار کا غل ہے

۳
یا حضرتِ روح القدس امداد کو آؤ — تائید زبانِ سخن ایجاد کو آؤ
آرائشِ مضمونِ خداداد کو آؤ — لے کر قلمِ وحی رقمِ صاد کو آؤ
نقشے وہ کھنچیں مصرعِ اسرار نما کے
غل ہو کہ مرقعے ہیں یہ الہامِ خدا کے

Presented by www.ziaraat.com

۴ کالعرش ہے کیا فرشِ گذر گاہِ علمدار — کالشمس ہے کیا شمسۂ درگاہِ علمدار
کالغیب ہے کیا عینِ نظر گاہِ علمدار — کالفجر ہے کیا نورِ سحر گاہِ علمدار
مسجد میں ظہور ان کا مشابہ ہے سحر سے
خورشید سپیدی سے نکلتا ہے، یہ گھر سے

۵ سرِ لشکرِ مردانِ خدا کون ہے؟ یہ ہیں — سرپنجۂ شیرانِ وغا کون ہے؟ یہ ہیں
صفدر شہِ صفدر کے سوا کون ہے؟ یہ ہیں — دستِ کرم و چشمِ حیا کون ہے؟ یہ ہیں
یکتا ہے یہ گل ہشت جناں کے چمنوں میں
یوسف ہے یہ اک چرخ کے نو پیرہنوں میں

۶ جس روح کا قالب ہو وفا کون ہے؟ یہ ہیں — جس گل کا ہر اک جز ہے ولا کون ہے؟ یہ ہیں
یکتا ئے دو کون ان کے سوا کون ہے؟ یہ ہیں — جس بندے پہ ناز اں ہے خدا کون ہے؟ یہ ہیں
دو آئینوں سے رعبِ خدا صاف جلی ہے
وہ ایک رُخ ان کا ہے اور اک رُوئے علیؑ ہے

۷ ہوتا ہے جو حاضر یہ بہادر سرِ دربار — دربار میں دُربارِ علیؑ ہوتے ہیں ہر بار
غیر از حسینؑ ان پہ تصدق مرا گھربار — عارض ہیں قمر یا کہ لبِ لعل گہر بار
یہ والیٔ اقلیمِ ولایت کا ولی ہے
تصویرِ تولّائے حسینؑ ابنِ علیؑ ہے

۸ سورج ہے نہ دن خلد میں نے چاند نہ شب ہے — شمس و قمرِ عدن یہ فرخندہ نسب ہے
یہ مطلعی طالبِ رب عاشقِ رب ہے — یہ ماہ بنی ہاشم و خورشیدِ عرب ہے
مالک ہیں بڑے رتبۂ و توقیر کے عباسؑ
عباسؑ کے شبیرؑ ہیں شبیرؑ کے عباسؑ

۹ پیدا ہوں جو ایسے چمنستانِ جہاں لاکھ — افلاک کڑوڑ اور زمینیں ہوں عیاں لاکھ
باران کے ہر اک قطرہ سے دریا ہوں رواں لاکھ — گھر گھر ہوں مسن خضر سے یوسف سے جواں لاکھ
نایاب ہوں نزدیک کی اور دُور کی شکلیں
سب حُسن کے رخسار ہوں سب نور کی شکلیں

۱۰ کیا مُنھ جو نقابوں سے حسیں منھ کو نکالیں — عیسیٰؑ قسم انجیل کی بیساختہ کھا لیں
توریت کو موسیٰؑ ید بیضا پہ اوٹھا لیں — فرقانِ مبیں فرق پہ خاصانِ خدا لیں
انصافِ خدا بڑھ کے حَکَم ہو کہ یونہیں ہے
اتنوں میں کوئی ثانیٔ عباسؑ نہیں ہے

۱۱ بابا وہ ہے جو آدم و حاتم کا شرف ہے — واں عرش کا یاں کعبۂ اعظم کا شرف ہے
سردار حسینؑ ان کا دو عالم کا شرف ہے — ماں آسیہ کا فخر ہے مریم کا شرف ہے
ہو کیوں نہ وہ بی بی شرفِ مادر عیسؑا
فرزند ہے عباسؑ سا وارث ہے علیؑ سا

۱۲ جو شوق تھا حیدرؑ کی ولادت کا نبیؐ کو — وہ ان کی تمنا تھی حسینؑ ابنِ علیؑ کو
شانے پہ نشاں رکھے جو پاتے تھے کسی کو — پیغام یہ دیتے تھے پیمبرؐ کے وصی کو
حسرت ہے جو اللہ مددگار ہو بابا
لشکر نہ ہو پر ساتھ علمدار ہو بابا

۱۳ اب خطبہ نویسانِ نکاحِ طرب انجام — لکھتے ہیں علیؑ کو کسی شادی سے نہ تھا کام
یہ عرش سے وارد ہوئی مشاطۂ الہام — مشاطۂ الہامِ خدا لائی یہ پیغام
شاہِ شہدا زیب دہِ روئے زمیں ہے
پر شاہِ شہیداں کا علمدار نہیں ہے

Presented by www.ziaraat.com

۱۴ شبیرؑ مرا گو متوکل ہے غنی ہے   پر آج وطن میں ہے توکل بے وطنی ہے
عاشور کا دن مثلِ قیامت شدنی ہے   واں نیزے ہیں تابوت، کفن بیکفنی ہے
رایت جو علم لشکر بے پیر کرے گا
واں کون علمداریٔ شبیرؑ کرے گا

۱۵ دارِم کے قبیلہ کا عرب میں ہے بڑا نام   اُس میں ہے مسمّی بحزام ایک خوش انجام
اُس باغ کا ہے سروِ خراماں وہ گل اندام   بیٹی ہے سعید اُس کی جگر گوشۂ اسلام
زہرؑا کی کنیزوں میں وہ سردارِ جہاں ہے
سرخیلِ شہیداں کے علمدار کی ماں ہے

۱۶ یہ گوہرِ پاکیزۂ رحمت کی صدف ہے   یہ دُرجِ دُرِ نسلِ شہنشاہِ نجف ہے
اللہ کے لشکر کا نشان اس کا خلف ہے   آئینۂ آئینِ شجاعانِ سلف ہے
یکتائی کے میزان میں لال اُس کا تُلے گا
عَقد اس سے جو باندھو گے تو عُقدہ یہ کُھلے گا

۱۷ کی شاہ نے اس بات کے سامان کی تدبیر   بے رقعہ چلی وجد میں مشاطۂ تقدیر
وحی احدی جیسے کہ بے کاغذ و تحریر   واضح ہوئی جوئندہ و یابندہ کی تفسیر
تھی عقد کی رغبت جو دل شاہ شہاں میں
نزدیک تھا حورانِ جناں آئیں جہاں میں

۱۸ یوں سوئے حزام ابن مظاہر تھے خراماں   کھولے دہن شکر کو باندھے ہوئے داماں
حاضر یہ جلوعیش و طرب مثل غلاماں   تھا عقدہ کشا عقد یداللہ کا ساماں
اقبال حزام فلک اجلال کا چمکا
پیغام و سلام اُس سے کہا شاہِ امم کا

۱۹ نسبت تھی جو دختر کی ہوا دل میں وہ مجبوب   پھر حمد خدا کر کے پکارا وہ خوش اسلوب
حیدرؑ ہیں وزیر اُس کے جو خالق کے ہیں محبوب   بیٹی میری لونڈی میں غلام اُن کا بہت خوب
اس رشتہ سے ہم رتبۂ افلاک کریں گے
ذرّہ ہوں مجھے خاک سے وہ پاک کریں گے

۲۰ حقا شہ مرداں کے برابر نہیں کوئی   جز شاہِ رسل ہمسر حیدرؑ نہیں کوئی
حیدرؑ سا وصی کیا کہ پیمبرؐ نہیں کوئی   فیاض و عطا پاش و تونگر نہیں کوئی
مقدرو جہیز اُن کے موافق نہیں رکھتا
کچھ نذر و تصدق کی بھی لائق نہیں رکھتا

۲۱ چلائے حبیب ابن مظاہر یہ کہا کیا   کچھ خیر ہے پروائے جہیز اُن کو بھلا کیا
زہرؑا کو دیا خالق مختار نے کیا کیا   کونین جہیز اُن کا ہے پھر سیم و طلا کیا
گر ملک تری ملکوئی فلک کوئی زمیں ہو
لکھ دے کہ ترا نام بھی تا عرشِ بریں ہو

۲۲ خیبر شکنی اُن کی تو ہے اظہر و اشہر   پر منکسر النّفس بھی ہے نفسِ پیمبرؐ
قنبر کے بھی ہمراہ غذا کھاتے ہیں اکثر   غلّہ لیے راتوں کو پھرا کرتے ہیں گھر گھر
دیتے ہیں ندا بھوکوں کو تسکین کی خاطر
مسکین غذا لایا ہے مسکین کی خاطر

۲۳ یہ سچ ہے کہ حیدرؑ ہیں شہنشاہِ دو عالم   پر ذرہ نوازی میں ہے خورشید کا عالم
ایسے ہیں فروتن کہ مقولہ ہے یہ ہر دم   جو بندۂ حق سب بنی آدم ہیں وہی ہم
پیدا جو کیا کعبہ میں قدرت ہے خدا کی
بخشی جو امامت یہ عنایت ہے خدا کی

Presented by www.ziaraat.com

۲۴ بولا صدفِ عقل کا وہ دُرِ یگانہ　آدم کے پسر ہیں بشر اے فخرِ زمانہ
تخصیص نہیں فرق تلفظ میں ہے یا نہ　میں نم ہوں وہ یم ہیں میں خرابہ وہ خزانہ
مطلوب ہو گر دخترِ نادار تو یہ ہے
لونڈی پئے خدمت جو ہو درکار تو یہ ہے

۲۵ القصہ عزیزوں میں ہوا شوق یہ سب کو　شادی ہو شبِ ہفتدہم ماہ رجب کو
پیغام تقرّر کا گیا شاہِ عرب کو　زوجہ نے کیا یاں طلب اُس خیر طلب کو
پوچھا مرا داماد پیمبرؐ کا وصی ہے
یہ بولا کہ ہاں نام خدا نام علیؑ ہے

۲۶ اورنگ نشین ہل اتی خواجۂ قنبر　معراج گزینِ فلکِ دوشِ پیمبرؐ
سب اُن کے ہیں محکوم چہ خاقان چہ قیصر　سب زیرنگیں ہیں چہ سلیماں چہ سکندر
ہے یہ برکت نامِ مبارک میں اُسی کے
گرتے ہوئے تھم جاتے ہیں کہنے سے علیؑ کے

۲۷ بولی وہ عفیفہ میں ہوئی شاد خوشا حال　اے شکر یہ شادی ہے خداداد خوشا حال
کی فاطمہؑ کی روح نے امداد خوشا حال　دامادِ خدیجہؑ میرا داماد خوشا حال
دھیان اُن کو ہے لونڈی کی غریبی کا جناں میں
لونڈی بھی تو دم بھرتی ہے بی بی کا جہاں میں

۲۸ تھی دخترِ پاک اُس کی مسمیٰ بحمیدہ　بسم اللہِ مجموعۂ اوصافِ حمیدہ
تقویٰ وطہارت کے جریدے میں جریدہ　دل روزِ ازل سے تھا مگر درد رسیدہ
سقّائے سکینہؑ کی وہ مظلومہ جو ماں تھی
اک نہرِ فرات آنکھوں سے ہر وقت رواں تھی

۲۹ ہاجر ادب و سارا نسب آمنہ ایماں　حور ارم و زہد و ورع مریمِ دوراں
پوشاک بدن پردۂ ستاریِ یزداں　داماں تھا سجّادۂ بلقیسِ سلیماں
رُخ اپنے ہی پرتو کا جو برقع میں نہاں تھا
خورشید صفت کنبہ میں مخفی وعیاں تھا

۳۰ حجرے میں حمیدہ کی جو ماں اُس کی در آئی　فانوس میں اک شمع درخشاں نظر آئی
لینے کو بلائیں جو وہ نزدیک تر آئی　چپکے سے کہا لے مری امید بر آئی
اب فخرِ عرب قوم ہماری ہوئی بیٹا
نسبت شہِ مرداں سے تمہاری ہوئی بیٹا

۳۱ ناگاہ وہ شام آئی کہ جو صبح سے لے باج　غازہ رخ عیدین کا نوروز کی سرتاج
حُسنِ شبِ قدر و شبِ بدر و شبِ معراج　تھی رات بھی نازاں کہ علیؑ کی ہے برات آج
کثرت وہ ستاروں کی شبِ جلوہ فگن پر
مشّاطوں کا جھرمٹ تھا شبِ عقد دولہن پر

۳۲ سج دھج تھی عروسِ شبِ شادی کی نرالی　پھولی شفق شام کے لالے کی جو لالی
ہلکی سی لبِ بامِ فلک اُس نے جمالی　پازیب بھی اور کان کے بندے بھی ہلالی
موباف زری نظم کیا کاہ کشاں کو
مضمون بھی چوٹی کا ملا اہلِ زباں کو

۳۳ ایوانِ مبارک سے برآمد ہوئے حیدرؑ　جس طرح محل سے شبِ معراج پیمبرؐ
عرشی فلکی فوج پہ فوج آئی زمیں پر　ملبوس بدن عطر سے جنت کے معطّر
تھا ساتھ ہر اک وقت خدا اپنے ولی کے
آتی تھی ندا ہم بھی براتی ہیں علیؑ کے

Presented by www.ziaraat.com

۳۴ دارم کے قبائل میں گیا نور کا آیا اس قبلہ کے لینے کو قبیلہ وہ سب آیا
ایک ایک نے آنکھوں کو سر راہ بچھایا یوں دوڑ کے قدموں پہ گرے جیسے کہ سایا
جتنے تھے براتی وہ رہے راہ گذر میں
تنہا یہ درِ علم گیا بیاہ کے گھر میں

۳۵ حَجلے میں حضور آئے کہ داخل ہوئی رحمت پردے میں دلہن دولہا پہ نازل ہوئی رحمت
سب ہٹ گئے رحمت کے مقابل ہوئی رحمت ہر حال حمیدہ کے یہ شامل ہوئی رحمت
حَجلے میں عجب نور کی کشتی نظر آئی
آراستہ پوشاکِ بہشتی نظر آئی

۳۶ وہ تافتہ و سندس و استبرقِ جنت تھا بافتۂ رشتۂ نورِ یدِ قدرت
سنجاف کی جا گردِ رقم آیۂ رحمت دیکھا جو حمیدہ نے سراپا ہوئی حیرت
فرمان خدا سے یہ منادی نے ندا کی
لے زوجۂ حیدرؑ یہ عنایت ہے خدا کی

۳۷ لکھتا ہوں میں ایجاب و قبولِ طرفین اب رو رو کے ہوئے نعرہ زناں یوں اسدِ رب
واللہ کہ اس عقد میں عمدہ ہے یہ مطلب ہو دفترِ افواجِ خدا جلد مرتّب
شبیرؑ ہے عباسؑ خوش اطوار نہیں ہے
سردار ہے دنیا میں علمدار نہیں ہے

۳۸ اک دن میرے شبیرؑ سے پھر جائیں گے سب ہائے دوپہر میں لٹ جائے گا گھر ہائے غضب ہائے
زینبؑ پہ رہے گا چھ مہینے یہ تعب ہائے دربار میں دن گذرے گا زنداں میں شب ہائے
ہم ماتم شبیرؑ پہ امداد کریں گے
زہراؑ بھی اسی غم میں موئیں ہم بھی مریں گے

۳۹ اس عقد میں یہ عہد یہ پیماں ہیں ہمارے بخشے گا تجھے ربِ عُلا چار ستارے
یہ ہوئیں گے پیارے کہ بنی فاطمہؑ پیارے یہ فرش کے تارے ہیں وہ ہیں عرش کے تارے
چاہے گی زیادہ کسے بیٹوں میں علیؑ کے
عباسؑ کو اپنے کہ نواسوں کو نبیؐ کے

۴۰ اُجڑا میرا گھر سر گئیں خاتونِ خوش اطوار دو بیٹیاں بن ماں کی ہیں دو بیٹے دل افگار
ہوگا میرا شبیرؑ مصیبت میں گرفتار یثرب میں نہ کعبہ میں اماں دیں گے جفا کار
پر ماریہ کی صبح غضب شام غضب ہے
عاشور کی ظہرین کا انجام غضب ہے

۴۱ اُس روز میرے کہنے کا تو دھیان کرے گی پوتوں کے تو سہرے کا نہ ارمان کرے گی
مجھ پر میرے اللہ پر احسان کرے گی فرزندوں کو شبیرؑ پہ قربان کرے گی
پہلے تیرے بیٹوں پہ رواں تیغِ ستم ہو
پھر بوسہ گہہِ احمدِؐ مختار قلم ہو

۴۲ یہ سنتے ہی حَجلہ میں ہوا شیون و ماتم وہ بیاہ کا گھر تعزیہ خانوں سے نہ تھا کم
گھونگھٹ میں حمیدہ کو ہوا سکتے کا عالم گوندھا ہوا سر کھول کے زانو پہ کیا خم
ایمان پکارا یہ نہیں وقت حیا کا
اقرار کرو شاہ شہیداں کی ولا کا

۴۳ چلائی حضور آپ جو فرمائیں میں راضی بیٹے میرے شبیرؑ کے کام آئیں میں راضی
بابا سے میرے آپ یہ لکھوائیں میں راضی سب کنبے کی مہریں ابھی ہو جائیں میں راضی
طاعت نہ کروں میں جو حسینؑ ابنِ علیؑ کی
لونڈی نہ خدا کی نہ تمھاری نہ نبیؐ کی

Presented by www.ziaraat.com

۴۴ حضرت نے کہا اجر و جزا دے تجھے غفار   بی بی ترے ممنون ہوئے احمدؐ مختار
شبیرؑ پہ تھے فاطمہ زہراؑ کے یوں ہی پیار   حاجت نہیں لکھنے کی تو ہے صادق الاقرار
جنت سے پیمبرؐ کی ندا آئی میں شاہد
اور عرش سے آواز خدا آئی میں شاہد

۴۵ لکھتا ہوں اب آیات اور اخبار سے یہ عقد   باندھا گیا اس رشتۂ اقرار سے یہ عقد
خالق نے پڑھا عرش پہ کس پیار سے یہ عقد   قدسی پہ کھلا عالمِ اسرار سے یہ عقد
کونین میں دولت تھی جو تسلیم و رضا کی
اسباب جہیزی میں انہیں حق نے عطا کی

۴۶ انجم کی چراغاں ابھی باقی تھی جہاں میں   جو نوبتِ رخصت کا ہوا شور مکاں میں
بے رنگ ہوا حجلہ چمن جیسے خزاں میں   ماں باپ دولہن کے ہوئے مشغول فغاں میں
باہر سے محافہ جو گیا بیاہ کے گھر میں
سیاروں نے پھر گشت نہ کی راہ گذر میں

۴۷ نازل جو محافہ میں ہوئی آیتِ رحمت   پھر بخت کنیزوں کے کھلے رحل کی صورت
ہاتھ آئی محافہ کے اٹھانے کی جو دولت   کاندھوں پہ فرشتوں کے ملا پایۂ رفعت
رتبے میں ملائک کے مقابل تھیں کنیزیں
بالائے زمیں عرش کی حامل تھیں کنیزیں

۴۸ القصہ بدلتی ہوئیں کاندھا دمِ رفتار   پہنچیں عقبِ در جو کنیزانِ خوش اطوار
چلائی محلدار خبردار خبردار   پردہ میں اٹھاتی ہوں ادھر کون ہے ہشیار
باہر سے ندا دی ملک و حور نے ہم ہیں
سب حلقہ بگوشانِ شہنشاہ امم ہیں

۴۹ ہم تابع فرمانِ علیؑ ہیں دل و جاں سے   آئے ہیں محافے کو اٹھانے کو جناں سے
یہ کہہ کے پڑھا سورۂ اخلاص زباں سے   کاندھے پہ محافے کو لیا شوکت و شاں سے
اندھیر تھا مشعل کا دھواں چشم ملک میں
روشن تھے چراغ آنکھوں کے فانوسِ پلک میں

۵۰ تھی شب کو محافے میں وہ بلقیسِ زمانی   یا سورۂ واللیل میں خورشیدِ معانی
یاں خواہشِ تقدیر پہ دل ہوتا ہے پانی   آئی تھی جو یثرب میں بہترؑ کی سنانی
دروازے پہ نعلین بھی چادر بھی پڑی تھی
انبوہ میں سر ننگے یہی بی بی کھڑی تھی

۵۱ القصہ کنیزوں نے حمیدہ کی سواری   بیت الشرفِ شاہِ ولایت میں اتاری
ویران محل دیکھ کے رقت ہوئی طاری   زینبؑ کو کلیجہ سے لگایا کئی باری
کیا دونوں کی آداب شناسی کا بیاں ہو
یہ کہتی تھیں لونڈی ہوں وہ فرماتی تھیں ماں ہو

۵۲ ناگاہ ہوا خانۂ خورشید ضو افگن   لوحِ فلکِ سبز پہ لکھا خطِ روشن
کیا دیکھتے ہیں شاہِ نجف نائب ذوالمن   بازوئے حمیدہ پہ ہے اک لوح مزیّن
نقش اس پہ ہے باریک مگر خط یہ جلی ہے
یہ دستخطِ خاصِ قدیرِ ازلی ہے

۵۳ پوچھا جو علیؑ نے تو یہ بولی وہ خوش ایماں   اے نقطۂ بائے سرِ بسم اللہِ قرآں
پیدا ہوئی جس شب یہ کنیزِ شہ مرداں   امّاں کو ندا آئی کہ ہشیار و نگہباں
ایں بدرِ شبستانِ شہِ بدر و حنین است
ایں مادرِ عباسؑ علمدارِ حسینؑ است

Presented by www.ziaraat.com

۵۴ فرمایا علیؑ نے کہ ہماری تھی وہ آواز — کی عرض سنا آج یہ اے قبلۂ اعجاز
خالق نے کیا عہدِ ولادت سے سرافراز — بالیں کے تلے مل گئی یہ لوحِ خدا ساز
اللہ کرے لوحِ جبیں پر یہ لکھا ہو
شبیرؑ پہ لونڈی مع اولاد فدا ہو

۵۵ اب شامِ رقم میں قمرِ کلک ہے تاباں — اعمال ادا کر کے شبِ نیمۂ شعباں
جاگے جو نصیب اس کے تو سوئی یہ خوش ایماں — رویا میں ملی دولتِ بیدار فراواں
خوش ہو کے اُنھیں بخششِ معبود کو ڈھونڈھا
داماں میں بر میں دُرِ مقصود کو ڈھونڈھا

۵۶ ہو کر متبسّم شہِ مرداں یہ پکارے — کیا ڈھونڈھتی ہو اُس نے کہا عرش کے تارے
کیا خواب میں بیدار ہوئے بخت ہمارے — اک چاند ابھی گود میں تھا تین ستارے
فرمایا مقدّر میں ترے چار پسر ہیں
پر تین خلف تارے ہیں عباسؑ قمر ہیں

۵۷ خاتم کے نواسہ پہ جو ہوئیں گے یہ قرباں — بخشے گا خدا ان کو عجائب سر و ساماں
ہر مرسل و ہر امت و ہر جن و سلیماں — عباسؑ ابوالفضل پہ سب ہوئیں گے گریاں
بھیجیں گے درود اور صلوٰۃ ارض و سما بھی
جنّات بھی انساں بھی ملائک بھی خدا بھی

۵۸ ناگہہ صدفِ نسل میں دُرِّ نجف آیا — اور وجد میں فوراً فلکِ نہُ صدف آیا
دورِ قمر و برجِ جلال و شرف آیا — اور آیۂ الہامِ خدا ہر طرف آیا
تعبیر مجسّم نظر آئے گی جہاں کو
رویا میں اسی چاند کی رویت ہوئی ماں کو

۵۹ جس چاند سے معلوم ہوئے حمل کے آثار — اعجاز و کرامات کے کھلنے لگے اسرار
ماں راتوں کو سوتی تھی یہ تھے بطن میں بیدار — پچھلے سے جگاتے تھے پئے طاعتِ غفار
یہ عشق کسی طفل شکم کو ہے کسی کا
ہر وقت لیا نام حسینؑ ابن علیؑ کا

۶۰ حجرے کو حمیدہ کے حسینؑ آتے تھے جس دم — اُٹھ اُٹھ کے یہ گرد اُن کے پھرا کرتی تھی پیہم
کہتے تھے یہ شبیرؑ کہ اے ثانیٔ مریم — اس خُردنوازی سے تو ہوتے ہیں خجل ہم
ہم آپ کے فرزند ہیں تعظیم یہ کیسی
کیوں گرد مرے پھرتی ہو تکریم یہ کیسی

۶۱ وہ کہتی تھی واری گئی پوچھو تو یہ ہم سے — پلتے ہیں مرے بطن میں جو ناز و نعم سے
کان ان کے لگے رہتے ہیں آوازِ قدم سے — آتے ہو جو تم حکم یہ دیتے ہیں شکم سے
کونین کی مختار کی تعظیم کو اُٹھو
امّاں مرے سردار کی تعظیم کو اُٹھو

۶۲ تعظیم میں ہو دیر تو اے عاشقِ باری — یہ زور دکھاتے ہیں غلامی کا تمھاری
اُٹھتی ہوں تو پھر بیٹھ نہیں سکتی ہوں واری — کہتے ہیں پھرو گرد قسم تم کو ہماری
ہے ترکِ ادب بیٹھ نہ جایا کرو امّاں
عباسؑ کو گرد ان کے پھرایا کرو امّاں

۶۳ دنیا میں پھرے دن سحر و شام کے ناگاہ — طے ماہ یداللہ نے کی منزل نہُ ماہ
نوروز کی شب ساعتِ تحویلِ سحر گاہ — طالع ہوا یہ ماہِ بنی ہاشم ذیجاہ
اس چاند نے جو وقت سحر جلوہ گری کی
سورج میں اُداسی تھی چراغِ سحری کی

Presented by www.ziaraat.com

٦٤ وارد ہوئیں حورانِ جناں غرقِ جواہر — کشتی میں لیے ننھا سا اک خلعتِ فاخر
پانی کی ہوئی چاہ جو نہلانے کی خاطر — کوثر سے سبو بھر کے ملائک ہوئے حاضر
اک دن تھی یہ پانی کی کمی ظلمِ عدو سے
میّت کا ہوا غسل جراحت کے لہو سے

٦٥ خود ساقیٔ کوثر نے دیا غسل ولادت — کانوں میں کہی آپ اذاں اور اقامت
پھر دامنِ شبیرؑ میں دی اپنی وہ دولت — فرمایا کہ راضی ہوئے اے فدیہ اُمّت
ہر روز تقاضا تھا علمدار کا ہم سے
لو آج خدا نے یہ دیا اپنے کرم سے

٦٦ جس چاند میں ایماں کے چمن کو یہ ملا پھل — کہتے ہیں کہ وہ ماہِ جمادی تھا پر اوّل
تاریخ دوم اور سوم درج ہے مجمل — اُنتیس تھے سن ہجرت اقدس کے مفصّل
تاریخ کی تاکید ہوئی کلکِ قدر پر
اُنتیس کا چاند اُن کو لکھا لوحِ قمر پر

٦٧ جب والدہ کے دودھ سے دھوئے لبِ ذیشاں — تسبیح پڑھی شکر کی بے سجۂ دنداں
ہر بات میں تھی پیرویِ شاہِ شہیداں — واں صبح ولادت کو ہوا پیاس کا ساماں
یاں تیسرے دن دودھ حمیدہ کا ہوا خشک
عباسؑ کا منھ خشک تھا لب خشک گلا خشک

٦٨ کہتی تھی حمیدہ ارے لوگو میں کروں کیا — مہماں کو مرے گھر میں نہیں دودھ مہیّا
بچّے کا اشارہ تھا یہ منصب کا ہے تمغا — پیاسے کا علمدار ہوں پیاسے کا ہوں سقّا
اونتیس برس شوقِ شہادت میں جئیں گے
ہم تیسرے دن پیاس میں پانی نہ پئیں گے

٦٩ یہ دیکھ کے شبیرؑ نے کی آہ و فغاں ہائے — گہوارے میں عباسؑ تھے بے شیر طپاں ہائے
لعلِ لب شیریں تھے اُوداہٹ تھی عیاں ہائے — اور سوکھ کے قرآں کی نشانی تھی زباں ہائے
تھی دودھ کی فکر اُن کے لیے جو شہِ دیں کو
اغلب تھا کہ لے آئے فلک گاوِ زمیں کو

٧٠ کلمہ یہ لبِ نہرِ لبن سے ہوا جاری — جھولے کے پھروں گرد جو مرضی ہو تمہاری
پر دایۂ تقدیر دعا دے کے پکاری — حیدر کی زباں میں ہے ہر اک نعمتِ باری
ہے اُس کی تری بازوئے شبیرؑ کے قابل
قابل ہے وہ شیران کے یہ اس شیر کے قابل

٧١ زینبؑ نے کہا بھائی سے مسجد میں چلے جاؤ — حلّالِ مہمّاتِ دو عالم کو بُلا لاؤ
حاجت ہو روا قبلۂ حاجات کو لے آؤ — عباسؑ کو غش آتے ہیں تاخیر نہ فرماؤ
شبیرؑ جو حیدرؑ کو بلا لائے محل میں
دو آئے تسلّی کے بہم آئے محل میں

٧٢ دلبر کو لیے بر میں حمیدہ ہوئی حاضر — حیدرؑ نے لیا گود میں چُومے لبِ طاہر
فرمایا کہ تم تو ہو بڑے صابر و شاکر — یہ غصّہ یہ رونا یہ غشی دودھ کی خاطر
مشکل ہے رفاقت خلف الصِدق نبیؐ کی
عباسؑ بہت مشق کرو تشنہ لبی کی

٧٣ پھر اپنی زباں آپ نے دی اُن کو دہن میں — اک نہرِ لبن جاری و ساری ہوئی تن میں
افسوس نہ عاشور کو حیدرؑ ہوئے رن میں — پیاس ایک طرف زخم تھے اسد رجہ بدن میں
کس منھ سے کوئی آہ یہ تقریر نکالے
اک آنکھ سے شبیرؑ نے دس تیر نکالے

Presented by www.ziaraat.com

۷۴
القصہ یوں ہی طے ہوئے ایامِ رضاعت گہ دودھ پہ گہ آبِ زباں پر تھی قناعت
اس آب سے رگ رگ میں بڑھا خونِ شجاعت عرفانِ خدا نورِ بصر حُسنِ سماعت

ہر عضوِ بدن بازوئے شاہِ دو جہاں کا
جوہر تھا یداللہ کی شمشیرِ زباں کا

۷۵
ہاتھوں کی لکیروں میں ہے مضمونِ شفاعت لکھی ہے یہ راوی نے قیامت کی روایت
حیدرؑ کے تولائیوں سے روزِ قیامت آئیں گے کئی غول گرفتارِ عقوبت

پر چاردہ معصوم رہا اُن کو کریں گے
بالکل حسنات اپنے عطا اُن کو کریں گے

۷۶
اے صلِّ علیٰ پرورش چاردہ معصوم ناز اِس کرم و جود پہ فرمائے گا قیّوم
ناگاہ صفِ حشر سے اُٹھے گی بڑی دھوم پوچھیں گے پیمبرؐ تو خبر ہوگی یہ معلوم

اِک غول کو یاں لاتے ہیں دوزخ کے فرشتے
دوزخ میں لیے جاتے ہیں دوزخ کے فرشتے

۷۷
بیٹی سے کہیں گے یہ رسولِؐ ملک و ناس کچھ ان کی شفاعت کا ذخیرہ ہے ترے پاس
وہ بولیں گی ہاں اے مرے بابا نہ ہو بے آس دامن میں ہے یہ غرق بخوں شانۂ عباسؑ

عباسؑ نے شانے رہِ خالق میں دیے ہیں
حضرت کے نواسے پہ یہ قربان کیے ہیں

۷۸
اس فرقۂ ناجی میں ہیں سب محسنِ زہراؑ عباسؑ کے عاشق مرے شبیرؑ کے شیدا
بچوں کو محرّم میں بناتے تھے یہ سقّا عاشور کو تھا وردِ زباں ہائے حسینا

یہ ہاتھ کٹے پلۂ میزاں میں دھرو تم
اس غول پہ تقسیمِ ثواب ان کا کرو تم

۷۹
کیا ان کے گنہ میری مصیبت سے سوا ہیں گنتی میں شہیدوں کی جراحت سے سوا ہیں
شبیرؑ کے کیا بارِ شہادت سے سوا ہیں سب اک طرف اللہ کی رحمت سے سوا ہیں

ہم ساتھ انہیں خلد میں لیجائیں گے بابا
بخشائیں گے بخشائیں گے بخشائیں گے بابا

۸۰
یہ شانہ ترازو میں دھریں گے جو پیمبرؐ آئے گا تلاطم میں یمِ رحمتِ داور
فرمان یہ پہنچے گا کہ اے شافعِ محشر اس غول کو بھی ہم نے جناں دی مع کوثر

کہہ دو یہ دلاور بھی مرا خاص ولی ہے
بندو یہ فقط خاطرِ عباسؑ علی ہے

..........(مرزا دبیر)

مرزا دبیرؔ:

علیؑ کی بیوہ، عباسِؑ نامدار کی ماں

اُمّ البنین علیہا السّلام

۱ شہید ہو گئے جب رن میں سیّدِ والا   تو لُٹ کے قافلہ بیبوں کا شام میں آیا
بُلا کے منشیوں کو ابنِ سعد نے یہ کہا   کہ فتح نامہ لکھو جلد جلد دیر ہے کیا
حقیقت اپنے جدال و قتال کی لکھنا
شکست فاتحِ خیبر کے لال کی لکھنا

۲ مدینہ و یمن و رے و مصر و روم و حلب   ہوں ملک ملک میں ارقام فتح نامہ اب
ہر ایک نامہ میں ہو مندرج یہی مطلب   حسینؑ قتل ہوئے بے ردا ہوئی زینبؑ
نِگوں امامتِ سرورؑ کا تخت و تاج ہوا
جو پوچھو تخت کا مالک یزید آج ہوا

۳ میری طرف سے لکھو عرضداشت بہرِ یزید   کہ لے ہوا تیرے اقبال سے حسینؑ شہید
میں نذر فتح کی دونگا سرِ امامِ سعید   ہیں چند عورتیں اور لڑکیاں بقیدِ شدید
نہ ہم نے تو علی اصغرؑ کو بھی اماں بخشی
یہ تیرے ہاتھ ہی سیدانیوں کی جاں بخشی

۴ جدا عریضہ لکھو اک برائے ابنِ زیاد   کہ نامِ پنجتنؑ اب مٹ گیا مبارک باد
جو مجھ سے وعدہ کیا ہے ذرا وہ رکھیو یاد   کیا خوشی تجھے میں نے تو کیجیو مجھے شاد
نہ لایا دھیان میں خیرالنساء کے رونے کو
نہالِ فاطمہؑ کاٹے نہال ہونے کو

۵ مگر مدینہ کے خط میں مبالغہ ہو رقم   خیال جنگ سے پہلے یہ ہم کو تھا ہر دم
کہ دو مہینے لڑیں گے حسینؑ کم سے کم   بہادرانِ عرب ہیں شریکِ شاہِ اُمم
خدا کا زور ہے فرزندِ شاہ مرداں میں
مہینوں مورچے بندی رہے گی میداں میں

۶ مگر ہوئی جو لڑائی بروزِ عاشورہ   دہم تھی ماہ محرّم کی جمعہ کا دن تھا
نہ دو مہینے ہوئے اور نہ ایک دن گذرا   کہ قتل لشکرِ شبیرؑ دوپہر میں ہوا
تمام ظہر تلک شہ کے نورعین ہوئے
شہید چار گھڑی دن رہے حسینؑ ہوئے

۷ نمازِ عصر پڑھی کاٹ کر سرِ شبیرؑ   حرم کو لوٹ کے مغرب کی پھر کہی تکبیر
ہماری فوج میں سیدانیاں ہیں ساری اسیر   خدا کے شیر کا پوتا ہے بستۂ زنجیر
مدد کو اہلِ حرم کے نبیؐ نہیں آتے
پکارتے ہیں علیؑ کو علیؑ نہیں آتے

۸ غرض کہ نامہ کئے منشیوں نے یوں ترقیم   لفافہ کر کے کئے پیشِ ابن سعدِ لعیم
عمر نے نامہ کئے قاصدوں کو وہ تقسیم   کمر میں نامہ رکھے قاصدوں نے کی تسلیم
خطِ مدینہ لیے اِک شُتر سوار چلا
مگر حسینؑ کے ماتم میں اشکبار چلا

Presented by www.ziaraat.com

گیا مدینہ کی مسجد میں قاصد ناچار　　وطن میں آمدِ قاصد کا غل ہوا یکبار
۹ گھروں سے جانب مسجد چلے صغار و کبار　　زباں سے کہتا تھا ہے ہے حسینؑ قاصدِ زار
نبیؐ کی قبر کا گنبد تمام ہلتا ہے
ستونِ مسجدِ خیرالانام ہلتا ہے

یہ ایک لڑکی نے صغرؑا کو دی خبر جاکر　　مبارک آپ کے پردیسیوں کی آئی خبر
۱۰ ابھی ابھی یہاں آیا ہے ایک نامہ بر　　رسولؐ پاک کی مسجد میں کھولتا ہے کمر
خدا نے چاہا تو اکبرؑ بھی یوں ہی آتے ہیں
خبر حسینؑ کی سب پوچھنے کو جاتے ہیں

پکاری حضرتِ اُمّ البنینؑ کو یوں صغرؑا　　اب آپ کیجئے تکلیف اتنی بہرِ خدا
۱۱ کہ پوچھ آیئے قاصد سے حال بابا کا　　کہو تو ساتھ چلوں میں بھی اب پیادہ پا
کہا یہ دادی نے لینے میں حال جاتی ہوں
خبر مسافرِ زہرؑا کی پوچھ آتی ہوں

یہ بات سنتے ہی اُٹھ بیٹھی خود وہ آزاری　　کہا کہ ہوگئی صحت گئی یہ بیماری
۱۲ میں آج سمجھی کہ میں بھی پدر کی ہوں پیاری　　یہ خالی آیا ہے یا ساتھ ہے کچھ اسواری
خدا کرے کہ سواری بھی کوئی لایا ہو
ہو بیاہ ابنِ حسنؑ کا مجھے بلایا ہو

وہ بولی یہ نہیں دریافت مجھ کو اے محزوں　　کسی کو بھیج دو پوچھ آئے نامہ کا مضموں
۱۳ پکاریں حضرتِ اُمّ البنینؑ میں جاتی ہوں　　کہا یہ فاطمہ صغرؑا نے دادی میں بھی چلوں
وہ بولی واری بھلا تم میں اتنی طاقت ہے
میں پوچھ آتی ہوں بابا تیرا سلامت ہے

یہ کہہ کے اوڑھ لی چادر اٹھایا اپنا عصا　　رواں ہوئیں طرفِ مسجدِ رسولؐ خدا
۱۴ زنانِ ہاشمیہ ساتھ تھیں پیادہ پا　　قریب پہنچی جو مسجد کے دیکھتی ہیں کیا
وہ کون شخص ہے جس کا کہ حال غیر نہیں
پکاری خیر ہو پردیسیوں کی خیر نہیں

ابھی وہ خط لیے منبر پہ نامہ پڑھتا تھا　　پڑھا تھا ایک ہی فقرہ کہ حشر برپا تھا
۱۵ کہ ناگہاں درِ مسجد سے غلغلہ یہ اُٹھا　　عزیزو راہ دو آتی ہے ثانیِ زہرؑا
زنانِ ہاشمیہ نے جو اہتمام کیا
تو نامہ بر نے بھی تعظیم کی سلام کیا

عصا پہ ماتھے کو رکھ کر کھڑی ہوئی وہ آہ　　کہا کہ بھائی یہ خط پیچھے پڑھیو خاطر خواہ
۱۶ زباں سے پہلے یہ کہہ دے کہ خیر سے تو ہیں شاہؑ　　وہ رو کے کہنے لگا لا الٰہ الا اللہ
بہت حسینؑ کی عاشق ہو اور شیدا ہو
مگر جہان میں اب تم بجائے زہرؑا ہو

پکاری وہ کہ بھلا میں کہاں بتولؑ کہاں　　میں خادمہ ہوں وہ مخدومۂ زمین و زماں
۱۷ وہ بولا اسمِ شریف آپ کا تو بولی کہ ہاں　　علیؑ کی بیوہ ہوں عباسؑ نامدار کی ماں
ابھی نہ ماں ہوں میں اُس کی نہ وہ پسر میرا
جو کچھ حسینؑ کے کام آئے تو جگر میرا

میں ہول کھاتی ہوں بھائی تو ہے گریباں چاک　　بشکلِ ماتمیاں اپنے سر پہ ڈالے ہے خاک
۱۸ وہ بولا کم ہے جو کچھ غم کروں میں اے غمناک　　ہوئی حسینؑ پہ بیدادِ لشکرِ سفاک
جگر ہو سنگ کا فولاد کی زباں ہووے
تو ایک پیاس کا اس پیاسے کی بیاں ہووے

Presented by www.ziaraat.com

۱۹ وہ لاکھ خنجر خونخوار اور ایک حسینؑ زمانہ سر کا خریدار اور ایک حسینؑ
ہزاروں تیرِ جفاکار اور ایک حسینؑ ہجومِ صدمہ و آزار اور ایک حسینؑ
نہ ایک قطرہ دیا پانی اُس کو اعدا نے
جسے پلائی تھی بتیس دھار زہرؑا نے

۲۰ پکاری مادرِ عباسؑ جان کی تو ہے خیر وہ بولا کہتا ہوں ٹھہرالوں دل کو حال ہے غیر
وہ بیکسی وہ غریبی وہ قتل گاہ کی میر نہ میمنے پہ حبیبؑ اور نہ میسرے پہ زُہیر
نگاہ کرتے تھے دریا پہ یاس سے شبیرؑ
زبان چاٹتے تھے اپنی پیاس سے شبیرؑ

۲۱ میں کون کون سے صدمے بتاؤں اے غمناک نہ تھا کوئی کہ جو تھامے رکابِ سیّدِ پاک
بہن حسینؑ کی خیمہ سے نکلی دامن چاک وہ دونوں ہاتھوں سے بالوں پہ ڈالتی تھی خاک
عدو کی فوج میں اس وقت رو دیا سب نے
جب اپنے بھائی کی تھامی رکاب زینبؑ نے

۲۲ یہ اُس کا کہنا تھا اُمُّ البنینؑ کو رعشہ تھا پکاری غصّہ سے عباسؑ کو ہوا کیا تھا
رکاب تھامنے کو ننگ و عار وہ سمجھا یہاں اٹھاتا تھا نعلینِ سیدالشہدا
غرور کی تو میرے لال کو نہ عادت تھی
غلامیٔ شہ دیں فخر تھا سعادت تھی

۲۳ پکاری سوئے نجف مڑ کے یا علیؑ فریاد لوخوب آپ کے عباسؑ نے کیا دل شاد
اِسی کو اہلِ وفا آپ کرتے تھے ارشاد حقوق پالنے کے میرے کردیئے برباد
کچھ آپ سنتے ہیں یہ نامہ بر جو کہتا ہے
غلام خدمتِ آقا میں یونہیں رہتا ہے؟

۲۴ وہ نامہ بر یہ پکارا سنیں تو آپ ذرا خدا گواہ کہ عباسؑ پر ہے ختم وفا
یہ دوپہر کے سواری کا میں نے ذکر کیا سوار ہونے لگے تھے جو صبح کو آقا
علم تھا طبل تھا اک دھوم تھی سواری میں
تمہارا لال تھا حاضر رکاب داری میں

۲۵ عناں کو تھامے ہوئے اکبرؑ خجستہ خصال چچا کے سر پہ تھے قاسمؑ ہلا رہے رومال
جلو میں فوجِ حسینی تھی پشت پر اقبال سحر کو تو یہ تجمل تھا اور وقتِ زوال
نہ لشکرے نہ سپاھے نہ کثرت الناسے
نہ قاسمے نہ علیؑ اکبرے نہ عباسے

۲۶ یہ سن کے ہوگئی بیہوش وہ ملول وحزیں دبیرؔ ناطقہ کو طاقتِ کلام نہیں
دعا یہ مانگ کہ اے ربِّ آسمان وزمیں ہو روز اور سوا اوجِ ماتمِ شہِ دیں
ہمارا ہاتھ ہو اور شاہِ دیں کا ماتم ہو
ہمارا دل ہو اور ابنِ بتولؑ کا غم ہو

❁ ❁ ❁

Presented by www.ziaraat.com

میر مونس

یہ آسماں جناب ہیں، عصمت پناہ ہیں
اُمّ البنینؑ ہیں زوجۂ شیرِ الٰہ ہیں

۱ جس دم جہازِ آلِ پیمبرؐ ہوا تباہ — یعنی جناب فاطمہؑ کا گھر ہوا تباہ
لشکر سمیت صاحبِ لشکر ہوا تباہ — غل پڑ گیا کہ خانۂ حیدرؑ ہوا تباہ
عالم کا بادشاہ شہید آج ہوگیا
کنبہ رسولؐ پاک کا محتاج ہوگیا

۲ نوکِ سناں پہ رکھ کے سرِ اقدسِ امام — فوجِ بنی اُمیّہ چلی جانب خیام
گھر میں نبیؐ کے ہوگیا اعدا کا اژدھام — اک شور تھا کہ لوٹ لو ہاں مال و زر تمام
کبرؑا کا اور سکینہؑ کا زیور اُتار لو
سر سے علیؑ کی بیٹی کے چادر اُتار لو

۳ کاہے کو دیکھی تھیں کبھی یہ صورتیں مہیب — ظالم کہاں، کہاں حرم پاک با نصیب
وارث نہ سرپرست نہ ہمدرد نے حبیب — گر گر پڑے زمین پہ وہ بیکس و غریب
اُس دم زمیں بھی پاؤں کے نیچے سے ہٹتی تھی
مادر سے بیٹی، بیٹی سے مادر لپٹتی تھی

۴ بیٹی پکارتی تھی کہ اماں ہمیں چھپاؤ — مادر کا تھا یہ قول کہ بی بی ہمیں بچاؤ
کہتی تھی کوئی سیّد سجادؑ کو بلاؤ — مخفی ہو چھپ کے امن کا گوشہ کہیں جو پاؤ
موتی سے اشک چاند سے چہرے سے ڈھلتے تھے
تلواریں ننگی دیکھ کے بچے دہلتے تھے

۵ سر سے ردائیں چھننے لگیں وا مصیبتا — زہرؑا کی بیٹیوں میں قیامت ہوئی بپا
خولی کا ہاتھ اور سرِ کلثومؑ کی ردا — مقنع تلک تو فاطمہؑ کبرا کا چھن گیا
بچوں کے دِل دُکھائے کڑوں کو اُتار کر
دُر کیلئے طمانچے سکینہؑ کو مار کر

۶ وہ خیمہ جو کہ رتبے میں کعبے سے تھا نہ کم — جس در پہ جبرئیل ادب سے رکھے قدم
اُس خیمہ کو جلا دیا آتش سے ہے ستم — اور باغ فاطمہؑ کو کیا تیغوں سے قلم
جو دستگیرِ خلق تھا وہ دستگیر تھا
پوتا علیؑ کا طوق و رسن میں اسیر تھا

۷ جب لوٹ سے ریاضِ نبیؐ کے ہوا فراغ — فوجِ اسیر شام کے سینے تھے باغ باغ
اور تھے چمن چمن دلِ خیر النساء کے داغ — یاں شمعِ دیں تو بجھ گئی اور واں جلے چراغ
آلِ رسولؐ کو تو غم و رنج و طیش تھا
واں صحبتیں تھیں حُسن کی سامانِ عیش تھا

۸ باجے اُدھر تو فتح کے بجتے تھے جابجا — تھی فاطمہؑ کی سینہ زنی کی اِدھر صدا
رانڈیں کھڑی ہوئی تھیں کھلے سر برہنہ پا — منہ ڈھانپنے کو پاس کسی کے نہ تھی ردا
سینوں سے سب کے آہوں کے شعلے نکلتے تھے
خیمے بھی جل رہے تھے کلیجے بھی جلتے تھے

Presented by www.ziaraat.com

۹ وہ شامِ ہولناک وہ صحرائے پُر خطر   زہراؑ کے گھر پہ تھی یہ اُداسی کہ الحذر
سینہ زنی جو کرتی تھیں رانڈیں بچشمِ تر   بچے تڑپ تڑپ کے بلکتے تھے خاک پر
جاتی تھی آسماں پہ صدا شور و شین کی
آواز رن سے آتی تھی ہے ہے حسینؑ کی

۱۰ نذریں عمرؔ کو دے چکے لشکر کے لوگ جب   اُس دم محرّرانِ عرائض ہوئے طلب
منشی سے اُس شقی نے کہا تب بصد طرب   ہاں خدمتِ یزید میں لکھ فتح نامہ اب
خنجر سے ذبح لختِ دلِ فاطمہؑ ہوا
لے پنجتنؑ کا روز دہم خاتمہ ہوا

۱۱ مارے گئے تمام عقیلی و جعفری   اب ہیں محمدیؑ نہ حسینی نہ حیدری
کرتا نہ تھا جہاں میں کوئی جن سے ہمسری   پیاسے ہی مر گئے وہ بہشتی و کوثری
پھولا پھلا رسولؐ کا گلزار مٹ گیا
جس سے تجھے خلش تھی سو وہ خار مٹ گیا

۱۲ عاشورے کو تو نکلیں تھیں فوجیں دمِ پگاہ   تا دوپہر حسینؑ کی لڑتی رہی سپاہ
تلوار یہ چلی تھی کہ اللہ کی پناہ   وقتِ نمازِ ظہر اکیلے تھے رن میں شاہ
ہنگامِ عصر قتل کا غل بے دریغ تھا
فرزندِ فاطمہؑ کا گلا زیرِ تیغ تھا

۱۳ ہر چند تھے جوان بہتّر فقط ادھر   ایک ایک حرب و ضرب میں بھاری تھا لاکھ پر
کیا کیا لڑے ہیں آن کے تنہا وہ نامور   آقا کے گرد و پیش پڑے ہیں کٹائے سر
قیدی ہیں رانڈیں ایک کے سر پر ردا نہیں
اب تک کسی جواں کو کفن بھی ملا نہیں

۱۴ مارے گئے حسینؑ مبارک ہو سلطنت   اب تخت پر مکیں ہو بصد جاہ و میمنت
میں نے روانہ کی ہے یہ عرضی بہ تہنیت   اہلِ حرم کے باب میں اب کیا ہے مصلحت
لے آؤں قید کر کے اُنھیں بارہا کروں
یا گردنیں سبھوں کی تنوں سے جدا کروں

۱۵ وہ فتح نامہ لے کے چلا پیک تیز گام   پہنچا صبا کی طرح سحر کو میانِ شام
دربار میں یزید کے حاضر تھے خاص و عام   جو اُس نے آگے تخت کے جا کر کیا سلام
اور عرض کی حضور کا اقبال ور ہوا
کل عصر کو شہیدِ علیؑ کا پسر ہوا

۱۶ مژدہ یہ اُس سے سن کے نہایت ہوا وہ شاد   لے کر پڑھا خطِ عمرِ سعدِ بد نہاد
بولا ہزار شکر بر آئی مری مراد   اب دفترِ جہاں سے اُٹھا ایک قلم فساد
بیعت نہ کی تو حلق سے تیغ جفا ملی
ہم پر خروج کرنے کی آخر سزا ملی

۱۷ آتا تھا اس خیال سے شب کو مجھے نہ خواب   فکرِ شکست و فتح میں رہتا تھا اضطراب
اقبال سے میرے یہ مہم سر ہوئی شتاب   عید آج ہے کہ ذبح ہوا ابنِ بوتراب
گر تھا تو سلطنت میں خلل تھا حسینؑ سے
پس اب میں خواب گاہ میں سوؤں گا چین سے

۱۸ ہاں چوبدار جشن کا ساماں لے کے جائیں   جو بے خبر ہیں فتح کی اُن کو خبر سنائیں
نظریں خوشی کی لے کے رئیسانِ شہر آئیں   گھر لٹ گیا نبیؐ کا خزانے کا زر لٹائیں
ڈنکا ہمارے نام کا اب ہو زمانے میں
نوبت بجائیں فتح کی نقار خانے میں

Presented by www.ziaraat.com

۱۹ لکھ لکھ کے فتح نامے روانہ ہوں ہر طرف / تا روئیں شیعۂ یمن و یثرب و نجف
غل ہو کہ جان سبطِ پیمبرؐ ہوئی تلف / دنیا سے اُٹھ گیا اسداللہ کا خلف
حاکم کے حکم سے نہ کوئی سرکشی کرے
اُس کی یہی سزا ہے جو لشکر کشی کرے

۲۰ لکھوا کے فتح نامے اٹھا وہ ستم شعار / اطراف میں رواں ہوئے لے کر شتر سوار
پہنچا جو خط مدینے کے حاکم کو ایک بار / نامے کو پڑھ کے کانپ گیا وہ سیاہ کار
سچ ہے کہ کس طرح دلِ انساں کو کل پڑے
تھا گرچہ سنگدل مگر آنسو نکل پڑے

۲۱ القصہ سوچ سوچ کے حکم اُس نے یہ دیا / ہاں شہر میں نکل کے منادی کرے ندا
آیا ہے شہرِ شام سے نامہ یزید کا / ہے جس میں مندرج خبرِ ابنِ مرتضیٰ
قاصد کسی کو آج نہ دکھلائے گا وہ خط
کل مسجدِ نبیؐ میں پڑھا جائے گا وہ خط

۲۲ پڑھ کر نمازِ صبح نہ عرصہ کوئی لگائے / ممکن نہیں جو کثرتِ مردم سے راہ پائے
شائق مسافروں کی خبر کا جو ہو وہ / جا کر خطیب دیکھئے منبر پہ کیا سنائے
ہے سانحہ عجیب محمدؐ کے لال کا
دفتر کھلے گا صبح کو سرورؑ کے حال کا

۲۳ شائع ہوئی مدینے میں جس وقت یہ خبر / سینوں میں اہلِ شہر کے تھرا گئے جگر
خلعت تھی بے حواس و پریشان و نوحہ گر / اور تھا امید و بیم کے عالم میں ہر بشر
غل تھا کہ دیکھیں کیا خبرِ شاہ آئی ہے
روضے پہ مصطفیٰؐ کے اُداسی سی چھائی ہے

۲۴ غوغا تھا گھر بہ گھر تو تلاطم تھا کو بہ کو / اڑتی تھی خاک شہر کی گلیوں میں چارسو
نزدیک تھا فلک سے برسنے لگے لہو / بستی میں دن سے ہو گیا تھا اِک مقام ہُو
بیٹھے تھے لوگ جو سرِ بازار اُٹھ گئے
دوکانیں بند کر کے دکاندار اٹھ گئے

۲۵ سب شہر کے تنور ہوئے خود بخود خموش / سمجھے سبد گلوں کے خس و خار گلفروش
تھا التہابِ رنج و الم سے دلوں پہ جوش / کھانے کا کس کو ہوش تھا پانی کا کس کو ہوش
ہر چند کچھ خبر نہ تھی زہراؑ کے جائے کی
آتی تھی پر دلوں سے صدا ہائے ہائے کی

۲۶ حضرت کے ساتھ جو گئے تھے چھوڑ کر عیال / کہتی تھیں اُن کی بیبیاں کھولے سروں کے بال
اپنے تو وارثوں کا نہیں کچھ ہمیں خیال / دنیا میں برقرار رہے فاطمہؑ کا لال
فرزندِ مصطفیٰؐ کے یگانوں کی خیر ہو
یارب رسولؐ زادوں کی جانوں کی خیر ہو

۲۷ خالق کرے حسینؑ کو مختارِ تخت و تاج / شاہانِ عصر فخر سے دیویں اُسے خراج
دہشت دلوں کو ہے یہ منادی ہے کیسی آج / قائم رہے جہاں میں علیؑ کی بہو کا راج
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے
یارب بتولؑ پاک کی کھیتی ہری رہے

۲۸ ہمشکلِ مصطفیٰؐ کی دولھن گھر میں بیاہ لائے / اصغرؑ کے دودھ بڑھنے کی شادی خدا دکھائے
آفت سے مانگ کوکھ کو اُس کی خدا بچائے / وارث سمیت لے کے وہ بچوں کو گھر میں آئے
جیتی رہے حسینؑ کے سایہ میں چین سے
خالق اُسے ادا کرے کبراؑ کے دین سے

Presented by www.ziaraat.com

۲۹ زینبؑ کا اور کون ہے اِس بھائی کے سوا — سب وارثوں کو رو چکی وہ غم کی مبتلا
اب پنجتنؑ میں نام ہے باقی حسینؑ کا — یارب جئے مسافرِ صحرائے کربلا
آباد و شاد خلق کی شہزادیاں رہیں
آلِ نبیؐ کے گھر میں صدا شادیاں رہیں

۳۰ آپس میں کہہ رہے تھے مدینے کے نوجواں — اکبرؑ کے اشتیاق میں مضطر ہے تن میں جاں
ہمشکلِ مصطفیٰؐ کو خدا لائے جلد یاں — ہم پھر کریں زیارتِ پیغمبرِؐ زماں
اِس کی خبر نہ تھی کہ جہاں سے گذر گئے
اٹھارویں برس میں سناں کھا کے مر گئے

۳۱ بیتاب تھیں زنانِ بنی ہاشم اِس قدر — جاتی تھیں کانپتی ہوئی اِک دوسرے کے گھر
یاں کی تو عورتیں تھیں اِدھر اور واں کی تھیں اُدھر — کہتی تھیں کچھ حسینؑ کی لوگو سنی خبر
کچھ تم پہ حالِ قبلۂ دنیا و دیں کھلا
مضمونِ خط کسی پہ کھلا یا نہیں کھلا

۳۲ سب سے زیادہ فاطمہ صغرؑا تھی بےحواس — شدت تھی اضطراب کی اور کثرت ہراس
رعشہ تنِ ضعیف میں رُخ زرد دِل اُداس — بیمار کو امید کبھی تھی تو گاہ یاس
کہتی تھی ابن فاطمہ زہرؑا کی خیر ہو
یا مرتضیٰ علیؑ مرے بابا کی خیر ہو

۳۳ کیا خط میں آئی ہے خبرِ سرورِؑ عرب — میں سخت بےقرار ہوں کیونکر کٹے گی شب
کیا جانے کیا نبیؐ میرے بابا پہ ہے غضب — لوگو خطِ یزید کے آنے کا کیا سبب
سبطِ نبیؐ نے کون سی بستی بسائی ہے
گر خیریت ہے واں تو خبر کیوں چھپائی ہے

۳۴ سینے میں مانتا نہیں ہے دل میں کیا کروں — ہے اضطراب صورتِ بسمل میں کیا کروں
بے تیغ و تیر ہوگئی گھائل میں کیا کروں — اِک دم ہے لب تو زیست بھی مشکل میں کیا کروں
دِل کو نہیں امید کہ وصلِ حسینؑ ہو
خط مجھ کو کوئی لا کے دکھائے تو چین ہو

۳۵ کیا جانئے سفر میں ہے عابدؑ کا حال کیا — سُنتی ہوں میں علیل ہے وہ خاصۂ خدا
نازک مزاج ہیں مجھے اندیشہ ہے بڑا — دیوے شتاب ساقیؑ مطلق انھیں شفا
صدمے جسے یہ ہوئیں اُسے کیا بھلا لگے
وہ تندرست ہوں مجھے اُن کی بلا لگے

۳۶ دادی یہ اُس سے کہتی رہیں تا بہ نصف شب — میں صدقے جاؤں روؤ نہ ہوتی ہے صبح اب
سب ہونگے خیر سے یہ تڑپنے کا کیا سبب — وہ کہتی تھی کہ کیا کہوں اِس دم جو ہے تعب
ہے ہے یہ بیقراریِ دل بے جہت نہیں
دادی مسافروں کی مرے خیریت نہیں

۳۷ جی چاہتا ہے روؤں گریباں کو اپنے پھاڑ — اب دیکھئے بنے کہ مقدر کا ہے بگاڑ
بستی یہ دل پہ ہے کہ مدینہ ہوا اُجاڑ — ہے ہے یہ کیسی آج کی شب ہوگئی پہاڑ
اب کیا کروں کہ جان مری نکلی جاتی ہے
یہ کس کے گھر سے رونے کی آواز آتی ہے

۳۸ کیسی ڈرانی رات ہے یہ وا مصیبتا! — رہ رہ کے دل سے آتی ہے فریاد کی صدا
بے خوابی و قلق ہے جدا دردِ سر جدا — کیا جانئے پدر پہ میرے بن گئی ہے کیا
کوئی نہ پھر گئے ہوں شہنشاہ خلق سے
پانی اٹک اٹک کے اترتا ہے حلق سے

Presented by www.ziaraat.com

۳۹ دادی ابھی جو آنکھ مری لگ گئی ذرا — کیا دیکھتی ہوں آئے ہیں سلطانِ کربلا
چھاتی سے میں لپٹ جو گئی رو کے یہ کہا — غربت میں تین دِن ہمیں پانی نہیں ملا
سُن لوگی تم جو باپ نے صدمے اٹھائے ہیں
یاں ہم تمہارے واسطے ملنے کو آئے ہیں

۴۰ دادی نے تب کہا کہ عبث ہے تمہیں ملال — قربان جاؤں خواب کی باتوں کا کیا خیال
تنہا نہیں ہے کچھ پسرِ شیرِ ذوالجلال — اُس کو ستا سکے کوئی دنیا میں کیا مجال
کرسی کی زیب عرش مُعلّٰی کا تاج ہے
دم سے اِسی کے دینِ نبیؐ کا رواج ہے

۴۱ زہراؑ کے تن کی روح محمدؐ کے دل کا چین — اخترِ سپہرِ دیں کا تو دنیا کا زیب و زین
کونین کا چراغ شہنشاہِ مشرقین — اب پنجتنؑ میں کون اگر ہے تو ہے حسینؑ
جو روزِ حشر چشمۂ کوثر لٹائے گا
کیونکر کہوں وہ پیاس میں پانی نہ پائے گا

۴۲ زر سے غرض نہ ملک سے مطلب نہ حبِّ جاہ — دنیائے دوں سے رہتا ہے کنارہ وہ دیں پناہ
بے قدر کو وہ زر ہے وہاں مثلِ برگِ کاہ — سالک ہے اُس طریق کا جو تھے علیؑ کی راہ
قرب اُس سے حق کو ہے وہ خدا سے قریب ہے
نانِ جویں غذائے حسینؑ غریب ہے

۴۳ دنیا سے کوچ کر گئے جس روز سے حسنؑ — اُس دن سے گوشہ گیر تھا وہ سرورِ زمن
منہ سے کہا نہ بابِ خلافت میں کچھ سخن — خط آئے سینکڑوں تو گئے چھوڑ کر وطن
اہلِ وطن کے غم میں کئی دن نہ سوئے تھے
کیسا لپٹ کے قبرِ پیمبرؐ سے روئے تھے

۴۴ جس کی خوشی کے واسطے چھوڑا ہے اپنا گھر — گری میں لے کے بچوں کو یاں سے کیا سفر
کچھ خیر ہے وہ سبطِ نبیؐ سے کریں گے شر — ابنِ علیؑ سے نفع ہے امت کو یا ضرر
مہماں کو بے وطن کو بُلا کر ستائیں گے
اُس رہنما سے پھر کے کیسے منہ دکھائیں گے

۴۵ نانی نے اُس مریض سے جب یہ کیا بیاں — کُرتے سے منہ کو پونچھ کے لیٹی وہ ناتواں
ناگہ سیاہیِ سحرِ غم ہوئی عیاں — اور مسجدوں میں شہر کی ہونے لگی اذاں
خورشید کا عروج تنزل تھا ماہ کا
غُل ہر طرف تھا اشہدان لا الٰہ کا

۴۶ بستر سے جلد اٹھ کے پکاری وہ دلفگار — ہیں کس طرف کو مادرِ عباسؑ نامدار
دادی تمام رات رہی ہوں میں بیقرار — لو صبح ہے نماز پڑھو تم پہ میں نثار
صدقے گئی پکڑ کے مرا ہاتھ لے چلو
مسجد تلک نبیؐ کی مجھے ساتھ لے چلو

۴۷ اُم البنینؑ نے تب یہ کہی فاطمہؑ سے بات — واری مجھے بھی نیند نہیں آئی ساری رات
پچھلے سے غُل ہے شہر میں یہ کیا ہے واردات — لاتی ہوں جا کے میں خبرِ شاہِ کائنات
لغزش قدم میں ہوگی بدن تھر تھرائے گا
تم ناتواں ہو بھیڑ میں جایا نہ جائے گا

۴۸ جس روز سے علیؑ نے جہاں سے کیا سفر — اُس دن سے میں گئی نہیں حجرے سے تابہ در
ناچار اَب نکلتی ہوں گھر سے میں نوحہ گر — تا ابنِ فاطمہؑ کی مفصّل سنوں خبر
بیوہ ہوں پیر ہوں میں، خدا پردہ پوش ہے
اَب تو نہ اپنا دھیان نہ پردے کا ہوش ہے

Presented by www.ziaraat.com

۴۹
جس دم فریضۂ سحری کرچکیں ادا　　رو کر پڑھی زیارت پیغمبرِؐ خدا
باندھا قصابہ فرق پہ اور اوڑھ لی ردا　　تسبیح ایک ہاتھ میں لی ایک میں عصا
چلنے کو ساتھ اہلِ محلّہ بھی آگئے
ڈیوڑھی سے نکلی جب تو قدم تھرتھرا گئے

۵۰
گھر سے کبھی جو نکلی نہ تھیں حال تھا تباہ　　آگے نہ پاؤں پڑتے تھے نے سوجھتی تھی راہ
کہتی تھی ایک ایک سے نیچی کئے نگاہ　　لوگو کدھر ہے مسجدِ پیغمبرِؐ خدا
بتلاؤ مجھ کو راہ جو ہووے قریب کی
جاتی ہوں میں خبر کو حسینؑ غریب کی

۵۱
پہنچیں جو تا بہ مسجدِ پیغمبرِؐ انام　　مسجد کے در سے صحن تلک تھا ہجومِ عام
مردوں سے عورتوں نے یہ بڑھ کر کیا کلام　　ہٹ جاؤ راہ دو کہ ادب کا ہے یہ مقام
حالِ حسینؑ سننے کو تشریف لائی ہیں
بیت الشّرف سے مادرِ عباسؑ آئی ہیں

۵۲
اُس اژدھام میں گئیں منبر کے جب قریب　　سر کو جھکا کے کہنے لگا اس طرح خطیب
کس خانداں سے ہے یہ ضعیفہ بلانصیب　　بولا کوئی کہ عاشقِ شاہنشہِ غریب
یہ آسماں جناب ہیں عصمت پناہ ہیں
اُمّ البنینؑ ہیں زوجۂ شیرِ الٰہ ہیں

۵۳
اُس صاحب وقار نے تب خود اُٹھا کے سر　　فرمایا السّلامُ علیک اے نکو سیر
ہے نورِ چشمِ مخبرِ صادق کی کیا خبر　　اَب کس دیار میں ہے یداللہ کا پسر
سنتی ہوں کربلا کے بسانے کا قصد ہے
کوفے سے کب تلک ادھر آنے کا قصد ہے

۵۴
کس کس رئیسِ کوفہ نے کی بیعتِ امام　　بارے مطیعِ قبلۂ عالم ہیں اہلِ شام
دنیا میں سرفراز رہے وہ فلک مقام　　اُن کے مگر فراق میں ہم ہو گئے تمام
دن رات خالی ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
یثرب سے دیکھئے وہ ہمیں کب بلاتے ہیں

۵۵
کچھ زیست کا نہیں ہے جوانوں کی اعتبار　　ہوں میں تو سن رسیدہ و پیر و نحیف و زار
خالق رکھے حسینؑ کو دنیا میں برقرار　　رانڈوں کا آسرا ہے وہ زہراؑ کا یادگار
دنیا ہو اور حبیبِ خدا کا حبیب ہو
آگے حسینؑ کے مجھے مرنا نصیب ہو

۵۶
شکریۂ حسینؑ کہاں تک کروں ادا　　میرا امام میرا شرف میرا پیشوا
زہراؑ کی طرح سے مری تعظیم کی صدا　　ہاتوں کو پہلے جوڑ لیا پیچھے کچھ کہا
رُتبہ ہے جس کا جو اُسے پہچانتے ہیں وہ
فضہ سے کم ہوں اور مجھے ماں جانتے ہیں وہ

۵۷
وہ دن خدا دکھائے کہ آباد ہو وطن　　اُٹھ جاؤں اُن کے آگے جہاں سے میں خستہ تن
حُلّے بہشت کے ہیں جو شبیرؑ دے کفن　　مجھ کو اُتارے قبر میں وہ سرورِ زمن
موت آئے جبکہ پاس وہ عالی جناب ہو
ایسا نہ ہو کہ یاں مری مٹی خراب ہو

۵۸
رونے لگا خطیب یہ سن کر بصد ملال　　بولا کہ اے ضعیفۂ ذی قدر و خوشخصال
کچھ اپنے تینوں بیٹوں کا تجھ کو نہیں خیال　　فرمایا پہلے کہہ پسرِ فاطمہؑ کا حال
بیٹوں کا ذکر کیا مجھے اپنی خبر نہیں
میرا سوا حسینؑ کے کوئی پسر نہیں

Presented by www.ziaraat.com

٥٩
اُس نے کہا کہ حضرتِ عباسؑ نیک نام　　فرمایا ہاں حسینؑ تو آقا ہے وہ غلام
قاصد نے عرض کی کہ جب آئی تھی فوجِ شام　　تینوں تھے حرب گاہ میں پروانۂ اِمام
یوں سب تھے پر اُنھیں سے تو لشکر کا اوج تھا
عباسِؑ نامدار علمدارِ فوج تھا

٦٠
گھبرا کے تب یہ کہنے لگی وہ اسیرِ غم　　ہے ہے لڑے اِمام سے کیا بانئ ستم
کیا نام میرے بیٹوں کا لیتا ہے دم بدم　　حالِ حسینؑ کہہ کہ نکلتا ہے میرا دم
ہوں میں تو اور فکر میں تو اور فکر میں
ذکرِ غلام کرتا ہے آقا کے ذکر میں

٦١
بولا وہ سلسلہ سے سنو جنگ کا بیاں　　فرمایا خیر کہہ خبر عونِؑ نوجواں
اُس نے کہا کہ سینے پہ اُس کے لگی سناں　　بولی ہزار شکر خداوندِ دو جہاں
کام آیا شہ کے عاقبت اُس کی نکو ہوئی
میں بھی جنابِ فاطمہؑ میں سرخرو ہوئی

٦٢
اَب کر بیانِ معرکۂ جعفرِؑ جری　　اُس نے کہا دکھائی علیؑ کی وِلاوری
مارا گیا وہ غیرتِ خورشیدِ خاوری　　یہ سن کے پڑ گئی تنِ اطہر میں تھرتھری
اِتنا کہا کہ صدقے میں اُس نورِ عین پر
وہ بھی نثار ناخنِ پائے حسینؑ پر

٦٣
مرنے کی دونوں بیٹوں کی جب سُن چکیں خبر　　بارِ الم سے اور بھی خم ہوگئی کمر
رِقّت کو ضبط کر کے یہ بولی وہ نوحہ گر　　کہہ حالِ جانفشانِ عباسِؑ نامور
بھائی سے ابنِ مخبرِ صادق نے کیا کیا
معشوق سے جہاد میں عاشق نے کیا کیا

٦٤
بولا وہ جب شہید ہوا قاسمِ حسنؑ　　اُس دم گرا حسینؑ پہ کوہِ غم و محن
نکلے تھے ننگے سر حرمِ سرورِؑ زمن　　غُل تھا کہ رانڈ ہوگئی اک رات کی دلہن
رخصت طلب حسینؑ سے عباسؑ ہوتے تھے
حضرت لپٹ لپٹ کے برادر سے روتے تھے

٦٥
جس دم سنا یہ ذکر تو صدمہ ہوا کمال　　غصّے سے کانپ کانپ کے بولی وہ خوشخصال
پھر کہیو کیا کہا یہ میرے باوفا کا حال　　جیتا تھا وہ شہید ہوا جب حسنؑ کا لال
گریہ کیا تو خوب خوشی میرا دِل کیا
اُس نے حسنؑ کی روح سے مجھ کو خجل کیا

٦٦
کیا ہوگئی حمیتِ عباسِؑ نوجواں　　اللہ یہ عزیز ہوئی اُس کو اپنی جاں
ظاہر ہوئے وہ امر کہ جن کا نہ تھا گماں　　بس آج سے وہ میرا پسر نے میں اُس کی ماں
قبرِ علیؑ پہ اُس کی شکایت کو جاؤں گی
یثرب میں اب کسی کو نہ میں منہ دکھاؤں گی

٦٧
گھر سے نکل کے دشت میں اَب ہوں گی گوشہ گیر　　مجھ کو نظر میں فاطمہؑ کی کردیا حقیر
چُھوٹی میں اُس سے مجھ سے چُھٹا دلبرا میر　　اَب مرتے مرتے اُس کو نہ بخشوں گی اپنا شیر
جیتا رہا وہ سروِ حسنؑ رن میں کٹ گیا
ہے ہے نہ نام لو میرا دل اس سے ہٹ گیا

٦٨
منہ کو پھرا کے سوئے نجف پھر وہ خوشخصال　　چلائی یا علیِؑ ولی شیرِ ذوالجلال
آقا سنا حضور نے اپنے پسر کا حال　　اُس نے مجھے ضعیفی میں صدمے دیئے کمال
حضرت کا شیر جنگ میں سبقت نہ کر گیا
بچّے تو قتل ہوگئے اور وہ نہ مر گیا

Presented by www.ziaraat.com

٦٩ چھوٹا تھا جب تو آپ یہ فرماتے تھے صدا   عباسؑ سا کوئی نہیں دنیا میں با وفا
باتوں کو کھو کے پائے گا جعفرؑ کا مرتبہ   یہ فدیۂ حسینؑ ہے اِس پر علیؑ فدا
دیکھا نہ تھا خلاف کلامِ حضور میں
اَب تک تو کوئی بات نہ آئی ظہور میں

٧٠ قاصد کو اِس کلام سے حیرت ہوئی زیاد   بولا کہ اِے ضعیفۂ ناشاد و نامراد
لِللہ کر نہ شکوۂ عباسِؑ خوش نہاد   سُن پہلے مجھ سے معرکہ آرائیِ جہاد
تھا عشق اُس کو فاطمہؑ کے نورعین سے
عباسؑ کی وفا کوئی پوچھے حسینؑ سے

٧١ ملتے ہیں کس کو خلق میں اِس طرح کے پسر   سبطِ نبیؐ کی روح تھا وہ غیرتِ قمر
ناچار تھا کہ روکتے تھے شاہِ بحر و بر   مرجاتا سب کے پہلے وہ رن میں کٹا کے سر
اُس کی بہادری کا تو لشکر میں شور تھا
منصف ہو پھر تمہیں کہ کچھ آقا سے زور تھا

٧٢ جب مانگتا تھا شاہ سے وہ رخصتِ نبرد   ہوجاتا تھا حسینؑ کا صدمے سے رنگ زرد
گر پڑتے تھے زمین پہ اٹھتا تھا دل میں درد   زینبؑ پکارتی تھی یہ بھر بھر کے آہِ سرد
بھائی خدا کے واسطے بھائی کو تھام لو
مرجائیں گے حسینؑ نہ جانے کا نام لو

٧٣ رہ جاتا تھا وہ تابعِ فرماں جھکا کے سر   پر جب ہوا شہید بڑے بھائی کا پسر
اُس وقت بےقرار تھے عباسِؑ نام ور   آقا سے کی یہ عرض کہ اِے شاہِ بحر و بر
مرنے نے اِس بھتیجے کے مارا غلام کو
بس اَب نہیں ہے صبر کا یارا غلام کو

٧٤ جس طرح سے حسینؑ نے بھائی کو دی رضا   ہوتا ہے طُول گر کہوں سارا وہ ماجرا
خالق کرے نہ عاشق و معشوق ہوں جدا   بسمل سے لوٹتے تھے شہنشاہِ کربلا
رخصت کے وقت خاک پہ اٹھ اٹھ کے گرتے تھے
قدموں پہ سر وہ رکھتا تھا یہ گرد پھرتے تھے

٧٥ شانوں کو چُوم چُوم کے کہتے تھے بار بار   اِے میرے باوفا ترے شانوں کے میں نثار
بے اختیار روتے تھے عباسِؑ نامدار   دیکھا نہیں یہ آج تلک بھائیوں میں پیار
بانہیں گلے میں ڈال کے جس دم لپٹتے تھے
اُس دم کلیجے دیکھنے والوں کے پھٹتے تھے

٧٦ آخر چڑھا فرس پہ وہ مہرِ سپہرِ نور   گویا زمیں سے شمسِ فلک نے کیا ظہور
خود نور تھے تو اسپ فلک سیر رشکِ طور   اک روشنی سی پھیل گئی دن میں دُور دُور
غُل تھا علیؑ کا حُسن یہی تھا شباب میں
شانِ ابوترابؑ ہے اِس آفتاب میں

٧٧ کاندھے پہ تیغ بر میں زرہ ہاتھ میں نشاں   پرچم کی وہ چمک وہ علم کی شکوہ و شاں
رفعت میں کم تھا جس کے پھریرے میں آسماں   کشتیٔ اہلِ بیتِؑ محمدؐ کا بادباں
پنجہ سے اُس کے پنجۂ خور زیردست تھا
طوبیٰ اُسی علم کی بلندی سے پست تھا

٧٨ بالائے فرقِ خودِ سرِ ابنِ بوترابؑ   گویا تھا زیرِ ابرِ سیہ قُرصِ آفتاب
اللہ رے جبینِ منوّر کی آب و تاب   جس کے مقابلے سے رہا بدر کو حجاب
سینہ ہر ایک نور کا گنجینہ ہوگیا
دیکھی جو وہ جبیں تو دل آئینہ ہوگیا

Presented by www.ziaraat.com

۷۹ رشکِ خُتن تھے شیر کے گیسوئے مشک بُو عنبر بچھا ہوا تھا بیاباں میں چار سُو
سنبل میں پیچ وتاب یہ دیکھا نہیں کبھو زلف اِمام دیں سے مشابہ تھیں موبمو
آپس میں لوگ دیکھ کے کہتے تھے دُور سے
دیکھو دھواں اُٹھا ہے سرِ شمعِ طُور سے

۸۰ وہ ابرووں کے بیت تھے نورِ خدا کا گھر تھے دو ہلال ایک قمر کے اِدھر اُدھر
در آتے تھے کلیجوں میں مژگانِ نیشتر رشکِ غزال چشم مگر شیر کی نظر
اللہ رے بخت فوجِ ستمگار ہٹ گئی
دیکھا اُٹھا کے آنکھ جدھر صف الٹ گئی

۸۱ ہالا وہ خط کا اور وہ رخسار کی ضیا کالشّمس فی اللیالی و کالبدر فی الدّجا
خورشید جس کے سامنے معلوم ہو سُہا اک جا رقم تھا سورۂ واللیل والضحیٰ
ظاہر تھا رخ کا حُسن خطِ مشک فام سے
نورِ دمِ سحر نظر آتا تھا شام سے

۸۲ لب ہائے سرخ لعلِ بدخشانِ پنجتنؑ ایسے نگیں ملیں نہ جو دیں حاصلِ یمن
دانتوں کی آب وتاب پہ قرباں دُرِعدن وہ گوہرِ یمن تھے کہ جن کا نہ تھا ثمن
موتی سدا حسینؑ نے اُس پر اُتارے تھے
دنداں نہ تھے وہ عرشِ خدا کے ستارے تھے

۸۳ گردن صفا میں مطلعِ خورشید وصبحِ نور حیراں ہو جس کو دیکھ کے آئینۂ بلُور
اِس شمع پر فروغ نہ پائے چراغِ طور ہمسر نہ ہو جناں سے بیاضِ گلوئے حُور
روشن گلے کے نور سے دشتِ قتال تھا
پرتو سے پیرہن کا گریباں ہلال تھا

۸۴ شانے وہ جن پہ فوجِ خدا کا رہا نشاں حمزہؓ کا اُن میں زورِ علیؑ کی شکوہ وشاں
کیا بازووں کا بازوئے شہ کے کروں بیاں شوکت تھی جس سے جعفرِؑ طیار کی عیاں
ساعِد کا زور رستم دستاں نہ پاسکے
پنجہ وہ جس سے شیر نہ پنجہ ملا سکے

۸۵ سینہ مدینہ علم کا تھا اور خدا کا گھر تیغوں میں آگے شہ کے رہا صورتِ سپر
چار آئینہ میں عکس جو تھا رخ کا جلوہ گر غل تھا کہ ایک جا نظر آتے ہیں دو قمر
کوسوں تھی روشنی رُخِ روشن کے نور سے
قندیل بن گئی تھی زرہ تن کے نور سے

۸۶ باندھے ہوئے کمر سے کمر بندِ مرتضیٰؑ موزے حسنؑ کے پائے مبارک میں خوشنما
چالاکیِ فرس کا سُناؤں میں حال کیا پیک نظر نہ گرد بھی جس کے پھر سکا
آنکھوں پہ رکھ لیے تھے قدم اُس جناب کے
حلقے تھے چشمِ حور کے حلقے رکاب کے

۸۷ قاصد سے سن کے شوکتِ فرزندِ باوفا سرخی تو رُخ پہ آگئی پر رو کے یہ کہا
ہاں بندۂ خدا تھا مگر مجھ کو اُس سے کیا وہ ذکر کر کہ جس سے خوشی ہووے دل مرا
میداں میں سامنا جو ہوا تیغ و تیر کا
دکھلایا کس طرح سے اثر میرے شیر کا

۸۸ قاصد نے تب یہ رو کے کہا اے جگر فگار سُن ذکرِ حرب وضربِ علمدارِ نامدار
تھے اُس طرف بھی لاکھ جواں آزمودہ کار دریا تلک بندھی تھیں صفیں بہرِ کارزار
تلواریں کھینچے جنگ پہ سب تھے تُلے ہوئے
اُس فوج میں ہزار علم تھے کُھلے ہوئے

Presented by www.ziaraat.com

کوسوں تلک بھرا تھا سواروں سے دشتِ کیں ۸۹ تھیں بوڑیوں سے نیزوں کی غربال سب زمیں
چار آئینوں سے نہر پہ تھا حصنِ آہنی تیغیں سوئے یسار تو خنجر سوئے یمیں
مشکل نگاہ کا بھی گذرنا یہ نہر تھا
لشکر نہ تھا یزید کا دریائے قہر تھا

لیکن نثارِ جرأتِ عباسؑ نوجواں ۹۰ ٹھہرا نہ کچھ نگاہ میں وہ لشکرِ گراں
اللہ رے داب وصولت ورعب وشکوہ وشاں نعرے کے ساتھ فوج کے تھرا گئے نشاں
قبضوں سے سرکشوں کی کمانیں نکل گئیں
ترکش سے تیر جسم سے جانیں نکل گئیں

اس دبدبے کے ساتھ رجز خواں ہوا دلیر ۹۱ غصّے میں آکے جیسے کبھی گونجتا ہے شیر
نکلی نہ بات منھ سے فصیحوں کی تا بہ دیر اکثر کنارہ کش ہوئے باگوں کو پھیر پھیر
اُس کو جواب دے یہ کسی کو نہ ہوش تھا
فرزندِ مرتضیٰؑ کو شجاعت کا جوش تھا

نعرہ تھا ہاں پدر ہے مرا صفدرِ دغا ۹۲ نازل ہے جس کی شان میں لاسیف ولافتا
دریائے علم کاشفِ اسرارِ قل کفا سیرِ امم امام بحق حجتِ خدا
دریائے قہر ہوں غضبِ ذوالجلال ہوں
میں بھی کنندۂ درِ خیبر کا لال ہوں

کھینچی غضب میں آکے جو شمشیرِ حیدری ۹۳ دہشت سے تھرتھرا گیا خورشیدِ خاوری
نزدیک تھا زمیں پہ گرے چرخِ اختری چھپنے لگے یزید و کوفی و خیبری
تیغوں کی دشمنوں کی چمک گرد ہوگئی
اٹھا غبار یہ کہ زمیں زرد ہوگئی

شیرانِ دشتِ کیں نے کیا خوف سے فرار ۹۴ اور اژدروں نے کھینچ لیا سر میانِ غار
چمکی بلند ہو کے جو شمشیرِ شعلہ بار موجِ ہوا سے چرخ پہ جانے لگے شرار
جلوہ کیا جلالِ خدائے جلیل نے
تھرا کے پر سمیٹ لیے جبرئیلؑ نے

در آیا فوج میں پسرِ سیّدِ نجف ۹۵ جس صف پہ تیغ چل گئی بے سر ہوئی وہ صف
برپا تھا الحفیظ کا غل رن میں ہر طرف رُکتا نہ تھا کسی سے یداللہ کا خلف
گھوڑے کو مثلِ برق نہ اک جا قرار تھا
اِس صف میں تھا کبھی کبھی اُس صف کے پار تھا

اللہ کا غضب تھی وہ شمشیرِ آبدار ۹۶ تھا ایک ضرب میں نہ سوار اور نہ راہوار
کیا جانیئے اَجل کا طمانچہ تھا یا کہ وار منھ دشمنوں کے پھر گئے تھے وقتِ کارزار
سر کو خیارِ تر کی طرح کاٹتی تھی وہ
نیزے کو نیشکر کی طرح کاٹتی تھی وہ

جب کوندتی ہوئی سرِ دشمن تلک گئی ۹۷ دشمن کو دھیان آیا کہ گردن تلک گئی
گردن کو یاں وہ کاٹ کے جوشن تلک گئی جوشن سے اِک اشارے میں توسن تلک گئی
ٹھہری زمین پر نہ کمر راہوار پر
راکب گرا زمیں پہ تو مرکب سوار پر

حربوں کو بھی چلاتی تھی وہ آتشِ اجل ۹۸ نے ترکشوں میں تیر تھے نے برچھیوں میں پھل
فوجِ عدو میں تھا ملک الموت کا عمل ثابت قدم زمین پہ گرتے تھے منھ کے بل
ہتھیار تک شکست میں آوارہ ہوگئے
چار آئینے بھی شیشۂ صد پارہ ہوگئے

Presented by www.ziaraat.com

۹۹ نکلے اُدھر سے چار جواں ہو کے ہم قسم
ابنِ علیؑ سے جان لڑا کر لڑیں گے ہم
غرقِ صلاحِ جنگ تھے وہ بانیٔ ستم
گھوڑے گراں رکاب وسبک خیز وخوش قدم
دوزخ کی سرکشوں کے عناصر میں آگ تھی
چاروں کو پنجتنؑ کے گھرانے سے لاگ تھی

۱۰۰ تھا ایک نیزہ باز تو اک تیغ کا دھنی
سر میں غرور ہاتھوں میں زور تہمتنی
اک ظلم کیش مستعدِ ناوک افگنی
کاندھے پہ اِک گراز کے تھا گُرزِ آہنی
ایک ایک تو نہ روک سکا اُس دلیر کو
ٹوکا برابر آن کے چاروں نے شیر کو

۱۰۱ غازی کو ٹوکنا تھا کہ بس آگیا جلال
جھپٹے تھے شیر سے یہ لیا تیغ کو سنبھال
نعرہ کیا یہ حیدرؑ کرار کے مثال
پہچانتے نہیں مجھے میں ہوں علیؑ کا لال
ہاں پہلے وار کر لو اگر عزمِ جنگ ہے
سبقت کریں یہ اپنے گھرانے کا ننگ ہے

۱۰۲ حربے کئے یہ سنتے ہی چاروں نے ایک بار
کس کس ہنر سے رد کئے غازی نے سب کے وار
تولی علیؑ کے شیر نے شمشیرِ آبدار
آندھی بھی گرد ہوگئی چھیڑا جو راہوار
چاروں کو یوں جھپٹ کے دِلاور نے جا لیا
غصّے میں آ کے شیر نے جیسے دبا لیا

۱۰۳ آئی جو برقِ تیغ چمک کر اِدھر اُدھر
ہاتھ ایک کا اُڑا دیا اور دوسرے کا سر
ضربت اَنی بچا کے جو کی نیزہ باز پر
دو ہوگیا یہ صورتِ لا سر سے تا کمر
چوتھا بھی خاک پر اُسی ضربت کے ساتھ تھا
سر تھا نہ تیر تھا نہ کماں تھی نہ ہاتھ تھا

۱۰۴ چلائے شاہِ دیں کہ سیرے شیر واہ واہ
تسلیم کر کے نہر کی لی اُس جری نے راہ
نیزے اٹھا اٹھا کے لگے روکنے سپاہ
رُکتا تھا کب مگر پسرِ ضیغمِ اِلٰہ
گھوڑا صفوں کو پھاند کے سَن سے نکل گیا
طاؤس تھا کہ اُڑ کے چمن سے نکل گیا

۱۰۵ پہنچا جونہی فرات میں وہ آسماں جناب
آنکھیں قدم سے آن کے ملنے لگے حباب
گرداب کا وہ شور وہ موجوں کا پیچ وتاب
سمجھا پر اُس کو خاک سے کم ابن بوترابؑ
تھا خاتمہ وفا کا دلِ حق شناس پر
روتا تھا زار زار سکینہؑ کی پیاس پر

۱۰۶ قائم رکھا جری نے جہاں میں وفا کا نام
مشکیزہ بھر لیا پہ رہے آپ تشنہ کام
پانی سے منھ اٹھا کے چلا اسپِ تیز گام
حیواں نے وہ کیا کہ نہ تھا جو بشر کا کام
دو تین روز سے علف[۱] و دانہ رہ گیا
رہوار کی وفا کا بھی افسانہ رہ گیا

۱۰۷ پہنچا کنارِ نہر جو وہ شیرِ خشمگیں
اُمڈا گھٹا کی طرح سے پھر لشکرِ لعیں
کیا کیا ستمگروں سے لڑا وہ ہزبرِ دیں
واحسرتا کہ پڑ گئی شانے پہ تیغِ کیں
تلوار بائیں ہاتھ میں لی اُس دلیر نے
چھوڑا نہ مشک کو نہ سرو ہی کو شیر نے

۱۰۸ روکا اُسے زمیں پہ جو گرنے لگا علم
حملہ کیا یہ کہہ کے سوئے لشکرِ ستم
سالم ہے دستِ چپ تو مجھے کچھ نہیں ہے غم
اِس سے کروں گا اب مدد سیّدِ اُمم
شانِ غضنفری مرے حصّے میں آئی ہے
یاں دستِ چپ میں قوتِ خیبر کشائی ہے

۱ گھاس

Presented by www.ziaraat.com

۱۰۹ نرغے میں آج ہے مرا آقائے تشنہ لب — سبطِ رسولؐ ابنِ علی سیّدِ عرب
فرزند فاطمہؑ کو ستاتے ہو بے سبب — جب تک کہ دم ہے تیغ کو میں چھوڑتا ہوں کب
جینے کا لطف سبطِ پیمبرؐ کے ساتھ ہے
یہ مشک یہ علم تو مرے سر کے ساتھ ہے

۱۱۰ یہ کہہ کے کیا کہوں کہ دلاور نے کیا کیا — تا دیر دشت چپ سے وہ غازی لڑا کیا
اَسّی جواں کے سر کو تنوں سے جدا کیا — وہ ہاتھ بھی امام پر اپنے فدا کیا
چھوڑی نہ مشک دانتوں سے اُس گیرودار میں
گھوڑے سے گِر کے شیر سے تڑپے کچھار میں

۱۱۱ بھائی کے پاس شاہ کا جانا کہوں میں کیا — اِک اِک قدم پہ ٹھوکریں کھانا کہوں میں کیا
ہاتھوں سے سر پہ خاک اُڑانا کہوں میں کیا — منھ چوم کے گلے سے لگانا کہوں میں کیا
بھائی سے ایسے لپٹے کہ سب خوں میں بھر گئے
منھ رکھ کے پائے شاہ پہ عباسؑ مر گئے

۱۱۲ قاصد جو سب یہ حالِ علمدار کہہ چکا — مسجد میں نوجوانوں کے رونے کا غل ہوا
اُمّ البنیں نے شکر کا سجدہ ادا کیا — اور دونوں ہاتھ اُٹھا کے کہا سُوئے کربلا
بیٹا گلہ میں کرتی تھی تجھ نورِعین کا
تقصیر میری بخش دے صدقہ حسینؑ کا

۱۱۳ جرأت کے میں فدا تری ہمت کے میں نثار — بابا تو تھا امیرِ عرب شیرِ کردگار
کم تھی کنیزِ فاطمہؑ سے میں جگر فگار — پر اب ہوا بلند جہاں میں مرا وقار
تم سا کسے زمانے میں دُرِّ نجف ملا
واری تمہارے نام سے مجھ کو شرف ملا

۱۱۴ میں صدقے تیرے ہاتوں کے اِے دلبرِ امیر — راضی ہوئی میں تم کو گوارہ ہے میرا شیر
آنکھیں قدم پہ شہ کے ملیں تا دمِ اخیر — عقبیٰ میں مرتبے تمہیں دے خالقِ قدیر
حوریں ملیں بہشت میں رہنے کو گھر ملیں
ہاتھوں کے بدلے تم کو جواہر کے پر ملیں

۱۱۵ اِے میرے شیر میرے جری میرے خوش نہاد — تم نے وہی کیا کہ جو کچھ ماں کی تھی مراد
بُھولے گی مرتے مرتے نہ ماں کو تمہاری یاد — شاباش و مرحبا کہ نہایت ہوئی میں شاد
ندی لہو کی نہر پہ شانوں سے بہہ گئی
حسرت تمہاری لاش پہ رونے کو رہ گئی

۱۱۶ قاصد سے پھر کہا کہ کر اب شاہ کا بیاں — اُس نے کہا کہ جسم میں حضرت کے تھی نہ جاں
کھا کر سناں جو مر گیا اکبرؑ سا نوجواں — بس اور بھی حسینؑ ہوئے پیر و ناتواں
چاروں طرف سے فوجِ ستم کا وفور تھا
طاقت نہ تھی کمر میں نہ آنکھوں میں نور تھا

۱۱۷ بیٹے کا داغ رنجِ علمدارِ با وقار — غم سے سفید ہوگئی ریشِ خضابدار
خیمے کے در پہ بیبیاں روتی تھیں زار زار — تھے جسمِ نازنیں پہ اُدھر برچھیوں کے وار
کیا رحم تھا کہ ہاتھ نہ قبضے پہ دھرتے تھے
جب تیر اُدھر سے آتے تھے تب شکر کرتے تھے

۱۱۸ جُھکتے تھے ذوالجناح سے جس دم اِدھر اُدھر — چلّاتی تھی بتولؑ علیؑ پیٹتے تھے سر
جس دم گرا وہ عرش کا تارا زمین پر — ہمراہ لے کے شمر کو آگے بڑھا عمر
اب کیا کہوں کہ دفترِ عالم الٹ گیا
پیاسا گلا حسینؑ کا خنجر سے کٹ گیا

Presented by www.ziaraat.com

۱۱۹ سُن کر شہادتِ پسرِ فاطمہؑ کا حال برپا ہوا یہ شور کہ ہے ہے علیؑ کے لال
اُم البنینؑ نے کھولے جو سر کے سفید بال آئی صدائے گریۂ محبوبِ ذوالجلال
تڑپا خطیب پھاڑ کے جامہ زمین پر
پھینکا نمازیوں نے عمامہ زمین پر

۱۲۰ غُل تھا کہ لٹ گیا اسداللہ کا چمن افسوس آج اُٹھ گئے دنیا سے پنجتنؑ
ہے ہے حسینؑ مر گئے ویراں ہوا وطن ہاتوں سے سر کو پیٹ کے روتے تھے مرد وزن
اک مرثیہ حسینؑ کا افسانہ ہوگیا
رقّت سے گھر خدا کا عزاخانہ ہوگیا

۱۲۱ اُمّ البنینؑ نے پھر یہ کہا سر کو پیٹ کر قاصد بتا کہ زینبِؑ بیکس گئی کدھر
اُس نے کہا کہ راہ میں جب میں تھا نوحہ گر جاتے تھے اہلِ بیتِؑ محمدؐ برہنہ سر
ثابت لباس بھی نہ کسی کے بدن میں تھا
مشکل کشا کی بیٹی کا بازو رسن میں تھا

۱۲۲ جکڑے ہوئے تھی لوہے میں سجادِؑ ناتواں گردن میں طوق پاؤں میں تھیں دوہری بیڑیاں
دریائے اشک آنکھوں سے تھا مستقل رواں ماں پیٹتی تھی کہتے تھے جب ہائے باباجاں
سب ٹکڑے ٹکڑے جسمِ مبارک میں جامہ تھا
نعلین پاؤں میں تھی نہ سر پر عمامہ تھا

۱۲۳ تلواریں کھینچے تھے کئی ظالم اِدھر اُدھر اور پیچھے تازیانہ لیے شمرِ بد گُہر
اِتنا بھی تھا نہ حکم کہ دم بھر کہیں ٹھہر کس بے کسی سے جاتے تھے نہوڑائے اپنا سر
سیّد کے حال پر نہ کوئی رحم کھاتا تھا
نیزے پہ سر حسینؑ کا آنسو بہاتا تھا

۱۲۴ مسجد سے نکلی پیٹتی وہ غم کی مبتلا تھا عورتوں کا غول کھلے سر برہنہ پا
صغراؑ پکاری در سے کہ ہے ہے ہوا یہ کیا اُم البنینؑ نے ہاتھوں سے سر پیٹ کر کہا
بی بی یتیم ہوگئیں تم مر گئے حسینؑ
ماتم کی صف بچھاؤ قضا کر گئے حسینؑ

۱۲۵ مونسؔ بس آگے حشر ہے اور فاطمہؑ کے بین یہ تیرا مرثیہ ہے نظر کردۂ حسینؑ
واقف ہیں رنج و غم سے شہنشاہِ مشرقین لطفِ سخن ہے تب کہ خدا دے دلوں کو چین
رُکتی ہے طبع لاکھ اگر ذی کمال ہو
کیا ہو سکے خیال میں جب اختلال ہو

❁ ❁ ❁

Presented by www.ziaraat.com

سیّد وحید الحسن ہاشمی:

آرزوے علیؑ

اُمّ البنینؑ

آرزوے اسداللہ رقم کرتا ہوں   روشنیِ رخِ اسلام بہم کرتا ہوں
منکشف حسرتِ مولودِ حرم کرتا ہوں   آیتِ نادِ علیؑ فکر پہ دم کرتا ہوں
اس سعادت کا جبلّت سے کوئی میل نہیں
خواہشِ قلبِ یداللہ ہے کچھ کھیل نہیں

زندگی اپنے مقاصد میں جو ڈھل جاتی ہے   دل کی گرتی ہوئی دیوار سنبھل جاتی ہے
درد کی ٹیس جو پہلو سے نکل جاتی ہے   خواہشِ زیست کی تقدیر بدل جاتی ہے
دل کا مونس ہے اگر ذہن تو محشر ہو جائے
آرزو فکر میں ڈوبے تو سمندر ہو جائے

آرزو پر ہے بقائے بشریت کا مدار   تیز کرتی ہے یہی پائے عمل کی رفتار
اہلِ ہمت نے رکھی تیغِ تمنا پہ جو دھار   کرلیا وقت کی چلتی ہوئی نبضوں کو شکار
خواہشِ قلب پہ بہتا ہوا دھارا رک جائے
آدمی آنکھ دکھائے تو ستارا رک جائے

اسی خواہش کا اگر نفس سے رشتہ ہے بہم   پھر تو بازیچۂ اطفال ہے تقدیرِ اُمم
معبدِ ذہن میں در آتے ہیں دنیا کے صنم   مقصدِ روح مقیّد ہو تو گھُٹ جاتا ہے دم
آبِ استادہ کمالاتِ صدف کیا جانے
مور بے مایہ سلیماں کا شرف کیا جانے

خواہشِ نفس لگا دیتی ہے تہذیب میں آگ   کتنی معصوم اداؤں کا اجڑتا ہے سہاگ
شرفِ زیست کو ڈس لیتے ہیں جذبات کے ناگ   لحنِ داؤد کو کہتے ہیں اسی بزم میں راگ
خواہشِ نفس عجب کارِ جنوں کرتی ہے
بھائی کے ہاتھ سے اک بھائی کا خوں کرتی ہے

نفسِ امّارہ ہے کیا حرص و ہوس کی روداد   اس نے گھونٹے ہیں غریبوں کے گلوئے فریاد
اس کی گھٹّی میں پڑی ہے روشِ ظلم و فساد   نفسِ امّارہ ہی کا نام تو ہے ابنِ زیاد
خواہشِ نفس ہی معصوم لہو چاٹتی ہے
گھر میں آجائے تو مہماں کا گلا کاٹتی ہے

خواہشِ زر سے ہوئی زر کی پرستش ایجاد   جمعِ اموال کی بڑھتی ہوئی خواہش ایجاد
ظلمتِ شب میں سحر بننے کی کوشش ایجاد   ہوئی دولت سے محلّات کی سازش ایجاد
دل پہ یوں شوقِ زر و مال اثر کرنے لگا
زندگی کے لیے دولت پہ بشر مرنے لگا

خواہشِ نفس ہے وہ پیاس جو ہوتی نہیں کم   اسی کافر سے چلا مذہبِ دینار و درم
دل میں یہ بیٹھے تو اٹھ جاتا ہے سب قول و قسم   شورِ ناقوس میں دب جاتی ہے آوازِ حرم
نفس یوں ہر بُتِ کافر کو خدا کہتا ہے
جیسے ایک اندھا اندھیرے کو ضیا کہتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

خواہشِ نفس رخِ غیرتِ انساں پہ ہے داغ　　منفعل اس سے رگِ ذہن تو مفلس ہے دماغ
پستیِ ذہن کا روشن نہ ہوا کوئی چراغ　　پُر کبھی ہو نہ سکا نفس کی ذلّت کا ایاغ

خود جو محرومِ نظر ہو وہ نظر کیا کاٹے
زنگ آلود ہو تلوار تو سر کیا کاٹے

مطمئن نفس مگر ہو تو ہے خواہش کا فراز　　عبدیت کرتی ہے اس خواہشِ معصوم پہ ناز
حسرتِ حق طلبی سنتی ہے معراج کا ساز　　اسی خواہش سے تو ہے شقِ قمر کا اعجاز

حلقۂ وسعتِ آفاق سمٹ جاتا ہے
آفتاب ایک اشارے سے پلٹ جاتا ہے

ہے زمانے سے جدا خواہشِ عصمت کا چلن　　اس کی خوشبو سے مہکتا ہے اطاعت کا چمن
حرص کی دھوپ سے محفوظ ہے اس کا آنگن　　کیا ہے وہ جس کا بدن سایا ہو سایا ہو بدن

منزلت اس کی نہ قرآن نہ تفسیر میں ہے
خواہشِ پنجتنی چادرِ تطہیر میں ہے

یہی خواہش دلِ کرار میں مہمان ہوئی　　قلبِ حیدرؑ میں جگہ پاتے ہی قرآن ہوئی
متصل جانِ امامت سے ہوئی جان ہوئی　　حد ہے سرکارِ وفا کی یہی پہچان ہوئی

کتنا محکم ہے شہِ عقدہ کشا کا رشتہ
لوگ اب سمجھے ولایت سے وفا کا رشتہ

اس میں شامل ہے خدائے ازلی کی خواہش　　حسرتِ گل سے ہے وابستہ کلی کی خواہش
ہمہ تن گوش ہے اک ایک ولی کی خواہش　　مظہرِ اجرِ رسالت ہے علیؑ کی خواہش

مُدّعا یہ ہے مدد میں نہ تغافل رہ جائے
نصرتِ آلِ محمدؐ کا تسلسل رہ جائے

نصرتِ آلِ محمدؐ ہے وفا کا اظہار　　اس کے پنجے میں ہے ارکانِ عبادت کا حصار
اس کی باتیں جو نہ لکھے وہ قلم ہے بیکار　　اس کی عظمت سے ہے انکار خدا سے انکار

سخت تہدید جو حق کی ہو ہر اک قالب پر
فرض نصرت تھی علی ابنِ ابی طالبؑ پر

اہلِ نجران کی ضد سے تھے پیمبرؐ بے چین　　آیت اتری تو ہوا خوش دلِ شاہِ کونین
راز سمجھے یہ فقط نفسِ رسولؐ الثقلین　　لفظ ابنائنا آیا ہے برائے حسنینؑ

اب حسینؑ اور حسنؑ نور نظر ہیں دونوں
آج کے دن سے محمدؐ کے پسر ہیں دونوں

نصرتِ آلِ محمدؐ کا تقاضا تھا یہی　　قوّتِ نفسِ پیمبرؐ کا امیں ہو کوئی
وقت آئے تو بنے ہدیۂ ارمانِ علیؑ　　شانِ نصرت میں کسی طرح کی آئے نہ کمی

دل میں ہے، کم نہ ہو نصرت کی ادا میرے بعد
کوئی دکھلائے وہی شانِ وفا میرے بعد

کیسی خوشبوئے وفا رکھتا ہے دامانِ علیؑ　　کتنی صدیوں کو لپیٹے ہے یہ ارمانِ علیؑ
ناز کرتی ہے شجاعت سرِ میدانِ علیؑ　　عہدِ آئندہ کا منشور ہے پیمانِ علیؑ

کچھ بھی ہو شیشۂ ارمانِ علیؑ چُور نہ ہو
خاندانِ بنی ہاشم سے وفا دُور نہ ہو

یہی ارمانِ علیؑ تھا جو بنا امرِ جلیل　　اس کی تائید کو خود آ گیا کردارِ خلیلؑ
جم گئی اس کی جبیں پر نظرِ اسماعیلؑ　　بہرِ تکمیلِ دعا ہو گئے تیّار عقیلؑ

جونہی عمرانؑ کے دلبر کا اشارا پایا
بنی عامر کے سفینے نے کنارا پایا

Presented by www.ziaraat.com

تھا زمانے میں معزّز حشمِ آلِ کلاب   یہ زمیں کیا ہے فلک پر بھی نہ تھا جس کا جواب
جس کو حاصل تھے شجاعانِ عرب کے القاب   جس کی کھیتی سے اُگے مہر و نجوم و مہتاب

نسلِ آدم کی حفاظت کے سہارے دو تھے
ایک دریا تھا مگر اس کے کنارے دو تھے

اک طرف عامرو زیبان وابوالعجل خرام   دوسری سمت دو عالم کا نبی اور امام
اک طرف ماہرِ شمشیر طفیلِ خوش کام   دوسری سمت علیؑ صاحبِ سیفِ اسلام

رشتۂ وحدتِ افکار نمودار ہوا
اس کی قسمت کہ علیؑ جس کا طلب گار ہوا

وہ علیؑ جس کی نظر واقفِ ہر پست و بلند   عرش کی لائے خبر جس کے تفکر کا سمند
کیوں نہ خود کر لیا اک زُہرہِ ہمت کو پسند   اپنے بھائی کی مدد کا ہوا کیوں خواہش مند

یہ بتانا تھا مدد باعث تکفیر نہیں
غیرِ اللہ سے کچھ مانگنا تعزیر نہیں

یہ بھی مقصد تھا کہ جب بات چلے رشتوں کی   دیکھ لے ہو نہ کفو میں کوئی عیبِ نسبی
بات کرنے کو ہو موجود بزرگوں میں کوئی   علم انساب کی کھیتی رہے دنیا میں ہری

دوستی اسوۂ مغرب کی شناسائی سے
اک کُھلی جنگ ہے اسلام کی دانائی سے

فاطمہؑ کو جو ملی خواب کی اپنے تعبیر   مل گئی خطِ شجاعت سے شجاعت کی لکیر
مطمئن اتنا ہوا بنتِ ثمامہ کا ضمیر   گھر تونگر تھا تو سرتاج ملاکل کا اسیر

ان میں تخفیفِ تہور کا کوئی طور نہیں
ابوطالبؑ کی بہو ہیں یہ کوئی اور نہیں

ان کے اجداد تھے معروف بہ اعلیٰ نسبی   جن کی رگ رگ میں مچلتا رہا خونِ عربی
جن کا لہجہ تھا سخن ساز زباں تھی ادبی   جن کا مقصود زیارت تھا درِ مطلبی

ان کے در پر بھی زمانے کا سلام آیا ہے
اور تو اور یہاں پہلا امام آیا ہے

کوئی ان کو دلِ زہراؑ کی دعا کہتا ہے   کوئی تزئینِ گلستانِ وفا کہتا ہے
حق انہیں معجزۂ دستِ بقا کہتا ہے   ان کے شوہر کو جہاں شیرِ خدا کہتا ہے

مرتبہ راہِ سعادت میں بڑا پایا ہے
ان کی آغوش میں قرآنِ وفا آیا ہے

شامِ رخصت دمِ امید سحر لے کے چلیں   اپنے ماں باپ کا اندازِ نظر لے کے چلیں
ہاجرہ کی کششِ دل کا اثر لے کے چلیں   اپنے ہمراہ محمدؐ کی سپر لے کے چلیں

درِ حیدرؑ پہ پھر اک صابرہ خُو آئی ہے
فاطمہؑ بنتِ اسد آؤ بہو آئی ہے

درِ حیدرؑ پہ جو پہنچیں تو کیا جھک کے سلام   یاد آئے قدمِ سیّدۂ عرش مقام
یا علیؑ کہہ کے لیا بنتِ یداللہ کا نام   گر پڑیں پاؤں پہ آئے جو نبیؐ کے گلفام

اٹھ کے یوں پائے ادب فاطمہؑ کے در پہ رُکے
جیسے حیدرؑ کے قدم دوشِ پیمبرؐ پہ رُکے

یاد آیا اسی در پر ہے ملائک کا نزول   یہیں آتے تھے سلامی کو رسولؐ مقبول
اس پہ ہوتا ہے زمانے کی مرادوں کا حصول   ملک الموت کو روکے تھیں اسی در پہ بتولؑ

اپنی نظروں کو بچھائے ہے فلک اس در پر
روٹیاں لینے کو آئے ہیں ملک اس در پر

Presented by www.ziaraat.com

یا علیؑ کہہ کے جو داخل ہوئیں گھر کے اندر یوں لگا زیرِ قدم آ گیا صدیوں کا سفر
چار جانب جو نظر آئی مشیّت کی نظر وقت نے لفظِ وفا لکھ دیا پیشانی پر

جب کسی گھر میں امامت کا سہارا آئے
کیا عجب عرشِ وفا کا کوئی تارا آئے

پاس بچوں کو بلا کر یہ کہا راحتِ جاں ماں نہ کہنا کہ کنیزی ہے مرا نام ونشاں
مثلِ فضہ اسی رتبے پہ رہوں گی نازاں میں کہاں اور مشیّت کے خریدار کہاں

یہ مرا عزم زبانِ دو جہاں پر چڑھ جائے
تم کنیز آج جو کہہ دو تو مرا قد بڑھ جائے

یہ ارادے یہ خیالات یہ گُفتار حسین قلب میں پنجتنی عزم نظر میں تمکین
لب پہ آیاتِ الٰہی صفتِ کعبہ جبین چار بیٹے جو ہوئے حق نے کہا اُمِ بنین

ہر گھڑی جلوۂ بُستانِ سلف ملتا ہے
تین اماموں کی زیارت کا شرف ملتا ہے

کلِّ ایماں کی قسم یہ بھی کُلِ ایماں ہیں متنِ قرآں نہ سہی حاشیۂ قرآں ہیں
گود میں جانِ وفا ہے یہ وفا کی جاں ہیں کچھ ہو سردارِ جوانانِ جناں کی ماں ہیں

ان کی ہر طرح سے تکریم کیا کرتی ہیں
بنت زہرًا انہیں تسلیم کیا کرتی ہیں

دل میں تھا گھر کا بھرم جذبۂ صائب کی طرح خانۂ نور میں تھیں روحِ مناقب کی طرح
سب سے اظہارِ وفا شغلِ مناسب کی طرح کی ہے بچوں کی حفاظت ابوطالبؑ کی طرح

قطعِ ظلمت کے لیے رنگِ سحر ان سے ملا
خاندانِ بنی ہاشم کو قمر ان سے ملا

خادمہ بن کے رہیں دین کے سلطانوں میں بند رکھتی تھیں زباں اپنی زباں دانوں میں
بھر کے خدمت کا مزہ قلب کے ارمانوں میں زندگی کی ہے بسر بولتے قرآنوں میں

اہلِ ایماں سببِ نام و نشاں کہتے ہیں
آج سب ان کو علمدار کی ماں کہتے ہیں

ان کا رتبہ ہے بڑا ان کی بڑائی تسلیم ایسی قسمت کہ ہوئیں نفسِ پیمبرؐ کی سہیم
آل و اولادِ نبیؐ کرتی ہے ان کی تعظیم ان کے عباسؑ پہ ہے ختم وفا کی تعلیم

دور رس ان کی وفاؤں کا حشم ہوتا ہے
آج بھی تعزیے سے آگے علم ہوتا ہے

پیشِ اولاد تھی یوں شرحِ نجیب الطّرفین جیسے اس سلطنت تن میں ممیّزِ عینین
ہے اگر چشمِ تصّور میں شبیہِ قوسین ایک حصّے میں حسنؑ دوسرے حصے میں حسینؑ

ہر نبیؐ ان کے کمالات کا دلدادہ ہے
یہ جسے چوم لیں کونین کا شہزادہ ہے

ان کے قبضے میں فلک ان کے تصرف میں زمیں قُرصِ خورشید سے لیتی ہے خراج ان کی جبیں
حلِ مطلب کو یہاں آتے ہیں جبریلِ امیں جو مزہ ان کی غلامی میں ہے شاہی میں نہیں

دو گھڑی کو بھی اگر ان کی رفاقت مل جائے
پاؤں جنّت کا ارادہ کریں جنّت مل جائے

کبھی عباسؑ سے کہتی تھیں کہ اے نورِ نظر تم ہو حیدرؑ کے پسر یہ ہیں محمدؐ کے پسر
وہ ہیں شمشیرِ یداللہ تم ان کی ہو سپر تم ہو سقائے حرم وہ ہیں وجودِ کوثر

یہ ٹھہرنے کو جو کہہ دیں تو نہ جنبش کرنا
دستِ شبیّرؑ پہ جانے کی نہ کوشش کرنا

Presented by www.ziaraat.com

بنت زہرؑا کو بڑا پیار ہے تم سے عباسؑ وہ تڑپ جاتی ہیں جب نیند میں تم کہتے ہو پیاس
یہ بڑی بے ادبی ہے مرے فخرِ الیاس رہو لہجے کی طرح بولتے قرآن کے پاس

حسنِ معنیِ سخن کو نہ سخن کہہ دینا
کہیں ایسا نہ ہو زینبؑ کو بہن کہہ دینا

پندرہ سال یونہی نور کے جھرمٹ میں کٹے بارشِ غم سے مگر ضبط کے شعلے نہ بجھے
چھٹ گیا ساتھ علیؑ کا تو مصائب ابھرے پھول برسا گئے باغِ حسنی کے جھونکے

مطمئن تھیں علوی سرد دشمن زندہ ہیں
دل کو ڈھارس تھی حسینؑ اور حسنؑ زندہ ہیں

ظلمتِ شام بڑھی صبحِ مدینہ کی طرف چاہتی تھی کہ مٹے آلِ محمدؐ کا شرف
وارثِ نسل امیہ کا امامت تھی ہدف فکر تھی چھین لے اعزازِ شہنشاہِ نجف

یادگار اپنا ہر اک طرز عمل رہ جائے
جو مری شاخ پہ آیا ہے وہ پھل رہ جائے

اس کی خواہش تھی کہ تطہیر کی سرحد مٹ جائے جہل کا تخت تو ہو علم کی مسند مٹ جائے
شوق دنیا کا بڑھے دین کا مقصد مٹ جائے نسلِ سفیان رہے نسلِ محمدؐ مٹ جائے

یہ جلن..... دخل تولاّ کا ہے کیوں ایماں میں؟
یہ حسد..... سورۂ کوثر نہ رہے قرآں میں؟

نونہالانِ علیؑ سن کے یہ آوازۂ کیں اٹھے شمشیر بکف بہرِ نگہبانیِ دیں
حق پناہی کے لیے مادرِ عباسؑ بڑھیں اپنا گلزار لیے آئیں امامت کے قریں

بولیں یہ وقت ہے احیائے محاسن کے لیے
میں نے یہ پھول کھلائے ہیں اسی دن کے لیے

ان کے چہروں پہ وہی شانِ وفا ہے کہ نہیں مٹھیوں میں اثرِ دستِ قضا ہے کہ نہیں
پشت پر فاطمہ زہرؑا کی دعا ہے کہ نہیں یہ بتائیں گے زمانے کو خدا ہے کہ نہیں

شام والے وہ مہماتِ جلی بھول گئے
اتنی جلدی نمکِ تیغِ علیؑ بھول گئے

میرا عباسؑ ہی کافی ہے لڑائی کے لیے مضطرب ہے صفِ اعدا کی صفائی کے لیے
کیا وہ بھائی جو نہ کام آسکے بھائی کے لیے یہ رہے اور بت آجائیں خدائی کے لیے

رشتۂ سیفِ یداللہ یہی جوڑے گا
باپ سے بچ گئے جو بت انہیں یہ توڑے گا

پیکرِ عزم کی ہمت کو کیا پہلے سلام ماں سے یہ کہنے لگے پھر حسنؑ نیک انجام
یہ علمدارِ وفا ہے مگر اے عرش مقام اس کے سینے پہ ہے لکھا ہوا شبیرؑ کا نام

کیسے دنیا کو یہ بابا کی امانت دے دوں
کہہ دیں شبیرؑ تو لڑنے کی اجازت دے دوں

شرطِ رخصت سے تو خاموش ہوئیں امّ بنین خم مگر ہو گئی تلقینِ امامت سے جبین
پھر یہ سوچا کہ پسر دین کے ہیں حصنِ حصین کیا کبھی ان کو پکارے گا نہ امداد کو دین

اب میں سمجھی کہ یہ دنیا میں فقط نام کے ہیں
بعدِ حسنینؑ یہ زندہ ہوں تو کس کام کے ہیں

آگیا وقت کہ شبیرؑ مدینے سے چلے مہر نے ظلمتِ شب کے لیے کچھ چاند چنے
بہرِ نصرت بنی ہاشم کے جواں ساتھ لیے ایک کمسن بھی ہے جو ظلم کا قد ناپ سکے

سایا کرنے کے لیے چادرِ تطہیر بھی ہے
تیغِ خطبہ لیے شبیرؑ کی ہمشیر بھی ہے

Presented by www.ziaraat.com

دستِ عباسؑ میں کھلتا ہے حسینی پرچم | قابلِ دید ہیں اکبرؑ کی جوانی کے قدم
حسنی عزم کا اظہار ہے قاسمؑ کا حشم | ماہِ شعبان، رجب میں ہے رواں سوئے حرم
آج پھر معجزۂ شاہِ مدینہ دیکھیں
حضرتِ نوحؑ یہ خشکی میں سفینہ دیکھیں

چند ہی گام چلا تھا خلفِ شیرِ خدا | خود بخود ہلنے لگی ساری زمینِ بطحا
گھر میں کہرام تھا مضطر تھا نبیؐ کا کنبہ | زوجۂ شیرِ خدا نکلیں تو اک شور اٹھا
ملنے بیٹے سے شجاعت کی امین آتی ہیں
قافلے والو رکو اُمِ بنین آتی ہیں

ماں کو دیکھا تو اتر آئے فرس سے عباسؑ | دوڑ کر جوشِ وفا میں گئے مغموم کے پاس
بولیں کچھ اپنے اجڑنے کا نہیں ہے احساس | مگر اس عہد پہ قائم رہو باہوش و حواس
مخزنِ شرع کا الماس میں تم سے لوں گی
اپنے شبیرؑ کو عباسؑ میں تم سے لوں گی

مجھ سے فرما کے گئے ہیں یہ ولیِ کونین | آنکھ روتی تھی نبوّت کی جو روتے تھے حسینؑ
طلب آب پہ ہو جاتی تھیں زہراؑ بے چین | اس کی امداد کا ہے اجر ثوابِ دارین
اس کی عزّت پہ جو مر جائے وفادار وہ ہے
یہ جسے کہہ دے علمدار، علمدار وہ ہے

یہ بھی نکتہ ہے یہاں شرح بیاں کا محتاج | کیوں رہیں گھر میں نبیؐ اور علیؑ کی ازواج
کربلا جاتے جو شبیرؑ انہیں لے کے تو آج | منحرف دین کی آیات سے ہو جاتا سماج
نقشۂ جنگ اگر ان کے قدم پا جاتا
اک مثال اور مورّخ کا قلم پا جاتا

کربلا میں ہوا اس بی بی کا تاراج مکاں | گھر بسایا تھا کہاں اور لگی آگ کہاں
چار بیٹوں کی جوانی ہوئی نذرِ طوفاں | گود خالی لئے تقدیر کو روتی رہی ماں
شامل ان کا بھی ہے خوں شام کی دیواروں میں
ان کی بہویں بھی پھرائی گئیں بازاروں میں

جب یہی قافلہ لٹ پٹ کے مدینے پہنچا | قتلِ شبیرؑ کی آنے لگی رہ رہ کے صدا
سن کے یہ مادرِ عباسؑ کا رخ سرخ ہوا | جوش میں آ کے پکاریں یہ نہیں ہو سکتا
غیر ممکن ہے مرا خون دغا کر جائے
زندہ عباسؑ ہو زہراؑ کا پسر مر جائے

قتلِ مظلوم کا کرنے جو لگا ذکر بشیر | رخ کیا سوئے نجف اور یہ بولی دلگیر
سن لیا آپ نے کیا ہو گیا اے کل کے امیر | کر گئی مجھ کو سبک میرے لہو کی تاثیر
چشمِ زہراؑ سے نہاں ہو کے کدھر جاؤں گی
سامنا ہوگا جو بی بی کا تو مر جاؤں گی

واہ عباسؑ مرے حق کا صلہ خوب دیا | شیرِ مادر کا بھی احساس نہ کچھ دل میں رہا
حلقِ شبیرؑ پہ کس طرح سے خنجر دیکھا | میں نے کیا تم کو اسی دن کے لیے پالا تھا
جب مورّخ یہ فسانہ کبھی دہرائے گا
آرزوئے اسداللہ پہ حرف آئے گا

تھیں ابھی مادرِ عباسؑ تو صدمے سے نڈھال | نظر آیا سرِ صغراؑ کے پریشان ہیں بال
کہا صغراؑ نے یہ دادی سے چلیں گھر فی الحال | تشنہ لب سو گئے پردیس میں سب آپ کے لال
کس طرح رن میں چچا غم کا مداوا کرتے
کٹ گئے شانے تو بابا کی مدد کیا کرتے

Presented by www.ziaraat.com

گھر میں آئیں تو نظر آئے وہ دلبر ہر سو — دیکھا اک مشک لیے گود میں بیٹھی ہے بہو
خاک بالوں پہ ہے سوجے ہوئے دونوں بازو — اپنی تاریخ سناتا ہے ہر اک زخمِ گلو
ننھے بچے سوئے اعدا نگراں اب بھی ہیں
آگ تو بجھ گئی کُرتوں پہ نشاں اب بھی ہیں

دامنِ فضل پہ دیکھے جو لہو کے دھبّے — بولیں اے لال تجھے کس نے یہ مارے درّے
ہائے اعدائے حرم صاحبِ اولاد نہ تھے — کرب میں فضل کے ہونٹوں سے یہ جملے نکلے
کچھ نہ پوچھیں کہ مرا حال زبوں ہے دادی
یہ تو بابا کے کٹے ہاتھوں کا خوں ہے دادی

سن کے عباسؑ کے شانوں کی حکایاتِ الم — جھک گئی شکر کے سجدے میں وہ بادیدۂ نم
پہلے سوچا کہ طلب گارِ قضا کا کیا غم — پھر خیال آیا کہ جب ہاتھ ہوئے ہوں گے قلم
خود کو گھوڑے پہ بڑے جبر میں پایا ہوگا
کیسے عباسؑ مرا خاک پہ آیا ہوگا

کہہ کے یہ قبر پہ زہراؑ کے گئیں عرش مقام — اک ضعیفہ نے کیا فرطِ محبت سے سلام
پوچھا بی بی یہ بتائیں کہ ہے کیا آپ کا نام — کہا زینبؑ نے مجھے کہتے ہیں مظلومۂ شام
ہائے اماں یہ جہاں جان کے انجان ہوا
آیتیں اتری تھیں جس گھر میں وہ ویران ہوا

کربلا کی یہ نشانی بھی تو دیکھیں اماں — نیل بازو پہ ہیں اور پشت پہ دُرّوں کے نشاں
میں نہ کیوں مر گئی جب سر ہوا میرا عریاں — کس سے پوچھوں کہ مری گود کے پالے ہیں کہاں
منزلِ ہمسفری آ کے کہاں چھوٹ گئی
قتلِ عباسؑ ہوئے شہ کی کمر ٹوٹ گئی

سن کے یہ ہو گئی مغموم کی حالت سنگین — رو کے فرمایا کہ ٹوٹا مری خاتم کا نگین
کھو گئے دشت بلا میں مرے سب دُرِّ ثمین — کوئی للّٰہ پکارے نہ مجھے اُمِّ بنین
بیبیو آج سے اک سوختہ جاں مجھ کو کہو
کوکھ اجڑی ہوں نہ عباسؑ کی ماں مجھ کو کہو

یک بیک دل میں خیالات کے طوفان اٹھے — آرزوئے اسد اللہ کے آثار ابھرے
پانچ قبروں کے نشاں فرشِ زمیں پر کھینچے — چار فرزندوں کی قبروں کے نشاں محو کیے
پانچویں قبر پہ منہ رکھ کے وہ شیدائے حسینؑ
رو کے کہتی تھی کہاں پاؤں تجھے ہائے حسینؑ

قبرِ زہراؑ کی طرف موڑ کے اپنا چہرہ — کہا اے بنتِ نبیؐ لیجئے مجھ سے پرسا
رن میں جب کٹنے لگا آپ کے بیٹے کا گلا — بی بی سچ کہتی ہوں زندہ مرا عباسؑ نہ تھا
باپ کا زور دکھانے کی بھی فرصت نہ ملی
ہائے عباسؑ کو لڑنے کی اجازت نہ ملی

(سید وحید الحسن ہاشمی......العطش جلد دوم)

❁ ❁ ❁

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر مسعود رضا خاکی:

دخترِ شجاعانِ عرب

اُمّ البنینؑ

جذبۂ عشق نے جب شوق کو مہمیز کیا   دل نے احساس کو کچھ اور جنوں خیز کیا
فکر نے خواہشِ اظہار کو انگیز کیا   سامنے آئی جو منزل تو سفر تیز کیا
عشقِ عباسؑ میں دریائے سخن تک پہنچے
ایک ہی جست میں ہم ساحلِ فن تک پہنچے

ہے تواتر سے تواریخ میں یہ بھی مرقوم   ایک دن حیدرِؑ کرار تھے بیحد مغموم
جب عزیزوں نے کیا اس کا سب کچھ معلوم   آہ بھر کر کہا "ہے فکرِ حسینؑ مظلوم"
حرمتِ دینِ محمدؐ کو بچانے کے لیے
کربلا جائے گا وہ سر کو کٹانے کے لیے

مجھ کو پیغمبرِؐ صادق نے یہ دے دی تھی خبر   اس زمانے میں نہ میں ہونگا نہ ہوں گے شبرؑ
یہ بھی فرما کے سدھارے تھے شہِ جنّ و بشر   مجھ کو درگاہِ الٰہی سے ملے گا وہ پسر
جس کی رگ رگ میں بسی ہوگی ولائے شبیرؑ
جان قربان کرے گا جو برائے شبیرؑ

یہ مشیت ہے خدا کی کہ کروں عقدِ دگر   شرط اس مسئلۂ خاص میں یہ بھی ہے مگر
مجھ کو بتلاؤ کوئی ایسی زنِ نیک سیر   جو ہو بے مثل شجاعانِ عرب کی دختر
جس کا کردار نمونہ ہو زمانے کے لیے
خود بھی آمادہ ہو وہ عقد میں آنے کے لیے

جستجو سب کو ہوئی سن کے یہ ارشادِ امام   علمِ انساب کے ماہر تھے عقیلؑ خوش کام
وہ یہ بولے کہ اسی شان کی ہے بنتِ حزام   ہے شجاعت میں بڑا اس کے بزرگوں کا مقام
اس کی ددھیال بسالت میں بہت بالا ہے
اس کی ننھیال میں بھی ایک سے ایک اعلیٰ ہے

فاطمہ نام ہے کہتے ہیں اسے اُمِ بنین   صورت و سیرت و کردار میں ہے سب سے حسین
اس کے اجداد پہ نازاں ہے عرب کی یہ زمین   آپ کے عقد میں آجائے گی یہ بھی ہے یقین
آپ فرمائیں تو پیغام یہ بھیجا جائے
فخر و اعزاز کا انعام یہ بھیجا جائے

الغرض جب ہوئے اس عقد کے ایجاب و قبول   گھر میں حیدرؑ کے ہوا زوجۂ ثانی کا شمول
پہنچی جب خانۂ زہراؑ میں کنیزِ مقبول   مانگ میں اپنی بھری خاکِ درِ بنتِ رسولؐ
پائے شبیرؑ کو نعلینِ حسنؑ کو چوما
روحِ اخلاص سے ہر سرو چمن کو چوما

روز و شب زینبؑ و کلثومؑ کی چاہت میں رہی   کبھی شبرؑ کبھی شبیرؑ کی خدمت میں رہی
خادمہ کی طرح ایوانِ امامت میں رہی   سال بھر تک یونہی مصروف عبادت میں رہی
دوسرے سال ہی دو چند یہ سامان ہوا
یعنی عباسؑ کے میلاد کا اعلان ہوا

Presented by www.ziaraat.com

چارشعبان تھی ہجرت کا تھا چھبیسواں سال   جب مدینہ میں نمایاں ہوا یہ ماہِ کمال
ہاتفِ غیب نے دی آ کے نویدِ اقبال   آ گیا چہرۂ شبیرؑ پہ اک رنگِ جمال

جیسے کعبے میں نبی آئے تھے حیدرؑ کے لیے
ویسے ہی آ گئے شبیرؑ بردار کے لیے

دوُر سے حجرۂ اطہر کو منوّر دیکھا   پاس پہنچے تو عجب طرح کا منظر دیکھا
ماں کی آغوش میں اک نور کا پیکر دیکھا   ماں کے چہرے پہ نظر کی تو مکدّر دیکھا

حال پوچھا تو کہا بچے نے رحلت کی ہے
آنکھ کھولی ہے نہ رویا ہے نہ حرکت کی ہے

شاہزادے نے کہا آپ کو معلوم نہیں   رحلت اس عمر میں اس بچے کا مقسوم نہیں
اس کی خاموشی کا دراصل یہ مفہوم نہیں   یہ بجز میرے کسی اور کا محکوم نہیں

میں ہوں موجود کوئی فکر نہ اب کیجے آپ
میرے بھائی کو میری گود میں دے دیجے آپ

داخلِ گوش ہوئی جیسے ہی آوازِ حسینؑ   کُلبلانے لگا بچہ تو ملا ماں کو بھی چین
پہنچی جب گرمیٔ آغوشِ امام الثقلین   کُھل گئے بچے کے معصوم چمکتے ہوئے نین

مسکراتے ہوئے اِسلام کا محور دیکھا
پڑھ کے الحمد رُخِ سبطِ پیمبرؐ دیکھا

ننھے ہاتھوں کو اٹھا کر جو کیا شہ کو سلام   رو دیئے فرطِ مسرت سے امام ابنِ امام
ابرِ رحمت سے مِلا کشتِ وفا کو انعام   شبنمِ اشک سے سیراب ہوا وہ گلفام

ماہ تھا مہر جہانتاب کی تنویر لیے
صحنِ مسجد کو چلے گود میں شبیرؑ لیے

خانۂ حق میں تھے مشغول عبادت میں علیؑ   دل کے آئینے میں تھی عرش کی تحریرِ جلی
سامنے آیا جو گلدستۂ حُسنِ ازلی   جُھک گیا شکر کے سجدے میں زمانے کا ولی

بڑھ کے شبیرؑ نے اِس مُژدہ کا اظہار کیا
باپ نے گود میں بیٹے کو لیا پیار کیا

اک روایت میں بہ اسناد ہے یہ بھی منقول   لائے عباسؑ کو جب پیشِ علیؑ ابنِ بتولؑ
گود میں دیکھ کے شبیرؑ کی ایثار کا پھول   گریہ فرمانے لگے وارثِ اوصافِ رسولؐ

گود میں لے کے نہ رخسار نہ گیسو چومے
جھک کے بیساختہ عباسؑ کے بازو چومے

پھر بہ تائیدِ علیؑ بھائی کو لے آئے حسینؑ   پرورش پانے لگے لختِ دلِ شاہِ حُنین
بھائی کو دیکھے بِنا بھائی کو آتا نہ تھا چین   موسلا دھار ہوئی بارشِ نورِ حرمین

علم و اخلاق میں بے مثل بنانے کے لیے
تین آئمہ تھے موجود پڑھانے کے لیے

یہ شب و روز تھے جب غزوۂ صفّین چھڑا   جانبِ شام سے آئی تھی ضلالت کی گھٹا
کفرِ کُل پھر سے جو کُھل کر سرِ میداں نکلا   کُلِ ایماں پہ جو تھا فرض، ہوا وہ بھی ادا

شام کی سمت سے دو لاکھ ملاعین بڑھے
اس طرف شیرِ خدا جانبِ صفّین بڑھے

جب ہوئے عازمِ صفّین شہِ جنّ و بشر   آپ کے ساتھ چلا اہل وفا کا لشکر
باپ کے شانہ بشانہ تھے حسینؑ و شبرؑ   اس مہم میں ہوئے عباسؑ بھی ہمراہِ پدر

کوئی حمزہؑ انہیں سمجھا کوئی جعفرؑ سمجھا
جس نے پہلے سے نہ دیکھا تھا وہ حیدرؑ سمجھا

Presented by www.ziaraat.com

آل واصحاب کے ہمراہ زمانے کا امام — روکنے کفر کی ظلمت کو بڑھا جانبِ شام
ایک منزل پہ نظر آیا وہ پُر ہول مقام — دیکھ کر جس کو لرزنے لگے سب کے اجسام
پوچھا عباسؑ نے اس دشت کو کیا کہتے ہیں
رو کے حیدرؑ نے کہا کرب و بلا کہتے ہیں

کر کے بیٹوں کو وصیت گئے دنیا سے علیؑ — شبنمی اشک بہاتی ہوئی وہ رات ڈھلی
دفنِ حیدرؑ میں تھے مصروف ولیؑ ابن ولیؑ — شام میں عید مناتا تھا شقیٔ ازلی
پہلے در پے جو رہا تھا سرِ حیدرؑ کے لیے
سازشیں کرنے لگا اب سرِ شبرؑ کے لیے

گامزن راہِ خدا میں رہے جرأت سے حسنؑ — کام لیتے رہے ایثار کی طاقت سے حسنؑ
باپ کی طرح تھے مجبور وصیت سے حسنؑ — دست کش ہو گئے ظاہر کی حکومت سے حسنؑ
کوفے کو چھوڑ کے یثرب میں ٹھکانہ ڈھونڈا
شاہ نے گوشہ نشینی کا بہانہ ڈھونڈا

اک روایت میں معارف کی ہے یہ بھی منقول — اس زمانے میں کھلے سہرۂ عباسؑ کے پھول
لائے بھاوج کو بڑے چاؤ سے فرزندِ رسولؐ — اپنے سائے میں لیے ساتھ رہی روحِ بتولؑ
خانہ آباد ہوا جشنِ بلا فصل ہوئے
دوسرے سال ہی عباسؑ ابوالفضل ہوئے

روز افزوں تھا مدینہ میں شبابِ عباسؑ — بھائیوں کے لیے ہمدم تھے جنابِ عباسؑ
حرب کے فن میں نہ تھا کوئی جوابِ عباسؑ — دشمنوں کے لیے تھا موت عتابِ عباسؑ
حاکمِ شام نے کھل کر نہ کوئی وار کیا
زہر در پردہ حسنؑ کے لیے تیار کیا

بولے قاصد سے یہ فرزندِ رسول الثقلینؑ — مجھ کو معلوم ہے کس واسطے وہ ہے بے چین
لیکن اس امر میں ہے مرضیٔ ربِ کونین — جا کے عامل کو خبر دے دو کہ آتا ہے حسینؑ
منتظر جس کے تھے ساعت وہ کڑی آ پہنچی
اب مدینے سے بھی ہجرت کی گھڑی آ پہنچی

صبح نے جیسے ہی اس رات کے اشکوں کو پیا — قافلہ حضرت عباسؑ نے ترتیب دیا
حکم مولا سے سرِ مو بھی تجاوز نہ کیا — جس کو شبیرؑ نے فرمایا اسے ساتھ لیا
فاطمہؑ صغریٰ بصد یاس مدینہ میں رہیں
مادرِ حضرت عباسؑ مدینہ میں رہیں

.....(ڈاکٹر مسعود رضا خاکی)

Presented by www.ziaraat.com

پروفیسر سردار نقوی:

شیروں کی شیر دل ماں

اُمّ البنینؑ

چشمِ حیدرؑ جو اُلٹتی تھی زمانے کا نقاب   قلب کو کرتا تھا اک منظرِ خونیں بیتاب
سطحِ تعبیر پہ وہ صبرِ براہیمؑ کا خواب   کربلا، سبطِ نبیؐ، فوجِ ستم، بندشِ آب

باپ کے دل کی صدا نصرتِ شبیرؑ کرو
اے نگہبانِ نبوّت کوئی تدبیر کرو

وہ مدبّر کی نظر اور وہ حسنِ تدبیر   اپنے بھائی سے علیؑ کی وہ مفصّل تقریر
بن کے معیارِ مثالی کی مجسّم تصویر   مادرِ حضرتِ عباسؑ کی جاگی تقدیر

بیتِ حیدرؑ میں عجب مرتبہ داں آتی ہے
کربلا، تیرے علمدارؑ کی ماں آتی ہے

مادرِ حضرتِ عباسؑ تھیں یہ رمز شناس   الفتِ آل پہ ہے دینِ حقیقی کی اساس
عظمتِ آلِ پیمبرؐ کا شعوری احساس   ماں کی آغوش میں پلتا تھا بشکلِ عباسؑ

ہر نفس تربیتِ مہر و وفا جاری تھی
بچپنے ہی سے بڑے کام کی تیاری تھی

شیرِ مادر میں تھی حل، آلِ نبیؐ کی الفت   باپ سے پائی وراثت میں مُہذّب جرأت
جذبۂ عشق سے نکھری جو وفا کی سیرت   چشمِ تاریخ نے دیکھی وہ حسیں شخصیت

جس کے نقشِ کفِ پا چوم رہی ہے تاریخ
مستقل وجد میں ہے جھوم رہی ہے تاریخ

تربیت گاہِ کمالات وہ بیتِ حیدرؑ   مفتخر جس کے در و بام پہ تہذیبِ بشر
اور اس گھر میں وہ اک ماں کی تمنّا کا ثمر   ماں کا ہر لحظہ یہ اصرار کہ اے نورِ نظر

اپنے بابا کی فضیلت کا سدا پاس رہے
کس کے فرزند ہو، دنیا کو یہ احساس رہے

سارے غزوات ہیں حیدرؑ کی شجاعت پہ گواہ   ماں کی یہ عین تمنّا ہے کہ اے نورِ نگاہ
شیرِ جنگاہ بنو تم صفتِ شیرِ الٰہ   کہتے تھے حضرت عباسؑ کہ انشاء اللہ

ہونے دیجے کوئی باطل سے لڑائی اماں
دیکھئے پھر مرے ہاتھوں کی صفائی اماں

ماں یہ کہتی تھی کہ وہ دن بھی ضرور آئے گا   تذکرہ کرتے ہیں جس دن کا تمہارے بابا
میرے عباسؑ، یہ تم بھول نہ جانا بیٹا   بھائی کس طرح سے جاں کرتا ہے بھائی پہ فدا

اپنی کچھ فکر نہ تھی بھائی کی غمخواری میں
فرق آجائے نہ معیارِ وفاداری میں

کہتے عباسؑ خدا چاہے تو یوں ہی ہوگا   آپ لیکن مجھے سمجھائیے مطلب اس کا
کس لیے پیار سے کہتے ہیں یہ اکثر بابا   میرا عباسؑ ہے مشکیزہ اٹھانے والا

کوئی معیار ہے کیا یہ بھی وفا کاری کا
مشک سے کیا کوئی رشتہ ہے علمداری کا

Presented by www.ziaraat.com

ماں یہ سمجھاتی نہ الجھن میں گرفتار رہو　　مشک کاندھے پہ اٹھاؤ کہ علمدار رہو
صورتِ نفسِ نبیؐ صاحبِ ایثار رہو　　عظمتِ آلِ پیمبرؐ سے خبردار رہو

زینتِ دوش رہے صبر و رضا کا پرچم
پرچمِ اہلِ محبّت ہے وفا کا پرچم

قافلہ اہلِ حرم کا جو مدینہ پہنچا　　شہر میں جا کے منادی نے کیا یوں نوحا
ہائے وہ سانحۂ غم جو نہ ہونا تھا ہوا　　اہلِ یثرب یہ وطن رہنے کے قابل نہ رہا

جن سے آباد مدینہ تھا وہی قتل ہوئے
خاک اڑاؤ کہ جگر بند نبیؐ قتل ہوئے

سن کے یہ مادرِ عباسؑ کے گم تھے جو حواس　　ڈھل گیا رنگ ندامت میں الم کا احساس
خود سے کہتیں کہ رکھا کچھ نہ مری بات کا پاس　　پھر یہ کہتیں کہ نہیں ایسا نہیں تھا عباسؑ

میری آغوش کی تقدیر میں ناکامی تھی
کیا مرے دودھ کی تاثیر میں کچھ خامی تھی

گوشِ زینبؑ میں جو آواز شکایت پہنچی　　ہائے عباسؑ کہا، درد سے بے حال ہوئی
پھر کہا رو کے کہ اے عاشقِ فرزندِ نبیؐ　　یہ بہن کیسے سنے، تیری شکایت بھائی

ہوگئے قطع جو بازو وہ دکھاؤ عباسؑ
آ کے اب روٹھی ہوئی ماں کو مناؤ عباسؑ

جب سنا مادرِ عباسؑ نے یہ ذکرِ وفا　　رخ بقیعہ کی طرف کر کے بصد عجز کہا
میرا عباسؑ تو تھا سبطِ نبیؐ کا فدیا　　غم مگر یہ ہے کہ بی بی کا پسر بچ نہ سکا

چھٹ گئی بھائی سے زینبؑ سی بہن کیا کہیے
ایسے عالم میں تسلی کے سخن کیا کہیے

چاروں فرزند جو بی بی کے ہوئے تھے مقتول　　شدّتِ درد سے بے چین ہوا قلبِ ملول
معتبر راویوں سے ہے یہ روایت منقول　　بن گیا تھا یہی اس زوجِ علیؑ کا معمول

گھر کی ویران فضا دل کو جو تڑپاتی تھی
بین کرنے کو بقیعہ میں چلی جاتی تھی

کھینچتی خاک پہ فرزندوں کی تربت کے نشاں　　عالمِ درد میں تب کرتی یہ فریاد و فغاں
سارے لوگوں سے یہی کہتی ہوں میں نوحہ کناں　　جو مجھے کہتے تھے ماں اب وہ جگر بند کہاں

یاد بیٹوں کی دلائے وہ اشارا نہ کریں
مجھ کو اب بیٹوں کی ماں کہہ کے پکارا نہ کریں

پھر یہ قبروں کے نشانوں کو مٹا کر کہتی　　آج دنیا میں اگر ہوتیں جگر بندِ نبیؐ
پہلے جب ماتمِ شبیرؑ میں روتیں بی بی　　میں بھی پھر اپنے جگر بندوں کا ماتم کرتی

مرگِ عباسؑ پہ زیبا نہیں ماتم مجھ کو
چاہیئے سبطِ پیمبرؐ کا فقط غم مجھ کو

کیا عجب ہے یہ کسی قبر سے آئی ہو صدا　　اے مری مرتبہ داں واہ تیرا کیا کہنا
یوں ترے لال نے اونچا کیا معیارِ وفا　　زوجِ حیدرؑ ترے عباسؑ کی ماں ہے زہراؑ

یوں ہوا تیرا جگر بند فدائے شبیرؑ
تیرے عباسؑ کا ماتم ہے عزائے شبیرؑ

.... (گریۂ فرات۔ پروفیسر سردار نقوی)

Presented by www.ziaraat.com

شاہد نقوی:

حضرت اُمّ البنینؑ

کا سجدۂ شکرانہ

یہ تھیں وہ مائیں جن پہ تھا زہراؑ کو اعتماد — جن کی وفا کو دی نگہِ کبریا نے داد
جاری تھا ہر محاذ پہ ان ماؤں کا جہاد — تازہ ہوئی مدینے میں بھی کربلا کی یاد
جب ذکرِ درد ہوتا تھا اُمّ البنینؑ سے
اُٹھتی تھی آنچ شہرِ نبیؐ کی زمین سے

سجاد سے وہ مادرِ عباسؑ کا سوال — کیسا لڑا حسینؑ کی خاطر علیؑ کا لال
عابدؑ کا سر جھکا کے یہ کہنا بصد ملال — کیا پوچھتی ہیں آپ اسیرِ وفا کا حال
اذنِ وغا ملا ہی کہاں اِس دلیر کو
زنجیر سے حسینؑ نے جکڑا تھا شیر کو

فطرت کا رخ امام نے تبدیل کر دیا — شعلے کو ضبطِ درد سے شبنم بنا دیا
لیکن علیؑ کا لال بہر حال شیر تھا — اس قید میں بھی سارے نیستاں پہ چھا گیا
ایسا دلیر کون ہے ساری خدائی میں
مر کر بھی شیر گونج رہا ہے ترائی میں

اُمّ البنینؑ نے جو سنا قصۂ پسر — بے ساختہ جھکا دیا شکر خدا میں سر
آئیں کس اعتماد سے زہراؑ کی قبر پر — فرمایا شاہزادی سنی آپ نے خبر
کہتے ہیں سب ، غلام بڑا کام کر گیا
بی بی میں سرخرو ہوئی عباسؑ مر گیا

بی بی کیا غلام نے حقِ وفا ادا — شکرِ خدا مجھے مری محنت کا پھل ملا
کہہ دیجئے گا آپ سے پوچھیں جو مرتضیٰؑ — بیٹے نے کر دکھایا جو منشا تھا باپ کا
تاکید جس کی تھی وہ عمل عمر بھر رہا
جب تک جیا حسینؑ کا سینہ سپر رہا

جب تک رگوں میں خوں تھا وفا میں کمی نہ کی — بازو کبھی فدا کئے سر دے دیا کبھی
لیکن بشر تھا موت کی ساعت نہ ٹل سکی — تا عصر کر سکا نہ حفاظت حسینؑ کی
آقا کا سر کٹا تو نہ کام آ سکا غلام
بی بی تو جانتی ہیں کہ زندہ نہ تھا غلام

❀ ❀ ❀

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

اُمّ البنینؑ

سرگروہِ لشکرِ سرورؑ کی ماں اُمّ البنینؑ
جس جگہ ہیں فاطمہ زہراؑ وہاں اُمّ البنینؑ

وہ علیؑ کی خواہشِ عقد اور عقیلؑ حق نگاہ
آپ پر ٹھہری نگاہِ حق نشاں اُمّ البنینؑ

خواب میں آ کر یہ زہراؑ نے کہا تھا آپ سے
تم مرے عباسؑ بیٹے کی ہو ماں اُمّ البنینؑ

آ کے گھر میں فاطمہ زہراؑ کے بچوں سے کہا
خادمہ بن کر اب آئی ہے یہاں اُمّ البنینؑ

بس یہ جذبہ دیکھ کر حیدرؑ نے بچوں سے کہا
آج سے تم سب پکارو ان کو ماں اُمّ البنینؑ

زینبؑ و کلثومؑ بھی اور شبرؑ و شبیرؑ بھی
بعدِ زہراؑ آپ کو کہتے تھے ماں اُمّ البنینؑ

آج بھی جا کر بقیعے میں یہ منظر دیکھ لو
ہے جہاں دہلیزِ زہراؑ ہیں وہاں اُمّ البنینؑ

اپنا بیٹا فاطمہؑ نے ان کے بیٹے کو کہا
ہیں شرف کے آسماں پر ضوفشاں اُمّ البنینؑ

اک درِ اُمّ البنینؑ ہے روضۂ عباسؑ میں
سنتی ہیں بیٹے سے پہلے عرضیاں اُمّ البنینؑ

حضرتِ عباسؑ کے سر پر ہے سایہ آپ کا
ہیں وفا کے آسماں کا سائباں اُمّ البنینؑ

کیسے ازواجِ نبیؐ سے اِن کو میں تشبیہ دوں
ہاں کہاں وہ خالی گودیں اور کہاں اُمّ البنینؑ

فاطمہؑ صغریٰ کے غم کو بانٹنا آساں نہ تھا
لے رہا تھا وقت کیسا امتحاں اُمّ البنینؑ

نظم پہنچے گی یہ ماجدؔ خدمتِ عباسؑ میں
تب یہ پہنچے گی وہاں پر ہیں جہاں اُمّ البنینؑ

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی:

مادرِ عباسؑ پر ہم سب کا سلام

یہ بات ہے جولائی ۲۰۰۲ء کی علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب اور ہم لوگ کربلا اور شام کی زیارتیں کرنے گئے تھے روضۂ حضرت عباسؑ پر بابِ اُمّ البنینؑ سلام اللہ علیہا کے سامنے میں، علاّمہ صاحب، ناصر رضا رضوی صاحب، حسین رضا اور عباس رضا بیٹھے تھے مغرب کا وقت تھا اور وہیں یہ بات ہو رہی تھی کہ اس دروازے سے نیچے سیڑھیاں جاتی ہیں جو اصل قبرِ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام تک جاتی ہیں۔ گویا حاجتوں کے دروازے (باب الحوائج) تک رسائی کے لیے پہلے اُمّ البنین سلام اللہ علیہا کے دروازے (باب اُم البنینؑ) سے گزرنا پڑتا ہے۔ یعنی مادرِ عباسؑ جس سے راضی ہیں اس سے حضرتِ عباسؑ بھی راضی ہونگے اور کیوں نہ ہو وہ بی بی جس کو بعدِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا مادرِ حسنینؑ و زینبؑ و اُمّ کلثومؑ کا شرف ملا ہو اور خود فرزندانِ رسولؐ جس بی بی کو ماں کہیں تو اُس بی بی کے مراتب کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا وہ علیحدہ بات ہے کہ بی بی اُمّ البنین سلام اللہ علیہا نے علیؑ کی چوکھٹ پر قدم رکھتے ہی شاہزادوں سے مخاطب ہو کے کہا کہ میں ماں بن کر نہیں بلکہ خادمہ بن کر آئی ہوں اور حضرتِ عباسؑ کو یہ بات معلوم تھی کہ میری والدہ نے ہمیشہ خود کو کنیزِ سیّدہؑ سمجھا ہے تو ماں کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے چھوٹے حضرت نے بھی تا زیست اپنے کو حسینؑ کا غلام کہا۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی مدظلہٗ العالی پہلے ہی درگاہِ آلِ محمدؐ سے ملنے والے بلند مراتب پر فائز ہیں اور اب باب الحوائج کی والدہ کی سوانح لکھ کر ان مراتب میں نہ معلوم کتنا کثیر اضافہ ہوا ہے یہ باب الحوائج جانتے ہیں میں تو اتنا جانتا ہوں کہ علاّمہ صاحب کے ان مراتب اور فیوض و برکات سے یقیناً مجھے بھی کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com